هو الکل	هو الکل

لا موجود الا اللہ لا موجود الا اللہ لا موجود الا اللہ

الحمد للہ کتاب نادر الوجود مصنفہ مؤلفہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین امام صوفیاءِ دوران جناب مولانا مولوی عبد الرحمن صاحب عرف علامہ حیا بدایونی نظامی چشتی فخری سلیمانی مدظلہ العالی

شعر

چلو اے تشنگان معرفت سیراب ہو پیکر
رواں ہی فیض کا چشمہ معین الدین چشتی کا

# مخزنِ تصوف

باکمال صحت و خوبی۔ و باہمہ دلکشی و خوش اسلوبی۔ باہتمام خادم الفقرا خاکسار ابن حسن صبا بدایونی۔ نظامی چشتی فخری سلیمانی۔ بتاریخ ۱۷، ۱۰ اپریل ۱۹۳۷ء مطابق ۶۔ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ

در مطبع [illegible] جوبلی پریس [illegible]

قیمت [illegible] (علاوہ محصول ڈاک)

اول بار ۔۔۔۔ ایک ہزار

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

81338

Marfat.com

# ضروری التماس

پھتا رہی گو حیا بنکر رہا کرتا ہوں میں چشم حسیناں میں

ی شہرت سے اجتناب - اور بیحد رانی کا حجاب رہا، اس وجہ سے اس
سر کر سکا - لہذا "مخزن تصوف" میری تصنیف و تالیف میں
ے پیارے بیٹے میاں ابن حسن سلمہ کی کوششوں کی رہین منت
ھی کو عرصہ دراز سے انسانی خدمات کے لئے وقف کر رکھا ہے - لیکن
یا ۹۱ اس میں قدرت کا کوئی راز مضمر ہے - ورنہ من آنم کہ ہیچ نمیدانم اس
ی کے جذبات ستائش و تحسین سے بالکل بے نیاز - اور شہرت و حب جاہ
مصرع ؎ ہر کسے را بہر کارِ ساختند - تاہم عزیز القدر مذکور کی تحریک
اس کتاب کی تالیف پر مجبور کر دیا - اکثر حضرات کا خیال ہے کہ یہ کتاب
ندہ - اور بنی آدم کی نفع رساں ہوگی - اور میرا بھی یہی مقصد ہے -

حمد میں تصوف کے گہرے مسائل پر بہت کافی روشنی ڈالی گئی ہے
ہمہ اوست - تعینات - تنزلات - کثرت فی الوحدت - اور وحدت
مخصوص انداز میں پیش کیا ہے - بعدہ کتاب کی نعت میں حضرت سرور
احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کو نہایت سلیس
بلیغ کوششیں کی گئی ہیں - تاکہ ہر شخص اپنی زندگی کو اس مقدس زندگی کا
شش کر سکے - "آپ کے حالات زندگی" جیسے ایک بادشاہ کے لئے
ویسے ہی ایک سپاہی کے لئے بھی - اگر ایک امیر کے لئے ان میں ہدایت
لئے بھی ہے - اگر ایک فاتح قوم کے لئے یہ روشنی کا کام دے سکتے ہیں تو
م کے لئے بھی مشعل راہ ہیں - ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک جاہل سے لیکر عالم
ک شو لجرے سے لیکر کمانڈر انچیف تک - پرجا سے لیکر راجہ تک - غرض
العمل ہے - لہذا ہر شخص آنحضرتؐ کی سیرت مقدسہ کو اپنے لئے ایک
ن کتاب کی حمد و نعت کو ذرا گہری نظر سے ملاحظہ فرمائیں، یہ ایک
لف مصنف اپنی تصنیف و تالیف کی تعریف کرنے پر مجبور

ہوتا ہے۔ مگر میں اس کتاب کی خوبی کو صرف ناظرین کی ... آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار گوید"۔ اگر قابل قدر ...

چنانچہ اس کتاب کو جن مشاہیر زمانہ حضرات نے ... کرام۔ مشائخان عظام۔ علمائے ذوالاحترام۔ اور شعرائے عالی ... تبصرہ۔ مقدمہ۔ اور تقریظ پیش کرتا ہوں۔ جو بے کم و کاست نگارش ...

اس کے بعد میں عام بخل کی حدود سے باہر نکل کر اور ... تمام طالبان صادق کو ان ذکروں۔ شغلوں۔ مراقبوں۔ وردوں۔ ... دیتا ہوں جو خود میں نے کئے ہیں۔ یا جنکی مجھے اجازت ہے۔ ... میں موجود ہیں۔ مگر انھیں شرائط کے ساتھ جو درج کر دی گئی ہیں۔

منشی نواب علی خاں سلمہ ساکن مراد آباد وارد حال دہلی جو میرے ... نے اس کتاب کی تحریر میں مجھے بہت زیادہ مدد دی ہے۔ لہذا اس کے ... دعا ہوں۔ کہ الٰہی! تو عزیز مذکور۔ ان کی اولاد۔ اور ان کی اولاد کی اولاد ... فرما۔ یا اللہ تو میری تمام اولاد یعنی صلبی اور روحانی اولاد کو اپنے ... اور منشی عبدالقادر سلمہ العزیز بدایونی نے بھی اس کتاب کی تحریر میں مدد کی ... مذکورہ بالا دعا کے ساتھ یہ بھی دعا ہے۔ کہ یا اللہ! تو اپنے حبیب کے صدقہ سے ان ... کو تندرستی عطا فرما کر اولاد سعید سے مالا مال کر دے۔ اور دونوں جہان میں ...

**معزز ناظرین!** اگر آپ اس کتاب میں کہیں غلطی ملاحظہ کریں۔ تو از راہ کرم ... فرمائیں۔ کیونکہ خطا و نسیان یا بھول چوک کے مرکب ہی کا نام تو انسان ہے۔ اور ... فقیر کو دعائے خیر سے بھول نہ جائیں۔ یہ کتاب دلی پر کر تصنیف و تالیف ... ختم ہوئی۔

## دعا

الٰہی! ہر شخص کو تو اس کتاب کے مطالعہ سے فائدہ عطا فرما ... نفع رساں ہو۔ آمین ثم آمین یا الٰہ العالمین آمین۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ... الْعٰلَمِيْنَ ۝

خادم الفقراء **عبدالرحمٰن حیا** بدایونی۔ نظامی چشتی۔ فخری ...
ولد مولانا مولوی احمد حسن شاہ صاحب قادری چشتی

Marfat.com

# …ن تصوف پر ایک نظر

## …حسن نظامی صاحب دہلوی مدظلہ

(…الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ بستی حضرت نظام الدین)

…صاحب جیا بدایونی کی کتاب "مخزن تصوف" طباعت کی شروعات کے
…بابو صاحب سے میری واقفیت تقریباً چالیس سال سے ہے
…چونکہ شاعری کا شوق تھا، اپنی ایک غزل بھی اُن کو بنظر اصلاح دکھائی

…رہنے والے ہیں جہاں میرے آقا حضور محبوب الٰہیؒ پیدا ہوئے تھے
…اجداد اور دادا اور نانا دفن ہیں، اس لئے مجھے بابو جیا صاحب سے ہمیشہ
…اس درگاہ میں چالیس سال سے مسلسل آتے رہتے ہیں۔ اور اب تو انہوں

…تبلیغ کی جنگ کے زمانہ میں ایک درسگاہ جاری کی تھی جس میں طلبہ کو طریقہ
…تھی۔ اس درسگاہ میں عرصہ تک بابو جیا صاحب تبلیغی تعلیم بھی دیتے تھے۔ اور

…شاعر ہیں۔ اور صاحب دل مسلمان ہیں۔ تصوف ان کے خمیر میں ہے
…رگ رگ میں ہے۔ اُن کی آنکھوں میں ایک مستی اور کیف ہے۔ اور وہ کیف لازمی
…ہے اور دیکھنے والے بہت اُس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ بہت سے ہندو اور
…میں بیٹھ کر تصوف کے دلدادہ ہو چکے ہیں۔ اور اب بھی اُن کے حلقہ ارشاد میں
…ہے۔ وہ قوالی سننی جانتے ہیں۔ اس زمانہ میں قوالی سننے والے تو بہت
…شان سے سمجھنے والے بہت ہی کم ہیں۔
…کے قلم سے "مخزن تصوف" کتاب کا نکلنا تعجب خیز نہیں ہے۔ یہ کتاب خزینہ
شریعت بھی ہے اور خزینہ معلومات تاریخ بھی ہے۔ نظم بھی ہر
…حمد و نعت پڑھی تو اپنے محبوب قلبی حضرت مولانا عبدالسلام صاحب
…گئیں۔ اور میں نے اس کو بار بار پڑھا۔ مولانا عبدالسلام صاحب نیازی
…میرا عقیدہ یہ ہے کہ زمرہ مشائخ صوفیہ میں فلسفہ وحدت الوجود

Marfat.com

کو اردو زبان میں بیان کرسکنے والا ان کے سوا ...

کا انداز بیان اور انداز تحریر بھی بے مثل ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ...

کی شان میں پیش کیا ہے۔

**مخزن تصوف** یہ کتاب اُردو زبان میں تذکرہ غوثیہ کے بعد ...

داں طبقہ میں ویسی ہی مقبول خاص وعام ہوگی جیسی کتاب تذکرہ غوثیہ مقبول ...

اگر میں اس کتاب کے مضامین پر جداگانہ تبصرہ کروں تو فضول طوالت ...

وہ لطف نہیں آسکتا جو اصل کتاب میں ہے۔ اس لئے میں اتنا لکھنا کافی سمجھتا ہوں ...

جس کو خزینہ تصوف بھی کہا جاسکتا ہے اور آئینۂ تصوف بھی اور ...

گفتار تصوف بھی اور اسرار تصوف بھی اور رفتار تصوف بھی۔

یہ کتاب جسم بھی رکھتی ہے اور روح بھی رکھتی ہے، اور جسم و روح کا اتصال ...

اس میں ہجر بھی ہے اور وصال بھی۔ اور ہجر و وصال کا جو کیف وجود انسانی پر طاری ہوتا ہے ان

کو بھی حروف کے جوڑ توڑ سے پیکر کاغذی میں نقش کیا گیا ہے۔ اور کہا جاسکتا ہے ...

بزم کاغذ اپنی آرائش پہ تو نازاں نہ ہو ؛ تو تو اک تصویر ہے محفل ...

بقلم حسن نظامی دہلوی

۲۷ محرم ۱۳۵۶ھ ہجری

# تبصرہ

# مخزن تصوف

**نمبر شمار ۲۲۰**

از علامہ اطلاق دہلوی۔ ایچ یو۔ کے۔ پی۔ اے یو۔ صدر شعبہ تصنیف

سوسائٹی ملتانی ڈھانڈہ اسٹریٹ قریشی منزل نئی دہلی

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان ہمیشہ روحانی خصوصیات کے جامع اور مالک ...

امتیاز ہے کہ جس کے بل بوتے پر آج ڈیڑھ ہزار برس ہونے کو آئے مگر گوناگوں ...

بھی دنیا میں موجود و حکمران ہیں۔

اس کے علاوہ تاریخ نہیں بتا سکتی کہ مسلمانوں کے سوا اقوام عالم میں کس ...

دار کشمکش کا مقابلہ کرنا پڑا ہو اور اس کے ثبات و قیام میں لغزش نہ آئی ہو ...

Marfat.com

[illegible] کے بعد

[illegible] مسلمانوں کا تمدن تدریجی منازل طے کر کے
[illegible] مطابق بین المسلمین اختلافات نے زور پکڑا جس میں
[illegible] خیالات کا تباین بالخصوص کارفرما تھا۔
[illegible] میں زہاد و عباد بھی تھے۔ جو بڑی بڑی شخصیتوں کے مالک سمجھے جاتے
[illegible] خیالات بھی بالعموم سیاسی خصوصیات کے حامل تھے۔ لیکن اسی
[illegible] بھی تھی جو اتباع سنت اور تہذیب نفس کے محاسن سے آراستہ ہونے کی بنا پر
[illegible] ذہنیت کے اثرات سے غیر متعلق رہی - اور اہل سنت کے معزز نام سے

[illegible] کے بزرگ سادگی، صوف پوشی اور بالتخصیص، مدثر و مزمل کی رعایت سے
[illegible] حضرات اتباع سنت کی وجہ سے روشن ضمیر بھی تھے، لہذا اس سے بھی
[illegible] انسانی طبائع متضاد خصائص سرکشی اور صلاحیت کے جامع ہونے کے علاوہ
[illegible] ہوتی ہیں، لہذا ان حضرات نے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ و....
[illegible] کا لحاظ رکھتے ہوئے اصول اسلام کو سنت خیر الانام کے ماتحت نئے اسلوب
[illegible] ہوئے۔

[illegible] سنت سے قلب منور اور دل صیقل ہو جاتے ہیں اس لئے وہ معمے کہ
[illegible] کے بیان کرنے اور سمجھانے سے بھی سمجھ میں نہیں آتے وہ من و عن دل کی آنکھوں

[illegible] ایسے محاسن تھے کہ جنہوں نے اسلام کے سچے متبعین کو علمائے ظواہر اور متکلمین سے
[illegible] اس لحاظ سے دنیائے اسلام کی یہ جماعت نہ صرف روحانی فیضان کی
[illegible] کے دلوں پر حکمرانی کا شرف بھی اسی کو حاصل ہوا۔
[illegible] والے "قرب نبوت اور بعد کے دستخان پر ہر کیا لطف کا تو کہنا ہی کیا؛
[illegible] اگر اس میں سے کچھ بھی بیان کر دیا جائے تو مادیت پرست زمانہ اس کو

[illegible] خصوصیات کا اب دُور دُور بھی پتہ نہیں مگر پھر بھی خدا کی خدائی حقیقت
[illegible] خالی نہیں، لیکن کہا جائے کس سے؟ اور دکھایا جائے کس کو؟۔
[illegible] عوام [illegible] اور ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان اب اسلام کے کیا؟ یورپ

Marfat.com

کے مقلد ہیں۔ بولتے ہیں تو یورپ کی زبان سے۔ دیکھتے ہیں تو

وہ چاہتے ہیں کہ حلوا سوہن میں چاکلیٹ کا مزا ملے۔

پالیٹکس اور ہر بات میں خود غرضی نظر آتی ہے۔

تصوف کو سوفیسٹ کے مترادف اور ہمارے متصفین کو پاپایان

ہاں! یہ سچ ہے کہ ہم وہ برگزیدۂ الانفس والآفاق آج پیش نہیں کر سکتے لیکن ایسی ہستیاں موجود ہیں جو گدڑی کے لال کہلانے کی سچی حقدار ہیں۔

لیکن جس وجہ سے ابتداء میں ہمارے اسلاف نے اپنا لباس اہل تھا۔ اسی طرح جب آج غول صحرائی بھی اسی حلیے میں نظر آنے لگے تو بالآخر یہ حضرات ممیز لباس میں جلوہ گر ہونے لگے۔ اور آج وہ اسی صورت میں جلوہ فرما ہیں۔

چنانچہ انہی بزرگ ہستیوں میں سے ہمارے مقدس پیشوا شیخ طریقت حضرت عبد الرحمٰن الحیاء بدایونی مدظلہ العالی ہیں کہ عوام کے لباس میں ظاہری و باطنی کامیاب تبلیغ و اصلاح میں مستغرق رہتے ہیں مگر ظاہر میں

الحاصل تاج المتصفین حضرت موصوف بفحوائے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ زندگی سے بے نیاز رہ کر کسب حلال و گوشہ گیری کے اوصاف سے کیفیت آپ کی صحبت بابرکت میں دیکھی ہے وہ اور کسی خرقہ پوش کا کل نہ سُنی۔

اللہ اللہ! کیا سماں اور کیسی کیفیت ہوتی ہے اہل دل تو اہل دل وہاں رقص کناں اور جبیں سا نظر آتے ہیں۔ اور یہ دیکھ کر بیساختہ منہ سے

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

دنیائے صحافت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ نیاز مندان سر نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ علمائے ظواہر کی نظر میں رحیم العافیت ہی کو ماننا پڑتا ہے۔

چنانچہ یہ واقعات ہیں کہ جن کی نگارش کے لئے میرے قلم کو اور منہ سے بولتی ہوئی صداقت، یعنی جو کچھ کہا گیا ہے بے کم و کاست کہا گیا قلزم بے پایاں کا۔

البتہ تصوف کی روح رواں، طریقت کا نچوڑ، اور حضرت العلام سے آگاہی حاصل کرنی ہو تو آپ کی تصنیف جلیل **مخزن التصوف** کا مطالعہ ضروری

Marfat.com

دین اسلامی اور شریعت کے ساتھ حل

کی ... عارئی     آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سارے ... اور ساری وہ باتیں جو سینہ بسینہ تفویض کیجاتی
تحریر میں نہیں آتیں، مگر حضرت موصوف نے جنبش خامہ سے سب
اس طرح کہ ان کی شیرینی اور حلاوت و لطافت میں بھی کوئی فرق نہیں
میں بیان کرنے کی وجہ سے ہر کس و ناکس بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

وف دراصل اسم بامسمّیٰ ہے اور یہ رب العزت کا کرم ہے کہ مجھے اعلیٰحضرت
نگارش تبصرہ کے لئے حکم فرمایا، ورنہ من آنم کہ من دانم۔
نے مجھے محو حیرت کردیا تھا، اور میں سربگریباں تھا کہ کیا لکھوں اور کیا
سینہ جو کچھ پہنچا ہے وہ سب کچھ اس خزینۂ اوصاف کی تزئین کا آئینہ
اور رہا ہی کیا ہے کہ ضبط تحریر میں آسکے، اور لایا جا سکے؟

سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ "ادبی سوسائٹی نئی دہلی" کی صدارت
سے نگارش مقدمات و تبصرہ جات کی خدمت انجام دے رہا ہوں لیکن
کے مطالعہ نے مجھے انگشت بدندان کردیا ہے۔ "کتاب کیا ہے" دریا بہ حباب

کیا اور حقیر خامہ فرسائی کے ذریعہ رب العزت نے مجھے بھی اپنے مقبولین
کے زمرے کی شرکت کا شرف عنایت فرمایا۔
اہل نظر میری ناقابل التفات نگارش کو ملاحظہ فرما کر دعائے خیر میں شامل رکھیں گے۔

مقبولین درگاہِ صمدی کی نظر التفات کا متمنی
اخلاق دہلوی عفی عنہ

# مقدمہ "مخزن تصوف"

صدیقی رمز مرادآبادی پنشن ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول سہارنپور

می بینم     ہجوم مے پرستاں بر در میخانہ می بینم

کتاب کیا ... عندلیبان نغمہ سرا نے سارے چمن زار کو اپنے دلکش ترانوں

Marfat.com

سے بزم طرب بنا دیا۔ ہر ہر پتی نے اس رعنائی سے رونمائی کی [illegible]
لوٹ لوٹ گئیں۔ رنگ کو دیکھئے تو دلربا۔ بو کو سونگھئے تو جانفزا [illegible]
سرائی کرتے کرتے خشک ہوئی جاتی ہیں لیکن ناز و کرشمے ہیں کہ ہر [illegible]
کا مرقع لئے ہوئے جلوہ گاہ میں دلفریبیاں کر رہے ہیں۔ قربان اُس گل [illegible] کے
جس نے عالم امکان میں قدم رکھتے ہی ہر دل کو اپنا گرویدہ اور ہر زبان کو اپنا [illegible]
ہر شخص نے اپنے حوصلہ اور ظرف کے مطابق نذرانہ تہنیت پیشکش کیا۔ یوسف علیہ السلام [illegible]
مصر میں متاع حسن بیچنے لائے تو شاہان خزینہ دار کے پہلو بہ پہلو ایک پیرزن بھی [illegible] کی
انٹی لیکر خریداروں کی صف میں آکھڑی ہوئی۔ دریائے توحید جب اپنی [illegible]
سے متلاطم ہوا۔ تو ہر ایک غواص حقیقت اپنی دستگاہ کے موافق [illegible]
کی جستجو کرنے لگا۔ باوصف اس علم کے کہ اس گل ترکی رنگین ادائیاں اور [illegible]
تجلی ریزیاں احاطۂ توصیف و تحمید سے باہر ہیں۔ مگر ذوق نظر بیچین کئے دیتا ہے۔ زبان
بے ساختہ جمال نظر فروز کے ترانے گانے لگتی ہے۔ ایک گروہ جو نوری ہونے کی وجہ سے
مقاربت پر ناز کرتا تھا آخر کا عِلمَ لَنَا کہکر شرمسار ہو گیا دوسرا گروہ جس کے [illegible]
خلیفہ کا تاج رکھا گیا اپنی بے بضاعتی کو محسوس کر کے کوئی ایسی بات [illegible]
سے گروہ اول کی طرح سارا افتخار و امتیاز خجالت کے غبار سے تیرہ و تار ہو جاتا [illegible]
و دو کے بعد اس کے آخری سردار کو بھی لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ
کہکر عہدہ برآئی کرنی پڑی۔

مگر السدرے جلووں کا ہجوم اور کرشموں کی سحرکاریاں کہ باوجود اسلاف کے اعتراف
عجز و قصور کے برقِ حسن نئے نظارگیوں کو برابر اس تجلی گاہ میں کشاں کشاں لئے چلی آتی ہے
سالکانِ طریقت کے یاس افزا نعرے دل دہلا دینے ہیں اور لَا اُحْصِیْ کی [illegible]
ہمت قطع کئے دیتی ہے مگر اسی مصری بڑھیا کی طرح اپنی سوت کی انٹی [illegible]
فرطِ شوق میں ذوقِ نظارہ کا سہارا لیتے ہوئے افتاں و خیزاں اس [illegible]
ہیں۔ ہیں یہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ خود چلے آتے ہیں۔ کھینچ کر بلائے جاتے ہیں

قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

تخلیق کا منشا ہی تو یہی تھا کہ خالق و مخلوق کا رابطہ قائم رہے۔ واصف و [illegible]
وصف برقرار رہے چاہے توصیف تام ہو یا ناقص۔ مگر اسلسلہ [illegible]

... بادہ ... و خمر ... بادہ
... ہوتے ہوئے بھی صفات آلہیہ کے

... تصوف مؤلفہ مولانا سید عبدالرحمٰن صاحب حیا۔
... بطول حیاتہ زیر مطالعہ ہے۔ مؤلف موصوف نے جس
... ہی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک خم خانہ ہے جس سے مے سرجوش
... سرمستیوں کا سرمایہ وار ہے۔ ہر ہر جملہ دکان خمار ہے۔ کہیں توحید کا فروغ
... ہے کہیں وحدت فی الکثرت اور کثرت فی الوحدت کے جلوے جگمگا رہے
... و تنزلات کے پردے اٹھائے جا رہے ہیں مثلاً:۔
... ہے۔ بتخانہ میں تو ہے۔ مسجد میں تو ہے میخانہ میں تو ہے۔ ہر گھر میں
... میں تو ہے۔ ہر گل میں تو ہے۔ ہر خار میں تو ہے۔ ہر دیار میں تو ہے۔ ہر
... ہے" وغیرہ۔
... لذیذ تی کمنہ لیعرف یعنی ہر شے کا مزہ چکھے بغیر نہیں جانا جاتا۔ اسرار آلہی کا
... ات و اعیان کی پہچان سب عقدے حل کر دیتی ہے۔ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ
... ہے

... جہاں مرأت اوست | ہر چہ بینی مصحف آیات اوست
... عناصر سرخوش اند | از ہوائے روئے او در آتش اند

... رحمۃ بھی اسی بادہ سرجوش کے مست نظر آتے ہیں بقولہ ؎

... میخانہ ام وصال شما است | جز ایں خیال ندارم خدا گواہ من است

... یوں کہتا ہے ؎

... عالم دگرے نیست | دردا کہ مرا لائق دیدن نظرے نیست

... طاقت سے باہر ہے۔ اس کی تشریح و توضیح کے حامل الفاظ نہیں ہو سکتے
... ہی سے قاصر ہیں۔ بقول عراقی ؎

... ست نہ داند | ہشیار چہ داند کہ دراں کوئے چہ راز است

... رباعی

... بلقیس | لا ملک سلیمان و لا بلقیس
... یعنی | یا من ھو للقلوب مقناطیس

Marfat.com

ہے بھی یہی بات وجود غیر کا قائل ہو اور [illegible]

بجز ذاتِ خدا اندر دو جہاں [illegible]

کسی اور سے استدلال کیوں کریں جن کے رموز ہیں انہی سے [illegible]
بات کو مستحکم بنا دیں فرماتے ہیں کہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ [illegible]
کی ذات ہے۔ اور کس سے فرماتے ہیں اپنے پاک محبوب سے جو ہمارے [illegible]
تشریف لائے تھے۔ ؎

شد جہاں آئینۂ رخسارِ دوست — ہر دو عالم در حقیقت [illegible]
عاشق و معشوق غیرِ یار نیست — در حقیقت [illegible]

ہم نے اس مادہ میں مبتلا ہو کر وجود غیر قائم کر لیا۔ اگر ہم اس [illegible]
عقدے کھل جائیں۔ بقول عطار رحمت اللہ علیہ۔

سدِّ راہ تو توئی آمد بداں — ورنہ حق پیداست [illegible]

آگے چل کر مؤلف موصوف کی مے دو آتشہ ہو گئی۔ بجائے اچھلنے اور [illegible]
غور فرمایئے:۔

" دار بھی تو منصور بھی تو۔ خم بھی تو خمار بھی تو۔ یار بھی تو اغیار بھی تو۔ تو مطلق [illegible]
عابد تو معبود تو۔ ساجد تو سجود تو۔ موجود تو لاموجود تو۔ شاہد تو مشہود تو۔ [illegible]

واہ کیا کہنا ترا اے مست وحدت الوجود۔ کیا ارادہ ہے۔ کیا عہد منصوری کی پھر تجدید کرنی ہے [illegible]
تو بغیر انا الحق کی صدا لگائے رہتا نہیں حقیقت تو یہی ہے کہ ہر ذرہ آفتاب اپنی گود میں لئے [illegible]

صورتِ جاناں کا آئینہ ہے یہ سارا جہاں — کوئی ہستی ہی نظر آتی نہیں [illegible]

خدا چشمِ حقیقت نگر عطا کرے تو دوئی کا نام مٹ جائے اور جو کچھ علامہ [illegible]

جس جاناں کا مرقع ہے کتابِ عالم — صفحہ صفحہ میں تماشا [illegible]
جلوۂ یار سمایا ہے نگاہوں میں مری — وہی پنہاں وہی پیدا [illegible]

پھر مؤلف موصوف فرماتے ہیں:۔ " میری چشم بینا تو ہر ذرہ میں [illegible]
ہر پھول میں تیری ہی خوشبو سونگھتی ہے۔ سچ ہے چشم و گوش ہوں [illegible]

جس طرف اٹھتی ہیں نظریں جلوہ گاہِ عالم ہے — ذرہ ذرہ [illegible]
ہر نوا اک نغمہ ہے ہر نغمہ اک پیغام ہے — سنئے والا [illegible]

واہ جناب واہ! آپ تو مجھے بھی اس دریائے ناپید اکنار میں بہائے لئے جا [illegible]
کی حمد و نعت کا حال شناوری کرنے لگا۔ بحر وحدت الوجود کی [illegible]

Marfat.com

[illegible] شہر ... کا دریا لہراتا ہے مجھے
[illegible] اظہار ... فرمایا ہے وہ میری لاچاری ہے میرے
[illegible] سے اردو میں نہیں بیان کر سکتے۔

[illegible] میں بھی عجب گل کھلائے ہیں۔ حالانکہ سرور کائنات کی
[illegible] خالق اکبر آپ کی تعریف کرتا ہو۔ یہ سارا عالم ایجاد حضور ہی کی ذات
[illegible] کائنات کا ہر ورق آپ کے محامد و محاسن کی تفسیر ہے۔ مگر مؤلف مخزن تصوف
[illegible] جب احمدیت جوش زن ہو۔ مدنی جام چھلک رہا ہے۔ مثلاً مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ
[illegible] ضعیفوں کے بوجھ اٹھا کر اپنے سر پر لیجا نیوالے احمدؐ وغیرہ وغیرہ۔
[illegible] دونوں عالم کے سردار، خدا کے محبوب باعث تخلیق عالم۔ مگر یتیموں اور بیواؤں کی
[illegible] امداد میں کسی طرح دریغ نہیں لوگوں کا کام کرتے ہیں۔ بوجھ سر پر اٹھاتے ہیں۔
[illegible] مختلف موقعوں کی تصویر کھینچی ہے مگر ذات محمدیؐ مستجمع الصفات نور من نور اللہ تھی عمر بھر
[illegible] ناممکن ہے۔ ے

| | |
|---|---|
| [illegible] احدیت تا احمد | صورت تمثال از آئینہ زانوے اوست |
| [illegible] از چاشش پر توے | جوش ایں نہ بحر اخضر رشحہ از جوے اوست |
| [illegible] شبستان عدم | ہر کجا مژگاں کشائی سایۂ گیسوے اوست |
| [illegible] بالد در نظر | یکقلم جوش بہارستان رنگ و بوے اوست |
| [illegible] باطل است | چار سوے و شش جہت ہنگامہ یک سو اوست |

[illegible] ہو سکتی ہیں وہ سب محمد الرسول اللہ صلعم میں موجود تھیں۔ احد نے لباس احمدی پہنا
[illegible] ہے۔ عطار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ے

| | |
|---|---|
| [illegible] احمد بلا میمؐ | ہم خود از نطق سید الابرار |

[illegible] محمدی فدائیوں کے ہاتھ پر رکھو اکر فرما دیا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔
[illegible] دشمنوں کی آنکھوں میں محمد الرسول اللہ صلعم نے ڈلوا کر سنا دیا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ
[illegible] صاحب انھوں نے تو یہ فرما دیا جو آپ اوپر سنا۔ اور خود حضور صلعم نے کیا
[illegible] جس نے مجھے دیکھ لیا اس نے خدا کو دیکھ لیا آپ مجھے رویت رسول رب یت
[illegible] آنکھوں سے دیکھ لیا بیشک اس نے خدا کو دیکھ لیا سبحان اللہ
[illegible] صلوٰۃ کی روحی فداک یا رسول اللہ۔ کبھی لی مع اللہ وقت فرماتے
[illegible] مجال نہیں کہ رسائی ہو سکے یہ اسرار نہیں ہیں تو کیا ہیں ہی بات

Marfat.com

ہے جو عطار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں سہ جسم پیدا کرد [illegible]

حمد کبریائی اور نعت مصطفائی کے بعد مؤلف موصوف نے تجلی [illegible]

اطلاق اور تقیید کی خوب عقدہ کشائی فرمائی ہے۔ اعیان ثابتہ پر کافی روشنی [illegible]

وضاحت سے بیان کیا ہے۔ مراتب داخلی و مراتب خارجی کو بالتشریح سمجھایا ہے۔ [illegible]

اور تلاش کے بعد اس عنوان کے تحت میں ایک مبسوط مقالہ تحریر فرمایا ہے اور احادیث صحیحہ [illegible]

استدلال کیا ہے۔ اہل تصوف کیلئے معلومات کا بے بہا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے بیشتر دلائل حضرت [illegible]

المحققین ابن عربی رضی اللہ عنہ کی تصانیف سے پیش کئے گئے ہیں۔ تعین اوّل یا حقیقت محمد صلعم [illegible]

شریف کی احادیث سے نہایت روشن طریقہ سے سمجھایا ہے پھر عرش و کرسی لوح و قلم اثبات [illegible]

نہار جنت و دوزخ کی بالتفصیل بحث کی ہے۔ خلقت اجنہ و ملائکہ پر غائت توضیح کے ساتھ [illegible]

ازاں آدم علیہ السلام کے پیکر خاکی و نفخ روح و عداوت شیطان و نزول ارض پر طولانی مقالات [illegible]

عرفہ و عرفات کی اصلیت۔ حجر اسود کی حقیقت حج کی ہدایت۔ کعبہ کی تعمیر زمزم کا چشمہ وغیرہم کا حال تحریر فرما کر علم

کے جواہرات عوام الناس پر نثار کر دیئے ہیں۔ جناب آدم علیہ السلام سے لیکر پیغمبر آخر الزماں [illegible]

صلعم تک ان انبیاء و مرسلین کے حالات جو اجداد حضور ہیں بالاجمال بیان فرمائے ہیں۔ جناب [illegible]

مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلعم کی پاک زندگی کے واقعات بہت و عجیب پیرایہ میں قلمبند کیے ہیں گویا ایک [illegible]

قارئین کیلئے مہیا کر دی ہے۔ امہات المومنین یعنی ازواج مطہرات کے حالات اولاد و امجاد کے اسمائے گرامی [illegible]

ولادت و وفات۔ شہزادیوں کی تاریخ نکاح و کیفیت عروسی ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں [illegible]

تذکرہ فرداً فرداً ایک لربایانہ انداز میں کیا گیا ہے۔ ان سب کے بعد سرور کونین محبوب خدا صلعم [illegible]

نہایت دلکش طرز میں نگارش فرمایا گیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لقب مولائے کائنات [illegible]

دلکش و عجیب پیرایہ میں کی گئی ہے۔ اور ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی اور تمام اولاد کے نام نامی تحریر [illegible]

عام نا واقفیت تھی۔ گویا سمندر کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تک ایسے مختصر [illegible]

عام فہم ایسے واقعات شائع نہیں ہوئے۔ ماشاء اللہ صوفیوں کے ذوق و شوق کی تکمیل [illegible]

رائے میں یہ کہنا بھی مبالغہ کی حد تک نہیں پہنچیگا کہ طالبان صادق کے ہاتھوں میں حصول [illegible]

کی تمام کنجیاں دیدی گئی ہیں۔ اب متمتع ہونے کے لئے ذوق سلیم درکار ہے۔ ورنہ مصنف [illegible]

دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔ ہر قسم کے اذکار یعنی اذکار معیت اذکار قرب۔ اذکار [illegible]

راز میں چلے آتے ہیں ان خزانہ ہائے مخفی کو مصنف صاحب نے دونوں ہاتھوں سے لٹا [illegible]

ان جواہر میں سے جو کچھ آجائے۔ یا قسمت یا نصیب۔ اس کے بعد مراقبے۔ مشاہدے

تحریر فرمائے ہیں۔ اور مراقبے کے فلسفہ پر بھی کافی روشنی ڈالی ہے۔ اشغال [illegible]

Marfat.com

[illegible] ذکر بخودی تا [illegible]

[illegible] ذکر، اور توحید۔ ان میں سے صرف سلطان [illegible] پائے جاتے ہیں مگر اس کتاب میں جس آسانی کیساتھ سلطان [illegible] کہہ سکتا ہوں کہ یہ طریقہ بے مثل ہے اور مذکورہ بالا اشغال کا [illegible] کے شاغل کا نظر آنا صرف دشوار ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ اس کتاب [illegible] توحید اور آخر بھی توحید ہی ہے۔ یہ شرف بھی اسی کتاب کیلئے مخصوص ہے۔ لہٰذا [illegible] خیر عطا فرمائے اور ان کی اس محنت اور کاوش کو مقبول فرما کر تمام بنی آدم کیلئے [illegible] سلسلہ کیلئے علی الخصوص ذریعہ نجات بنائے۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر الخلق محمد علی آلہ

محمد خورشید علی صدیقی۔ مراد آبادی

# تقریظ مخزن تصوف

[illegible] جناب نواب ابو المعظم مرزا سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی شاگرد و جانشین [illegible] جناب نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی فصیح الملک بہادر مرحوم [illegible] حضرت فرمانروائے دکن خلد اللہ ملکہ کے استاد تھے

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں مصلی کی اغنی کرتا ہوں بسر قبلہ رو
راحت و آرام نصا کر دیا شب سبز
نامیہ کے کرئیے ہیں بس یاں اسکی جلہ با
کر چکے جب تو ادائے واجب رب العظیم
کیجیو پھر تو مدد ہفت دسالہ پیر کی
حمد خلاق دو عالم بعد بسم اللہ ہے
لا تعد اوصاف و احد ذات پاک کبریا
ماضی لفظ تھا ازل کہئے تو مستقبل ابد
مختصر یہ عہد ہے جو زیست کے جنجال کا

[illegible] علم کی تعلیم دیگی یہ کتاب
[illegible] کے مصائب کیلئے ہے رستگار
[illegible] سکھاتی ہے یہ انسانکو سلوک

وبہ نستعین

آجکل لاکھوں سجدے کرنے ہونگے ایسی ذات کو
دل معین کر دیا بہر معاشی دستبرد
تیرگی شب کو زینت ماہ و انجم سے ملی
پھر بناؤ نگا تجھے اپنی زباں کا میں ندیم
اک صحیفہ سامنے رکھا ہے میرے آجکل
شرح توحید و ثنائے ذات خاطر خواہ ہے
قول از بس مستند معقول برہان و دلیل
عرض تخمین ان زمانوں کی نہیں کرتی خرد

اپنی ہستی جو سمجھ لے بندۂ حق بے ثبات
خیر و شر کے کھولتا ہے اس کا ایک اک حرف باب
دل کو ہر بندہ کے دیتی ہے گرد سیات
گمرہی کے دل سے کھو دیتی ہے وسواس و شکوک

Marfat.com

نعت اسمیں ہو رقم اللہ کے محبوب کی
جس کا نقطہ نقطہ خاطر کا سویدا بن گیا
فقرہ فقرہ موجب خوشنودی رب العباد
ہو غلامی جسکی اہل دیں کی خاطر کی مرام
بے وسیلے آسکے ممکن ہی نہیں کوئی دعا
جس کا شاہد صاحب ایمان کا ایمان ہے
کلمہ توحید کے اذعان کا جزو مدام
قاب قوسین اسکے حق میں اک قوی برہان ہے
جس کا یار و شیر دل فاروق عالی مرتبت
جامع وحی و صحائف ابن عفان بالیقیں
عترت محبوب حق کے شیر دل خورد و کلاں
بیرہ صدیونکی سیر پہ کیجئے غور و خیال
خون ہو جنکے ہوئی ہو مدتوں رنگیں زمیں
دین کی دھن تا دم مرگ ان کو دنیا میں رہی
انکی روح پاک پر دائم ہو ارسال درود
معرفت کا جنکے کاغذ پر کھلا رکھا ہے باغ

آیت قرآن و حدیث اسمیں [illegible]
لفظ لفظ اسکا تسلی بخش ہو دل کے لئے
اس کا پڑھنا اسکا سننا طاعت حق کی ہو
جسکے اسم پاک کا ہو طاعت ایزد میں دخل
ہو رسا نا باب درگاہ جناب کبریا
جو امام الانبیا ہو پیشوائے اولیا
جس کی آنکھیں دیکھتی ہیں رحمت پروردگار
جس کا یار و جانشیں صدیق سا پاکیزہ خو
خدمت دینی میں ہو جس کی مدفن منزلت
جسکے گلشن کا نہال سبز ہر گل اعضا
ان کے علم و حلم و ہمت کی ہو ایسی داستاں
کارنامے ان کے اسمیں درج اپنے نظر
پاؤں انکے ڈگمگائے باوجود اسکے نہیں
مرگ انکی جاودانی زیست کی ٹہری بدل
ہیں وہی حق دار فضل و رحمت رب ودود
نام جس کا عبد رحمٰن عرف ہو جس کا جیا

[illegible]
[illegible]
[illegible]
جس کا قائل [illegible]
وہ حبیب اللہ ہو محبوب [illegible]
متبع جسکے ہیں جملہ انبیا و اصفیا
جس کی معراج شرف کا گواہ قرآن ہو
عابد و سرگرم [illegible]
جس کا دمساز و معاون [illegible] سلطان [illegible]
ابن عم شیر خدا داماد و [illegible]
جنکے ایک ایک وصف کی آیات [illegible]
تھے رضائے حق پہ [illegible]
نصب عین ان کے رہا [illegible]
خستہ کو انکے [illegible]
انکی ذریات صالح [illegible]
دل کی کنز [illegible] سالک راہ خدا

رہبر کامل ہو یا خضر راہ دین حق ٭ دو علم کا فضل حق سے ایک [illegible]

تحت احکام شریعت ہے یہ کنز معرفت
اس کا جو عنوان ہو دریا ہو وہ عرفان کا
قدرتی اعجاز کا ہو نقش لاثانی بشر
یعنی یہ دونوں بشر کی منزل اعمال ہیں
اولیں آخذ یہ آدم ہی ہو اس میں رقم
خامہ عارف نے اسکو ہی نہیں رکھا نہاں
عہد میثاق عباد اللہ کا ہی حال ہے
طبع ہو کر سامنے جب یہ منقبت آئیگی
انبیا کا حال ہوگا بیشتر لکھا ہوا
حضرت ادریس کا ہو معجزہ انکی حیات

اس کے ہر عنوان میں ایمان کی ہوگی صفت
معرفت کا باب ہو تخلیق آدم کی شرح
جسمیں کہدی ہو مشیت نے [illegible]
باب جنت کا ہو اسمیں ایک ایک نظر
اسمیں بھی جو کا نہیں عارف کے لطف کا قلم
سنگ اسود کی بھی حرمت کو کیا ہو آشکار
عہد اور معبود کی ہو خاص شرح قال ہو
کعبہ کی بنیاد کا چل جائیگا اس سے پتا
کیا ہوا کیونکر رہا ان سے خدا کا واسطا
پاس ان کے آ جنک [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اول [illegible]
[illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] باسلف اتم

[illegible] انسان کی حیران ہے

حضرت اسمٰعیل کا اسمیں اسلامہ بھی ہے

کھل گیا توحید کا فیض زبان کے باغ

باعث تکوین عالم حامی دین متیں

جس کی ہستی تھی صنمخانوں میں سب بےجستجو

بت تمہارے ساختہ ہیں تم ہو اسکے ساختہ

اسکے مسطر کا ہی رشتہ ریشۂ حبل المتیں

نقل ہیں اسباب ہجرت سرور کونین کے

جو قوی تر آپ کی پیغمبری پر دال ہیں

پاسداری کا سبق اقوام عالم کو دیا

مینہ برساتا تھا اُس کے دل پہ حق الہام کا

طاعتِ شوہر کا دیتی جنس کو اپنی سبق

مندرج با قید عمر و اسم بالاجمال ہے

حجۃ اسمیں ازواجکی بھی مؤلف نے لکھی

ذکر دیگر بانوانِ حضرت مولا بھی ہے

ہے وفاتِ خواجۂ کونین کا افسانہ بھی

مندرج بالاجمال ہے ان کے الم کا واقعہ

سیرتیں دیکھا نہ آرائے خلافت کا ہے ذکر

پیشوائے مومنین و قبلۂ اہل ولا

علم کا جو ہی مدینہ علم کا جو باب ہے

آل زہرا پر خلافت این کی کردی مختتم

بعد خلافت اسمیں کردی ہے عیاں

[illegible]کی مسائل میں علم اکرم بھی ہے

[illegible] کرتے ہیں بیان

[illegible] بعد آلہ الف

حضرت اسمٰعیل کا قصہ عجب خیز ہے

چاہ زمزم ہو گیا جس کا زمانے میں علم

حاجرہ بی بی کے استقلال کی تھی یہ جزا

اسمیں مشکل ہے جو سمجھا نبی مرسل ہیں کے

نام جن کا ہے محمد عرف احمد مصطفےٰ

خاتم سلک نبوت رحمت اللعٰلمیں

ذات خلاق دو عالم کا دیا اس نے پتا

جس کی قدرت سے ہو عقل اہل دانش باختہ

اس کا پڑھ لینا قوی کر لینا ہے ایمان کو

مکہ میں تبلیغ کے دن جب دیکھے جن کے

حلیۂ حضرت کا مجموعہ ہے ایسا بندیہ

کام جو اُس نے کیا مرضی خالق سے کیا

اس کی ازواج مطہر امہات محترم

حل مسائل خانہ داری کے وہ کرتی تھیں دلی

حلیہ مولائے عالم ابن عم مصطفےٰ

کلک نے اسنا میں بھی کمی نہیں کچھ کو تھی

مدِ اولاد علی مرتضیٰ بھی ہے رقم

ذکر بنت فاطمہ زہرا ہے میتا بانہ بھی

ضبط و نظم یارِ غار سرورِ عالم بھی ہے

وحی کی ترتیب میں کی سب سے پہلے جس نے فکر

کر رہی ہے شان اسکی آشکار یہ کتاب

آفتاب بیں ہے اک اک دین کا مہتاب ہے

نام اس عشرہ کا آنکھیں اسمیں دیکھیں گی تمام

بعد نقل جا دو بنی ضد یود جہاں

رہبرانِ دین میں رکھتا ہے وہ جو امتیاز

وہ بھی ہے اس کے محاسن کی نرالی داستان

Marfat.com

امتیازِ شاہ عالم از زبانِ لیف ہے
اس نے معیارِ ثبوت پر آکے پایا کھرا
یہ کتاب انکی ہی مکنونات کی ہے ترجمان
تھی زمانے سے نرالی ذات میں اسکی صفت
یہ تصوف کا ہی نسخہ معرفت کا کنز ہے
شائقاں یہ جوہرِ عرفاں کی گویا کان ہے
یہ بتاتی ہے گر نہ اور پیشوا کی ہی شناخت
بس یہی ہے بس یہی ہے بس یہی ہے بس یہی
ہے مراقب کی معلم جلسہ کی آئینہ دار
دیدہ اعمیٰ کو کر دیتی ہے چشمِ حق نگر
یہ مراقب کو دکھا دیتی ہے خدا بالوجود
آگے اس کے بے نیازی ہے جسکو فنا

قول انکا …
خسرو کو …
مختصر ہے درج ہے …
اس کی تعلیمات سے …
غیر ملت پہ نہ ثابت اس کا نفس …
اس ہی ثابت اشغال …
راہبر ہے کرنے جو دیتا نہیں شیطان …
معرفت جسکو بتاتی ہے تلاوت باوضو
بحرِ طوفاں خیز سے بیڑے یہ کر دیتی ہے پار
کھول دیتی ہے رخِ محبوب کے بند نقاب
نفی کر دیتی ہے انسانی جسکی ہستی بو
گوشہ بندہ کر دیتی ہے احکامِ صلوٰۃ

یہ طہارت کے بتا دیتی ہے سب دستور و آداب
ہیں کفایہ اور واجب کے بھی اسمیں امر چند
درج ہیں اشغال بھی مرقوم ہیں اوراد بھی
خاتمہ اس کا وظائف پر ہے تمت بر دعا
نیکیٔ نیت سے اس تالیف کی تدوین کی
میں دعا گو ہے مولف ہوں سراج الدین نام
میں حیا ہے نیکو کا بندۂ اخلاص ہوں
دوستی کا رشتہ ناطہ ہے عقیدت سے اگر
بہر تالیف و مولف ہے یہ سائل کی دعا

فرض و سنت مستحب کے …
دل پسند عبد جو معبود …
ہر مرض کی نفس …
دے مولف کو …
شمع ملت …
دو دو …
ہے گمان عام …
تو گمان عام …
میں یہ …

دینداروں کے جتنے خصر صف …
ہیں تصوف کے یہ مخزنِ فیض …
آمین

Marfat.com

# تقریظ دلپذیر

## از تاج المحققین سردار المتصوفین شمس العلماء ہندوستان شیدائے خیر الانام
## حضرت مولانا مولوی عبد السلام صاحب نیازی دہلوی ادام اللہ فیوضہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحائف کائنات کے بے شمار متناہی اوراق جس قلم کے لا تعد و لا تحصی محامل اور آئینہ کے نقوش کلیجے سے لگائے ہوئے ہیں۔ وہ معنوی ہاتھوں سے اپنی ذات کی چٹ پٹ بلائیں لے رہے ہیں جس کی اطلاقی صدائے دورباش نے کسی نورانی تقید اور ظلمانی تعین کو اس کے پاس نہیں پھٹکنے دیا۔ وہ وجود صرف کے اعتبار سے جملہ تمیزات اور خصوصیات سے منزہ ہوتے ہوئے سب سے پہلے قابلیت محضہ اور وحدت صرفہ کے پردے میں چھپی اور تعین اول کے روپ میں کھلی اور یہ پہلی نقاب ہے جس نے اس کے اطلاقی چہرے کو چھپا کر عالم علمی میں نئے انداز سے ظاہر کیا۔ اس مرتبہ میں تمام قابلیتوں کا منشا کہلائی۔ عام اس سے کہ وہ قابلیتیں جس کا یہ مبدا اور مصداق کہلاتی ہے تجرد من الصفات کی قابلیتیں ہوں یا اتصاف بالاعتبارات کی۔ تجرد صفات کو مد نظر رکھتے ہوئے عین احدیت کے گوشے میں چھپی۔ بطون اور اولیت اور ازلیت کی خصوصیتوں نے اس کو آغوش میں لے لیا اور ظلمت خفا کا ایک کالا پردہ کعبۂ وجود پر ڈال دیا گیا۔ اور اتصاف اعتبارات کا لحاظ رکھتے ہوئے دیدۂ واحدیت کی پتلی بنکر ظہور اور آخریت اور ابدیت کے تنزل طور ظاہر کرنے لگی۔ اس کے تیور کہنے لگے آنکھ لگانے کو ادعلی نظرا اگر تو ایسی کلی قابلیت اور علمی تعین کے خط و خال دیکھنا چاہتی ہے جو تمام وجوبیہ۔ امکانیہ۔ فعلیہ۔ انفعالیہ نسبتوں کا علی وجہ الفرق والتفصیل مصداق کہلاتا ہے۔ تو آ ذرا ادھر دیکھو اور اس مرتبۂ مخصوصہ کے اعتبار سے اس کی تجلی مخصوص نے اعتبارات متمیزہ کے متخصصہ معنوی پیکروں کو روشن کر دیا۔ اعتبارات مخصوصہ کے بادلوں سے زمین امکانی پر حقائق آسمیہ اور حقائق کونیہ کی مل دہار اور پر دہار بارش ہونے لگی۔ عالم ظہور میں جل تھل بھر گئے۔ زمین امکانی سرسبز شاداب ہری بھری پھلی پھولی نظر آنے لگی۔ گویا جوبن پھٹ پڑا۔ یعنی وہی الجملی تجلی اور انواع اجسام کی مخالف اور متمائز صورتوں کے پردوں میں چھپ چھپ کر نت نئے انداز سے ظاہر ہوئی جس کی ماہیت الوہیت کی جان اور اس کی الوہیت غیر معمولی بے نیازی کی شان ہے وہی ذات ذوات موجودات میں ساری اور اسی کی صفات مبدعات اور مخلوقات کی صفات میں

Marfat.com

متواری۔ اس کا فعل مرتبے مرتبے کے لئے جامع اور اس کا اثر تعینات کے ذرّے ذرّے سے لامع۔ اس کی احدیت کا آفتاب سماواتِ قلوب کے افقی نقطوں سے ساطع۔ اور ہر متعین کی ہستی اس کی وحدانیت پر ایک حجت قاطع۔ نہ کسی کشف نے اس کو پایا۔ سلیم عقلیں ابھریں۔ اور استدلالی طیّارہ میں براج کر جس حد تک اڑ سکتی تھیں اڑیں۔ فکری نظر کی غیر معمولی رفعت نے ان کو آغوش میں لیا۔ لیکن کمالِ کنہ کی بلندی کے مقابلہ میں جب دیکھا انہوں نے نیچا ہی دیکھا۔ محیط سے مرکز تک جتنی پستیاں ہیں۔ اور مرکز سے محیط تک جتنی بلندیاں ہیں اسی کے عروجی اور نزولی اعتبارات کی منزلیں ہیں جن کو ذاتِ حقہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَان کی معنوی حرکت سے طے کرتی رہتی ہے۔ اسی کے اقدم اور اقدس فیض کی شعاعوں نے اعیانِ ممکنات کو عدمِ صرف کے اندھیرے سے نکال کر علمی وجود کی تعینی اور تمیزی روشنی سے جگمگا دیا اسی نے اپنی شیونِ ذاتیہ کی غیر متناہی صورتوں میں جلوہ گر ہو کر وجوداتِ صرفہ سے ایک قسم کا انعکاسی اور استجنانی تعلق رکھی ہیں۔ عالمِ علمی کو نت نئے انداز سے بسایا۔ عالمِ عینی کا گوشہ گوشہ اسی کے عالمِ علمی کا آئینہ بنا۔ اور اسی آئینہ کے ذریعہ سے اس نے اپنے وجودی تخصص اور تمیز خط و خال ظاہر کیے۔

| | |
|---|---|
| ز دریا موج گوناگوں برآمد | ز بے چونی برنگِ چوں برآمد |
| گہے در کسوتِ لیلیٰ فرو شد | گہے در صورتِ مجنوں برآمد |
| چو شعرِ مغربی در ہر لباسے | بغایت دل بر و موزوں برآمد |

اس کا سب سے پہلا سادہ لباس جس میں یہ چھپی وہ وہی تعینِ اوّل ہے جس کو ایک ایسی مقدس حقیقت کا اعلیٰ عنوان کہا جاتا ہے۔ جو تمام حقائق کا مبدا اور منشار کہلاتی ہے وہ پاک حقیقت۔ حقیقتِ محمدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس حقیقتِ مقدسہ محمدیہ سے خلافت کو وہی تعلق ہے۔ جو دھوپ کو آفتاب سے۔ وجودی دنیا میں جتنے متعدد خلفاء اعتباری نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ اسی پاک حقیقت کے اظلال کہلاتے ہیں۔ ان کی خلافت خلافت اولیٰ سے وہی علاقہ رکھتی ہے۔ جو عرض کو جوہر سے۔ یعنی خلافتِ اولیٰ جوہری خلافت کہلاتی ہے۔ اور خلافت منظورہ عرضی زمانے کی مختلف گردشوں نے رات اور دن کے متفاوت متمائز حصوں میں جس قسم کی روحانی۔ عنصری۔ مثالی۔ فلکی۔ عرشی فرشی۔ ملکوتی۔ جبروتی صورتیں ظاہر کیں۔ وہ حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ظہورِ اول کی مجالی کہلاتی ہیں۔ ہر شکل ہر روپ میں ظہورِ اول ہے۔ کہ نت نئی وضع کی نقاب چہرہ اطلاقی پر ڈال کر متضاد تحقق اور مختلف تعین کا مبدا ظاہر کرتا ہے۔ سو

Marfat.com

یامن بدا جمالک فی کل ما بدا
باد ا ہزار جان مقدس ترا فدا
دلا خاک رہ کوئے محمد شو۔ محمد شو
زہر سو نے بیا سوئے محمد شو محمد شو

## قطب الاقطاب

اس لفظ کے مفہوم کا نفس الامری حیثیت سے جو مصداق کہلاتا ہے۔ وہ محض حقیقت محمدیہ ہی ہے۔ یہ مبارک مفہوم اسی مقدس حقیقت کے کعبہ جمال کا ازل الازال سے ابد الاباد تک طواف کرتا رہے گا۔ حکمت الٰہیہ کی دنیا کے نشیب و فراز اور اس کے چپے چپے کی سیر کرنے والی سلیم عقلیں اچھی طرح جانتی پہچانتی ہیں کہ عالم علمی میں جتنی صورتیں استقرار پاتی ہیں وہ اسمائے الٰہیہ کی مخصوصہ صورتیں کہلاتی ہیں۔ ان مخصوصہ صورتوں کو اصطلاحی زبان اعیان ثابتہ اور ماہیات سے تعبیر کیا کرتی ہے۔ اسمائے الٰہیہ کی علمی صورتوں کے علاوہ خارجی صورتیں بھی ہوا کرتی ہیں جن کو حکمائے متالہین اور متصوفین مظاہر اور موجودات عینیہ کہتے ہیں۔ جن اسماء کی یہ صورتیں ہیں ان کی مربوبات کہلاتی ہیں۔ ثبوتی دنیا اس بات پر اتفاق کئے ہوئے ہے۔ کہ حقیقت محمدیہ جس اسم کی صورت کہلاتی ہے۔ وہ ایک جامع الٰہی اسم ہے۔ یعنی اللہ۔ اسی گلشن میں بصیرت کی روشن آنکھیں جس قسم کے متلون پھول کھلے ہوئے دیکھتی ہیں ان متنوعہ پھولوں کی آبیاری اسی جامع اسم سے تعلق رکھتی ہے۔ جتنے بھی اسمائے الٰہیہ ہیں وہ اسی جامع الٰہی اسم سے مستفیض ہوتے ہیں لہٰذا حقیقت محمدیہ کی اس مخصوص مظہریت کو مدنظر رکھتے ہوئے قطعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حقیقت محمدیہ علمی اور خارجی صورتوں کو اسی طرح پرورش کرتی ہے۔ جس طرح وہ اسم جس کی حقیقت محمدیہ صورت یا آئینہ کہلاتی ہے۔ اسمائے متخالفہ کی پرورش کرتا ہے۔ اور ان کا رب کہلاتا ہے۔ حقیقت محمدیہ تیرے صدقے۔ تیرے قربان عالم امکانی کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا جزو تیری زلفوں کا بال باندھا غلام ہے تو وہ شفاف آئینہ ہے جس کو الوہیت کا ہاتھ جامع اسمائی جامعیت کی مہندی سے رچا ہوا ہے لئے ہوئے وجود صرف کے تعینی خط و خال اور حقیقی ہستی کے تقیدی تل طور ظاہر کرتا رہتا ہے۔ ؎

اے مظہر حسن لایزالی
مرآت جمال ذوالجلالی

اعیان مختلف کے آئینوں پر آفتاب قدم کی شعاعیں تیرے ہی طفیل سے پڑتی ہیں ؎

انوار تجلی قدم را
رخسار تو احسن المجالی

تیرے حریم مقدس کا احرام سوائے ان مجرد اور آزاد ہستیوں کے جو طائران قدسی کی طرح لاابالی کا ترانہ گاتی ہوئی فضائے تجرد میں اڑ رہی ہیں۔ کوئی نہیں باندھ سکتا ؎

احرام حریم تو نہ بندند
جز دردکشان لاابالی

Marfat.com

عالم کثیف ہو یا لطیف ثقیل ہو یا خفیف ۔ روشن ہو یا تاریک ۔ بلند ہو یا پست ۔ ناسُوتی ہو یا ملکوتی ۔ مرکب ہو یا بسیط وہی حقیقت ہے جو ان مختلف عنوان سے معنون ہوتی ہوئی عالم ظہور میں براج رہی ہے ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کا مفہوم اسی حقیقت کے فرق پر جمعیت کے پھول برسا رہا ہے میخانہ محمدی کے بادہ کش حضرت مولانائے جامی ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے اس مخصوص شعر سے اسی مضمون کی طرف توجہ دلاتے ہیں ؎

وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا　　زمیں از حُب او ساکن فلک در عشق او شیدا

حقیقت محمدیہ اپنی اس خارجی صورت کے اعتبار سے جو اسم ظاہر کے مظاہر سے مناسبت رکھتی ہے ہمہ مظاہری کی متخالف اور متفاوت صورتوں کا رب کہلاتی ہے اور اپنے باطنی پہلو کے اعتبار سے ان صورتوں کی مربی ہے جو اسم باطن کی مظاہر کہلاتی ہیں ۔ ربوبیت کے یہ دونوں پہلو حقیقت مخصوصہ سے صرف اسی وجہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ کہ حقیقت مخصوصہ محمدیہ اسم اعظم کا مظہر اور مصفی شفاف آئینہ ہے ۔ اسی مخصوص اسم کے دامن سے مطلق ربوبیت وابستہ ہوتی ہے ۔ لہذا اسی جامع اسم کا مظہر جملہ مظاہر کا رب ہو سکتا ہے ۔ حضور اقدس نے اسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا ۔

خُصِصْتُ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَخَوَاتِیْمِ الْبَقَرَۃِ

وہ ربوبیت جس کی مصداق حقیقت محمدیہ کہلاتی ہے وہ جہت حقیقت سے تعلق رکھتی ہے بشری جہت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔ محمدی حقیقت بشری جہت کے اعتبار سے مربوبیت اور عبدیت کو ظاہر کرتی ہے ۔ جس طرح ۔ ۔ مظاہر متنوعہ اور متلونہ اپنے ارباب کے محتاج ہیں اسی طرح یہ بھی اپنے رب سے مستغنی نہیں ہو سکتی ۔ اس کی مربوبیت محض اسم اعظم سے تعلق رکھتی ہے ۔ جو عالم عالم کی ربوبیت کا مختلف اعتبارات سے ذمہ دار ہے ۔ الحمد للہ رب العالمین کا مفہوم اسی منظر کے مختلف حصوں پر روشنی ڈالتا ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

بشری جہت کے اعتبار سے وجود سا ذج یعنی ہستی صرف اپنے مظہر اول کو مخاطب بنا کر کہتی ہے ۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ

اور جہت حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے وجود بحت کسی معنوی تقید کا پہلو لئے ہوئے اپنے البیلے روپ کو مخاطب بنا کر ہانک لگا رہا ہے ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۔ باطنی اعتبار سے اس پیارے مقدس روپ کی ربوبیت اس بات کو جتلا رہی ہے کہ یہ روپ جس بےمثال ذات کا آئینہ ہے اسی کی غیر متناہی صفات کا عدیم النظیر مظہر ہے ۔ اعلائی

Marfat.com

اکمل روپ کے تصرف کا جوڑ اسمائے الٰہیہ میں سے اسم کے اعتبار سے عالم پر چلتا رہتا ہے۔ اجزائے عالم کی متخالف اور متناز قابلیتیں اسی کے نت نئے تصرف کے تل طور ظاہر کرتی رہتی ہیں اسی مقدس حقیقت کی علمی وسعت علم فعلی کی کچھ اس انداز سے آئینہ داری کرتی ہے کہ اس آئینہ داری کا راز عقول سلیمہ میں سے کسی سلیم عقل پر منکشف نہیں ہو سکتا طبقات ارضیہ اور سماویہ پر جس قسم کی آبادیاں ہیں۔ ان آبادیوں کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے اور بڑے سے بڑے جزو پر اس مقدس حقیقت کی علمی نظر روشنی ڈالتی رہتی ہے۔ رسمی علوم کے مناظر سے جو ادراکی قوتیں تعلق رکھتی ہیں۔ وہ اس نکتہ کو بقدر نقطہ بھی نہیں جان سکتیں۔ اک مغالطہ ہے جو رسمی علم والوں کی ہستیوں کو آٹھ پہر دبوچے رہتا ہے۔ کسی طرح ابھرنے نہیں دیتا وہ حضرت حق اور اس پیاری حقیقت میں ذاتی مباینت تسلیم کرتے ہوئے۔ اس حقیقت کے کمالیہ اتصافات پر وضع وضع سے اعتراضات جڑتے رہتے ہیں۔ ان کی فکری نگاہوں کے سامنے اس حقیقت کی وہی بشری جہت رہتی ہے۔ جس کا کسی مخصوص تقیار کے اعتبار سے نقص نقص عین کمال کہلاتا ہے۔ اور جہت حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا ہر کمال لم یزل ولا یزال سمجھا جاتا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ اس کے علمی دائرے سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذرہ عام اس سے کہ وہ کسی ارضی سطح کے حصہ سے تعلق رکھتا ہو یا سماوی سطح کے کسی گوشے سے خارج نہیں خیال کیا جا سکتا اور اس ذرہ کا مستحیل الخروج ہونا اس مقدس حقیقت کے ایک مخصوص مرتبہ کا مقتضیٰ کہلاتا ہے لیکن یہ اپنی بشری زبان سے اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ کی آواز بلند کرتے ہوئے مخاطب ہستیوں کی سامعہ نوازی کرتی رہتی ہے۔ علم ظاہری کے آسمان پر چاند سورج بنکر چمکنے والی ہستیاں اس حقیقت کے تنزلات کی زمین کے کسی بلند اور پست حصے کو مکمل تو مکمل ادھورے طور پر بھی کسی عنوان نہیں جان سکتیں۔ آسمان توہم سے گرنے والی اوس کے قطرے جن کی جہالت کی پیاس بجھاتے رہتے ہیں۔ وہ عرش تحقیق سے کس طرح واقف ہو سکتے ہیں۔ وجودی تعدد کو حقیقت کی نظر سے دیکھنے والی ہستیاں موجودیت کے حقیقی مصداق کا پتہ نہیں چلا سکتیں۔ ان بیخبر اور باخبر علمی صورتوں کو اتحادی نقطہ کا راز کسی طرح نہیں معلوم ہو سکتا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

## "مخزن تصوف"

"مخزن تصوف" ملک صوفیوں کے لئے ایک بہار دولت ہے۔ اس پیاری نادر کتاب کے مضامین حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب بدایونی کے روشن خیالات کی تصویریں شعر و

Marfat.com

سخن کی دنیا میں ان کا پیارا تخلص لجاتی ہوئی اُمنگوں کی جان کہلاتا ہے۔ انھوں نے
مجھ وحشت زدہ کو بچپن کے زمانہ میں اپنی غیر معمولی نوازش کے ہنڈولے میں جھلایا۔ اور اُن
کی وہ نگاہیں جو آفتاب وحدت کی کرنیں تھیں میرے قلب میں دھیان گیان کی روشنی
پیدا کرتی رہیں۔ ان کی زبان سے نکلنے والا ایک ایک لفظ جو خدا رسی اور خدا دانی کا آئینہ
تھا میری خداداد ذکاوت کو متحیر کرتا رہا۔ اپنی کمسنی کے زمانہ میں میں نے ان کو جس وضع
قطع میں دیکھا آج بھی خدا رکھے وہی تیور ہیں۔ اب سے تیس برس پہلے۔ ان کے رخسار کا
پسینہ دیکھنے والوں کی آنکھوں پر گلاب پاشی کرتا تھا۔ آج بھی چشم بد دور اُن کے رخسارے
دو شبابی دہکتے ہوئے انگارے معلوم ہوتے ہیں۔ جن پر مخصوص فکر اپنی چرمیں سینکتے
رہتے ہیں کیسی معنوی عالم سے تعلق رکھنے والا تخیلی اسرار ان کی دماغی قوتوں پر آٹھ پہر چھایا
رہتا ہے۔ اور اُن کی نیم باز آنکھیں دیکھنے والی نگاہوں کو ظہور و بطون کے نکتے سمجھاتی رہتی ہیں۔
وجودی توحید ان کی ستھری زندگی کا نصب العین ہے اور نصب العین کے سانچے میں ڈھلی
ہوئی ان کی تعلیم۔ جس پر خوش نصیب مرید اپنی خودی اور خود نمائی قربان کرتے رہتے ہیں۔
**مخزن تصوف** جو ان کی مدون کتاب ہے۔ اس کے مضمونی نشیب و فراز جس قسم کے زمین و
آسمان ظاہر کرتے ہیں۔ معمولی عقلیں نہ اس زمین کے گلزاروں کو سمجھ سکتی ہیں۔ نہ اس آسمان کے
ستاروں کو۔ مخزن تصوف کنز مخفی کی ایک ایسی مخصوص نرالی انوکھی تصویر ہے جس کے دلفریب
حسن آفریں خط و خال کی زیبائی کا اندازہ کرنا کسی بصیرت کاملہ کا وظیفہ ہو سکتا ہے۔ ادھوری
سوجھ بوجھ والی ہستی کی رائے اس کے متعلق ایک پوری حماقت کا خیالی پیکر کہلائے گی۔
جس کو تاریک قوت متخیلہ آٹھ پہر سینے سے لگائے رہتی ہے۔ پردہ حیا میں چھپ کر حضرت وجود
نے اپنے انبساطی جلووں کو جس انداز سے ظاہر فرمایا اس انداز کے صدقے۔ اور اپنے تنزلات
کی بلندیوں اور پستیوں کو جس تلفظی زبان سے روشن کیا اس روشنی کے قربان۔ صُورِ مخصوصہ
کو شہودی بھول بھلیوں سے نکالنے کے لئے دھیان گیان کی وجودی منزلوں کو جس وضع سے
طے کرنے کی تعلیم کی۔ اس تعلیم کے بلہاری۔ اعتباری تمیزات کی تاریکیوں کو رفع کرنے کے لئے
روحانی بزم میں جس قسم کے اشغال و مراقبات کے چراغ روشن کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ اس سلیقے
کے نثار۔ اعتبارات ستہ کے حالی مدرس کو قالی زبان میں جس شان سے بیان کیا۔ وہ شان
ایک ایسا آئینہ ہے جس میں کلام قدسی کے مجمل تیور اپنے تفصیلی تل طور ظاہر کر رہے ہیں۔ مرکزی تعین
سے محیطی تقید تک وجودی عروج و نزول کے وہ مناظر جو کثیف و لطیف مقدار کا پہلو لئے
ہوئے ہیں ان پر اس خوبی سے روشنی ڈالی کہ آسمان کی حرکتیں۔ متواجد ہو کر سکون زمین کو

81338

Marfat.com

کو گلے لگانے لگیں۔

الٰہی جب تک دنیا میں حیا پرور اور شرمیلے تیور رکھنے والی ہستیاں رہتی بستی ہیں یہ شاد و آباد رہیں۔ آمین۔ فقط۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(خاکپائے خیرالانام عبدالسلام نیازی)

## مصنف مخزن تصوف مدظلہ العالی کا کلام بلاغت نظام بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے

## غزل آئینہ جمال

میں آئینہ ہوں کس کے رخ بے مثال کا
اس آئینہ میں عکس ہے کس کے جمال کا

ہر شکل میں ظہور ہے ہر شئے میں نور ہے
ہر ذرہ آئینہ ہے تمہارے جمال کا

تو نے ہی مشت خاک کو ممتاز کر دیا
پتلا بنا کے اپنے رخ بے مثال کا

وہ مست ناز جیسے ہر اک مہ جمال میں
عالم دکھا رہا ہے جمال و کمال کا

لایا ہے خط کے ساتھ ہی تصویر یار بھی
کلمہ پڑھوں گا قاصد فرخندہ فال کا

اے شوخ تیرے حسن کو تشبیہ کس سے دوں
لاؤں کہاں سے مثل عدیم المثال کا

تڑپا دیا کسی کو جلا دیا
یہ مشغلہ ہے آپ کی برق جمال کا

بے پردہ اب حیا کے تصور میں آئیے
پردہ بنا ہے چشم خیال کا

## غزل تصویر یار

جہاں میں قابل توقیر ہوں میں
کہ اپنے یار کی تصویر ہوں میں

بتا دو کون مجھ میں بولتا ہے
اگرچہ خاک کی تصویر ہوں میں

یہ کسی شکل کے نقشے کھنچے ہیں
یہ کس کے عکس کی تصویر ہوں میں

بلا کی شوخیاں مجھ میں بھری ہیں
غضب کی چلبلی تصویر ہوں میں

مصور نے کیا ہے ناز مجھ پر
کچھ اس انداز کی تصویر ہوں میں

ترے اوصاف سے میں متصف ہوں
ترے انداز کی تصویر ہوں میں

ملائک نے مجھے سجدہ کیا ہے
کچھ ایسی آپ کی تصویر ہوں میں

ازل کے روز جو کھنچی گئی تھی
اسی تصویر کی تصویر ہوں میں

Marfat.com

جو ہر صورت میں در پردہ چھپا ہے
حیا اُس شوخ کی تصویر ہوں میں

## غزل عکسِ رُخسار

آئینۂ عکسِ رخِ دلدار ہمیں ہیں — سودا زدۂ طرۂ طرار ہمیں ہیں
دیکھو تو ہمیں جلوۂ سرکار ہمیں ہیں — مسجودِ ملائک سرِ دربار ہمیں ہیں
ساقی ہیں ہمیں خانۂ خمار ہمیں ہیں — ساغر ہیں صہبا ہیں میخوار ہمیں ہیں
وہ کہتے ہیں ہر دم ہے نئی شان ہماری — ہر شکل میں ہر شئے میں نمودار ہمیں ہیں
بُت بنکے دکھاتے ہیں کہیں ناز و کرشمہ — سر پردہ کے کہیں وقفِ درِ یار ہمیں ہیں
سر دیکے اُٹھایا ہے ترا بارِ امانت — جو کھیل گئے جان پہ اے یار ہمیں ہیں
وہ ہم نے اُٹھایا جو کسی سے بھی نہ اُٹھا — اور اس پہ بھی رُسوا سرِ بازار ہمیں ہیں
رُسوائی عشاق کے پردے میں ہمیں ہیں — لجیائی ہوئی چشمِ حیادار ہمیں ہیں
تو ساغرِ توحید حیا ہی کو دیئے جا — اے ساقیِ کوثر ترے میخوار ہمیں ہیں

## خونِ شہیدِ ناز

خونِ شہید کو ہے ضرورت گواہ کی — محشر میں چھپتی پھرتی ہے شوخی نگاہ کی
رہ رہ کے لوٹتا ہے تڑپتا ہے آج دل — چھریاں چلی ہیں اس پہ کسی کی نگاہ کی
جب کہہ چکے کہ شرم نہ تم سے کریں گے ہم — پھر کیوں حیا سے آپ نے نیچی نگاہ کی

## خدا کی شان محبوبِ الٰہی

علیؑ کی جان محبوبِ الٰہیؒ — نبیؐ کی شان محبوبِ الٰہیؒ
تمہارا تیرِ مژگاں میرے دل میں — رہے ہر آن محبوبِ الٰہیؒ
دکھادی تم نے ہر شئے میں جھلک — خدا کی شان محبوبِ الٰہیؒ
ذرا پھر دیکھ لو نیچی نظر سے — حیا قربان محبوبِ الٰہیؒ

## غزل دیگر

اے دل و جانِ عاشقان رخ سے نقاب اُٹھا بھی دے — بادہ کشِ الست کو مستِ ادا بنا بھی دے
ساقیِ بزمِ مے کشاں منتظرِ کرم ہوں میں — نرگسِ نیم مست سے مست مجھے بنا بھی دے
محوِ نیاز سے حجاب اے شہِ ناز اب نہ کر — پردۂ رُخ اُٹھا بھی دے جلوۂ رُخ دکھا بھی دے
گاہ وجود ہو عدم گاہ عدم وجود ہو — میں ہی نہیں ہوں میں ہی ہوں ایسی فنا بقا بھی دے

شاہدِ پردہ دُنی اب نہ حیا سے کر حیا
مجھکو مرے وجود میں اپنی جھلک دکھا بھی دے

Marfat.com

## [illegible] الرحمٰن الرحیم

[illegible] علٰی قلوبِ الکُمَّلِ باَخلِیَۃِ الطَّرِیقِ الاُمَمِ مِن المَقامِ
[illegible] والمِلَلِ لاِختلافِ الاُمَمِ۔ وَصلَّی اللّٰہُ علٰی اُمَّۃِ المُھِمِ
[illegible] بِاُنفیلِ الاَقوامِ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَاَصحابِہٖ وَسَلَّمَہٗ

## غور طلب حمد

### اشعار

[illegible] عَلِیمٌ بَصِیرٌ مُعِینٌ۔ غَفُورُ الرَّحِیم اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ
بہر رنگ [illegible] جلوہ فرما توئی بہر یک عدد ذاتِ یکتا توئی
وجود بلندی و پستی توئی بخود ہستی و ہستِ ہستی توئی

### دیگر

من و حمدت؟ ہیہات این چہ حرف است شکستِ دل بچندیں نالہ صرف است
[illegible] نسبتِ حمدِ تو ادراک چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک
[illegible] آلیک بے تن زمن تا چند پنہاں باشی اے من

[illegible] طاقت ہے کہ تیری تعریف میں زبان کھولے اور حمد میں لب ہلائے۔

[illegible] توانند درعقل نمی گنجی۔ در وصف نمی آئی
[illegible] پھر تیری حمد کرے کس طرح بندہ تیرا

[illegible] وہ ایک ظالم جاہل آدمی کی کیا قدرت جو تیری تعریف

Marfat.com

بیان کرسکے۔ تیری کنہ کے میدان میں پائے ادراک لنگ۔ اور پہچان کے مقام میں [illegible]
شعور تنگ اور بیرنگ ہے۔

اسی مقام میں خواجہ اکرم صلعم فرماتے ہیں۔ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی ہمنے اللہ
تبارک تعالیٰ کو نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننا چاہیئے۔ شعر

ماعرفنا گفت اینجا سید ابرار ما ۔ گنگ میگردد زبان اہل عرفان زین مقام

جب عقل و فہم۔ گمان و وہم۔ خیال و قیاس اور ہوش و حواس کی حد سے تو باہر ہے۔ تو اس مرتبہ
میں بے خبری کمال خبرداری اور عجز نہایت ادراک ہے۔ لہٰذا تجھ سے ہی التجا ہے۔ رباعی

زبانے دہ کہ گویائے تو باشد ۔ بدہ چشمے کہ بینائے تو باشد
دلے دہ آنکہ جویائے تو باشد ۔ عطا کن جان کہ شیدائے تو باشد

اے خالق کونین ہر ذرہ میں تو موجود ہے۔ باوجودیکہ لامحدود ہے۔ تیرا عین وجود وجود ہر شئے
ہے اور ہر شئے کا وجود تیرا عین وجود ہے۔ غزل

حد شے مشکل و بس سرّیست مغلق ۔ کہ در کون و مکان کس نیست جز حق
حقیقت واحد است و وحدتِ او ۔ بود مردِ محقق را محقق
ولیکن زِ اختلاف اعتبارات ۔ گہے باشد مقید گاہ مطلق

## دیگر

در مقید آیتِ مطلق نگر ۔ ہم بچشم حق بسوئے حق نگر
بر محیط ہستی حق خویش را ۔ گہہ حبابے بیں گہے ذوقِ نگر
جان و دل ہر دو ازاں لب بستہ شد ۔ جانِ مشتاق و دلِ اشتق نگر
عاشق و معشوق و عشق اینجا یکے است ۔ گرچہ آساں نیست ایں مغلق نگر
سربسر ذراتِ موجودات را ۔ در شعاع شمس مستغرق نگر

خداوندا کائنات کے ہر ذرہ میں تو جلوہ گر ہے۔ کفر کی تجلی۔ ایمان کے نور کا تو [illegible]

Marfat.com

[illegible] رہتا ہے اور ہر جگہ تجھی کو دیکھتا ہے۔ بلبل گل سے تیری
[illegible] کرتا ہے پروانے کو شمع میں تیری تلاش ہے۔ قمری سرو پہ قربان ہو ہو کر تیرے
[illegible] قامت زیبا کے طواف میں معروف ہے۔

هزاراں موج از دریا برآمد — بشکلِ هر عدد یکتا برآمد
پئے تشبیہ مائل گشت تنزیہ — نہانہا ہمہ پیدا برآمد
بصد خوبی باعیاں جلوہ ہا داد — مُسمّے صورتِ اسما برآمد
باوّل چوں قبائے جسم پوشید — بشکلِ آدم و حوّا برآمد
تجلی کرد در ارواح و اجساد — شہنشاہانہ از لیلیٰ برآمد
نہاں شد در لباسِ خوبرویاں — پس آنگہ بارخِ زیبا برآمد

برآمد در لباسِ عشقبازاں
سرِ بازار ہارسوا برآمد

## مثنوی

روئے بیگانہ نے کہ می نگری — آشنائے برآیدت ہر بار
ناظر خود خود است و خود منظور — خود تماشا و خود تماشہ کار
شاہدِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ — پیش تو پردہ گیر داز رخسار
ثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ آیدت بہ نظر — ھُوَ مَعَکُمْ نمایدت دیدار
رمزِ مَن کَانَ ھٰذِہٖ اَعْمٰے — بشنویدا ےگراں دکودن کار
ہر کہ اینجا نہ دید محروم است — در قیامت ز لذتِ دیدار

## غزل

ہر آنچہ [illegible] جمالِ یار در دست — ہر آنچہ می نگرم من کمالِ یار در دست
بہر کمال کہ بینم [illegible] حسن صفات — بہر جمال کہ بینم جمالِ یار در دست

Marfat.com

معیتِ ازلی چوں بذات موجود است

بار الٰہا! کعبہ میں تو ہے۔ بتخانہ میں تو ہے۔ مسجد میں تو ہے۔ میخانہ میں تو ہے۔ بستی میں تو ہے ویرانے میں تو ہے ہر گھر میں تو ہی ہر در میں تو ہی ہر دیار میں تو ہے ہر دوار میں تو ہے ہر گل میں تو ہے ہر خار میں تو ہے۔ میدان میں تو ہے۔ کہسار میں تو ہے۔ غرض ہر جگہ تو ہی تو ہے تیرے سوا کچھ نہیں

## غزل

| | |
|---|---|
| نباشد خالی از تو ہیچ بزم و منزل و خانہ | ز تست آبادی عالم جہان بی تست ویرانہ |
| توئی ساقی توئی شارب توئی بادہ و پیمانہ | توئی رند خراباتی توئی مخدوم میخانہ |
| مسلمان بنارہ رویت برہمن بستہ مویت | توئی در کعبہ و مسجد توئی در دیر و بتخانہ |
| بجز تو کیست معشوق کدام عشق است و کو عاشق | توئی در صورتِ شمع توئی بر شکل پروانہ |

خداوندا! عالم کا وجود تیرے بحر جود کا ایک قطرہ ہے۔ اور عالم شہود تیرے نور وجود کا ایک لمعہ کثرت نور اور شدت ظہور کے باعث تیرا نظر آنا محال ہے ورنہ کوئی جگہ اور کوئی ذرہ تیرے نور سے خالی نہیں۔ چنانچہ شیخ اکبر یعنی امام الصوفیہ حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "توحید خاص میں وحدت الوجود کا سالک پر اس طرح انکشاف ہوتا ہے کہ اس ذات یعنی وجود مطلق کو ہر ذرہ میں عیاں دیکھتا ہے۔ اس کو وحدت فی الکثرت کہتے ہیں اور اسی ذات مطلق میں جملہ کائنات کے مشاہدہ کو کثرت فی الوحدت کہتے ہیں۔ جیسے

## غزل

| | |
|---|---|
| جانم توئی جاناں توئی در دل توئی در جاں توئی | مقصودِ من معبودِ من پیدا توئی پنہاں توئی |
| در خانہ ام مونس توئی در رہگذر ہمراہ توئی | اینجا توئی آنجا توئی ہر جا کہ بینم آں توئی |

اے شمس تبریزی توئی ہم مبتدی و منتہی
عالم توئی آدم توئی در جملہ تن را جان توئی

پھر فرماتے ہیں:۔ "جب وہ ذات پاک سراپا نور مختلف شانوں میں اپنے مختلف ناموں کے ساتھ

Marfat.com

... تجلی صفات ذات عالم اجسام میں اس مرتبہ تنزل
... ہرنے ہر تن درہم چھائی۔ ذات صفت میں آن سمائی۔ سہ

یار من باکمال رعنائی  خود تماشا و خود تماشائی

ھُوَ الْاَوَّلُ ھُوَ الْاٰخِرُ ھُوَ الظَّاھِرُ ھُوَ الْبَاطِنُ۔ بارالہا! اول بھی تو آخر بھی تو۔ باطن بھی
تو ... ظاہر بھی تو ناظر بھی تو۔ نور بھی تو ظہور بھی تو۔ منظر بھی تو منظور بھی تو۔ قریب بھی تو دور بھی تو
... بھی تو صحبت مسرور بھی تو۔ دار بھی تو منصور بھی تو۔ قرب بھی تو حضور بھی تو۔ ساقی بھی تو پیمانہ
بھی تو۔ مے بھی تو میخانہ بھی تو۔ شمع بھی تو پروانہ بھی تو۔ جان بھی تو جانانہ بھی تو بستی بھی تو مستانہ بھی تو
چمن بھی تو گل بھی تو جام بھی تو مُل بھی تو گل بھی تو بلبل بھی تو۔ سوسن بھی تو سنبل بھی تو گل بھی تو گلزار
بھی تو اور نرگس بیمار بھی تو۔ بیخود بھی تو ہوشیار بھی تو خم بھی تو خمار بھی تو۔ یار بھی تو اغیار بھی تو اور سب
کا مددگار بھی تو۔ ناز بھی تو انداز بھی تو۔ غمزہ بھی تو غماز بھی تو۔ اور سوز بھی تو ساز بھی تو ہی ہے۔

خداوندا! مکین بھی تو مکان بھی تو۔ زمین بھی تو آسمان بھی تو۔ دل بھی تو جان بھی تو۔ اور سب کا نگہبان
بھی تو۔ تو سب کچھ اور کچھ بھی نہیں۔ تو ہر کہیں اور کہیں بھی نہیں۔ تو واجب۔ تو ممکن۔ تو تعین۔ تو لاتعین
تو مطلق۔ تو مقید۔ تو عدم تو وجود۔ تو موجود تو لاموجود۔ شاہد تو مشہود تو۔ عابد تو معبود تو۔ طالب تو
مطلوب تو۔ سالک تو مجذوب تو۔ مست تو سرمست تو اور سب سے زبردست بھی تو۔ مقصد
بھی تو مقصود بھی تو۔ ساجد بھی تو مسجود بھی تو۔ دل بھی تو دلبر بھی تو۔ جاہد بھی تو قدیم بھی تو۔ رحمٰن بھی تو
رحیم بھی تو سبحان بھی تو کریم بھی تو سمیع بھی تو بصیر بھی تو۔ اور علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قدیر بھی تو۔ ایشور بھی تو۔
... بھی تو۔ آتما بھی تو پرم آتما بھی تو۔ آکار بھی تو ساکار بھی تو۔ اور نرآکار بھی تو۔ گاڈ بھی
تو ... بھی تو دیٹ بھی تو۔ اور تو ہی جانے کیا کیا تو۔ میں کہاں تک کہے جاؤں تو ہی تو ہے
تو کب تک سنے جائے تیرے سوا کچھ بھی نہیں ہے سہ غزل

نالہ ہائے بلبلاں تو ہی تو ہے  ناز مست دلبراں تو ہی تو ہے
... وحدت کا ...  جابجا جلوہ کناں تو ہی تو ہے

Marfat.com

واقعاتِ طور کی اک یادگار — سرمۂ چشم بتاں توہی تو ہے
کیوں نہ جاں دیں عاشقانِ خستہ جاں — شوخی و نازِ بتاں توہی تو ہے
گلشنِ ہستی کے ہر ایک پھول پر — عندلیبِ نغمہ خواں توہی تو ہے
بے نشاں ہو کر ملا تیرا نشاں — ہاں نشانِ بے نشاں توہی تو ہے

بس اس کو **وحدت الوجود** کہتے ہیں۔ وحدت الوجود کے یہ معنے ہیں کہ جملہ موجودات کا ایک وجود ہے **وحدت** یعنی یکتائی۔ اصطلاح صوفیائے کرام میں تعیّن اول یعنی حقیقت محمدیہ صلعم کا نام ہے **وجود**۔ ذات حق سبحانہ تعالےٰ کہ اس کے ماسوا عدم ہے لیکن صوفیہ نے اپنی اصطلاح میں اس کی چند قسمیں بیان فرمائی ہیں (۱) واحد الوجود (۲) واجب الوجود یعنی وجودِ حقیقی حق تعالےٰ (۳) واجب الوجود بمعنی لازم الوجود یعنی اجسام عناصر اربعہ (۴) ممکن الوجود یعنی جسم مثالی ممتنع الوجود یعنی روح اضافی (۵) عارف الوجود یعنی اعیان ثابتہ (۶) شاہد الوجود یعنی مرتبۂ وحدت ہے۔

اور حضرت مجتہد الشریعت جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب فیصلہ وحدت الوجود والشہود میں فرماتے ہیں "و معنی وحدۃ الوجود ھٰھنا الاستغراق فی معرفۃ الحقیقۃ الجامعۃ التی یفنی العالم فیھا بحیث یسقط عنہ احکام التفرقہ والتمائز التی معرفۃ الخیر والشر بنیتۃ علیھا و الشرع والعقل یخبران عنہا منبان لہا انہ بیان واف فی اخبار ھذا مقام یحل فیہ بعض السالکین حتی یخلصہ اللہ تعالیٰ منہ (ترجمہ) اور معنی وحدت الوجود کے یہاں استغراق کے ہیں معرفت میں ایسی حقیقت جامعہ کے جو عالم کو فانی کرتی ہے اس حیثیت سے کہ ساقط ہو جائیں اس سے احکام تفرقہ اور تمیز کی جیز کے اور معرفت خیر و شر کے ہے اور شرع و عقل انکی خبر دیتی ہے اور بہت بیان اور خبریں اس کی دی ہیں اور یہ ایسا مقام ہے جہمیں بعضے سالک پہنچے رہتے ہیں جب تک اللہ انھیں خلاصی دے اور بہت سے گمراہ ہو کر ملحد ہو جاتے ہیں"

پھر فرماتے ہیں:۔ (ترجمہ) لیکن امام الصوفیہ حضرت محی الدین ابن عربی اور ان کے متبعین بلکہ جملے یہ کہا ہے کہ اس قول کا محصّل بعد تہذیب و تخلیص مجازاً اور استعارۃً واجب و تیے ہیں

[...] بہت ضعیف اور بہت ناقص ہیں۔ اور حقیقت وجود یہ بہت پوری بہت قوی ہے۔ اس حیثیت سے ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ حقائق امکانیہ اعدام ہیں کہ ان میں صور موجودات ظاہر ہوئیں۔ اور یہ بھی پوشیدہ نہیں ہو کہ یہ قول متفق علیہ ہے جس کی تفصیل کی ضرورت ہے بس جو کچھ میں بیان کروں اُسے نہایت غور سے سُنو کہ جس سے مسلمان رہائی پاتا ہے اور سب سے پہلے سمجھتا ہے وہ کتاب اللہ اور حدیث نبوی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حق عزوجل موجود جزئی ہے مانند جزئیات کے مگر وہ قدیم ہے عالم میں مؤثر ہے اور سب کا رازق ہے اور یہ وہ علم ہے جو ہر صاحب علم اپنے سینہ میں پاتا ہے اس سے پہلے کہ ریاضت کی مشق کرے اور مجاہدات میں مشغول ہو۔ یا معقول میں غور کرے وہ یہ ہے جس کے سبب شرع نے لوگوں کو مکلف کیا ہے اور شرع الٰہی اسی کی تکلیف دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں امانت رکھا ہے موافق صورت نوعیہ کے برابر ہے خود وہ شئے کہ جس کے سبب سے تکلیف دی جاتی ہے از روئے علم و عمل کے۔ چنانچہ خدا تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ یہ معرفت صحیح اور اشارہ صادق ہے کہ اس کا مرجع اللہ تعالیٰ کی تجلیوں میں سے ایک تجلی ہے۔ قدیم ہے ظاہر ہوا نفس رحمانی میں اس سے پہلے کہ زمانہ متحقق ہوا اور حدوث کی حدیث ہوا اور یہ کہ نفوس بشریہ کو اس کی طرف کشش ہے جیسے لوہے کو مقناطیس کی طرف اور آگ کو فوق کی طرف میل ہے اور خاک کو تحت کی طرف ایسے ہی تمام اشیاء کو اپنی حقیقت کی طرف لہٰذا تمام اشیاء کا وجود واحد ہے۔

دراصل ذات یکتا کے وجود کو تمام اشیا میں جاری و ساری جاننے کو اور چشم حقیقت سے یہ مشاہدہ کرنے کو کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے سوا دوسرا وجود موجود نہیں ہے **وحدت الوجود کہتے ہیں۔**

اگرچہ ذات مطلق مقید نہیں ہو سکتی لیکن بحکم کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ وہ سب میں جلوہ گر ہے اور سارا عالم اسی لاتعین کے تعین کی اشارت ہے

**وحدت الوجود** سمجھنے اور حس یقین پر طاری کرنے کی چیز ہے نہ زبان سے کہنے کی یہی وہ مسئلہ ہے جس کا زبان سے ادا کرنا کفر ہے اور **ہمہ اوست** کے بھی قریب قریب یہی معنے ہیں یعنی سب کچھ وہی

Marfat.com

ایک ذات ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں اور یہ جو کچھ نظر آتا ہے ذات یکتا کے غیر نہیں ہے۔ بعض نا جاہل لوگ آجکل کہتے پھرتے ہیں "ور خدا" "دیوار خدا" "تو خدا" "میں خدا" وغیرہ جو شخص ہمہ اوست کو جان جاتا ہے اور اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اس کی زبان بند ہو جاتی ہے ان پر مقام حیرت طاری ہو جاتا ہے بلکہ انہیں مشاہدہ مزید میں کچھ کہنے سننے کی مہلت ہی نہیں ملتی اور بعض پر ایسی بیخودی چھا جاتی ہے کہ نماز تک کا ہوش نہیں رہتا۔ جو اپنے آپ کو پہچان کر خدا کو پہچان جاتا ہے اس کی زبان بند ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث نبوی صلعم موجود ہے مَنْ عَرَفَہٗ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ یعنی جو اپنے رب کو پہچان جاتا ہے اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

دوسری حدیث شریف مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجٰے یعنی جو خاموش رہا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا اس نے نجات پائی۔ بس جاننے والا اپنی زبان سے ایسی چیز توحید نہیں بیان کر سکتا۔ کیونکہ جو ظرف خالی ہوتا ہے وہی صدا دیتا ہے۔ الغرض جو لوگ ایسی بکواس کرتے پھرتے ہیں وہ بخت جاہل اور گمراہ ہیں اور "درویش بے علم مسخرہ شیطان" کے مصداق ہیں ایسے ہی لوگوں کی شان میں جناب شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ؎

سر جاہلاں بر سر دار بہ      کہ جاہل بخواری گرفتار بہ

سرانجام جاہل جہنم بود      کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

ز جاہل گریزندہ چوں تیر باش      نیامیختہ چوں شکر شیر باش

**اَلْعِلْمُ۔ دانستن**۔ یعنی علم کے معنے جاننے کے ہیں کچھ یہی ضرورت نہیں ہے کہ کتابیں پڑھنے سے عالم ہو جائے بلکہ بعض ہستیاں ایسی بھی گذری ہیں کہ نبی اکرم صلعم کے علم لدنی کا پرتو پایا تھا اور باوجود نا خواندہ اُمّی ہونے کے انہوں نے بیشمار کتابیں فقہ اور سلوک میں تصنیف کی ہیں اور ہزاروں علماء کو ان کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ مثلاً حضرت مولانا احمد جام زندہ پیل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ اور اس وقت میں بھی بعض درویش ایسے موجود ہیں جنھیں مطلق کتابی علم نہیں ہے۔ مگر اپنے شیخ سے انہوں نے مکمل تعلیم پائی ہے اور ان کو جو پہچان ہے کہ وہ ہمہ اوست۔ وحدت الوجود۔ اور توحید کے مسائل میں کمال رکھتے ہیں

Marfat.com

... مسئلہ بیان ... وہ اپنی لاعلمی اور گمراہی کا ثبوت دیتے ہیں

## نظم

جس پہ ہو جاتا ہے راز حق عیاں — بند ہو جاتی ہے بس اس کی زباں
جس کسی پر راز حق کا ہو ظہور — کہنے سننے سے وہ ہو جاتا ہے دور
سمجھ سے یہ فہم انسانی سے دور — چاہیئے خاموش رہنا ذی شعور
راز حق کا ہے جو طالب اے جواں — نیست کر ہستی کو اپنی بے گماں
جس پہ ظاہر راز کا ہو اے عزیز — پھر کہاں اس بات کی اس کو تمیز
لَا وَ اِلَّا ہر دو لفظے ساختند — خلق را اندر گماں انداختند
لَا وَ اِلَّا سے بھی ہے نزدیک تر — پر نہیں تجکو خبر اے بے خبر
جس نے کی گفتار اس میں اے حبیب — وہ رہے گا زندگی بھر بے نصیب
کیونکہ یہ ہے خود پسندی ہوش کی — یہ نہیں ہے بات اس کے جوش کی

الغرض وحدت الوجود اور ہمہ اوست یہ نہایت پیچیدہ مسئلے ہیں جو بغیر اعیان ثابتہ کے انسان کے حس یقین پر طاری نہیں ہو سکتے لہذا اعیان ثابتہ کا بیان تخلیق عالم کے بیان میں آئیگا۔ کیونکہ جب تک اعیان ثابتہ کے تمام مراتب یا اعتبارات کا پورا پورا علم نہ ہو گا تو انسان ان مسائل میں پڑکر گمراہ۔ ملحد اور زندیق ہو جائے گا۔ لہذا اس کے چھؤں مراتب کو کسی جاننے والے استاد کامل سے سمجھنا مناسب ہے۔ اس موقعہ پر صرف تعینات اور تنزلات کی تھوڑی سی وضاحت کرتا ہوں۔

تعینات کا یہ مطلب ہو کہ موجودات کی جس قدر شکلیں نظر آتی ہیں یہ سب ذات یکتا کی صفات ... کی تجلیوں کے جلوے ہیں۔ مگر ان کی اصلیت بغیر ذات وصفات کے پرتو کے کچھ بھی نہیں ... ایک اصلیت و حقیقت سے مختلف قسم کی چیزیں نمودار ہوتی ہیں۔ ان شکلوں کو تعینات ... ایک وجہ سے مختلف انداز بن جائیں جیسے بسولہ۔ بسولی۔ آری۔ ریت وغیرہ

اور سیف۔ تلوار۔ خنجر۔ تیر۔ نشتر۔ چھری۔ کٹاری وغیرہ۔ ان کی شکلوں کے اعتبار سے بسولہ۔ بسولی۔ آری۔ ریتی۔ سیف۔ تلوار۔ خنجر۔ تیر۔ نشتر۔ چھری۔ کٹاری کہیں گے حالانکہ ان تمام چیزوں میں لوہے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مگر لوہے کے نام سے نہیں پکار سکتے بس انہیں اشکال کو تعین کہیں گے۔ یا یوں سمجھنا چاہیے مثلاً ایک ڈورے میں چند گرہیں لگی ہوتی ہیں۔ ان گرہوں کو ڈورہ نہیں کہتے بلکہ ان کی صورت و شکل کے اعتبار سے ان کو گرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں حالانکہ گرہ کے اندر سوائے ڈورہ کے اور کچھ نہیں ہو۔ بس اس گرہ کو تعین کہیں گے۔ جب گرہ لگ گئی تو گرہ ہے۔ اور کھل گئی تو ڈورہ ہے۔ گرہ کو ڈورہ اور ڈورہ کو گرہ نہیں کہتے اس لئے موجودات کی ہر شکل و صورت اور ہر چیز کو تعینات کی نظر سے دیکھنا چاہیے۔

**تنزلات** جب اعلیٰ حقیقتیں ادنیٰ درجوں میں تقسیم ہونے لگتی ہیں تو ان کو تنزلات کہتے ہیں مثلاً **ہوا** ایک اعلیٰ حقیقت ہے آفتاب کی حرارت زمین کے رطوبات کو ہوائی انجرات کی صورت میں زمین سے فضائے آسمانی میں لیجاتی ہے اور پھر پانی بنا کر زمین پر برساتی ہے اور وہ پانی بستی میں بھی برستا ہے اور جنگل میں بھی کھیتوں میں بھی جاتا ہے اور نالی نالوں بلکہ گندی موریوں میں بھی۔ بس ہوا کی اعلیٰ حقیقت نے جب شکل تعین اختیار کی یعنی انجرات کی صورت تو اس سے پانی بنا اس کا تنزل ہے اور برسنا اور زمین پر بہنا اس کے دوسرے تنزلات ہیں۔ واہ واہ میں بھی عجب وارفتہ مزاج ہوں کتاب کی حمد لکھتے لکھتے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ آؤ مطلب پر تو ہاں اے قادر مطلق! تو "سر تا پا راز" ہے۔ مادیت کے پرستاروں کے لئے۔ تو ایک معمہ ہے ایمان والوں کے لئے۔ "تو نادیدہ خفیہ وہی" ان کے لیے جن کی آنکھیں تیری تجلیوں کی تاب نہیں لاسکتیں اور جن کے کان تیری سریلی اور دلکش صدائیں سننے سے مجبور ہیں مگر میری چشم بینا اور قوت محسوسہ تو کائنات کے ہر ذرہ میں تیرا مشاہدہ کرتی ہے اور تجھ کو ہی جانتی ہے اور تیرے ہی دلکش نغمے سنتی ہے۔ میری چشم بینا تجھے لیلیٰ میں بھی دکھاتی ہے اور محمل میں بھی میں تجھے حسن شباب کے پردہ میں بھی پاتا ہوں۔ اور عشاق کے اضطراب میں بھی میری آنکھ اور دل

... ہے اور قوت شامہ ہر پھول میں

... ہے۔

خداوندا! تیرا کرم عام اور فیض علی الدوام ہے۔ عنایت ہے اور ہر دم۔ رحمت ہے اور ہمہ ہم۔ اس میں مذہب و ملت کی کوئی تخصیص نہیں، ذات پات کا لحاظ نہیں۔ کالے گورے کا امتیاز نہیں۔ وقت و ساعت کا تعین نہیں۔ سن و سال کی قید نہیں، ملک و قوم کی خصوصیت نہیں۔ دوست دشمن کی تفریق نہیں۔ عابد، زاہد، فاسق، فاجر سب پر تیرا باران رحمت یکساں برستا ہے۔ تیری کرم پاشیاں اور عنایت ریزیاں کچھ ایسی عام و وسیع ہیں کہ تو گنہگاروں پر بھی رزق کا دروازہ بند نہیں کرتا، سب کی سنتا ہے اور سب کو دیتا ہے ؎ قطعہ

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمناں نظر داری

بار الٰہا! جب تو سب کی سنتا ہے اور سب کو دیتا ہے تو اپنے اس بھکاری کی بھی سن لے، سن لے مولا! سن لے۔ یا اللہ! تو سمیع و بصیر ہے۔ ذرا سن اور دیکھ تو تیرا گدا تجھ سے کیا چاہتا ہے۔ سن لے داتا سن لے "من از تو ترا خواہم" "من از تو ترا خواہم" (پورا شعر)

ہر کس بہ ہوائے دل و از روز تو مقصودے — ایں جملہ طفیل تو من از تو ترا خواہم

## (غزل)

تو کریم مطلق و من گدا چہ کنم جز اینکہ نخوانیم — در دیگرے بنما کہ من بکجا روم چو برانیم
... کجاست اینقدرم لقا کہ تا ملے کنم وفا — عرق خجالت فرصتم نم انفعال ربانیم
... بہ سرم آنقدر از امتحان قبول ورد — کہ رساند بہ بلندی خم پشت پائے جوانیم
نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم — نفسے بیاد تو میکشم چہ عبارت و چہ معانیم
ز طنین پشۂ بے نفس ... ملالت ... — بکجائیم و چیم یکیم کہ تو جز بنالہ ندانیم

... دیکھنے والی آنکھ ... واقف جان عطا فرما تاکہ جو کچھ دیکھے تجھی کو دیکھے۔ جو کچھ

جانے تجھی کو جانے جہاں کہیں ہو تیرے ہی سامنے ہو یا اللہ اگر تو اپنے جمال [illegible]
عطا فرمائے تو کیا تیری کریمی کی شان سے کچھ بعید ہے۔ خداوندا! دعا ہے تو یہ ہے۔ [illegible]

تجھ میں ایسا میں سما جاؤں کہ میں ہی نہ رہوں ۔ مجھ میں تو ایسا سمائے کہ تو ہی تو ہو جائے
پھر حیا سے نہ کہیں منہ چھپے اے پردہ نشیں ۔ ذرہ ذرہ میں نمودار اگر تو ہو جائے

## دعائے منظوم

یارب از سودائے خود دل ریش دار ۔ زندہ را مردہ بعشق خویش دار
عشق کو تا بے بال و پر طیران کند ۔ عشق کو در لامکاں جولاں کند
عشق کو تا درد را کامل کند ۔ عشق کو تا عقل را زائل کند
عشق کو تا جام مدہوشی دہد ۔ عشق باید تا فراموشی دہد
اے خوش آں مے تا رہاند از خودی ۔ صاف گرداند ز نیکی و بدی
سالہا شد از تو می خواہم ترا ۔ حاجتم را چوں نمی سازی روا
آنچناں با خود بگرداں آشنا ۔ تا نہ گردم یک زماں از تو جدا
سوئے خویشم ہر کہ رہ گم کردہ ام ۔ زندہ جاوید گرداں مردہ ام
یا الٰہی چشم بینائے بدہ ۔ در سرم از عشق سودائے بدہ
ہر کہ آید بر درت امید وار ۔ شاہد مقصود یابد در کنار
اے خدائے من بحق مصطفےٰ ۔ از طفیل حرمت آلِ عبا

روزِ محشر دار با آلِ رسول
از طفیلِ مقبلاں گردد قبول
آمین ربنا آمین

## توجہ طلب لغت

قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا

Marfat.com

... درود بھیجا ہے نبی اکرم پر بس اے مسلمانو تم بھی آنحضرت پر درود و سلام بھیجو نہایت ادب کے ساتھ:

حدیث نبوی، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا فی العرش احمد، وفی السماء احمد، وفی الارض محمد، وفی تحت الثراء محمود۔ ارشاد فرمایا نبی اکرم صلعم نے کہ میں عرش کے اوپر احمد، آسمان پر احمد، زمین پر محمد اور تحت الثرا میں محمود ہوں۔

## رباعی

اے ذات تو سر دفتر اسرار وجود | لطف رحمت بر در و دیوار وجود
در پردۂ کبریا نہاں گشتہ ز خلق | بنشستہ عیاں بر سر بازار وجود

زینتِ یٰسین توئی زیبائشِ طٰہٰ توئی
صاحب معراج سبحان الذی اسریٰ توئی

## غزل

یا محمد مصطفیٰ محبوب حق سلطان دیں | انت مولا انت ہادی انت ختم المرسلین
تو نوازدہ ہر دو عالم فیضیاب از رحمت | انک ماجاء الا رحمۃ اللعالمین
نور تو نور خدا احسن جبیں بدرالدجٰے | روئے تو شمس الضحیٰ واللیل لف عنبریں
یا رسول اللہ سوئے ما غریباں یک نظر | در طلب مائیم تو دریائے رحمت بالیقیں

## دیگر

اے قمر طلعت و مکی مطلع | مدنی مہد و یمانی برقع
شقۂ برقعۂ تو برق افروز | لمعۂ نور رخت برقع سوز
لیلۃ القدر ز مویت تارے | وحی منزل ز لبت گفتارے
نام طٰہٰ و لقب یٰسینی | جاں فدایت تو چہ با تمکینی
عاصیاں بے سر و ساماں تو اند | چشم امید بدامانِ تو اند

## دیگر

اے مظہر حسنِ لایزالی | مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

انوارِ تجلی قدم را — رخسارہ احسن الجمالی
در شانِ کمالِ تست نازل — آیات مکارم و معالی
جامی بوظائفِ تضرّع — مشغول بود علے التوالی

## غزل

تیرے کرم نے پھونک دی بزمِ نشاط کافری — رعشۂ خوف بن گئی شکلِ بتانِ آذری
گرمِ عرب کی ریت سے موجیں اٹھیں نیاز کی — قلزمِ حسنِ شوق میں آف رے تری شناوری
بھٹکے ہوؤں پہ کی نظر رشکِ خضر بنا دیا — سلجھا ہوا تھا کس قدر تیرا دماغ رہبری
شان تیرے ثبات کی عزمِ شہید کربلا — شرح ترے جمال کی حسنِ جبینِ حیدری
آئینہ تیرے سوز کا گریۂ عابدِ حزیں — عکس ترے گداز کا سوزِ دلِ ابا ذری
حد پہ پہنچ کے ایک بات کہتا ہوں تیری شان میں — دہر میں تیری ذات پر ختم ہوئی پیمبری

## نظم

زبانم قابلِ حمد و ثنا شد — کہ با نام محمد آشنا شد
دل از تفسیرِ ایں اسم است آگاہ — ز رمزِ معنئ الحمد للہ
ز آغوشِ احد یک میم جوشید — کہ بیرنگی لباسِ رنگ پوشید
نہ کرد آن جلوہ جز سازِ نگاہے — نبود آن میم جز برخود گواہے
زبان تا می کشائی موج پیداست — دگر خاموش باشی جملہ دریاست
نگنجد در احد غیر از احد ہیچ — یکے در یک گم است انجا محمد ہیچ

## غزل

محمد روحِ عشق و جانِ عشق است — چگویم جان کہ او جانانِ عشق است
محمد دُرِّ دریائے حقیقت — محمد گوہر از کانِ عشق است
محمد سیدِ کونین آمد — محمد سرور سلطانِ عشق است

Marfat.com

## [illegible] محمد پیر [illegible] عشق است

## محمد دل کعبہ جان محمد دین وہم ایمان عشق است

کون محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟ روحی فداک۔ سید المرسلین محمد۔ انیس الغریبین محمد۔ راحت العاشقین محمد۔ سراج السالکین محمد۔ اور رحمۃ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کون محمد؟ تخت والے محمد [illegible] ہیں محمد اور آج والے محمد۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون محمد؟ طٰہٰ محمد۔ یٰسین محمد۔ مزمل محمد۔ مدثر محمد۔ بشیر و نذیر محمد۔ صاحب معراج منیر محمد۔ خواجہ عالم محمد۔ شافع محشر محمد اور سب کے رہبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون محمد؟ اللہ کا نور محمد۔ قدرت کا ظہور محمد۔ وہ نور جس کی ہدایت کا مخاطب ہر ذرہ کونین ہے وہ ظہور جس کی تبلیغ کی گہرائی میں تمام دنیا سما جائے۔ کون محمد؟ اسلام کا آفتاب محمد۔ عرفان کا ماہتاب محمد۔ قبلۂ دل محمد۔ کعبۂ جان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون محمد؟ مسلمانوں کو بھائی بھائی بنانے والا محمد؟ اپنائیت پھیلانے والا محمد۔ غیریت مٹانے والا محمد۔ غریبوں سے محبت کرنے والا محمد۔ یتیموں کو کلیجہ سے لگانے والا محمد۔ ضعیفوں کے بوجھ اٹھا کر اپنے سر پر پہنچانے والا محمد۔ ہدایت کا چراغ روشن کرنے والا محمد۔ اپنے آپ کو پہچاننے والا محمد۔ اپنی پہچان کے ذریعہ خدا کی شناخت کرانے والا محمد۔ مسکینوں کا غمخوار۔ بیواؤں کا غمگسار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون محمد؟ وہ دکھیرے دل کی پکار سنکر تڑپ جانے والا محمد۔ انسانوں کی بھلائی چاہنے والا محمد۔ فاقوں پر فخر اور تکلیفوں پر صبر کرنے والا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ محمد جس کے در سے کوئی بھکشک یعنی سائل کبھی محروم نہ پھرا۔

## اشعار

مجھ سے باغِ تسنیم نرالا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

[illegible] ہیں وہ [illegible]
جو بھیک لئے راہ گدا دیکھ رہا ہو

Marfat.com

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا  خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو
ہمیں اقرار کی عادت ہی معلوم  نہیں پھرتا ہے سائل ان کا محروم
کرو تو عرض تم پھیلا کے دامن  وہ سب کچھ دینگے خالی پاکے دامن

کون محمدؐ؟ وہ رحمتِ عالم جس نے فتح مکہ کے دن اپنی پیاری بیٹی حضرت زینب خاتونؓ کے قاتل ہیبار نامی کو قصاص معاف کر کے تمام عالم کو محوِ حیرت بنا دیا جس کی اس وقت تک مثال نہیں اور وہ محمدؐ جو عرب دیس کا راج کمار تھا۔ وہ محمدؐ جس کی آمد کی بنسری گوکل والے سری کرشن جی نے بجائی۔ جو سب سنسار کا کلنکی اوتار تھا جس کو سنبل دیپ (یعنی ملک عرب) میں تمام عالم کا اتیاچار روکنے کے کارن محمدؐ روپ دھارن کرنا پڑا۔ وہ محمدؐ جس کا وجود سب سنسار کے لئے شانتی کا پیغام ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ جس کی آغوشِ رحمت ہندو، مسلمان عیسائی، موسائی، بدھ، اور جینی وغیرہ۔ بلکہ ہر مذہب اور ملت کے منش کے لئے ہر دم کھلی رہتی ہے۔ وہ محمدؐ جس کی لیلا اجودھیا والے رامچندر جی نے دکھائی۔ بلکہ اسنے انکی نہایت رہنے اور اسی دنیا کو برتنے کے ایسے زرین اصول بتائے جن پر عمل کرنے میں نہایت شانتی ہے۔ آپ ہی کی پاکیزہ تعلیم کی بدولت عرب کے بت پرست خدا پرست ہو گئے اور روحانیت کا آفتاب نصف النہار پر چمکنے لگا۔ آپ ہی کی کرپا سے حجاز کے ظالم، جاہل ڈاکو، رہزن قزاق اور ناخدا ترس اعلےٰ درجہ کے سنتھ، سادھو، مہاتما، سوامی، اور پرم ہنس یعنی خدا رسیدہ ہو گئے اور ان کے اندر کچھ ایسی روح پھونک دی کہ وہ ایک ہی سمے میں آتما سدھار کے ........ بھی کرتے تھے اور سپاہی، جمعدار، صوبہ دار، میجر، کپتان، جرنیل، کرنیل، چپراسی، منصف، تحصیلدار، جج چیف جسٹس اور گورنر جرنل کی بھی ڈیوٹیاں نہایت خوش اسلوبی سے ادا کرتے تھے۔ وہ محمدؐ جس کی پرجا اس سمے سارے سنسار میں چالیس کروڑ بتائی جاتی ہے۔ وہ محمدؐ جو ہدایت کا آفتاب اور انسانی ہمدردی کا مہتاب تھا اور جو من کی آشانتی اور دنیا سے دکھ کلیش دور کرنے آیا تھا جو اپنے ایشور کا پیارا، ہمارا تمھارا بلکہ سب سنسار کا محمدؐ تھا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

Marfat.com

... نے اُن میں چھپالیا۔ وہ محمدؐ جس کے جامِ سبزو ... سے اور تہی ... وادیوں کو بھی سیراب کیا۔ تاجداروں کو بھی اس کی رحمت سے حصہ ملا اور غریب غُربا نے بھی اُسکی رحمت کے موتیوں سے اپنی جھولیاں بھرلیں۔ وہ پیکرِ رحمت محمدؐ جس کو جانوروں نے اپنے درد دُکھ کی داستانیں سُنائیں۔ کعبہ کی محرابوں نے جسے جھک جھک کے سلام کیے۔ ایوانِ کسریٰ نے جس کی ولادت کی خبر سُنکر سجدے کیے۔ یعنی ایوانِ کسریٰ کی رفعت نگاہوں سے گرگئی۔ جس کی انگلی کے اشارہ سے چاند دوٹکڑے ہوگیا اور غروب شدہ آفتاب پھر نکل آیا۔ درحقیقت زمین کے ذرّے آسمان کے تارے۔ عرش کے کنگرے۔ درختوں کے پتّے۔ پانی کے قطرے۔ اُس رحمۃ اللعالمین کے سہارے ٹھیرے ہوئے ہیں۔ اور اس کی رحمت اُن کی بقا کی ضامن ہے۔ جو کونپل پھوٹتی ہے اس کی رحمت کا گیت گاتی ہے۔ جو دانہ اُگتا ہے اس کی پیشانی اُن کے نور سے منوّر ہوتی ہے اور جو کلی کھلتی ہے اس کی نشوونما انھیں کی رحمت سے ہوتی ہے۔ وہ محمدؐ جس کے سامنے مصائب کے زہریلے جام پیش کیے گئے۔ اُس نے ان سب کو مسکراکر صرف پی ہی نہیں لیا۔ بلکہ اُن کے جواب میں اس رحمتِ عالم نے ان کو شربتِ عفو کے ساغر کے ساغر عطا کیے۔ اور زخم کھا کھا کر دعاؤں کے پھول برسائے ؎

## غزل

| | |
|---|---|
| وہ المصطفیٰ شرح نورِ طلعتِ اوست | لفظِ خلق وصفِ سیرتِ اوست |
| مصحفے را ورق ورق دیدم | ہیچ سورت نہ مثلِ صورتِ اوست |
| شرفِ دو جہاں اگر خواہی | ہمہ در بندگیِ حضرتِ اوست |

محمدؐ جو تاجدارِ مدینہ تھا مگر اس کی میت پر روشنی کے لئے پڑوس سے روغن قرض لیا گیا وہ محمدؐ جس نے اپنی زبان مبارک سے کسی کو کبھی کوئی سخت لفظ نہ فرمایا جس کو عمر بھر سونا نصیب نہ ہوا جس نے اپنے شباب کی جوش افزا راتوں کو اپنے مالک

Marfat.com

کی یاد میں غار حرا میں بسر کیا۔ آپ کے عادات اور اخلاق کی روح سادگی اور اخلاص تھا۔ اور نسل و محبت کے ساتھ اخلاق آپ کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ آپکی جبلّت میں انسانی ہمدردی داخل تھی۔ آپ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے اور خانہ داری کے کاموں میں اپنی بیویوں کو مدد دیتے تھے۔ آپ بادشاہ ہو کر بھی اپنا سودا بازار سے خود خرید لاتے۔ بلکہ بے ولی وارث بیواؤں کے بھی سودے خرید اکرتے تھے۔ آپ نے اپنے کسی ملازم کو کبھی سزا نہ دی۔ خواہ اس سے کیسا ہی قصور ہوا ہو۔ اور نہ کبھی کسی اپنے غلام کو جھڑکا۔ اگر ایک ادنیٰ درجہ کا آدمی بھی آپ کو دعوت دیتا تو کبھی رد نہ فرماتے۔ غلاموں کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھا لیتے۔ اور کسی آدمی کی بات نہ کاٹتے۔ آپ اپنے دوستوں سے محبت فرماتے اور اُن سے نہایت وضعداری سے ملتے جب آپ کے احباب کسی بات پر ہنستے تو آپ بھی شامل ہوتے اور اپنے احباب کی ہر حالت میں دستگیری فرماتے تھے۔ آپ اس قدر واضح گفتگو فرماتے اور ایسے آہستہ بات چیت کرتے تھے کہ آپکے لفظ گنے جا سکتے تھے اور اس قدر تیز چلتے تھے کہ بعض اوقات آپ کے ساتھیوں کو دوڑنا پڑتا تھا آپ کے کھانے میں نہایت سادگی تھی اگر کسی کھانے میں کوئی نقص ہوتا تو بھی خوشی سے تناول فرماتے تھے اور اس کا نقص کبھی نہ بیان فرماتے۔ جَو۔ کھجور۔ سَتّو۔ دودھ۔ گوشت جو چیز ملتی بے تکلف کھا لیتے۔ اگر دعوت میں کوئی لطیف و لذیذ غذا پیش کرتا تو وہ بھی خوشی کے ساتھ تناول فرما لیتے تھے۔ عموماً ایک ہی کھانے کی طرف رغبت فرماتے تھے۔ آپ کسی میلے برتن میں کھانا پسند نہ کرتے۔ اور نہ کسی بدبودار چیز کے پاس جاتے۔ عطر و خوشبوئیں پسند فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ کے جسد اطہر سے بھی خوشبو آتی تھی۔ جس گلی کوچہ سے نکل جاتے وہ معطر ہو جاتا۔ آپ کو شہد اور کدو یعنی لوکی بہت زیادہ مرغوب تھا۔ آپ کھانا کھانے کے لئے جب ہاتھ دہوتے تو ہاتھوں کو نہ پونچھتے۔ لیکن کھانا کھانے کے بعد دستِ مبارک پونچھکر خوب صاف فرماتے تھے۔ آپ کے لباس میں بھی نہایت سادگی تھی۔ پیوند لگا کر کپڑا اور کمل بھی خوشی سے پہنتے تھے اور اگر کوئی اعلےٰ درجہ کا کپڑا ملتا تو اس سے بھی دریغ نہ فرماتے اور جس کپڑے میں بدبو ہوتی اسے فوراً اتار دیتے اگر آپ کا کپڑا میلا ہو جاتا

Marfat.com

آپ اپنے لباس و جسم کو نہایت پاک و صاف رکھتے تھے تاجدار ہونے کے بعد بھی آپ کے مکان کی آرائش میں صرف ایک چارپائی ایک چھوٹا چمڑے کا فرش اور ایک پانی کی ٹھلیا تھی۔ فتح خیبر کے بعد جب حضرت صفیہؓ سے شادی کی تو دعوت ولیمہ کے وقت صحابہ سے فرمایا کہ جس کے گھر جو کچھ موجود ہو لے آؤ چنانچہ دسترخوان پر کچھ ستّو اور کچھ کھجوریں جمع ہوگئیں وہ سب نے آقائے نامدار کے ساتھ تناول فرمالیں بس یہی دعوت ولیمہ تھی۔ آپ دن میں کئی کئی دفعہ منہ کو صاف کرتے اور اکثر مسواک استعمال فرماتے تھے۔ آپ کے پسینہ سے خوشبو آتی تھی۔ آپ طہارت کے بعد دست مبارک مٹی سے مل مل کر صاف فرماتے اور اس کے بعد پھر پانی سے دھوتے تھے۔ آپ کے دوستانہ تعلقات اس قدر مستحکم تھے جن میں کبھی فرق ہی نہ پڑتا تھا آپ سب سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور چہرہ مبارک ہمیشہ شگفتہ رہتا تھا۔ حالانکہ جب دندان مبارک شہید ہوئے اور لبہائے نازنین سے خون جاری تھا تو اس وقت بھی آپ نے لوگوں کو مسکرا مسکرا کر جواب دیئے۔ بلکہ آپ کے ہونٹوں پر ہمیشہ ہی تبسم کے آثار نمودار رہتے تھے۔ آپ اپنے احباب سے نہایت بے تکلفی سے بات چیت کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی مزاح بھی کر لیتے تھے آپ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو یہ سبق دیا تھا کہ میرے سامنے کسی کی برائی نہ بیان کیا کرو۔ کیونکہ غیبت بڑا گناہ ہے۔ غیبت زناکاری سے بھی شدید تر ہے۔ جو غیبت کرتا ہے وہ اپنے سگے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے احباب سے سلام و مصافحہ میں سبقت فرماتے تھے اور اپنے دوستوں کو عزت کے ناموں سے مخاطب کرتے تھے۔ اگر کسی سے کوئی خطا سرزد ہو جاتی تو ہمیشہ چشم پوشی فرماتے اور معاف کر دیتے تھے۔ آپ احباب سے بلکہ سب سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے ہر انسان کی قدر کرتے تھے البتہ جھوٹ سے آپ کو بہت زیادہ نفرت تھی بلکہ جو شخص جھوٹ بولتا تھا اس سے بھی آپ متنفر ہو جاتے تھے۔ آپ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی ہمیشہ مہربانیاں کرتے تھے حتیٰ کہ اپنے جانی دشمن عبداللہ بن اُبی کے ساتھ بھی مہربانی فرمائی فوت ہوا تو اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ اس کے کفن کے واسطے اپنا کُرتا

Marfat.com

بھیجدیا۔ جس میں وہ دفن ہوا۔ آپ نے حاتم طائی کی لڑکی (جب گرفتار ہو کر آپ کے سامنے لائی گئی) معاف کردیا بلکہ اس کی سفارش پر اس کے چھ سو ساتھیوں کو معاف کر کے رہا کردیا اور اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ لیکن شریعت کے احکام بھی جاری کیے اور ایسے لوگوں کو سزائیں بھی دیں جو بنی آدم پر ظلم کرتے تھے اور جنہوں نے اسلام کو نیست و نابود کردینا چاہا تھا۔ جہاں عفو سے اصلاح ہوتی وہاں عفو فرماتے اور جہاں سزا کی ضرورت ہوتی وہاں سزا بھی دیتے تھے۔ کیونکہ ؎ شعر

نکوئی با بداں کردن چناں است — کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

درحقیقت ایک **چور** ایک **ڈاکو** ایک **ظالم** ایک **رہزن** پر رحم کرنا ایسا ہی ہے جیسا دوسرے نیک آدمیوں پر ظلم کرنا۔ فی الحقیقت افراطِ رحم کا دوسرا نام ظلم ہے ایسے لوگوں پر رحم کرنے کے معنے اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ ہم بہت سے نیک اور اچھے آدمیوں پر ظلم کر رہے ہیں ایسے مجرموں کو سزا نہ دینا بدی کی اعانت کرنا ہے۔

آنحضرت عیسائی موسائی مشرک اور کافر کے ساتھ بھی اسی طرح فیاضی کا برتاؤ فرماتے تھے جس طرح ایک مسلمان کے ساتھ کرتے تھے خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتے تھے غریبوں۔ مسکینوں۔ بیواؤں کی خبر گیری آپ کا شعار تھا۔ ہمیشہ مظلوم کی حمایت فرماتے۔ آپ نے عورتوں کے حقوق شوہروں پر۔ غلاموں کے حقوق آقاؤں پر۔ محکوم کے حاکموں پر اور پرجہ کے حقوق راجہ پر قائم کردیئے۔ آپ کے دل سے مخلوق خدا کی ہمدردی پھوٹ پھوٹ کر نکلتی تھی اور آپ کے سینہ اقدس میں ایک ایسا پاکیزہ دل تھا جس میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھردی گئی تھی آپ مخلوق کی خدمت کے مقابلہ میں اپنے تمام عیش و راحت کو قربان کردیتے تھے آپ کو بچوں سے بہت زیادہ محبت تھی اور راستے میں بھی بچوں کو پیار کرتے چلتے تھے۔ آپ ہر بیمار دوست کی عیادت کو جاتے اس کی تسلی تشفی فرماتے مریض سے زیادہ بات چیت نہ کرتے اور اس کی آسائش کا سامان فرماتے۔ اگر غریب ہوتا تو اس کے عزیز و اقارب کو کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے

Marfat.com

[illegible] ساتھ جاتے اور نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔ آپ اپنے مہمانوں کی خود مدارات کرتے۔ خود بھوکے سو رہتے مگر مہمان کو ضرور کھلاتے۔ آپ سے جب کسی نے دریافت کیا کہ سب سے اچھا کون ہے۔ جواب دیا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ دنیا میں زبان سے عفو کی تعلیم دینے والے بہت سے گذرے ہیں۔ مگر اس کا صحیح موقع پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ اگر کوئی ہستی ہو سکتی ہے تو وہ صرف محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہے۔ اُحد کے تیر اندازوں نے جس قدر عدول حکمی کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے اور لڑائی کا رنگ بالکل پلٹ گیا۔ مگر اس رحمتِ عالم نے اُن خطاروں کو بھی معاف فرما دیا۔ قدرت نے آپ میں کوٹ کوٹ کر حیا بھر دی تھی اور آپ ہی نے حیا کو جزوِ ایمان ٹھیرایا ہے۔ آپ اپنے چھوٹوں کی بھی عزت کرتے تھے یہاں تک کہ اپنی بیٹی کی بھی کھڑے ہو کر تعظیم دیتے تھے۔ آپ ہی نے تعلیم دی ہو کہ ماں باپ کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ آپ ایسے بہادر اور دلیر تھے کہ آپ کے دل میں کبھی کسی دشمن کا خوف جاگزیں نہ ہوا۔ جب مکہ میں آپ کو قتل کرنے کے کھلم کھلا مشورے ہوتے تھے تو بھی آپ مطلق پرواہ نہ کرتے تھے اور نہایت آزادی کے ساتھ رات دن تنہا گھر سے باہر آمد و رفت رکھتے تھے اور سخت سے سخت مایوس کن حالات میں بھی آپ کبھی مایوس نہ ہوتے تھے۔ بلکہ چاروں طرف کے مایوسانہ نظاروں نے بھی ایک لمحہ کے لئے آپ کی کامیابی کے یقین کو کبھی متزلزل نہ ہونے دیا۔ آپ ہمیشہ تدبیر سے کام لیتے اور نتیجہ کو تقدیر پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور خلاف امید نتیجہ ہونے پر بھی آپ مایوس نہ ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے آخری خطبہ میں بھی غلاموں اور عورتوں سے حسن سلوک کی بہت زیادہ وصیت فرمائی ہے۔ آپ اپنا سارا دن اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کرنے میں گذارتے۔

## کون محمدؐ؟

### اشعار

آں پیکِ نامور کہ رسید از دیارِ دوست ۔۔۔ آورد حرزِ جان ز خطِ مشکبارِ دوست

[illegible] نشانِ جلال و جمالِ یار ۔۔۔ خوش می کند حکایتِ عزّ و وقارِ دوست

Marfat.com

آپ اپنی ساری ساری راتیں اپنے اَن دیکھے مولا کی ذوقِ دید میں رکوعوں میں جُھک جُھک کر اور سجدوں میں گر گر کر بسر کرتے تھے۔ آپ غیر مذہب والے بیماروں کی بھی رات رات بھر جاگ کر خدمت کرتے تھے۔ آپ انسانی ہمدردی کی خاطر اپنے آرام و آسائش کو قربان کر دیتے تھے جس کے جواب میں ان کی طرف سے گالیوں کی بوچھاڑ ہوتی تھی۔ پتھروں کا مینہ برستا تھا۔ اس کے جواب میں بھی وہ رحمتِ عالم ان کے حق میں دعائے خیر فرماتا تھا۔ وہ محمدؐ جس کو اپنی آتما پر حکومت حاصل تھی جو بُت پرستی کی ممانعت اور خدا پرستی کی تعلیم دینے کے جرم میں جلا وطن ہوا۔ خانہ کعبہ میں عبادت کرتے وقت جسکے گلوئے اطہر میں پھانسی ڈال کر کھینچی گئی۔ **کون محمدؐ** ؟ دیالو محمدؐ۔ دیاوان محمدؐ۔ بھگتی محمدؐ۔ اور بھگوان محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ محمدؐ جو اپنی معاش کے لئے خود محنت اور تجارت کرتا تھا۔ اور دوسروں کو بھی کما کر کھانے کی تعلیم دیتا تھا۔ **کون محمدؐ**؟ وہ محمدؐ جسکے گھر کئی کئی دن چولہا روشن نہ ہوتا تھا۔ وہ محمدؐ کہ فاقوں میں جسکے پیٹ پر بند ھنے کے لئے پتھر پیدا ہوئے تھے۔ وہ محمدؐ جو ایک کھجور سے روزہ انطارنے کے بعد دوسرا روزہ رکھ لیا کرتا تھا۔ وہ محمدؐ جس نے انسانی ہمدردی یا اُنش سُدہار کے کارن بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں۔ وہ محمدؐ جس نے عورتوں کو مساوات کا تاج پہنا دینے کے علاوہ ان کے شوہر۔ ان کے ماں باپ۔ اور ان کی اولاد کے مال و جائداد میں ان کے حقوق مقرر فرمائیے **کون محمدؐ** ؟ جو دعائے خلیلؑ۔ اور نویدِ مسیحؑ کا ظہور تھا۔ کون محمدؐ؟ جمیل محمدؐ۔ جمال محمدؐ۔ خوشرو محمدؐ خوشخصال محمدؐ۔ بمثیل محمدؐ۔ بےمثال محمدؐ۔ عبد اللہ اور آمنہ کا لال محمدؐ۔ وہ ایسا آفتاب ہدایت تھا جس کا نور نہ صرف عرب ہی میں چمکا۔ بلکہ اس کی ضیا پاشیوں سے تمام دنیا جگمگا اٹھی۔ قدرت نے آمنہ کی گود میں ایسا پھول کھلایا جسکی خوشبوئیں نہ صرف وادیٔ فاران ہی میں مہکیں بلکہ اس کی شمیم توحید سے سارا عالم معطر ہو گیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔ الصلوۃ والسلام علیك یا نبی اللہ۔ الصلوۃ والسلام علیك یا نوراً من نور اللہ۔ الصلوۃ والسلام علیك یا محمد بن عبد اللہ۔

Marfat.com

# تخلیق عالم

کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِاُعرَفَ

## مثنوی

یارِ من با کمالِ رعنائی — خود تماشا و خود تماشائی
شد چو حبِ نظارہ دامنگیر — گشت مطلق بدامِ قید اسیر
از تقاضائے حبِ جلوہ گری — آمد اندر حصارِ شیشہ پری
خواست آن حسنِ بینظیر و مثال — متجلی شدن بایں امثال

اس وجود مطلق نے تمام کائنات کو اپنے وجود سے پیدا کیا اور اپنی اطلاقیت کے ساتھ تقیدات کی تہمت سے مستغنی ہو کر سب کو مقید کر دیا ہے

در مقید آیتِ مطلق نگر — ہم زچشمِ حق بسوئے حق نگر
ذوقِ نظارے نے مطلق کو مقید کر دیا — میں تری ہر شان کے قربان کیا تھا کیا ہوا

اور ان قیود کا تجلی۔ تعین۔ اور اعتبار نام رکھا۔ کائنات کے وجود سے پہلے ذات مطلق کے سوا اور کچھ نہ تھا ہے اشعار۔

خموشی تھی دنیائے امکاں پہ طاری — سکوت آشنا تھی یہ سب بزم کاری
نہ گل تھا نہ غنچہ نہ برگ و ثمر تھے — نہ دنیائے فانی کے زیر و زبر تھے
نہ ایسی زمیں تھی نہ اتنے فلک تھے — نہ انسان تھا اور نہ جن و ملک تھے
خدا جلوہ گر تھا خدائی نہیں تھی — کوئی روح قالب میں آئی نہیں تھی

خموشی تھی دنیائے امکاں پہ طاری
سکوت آشنا تھی یہ سب نقش کاری

Marfat.com

# غزل

آن پری از دیدۂ خود خویشتن مستور بود | لیک میلِ دیدنِ حسنِ خوش منظور بود
عشق را آئینہ کرد و خویش را در وے پدید | شد عیاں ہر آنچہ اندر پردہ ہا مستور بود
چوں نظر کردہ درونِ آئینہ خود را پدید | زانکہ او از عکس حسنِ آں پری مخمور بود
اضطرارِ دل نقاب از روئے جاناں برکشود | گشت پیدا آنچہ اندر پردہ ہا مستور بود

مگر یہ زمین۔ آسمان۔ دریا۔ پہاڑ۔ شجر۔ حجر۔ گل۔ بوٹے۔ وحوش۔ طیور۔ جن۔ انسان۔ فرشتے۔ عرش کرسی لوح۔ قلم۔ ریل۔ تار۔ بے تار کا تار۔ موٹر۔ ٹریموے۔ جہاز۔ ہوائی جہاز۔ گرامو فون۔ اور ریڈیو وغیرہ وغیرہ غرض ہر چھوٹی سے چھوٹی اور ہر بڑی سے بڑی چیز علم الٰہی میں ایسی ہی موجود تھی جیسی آج موجود ہے۔ بس حق تعالےٰ کے علم میں جو کچھ تھا اُسے منقوش فرما لیا۔ اور جب **علمِ الٰہی** نے نقوش کی صورت اختیار کی تو اُسے **لوحِ محفوظ** کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ اور جب الفاظ کی شکل میں ظاہر ہوا تو **اعیانِ ثابتہ** کہلایا۔

## اعیانِ ثابتہ

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وجودِ حق تعالےٰ کے مراتب و اعتبارات اعیانِ ثابتہ سے شروع ہوتے ہیں۔ اعیانِ ثابتہ کے معنی حقیقت الحقائق یا حقیقت الاشیا کے ہیں۔

**اعیان** صُوَرِ علمیہ حق جل مجدہ کو کہتے ہیں یعنی علم الٰہی میں حقائق عالم کی صورتیں قرار پانے کو۔ اور حقائق اشیا کو بھی صُوَرِ علمیہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور اعیان کو معلومات و معدومات حق بھی کہتے ہیں۔ معلومات اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے حقائق عالم کو اپنے علم میں معلوم کر لیا۔ اور معدومات اس وجہ سے کہتے ہیں کہ فقط علم الٰہی میں اعیان کی صورت قرار پائی نہ ظاہر میں اسی وجہ سے متکلمین **معدوم** کہتے ہیں اور صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالےٰ عنہم **مراتب داخلی** میں صُوَرِ تعینات اسماء حق کے علم حق میں ثابت ہونے کو **اعیان** کہتے ہیں

Marfat.com

امام ... بن سلطان العارفین حضرت مولانا محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں۔ وَقَدْ كَانَ الْحَقُّ أَوْجَدَ الْعَالَمَ كُلَّهُ وُجُوْدَ شَبَحٍ مُسَوًّى لَا رُوْحَ فِيْهِ فَكَانَ كَمِرْآةٍ غَيْرِ مَجْلُوَّةٍ وَمِنْ شَأْنِ الْحُكْمِ الْإِلٰهِيِّ أَنَّهُ مَا سَوّٰى مَحَلًّا إِلَّا وَيَدُّ أَنْ يَقْبَلَ رُوْحًا إِلٰهِيًّا عَبَّرَ عَنْهُ بِالنَّفْخِ فِيْهِ وَمَا هُوَ إِلَّا حُصُوْلُ الْاِسْتِعْدَادِ مِنْ تِلْكَ الصُّوْرَةِ الْمُسَوَّاةِ لِقَبُوْلِ الْفَيْضِ التَّجَلِّيِّ الدَّائِمِ الَّذِيْ لَمْ يَزَلْ وَمَا بَقِيَ إِلَّا قَابِلٌ وَالْقَابِلُ لَا يَكُوْنُ إِلَّا مِنْ فَيْضِهِ الْأَقْدَسِ فَالْأَمْرُ كُلُّهُ ابْتِدَاؤُهُ وَإِلَيْهِ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ كَمَا ابْتَدَأَ مِنْهُ۔ (ترجمہ) اور حال یہ ہے کہ پیدا کیا حق تعالےٰ نے تمام عالم کو مانند ایک وجودِ کالبدی کے۔ کہ معتدل بنا ہوا تھا جس میں روح نہ تھی۔ پس تمام عالم آئینہ بے جلا کی طرح تھا۔ اور شان سے حکم الٰہی کے یہ ہے کہ تحقیق حق تعالےٰ نے کسی محل کو معتدل نہیں بنایا مگر اس حال میں کہ ضرور یہ ہے کہ وہ محل روحِ الٰہی کو قبول کرے۔ کہ تعبیر کی گئی اس قبولِ روح سے نفخ روح اسی محل میں۔ اور نہیں ہے وہ نفخ روح مگر استعداد و قابلیت کا حاصل ہونا ہے اس بنائی ہوئی معتدل صورت کو فیض مقدس قبول کرنے کے لئے۔ جو دائمی تجلی ہے۔ وہ ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ اور حق تعالےٰ کی طرف سے کوئی غیر مستند چیز باقی نہ رہی بجز **اَعْیَانِ ثابتہ** کے۔ اور اعیان ثابتہ کا علم نہیں حاصل ہوتا ہے مگر فیض اقدس سے۔ پس وجودِ عالم کے تمام امور حق تعالےٰ ہی سے ہیں۔ یعنی اسی سے ابتدا ہے اور اسی سے ان کی انتہا ہے۔ لہٰذا تمام عالم کے امورِ وجود کو حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے وجود سے ان کی ابتدا ہوئی ہے۔ پھر فرماتے ہیں (اصل عربی کا اردو ترجمہ) علم اعیان ثابتہ کی تحقیق کا شوق اسی بندے کو ہوتا ہے جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے۔ اور وہی ان تمام مراتب اور تمام اعتبارات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن جس وقت اللہ تعالےٰ اس پر کرم فرما کر کشف کے ذریعہ سے مطلع فرما دے۔ تحقیق کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے اپنے وجود کی اور علم کی حقیقت یعنی اعیان ثابتہ سے آگاہی بخشے۔ مگر خلیفۃ اللہ آدم کو اسی طرح مطلع کیا جیسے کہ وہ خود مطلع تھا۔ اور اعیان ثابتہ سے قبل وہ ذاتِ محض جیسی

Marfat.com

اور جہاں تھی اُس سے بھی آگاہ کر دیا۔ پس تیری ذات کا آئینہ حق تعالےٰ ہے اور حق تعالےٰ کی ذات کا آئینہ تو ہے۔ بعض عرفا ایسے بھی ہوئے ہیں کہ اِس امرِ مبہم کے علم میں متحیر ہو گئے پس دریافت کرنے سے دریافت کے عاجز ہونا نہایتِ دریافت ہے۔ اور جیسا کہ علم نے عاجز کو عجز عطا کیا ہے۔ اُسی طرح ساکت کو علم ہی نے سکوت بخشا ہے۔ تو یہ سکوت کمالِ ادراک ہے۔ اور عجز سے برتر و افضل ہے۔ اور عارف کی شناخت خاموشی ہی سے ہو سکتی ہے ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

اور اسی مقام پر چند شعر فرماتے ہیں۔ ؎

فَاِنْ قُلْتَ بِالتَّنْزِیْہِ کُنْتَ مُقَیِّدًا ۔۔۔ وَاِنْ قُلْتَ بِالتَّشْبِیْہِ کُنْتَ مُحَدِّدًا

پس اگر تو تنزیہ سے ذات محض کہیگا تو ذات کو مقید کرنیوالا ہوگا ۔۔۔ اور اگر محض تشبیہ کہیگا تو حق تعالیٰ کو محدود کرنیوالا ٹھیریگا

وَاِنْ قُلْتَ بِالْاَمْرَیْنِ کُنْتَ مُسَدِّدًا ۔۔۔ وَکُنْتَ اِمَامًا فِی الْمَعَارِفِ وَسَیِّدًا

اور اگر تو تنزیہ اور تشبیہ دونوں کہیگا تو راہِ راست پر ہوگا ۔۔۔ اور عرفان میں سردار اور بادشاہ ٹھیریگا

فَمَنْ قَالَ بِالْاَشْفَاعِ کَانَ مُشْرِکًا ۔۔۔ وَمَنْ قَالَ بِالْاَفْرَادِ کَانَ مُوَحِّدًا

پس جو شخص خلق اور خدا کو دو کہیگا وہ مشرک ہوگا ۔۔۔ اور جو شخص خلق اور خدا کو ایک کہیگا وہ موحد ہوگا

فَمَا اَنْتَ ھُوَ بَلْ اَنْتَ ھُوَ وَتَرَاہُ فِیْ ۔۔۔ عَیْنِ الْاُمُوْرِ مُسَرَّحًا وَمُقَیَّدًا

پس تو حق تعالیٰ نہیں ہے بلکہ تو حق تعالیٰ ہے کہ تو اُسے اندر دیکھتا ہے ۔۔۔ عین اشیاء کے جس حال میں وہ مطلق اور مقید ہے

اگرچہ مخلوق خالق سے تمیز کی جاتی ہے۔ پس خالق اور مخلوق ایک ہی شئے ہے۔ اور ایک ہی شئے مخلوق و خالق ہے۔ وہی ایک ذات تمام صفاتِ عالم میں جاری اور ساری ہے۔ چنانچہ وجودِ حق تعالےٰ کے مراتب کو **اعیانِ ثابتہ**۔ تنزلاتِ ستہ۔ تعینات ستہ۔ اور اعتبارات ستہ کہتے ہیں۔ اور صاحب **جواہرِ غیبی** فرماتے ہیں۔ " بدانکہ **اعیانِ ثابتہ** آئینہ وجودِ حضرت حق تعالیٰ اند۔ و عالم عکس آن وجود است کہ بواسطہ مقابل در آئینہ ظاہر گشتہ و ایں عکس را نیز ظل خوانند۔ چنانچہ ظل بنور ظاہر است و بغیرِ نور عدم است۔ پس تمام عالم بنورِ حق تعالےٰ ظاہر و روشن است۔ و خاصیتِ آئینہ آنست کہ عکس در و ظاہر میشود بر مقتضائے ہر آئینہ۔ چنانچہ در آئینہ بزرگ بزرگ و در آئینہ کوچک کوچک

Marfat.com

از آئینہ نورانی نور انی عکس ظاہر میشود۔ پس این اختلاف از ہمہ آثار و احکام آئینہ حاصل شدہ۔ و آئینہ اصلاً مرئی نمیشود۔ چنانچہ صورت در آئینہ می بینی و صورتیکہ در آئینہ می نماید آئینہ بآں صورت متصف نمی شود۔ نمی گویند کہ آئینہ آن صورت است۔ یا آن صورت آئینہ است بلکہ آئینہ سبب ظہورِ آن شدہ۔ ہمچنیں اعیانِ ثابتہ کہ صُوَرِ علمیہ حق تعالے اند حکم آئینہ دارند۔ کہ وجود حق تعالے باحکامِ ایشاں ظاہر شدہ و بصورتِ ایشاں جلوہ گر شدہ است۔ و آں اعیان متصف بوجود خود نہ شدہ اند و ہمچناں معدوم اند۔ مگر اعیان بوجود حق تعالے ظاہر شدہ اند۔

لہذا اعیانِ ثابتہ کے چھ مراتب یا چھ تنزلات ہیں۔ احدیت۔ وحدت۔ واحدیت۔ دراں ہر سہ اعتبارات کو مراتبِ داخلی کہتے ہیں، عالمِ ارواح۔ عالمِ مثال۔ اور عالمِ شہادت یعنی عالمِ اجسام (ان کو مراتبِ خارجی کہتے ہیں)

**احدیت**۔ وجودِ مطلق اطلاق کی حیثیت میں نہیں معلوم ہو سکتا ہے۔ نہ دیکھا جا سکتا ہے اور نہ اس پر کچھ حکم لگایا جا سکتا ہے۔ سوا اس کے کہ وہ موجود ہے۔ اُس کے لئے تنزلات ہیں جن کے باعث وہ معلوم اور مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اُس کے اعتبار سے تمام اشیاء برابر ہیں کہ اُن کی ترتیب میں کچھ تقدیم و تاخیر نہیں ہے۔ پس وجودِ مطلق کی نسبت آخر موجودات کے ساتھ بھی اسی طرح ہے جیسی کہ اول موجودات کے ساتھ ہے۔ پس وجودِ مطلق پر حادث کا توہم نہیں ہو سکتا حضرت اطلاق کے لئے جو تعینات ہیں وہ علم اپنی ذات کا ہے مع نسبتوں کے۔ اور اعتبارات آلہیہ کونیہ ازلیہ ابدیہ کے۔ مجملاً بغیر تفصیل اور تمیز کے۔ کوئی نسبت نسبتوں میں سے اور کوئی حکم احکام میں سے اُن کے احاطۂ علم اجمالی سے خارج نہیں ہے۔ پس یہ اوّل پردہ ہے جو اطلاق کے چہرہ پر ڈالا گیا ہے اور اسی واسطے اُس کو تعین اوّلی کہتے ہیں۔ پس سب سے پہلا مرتبہ **احدیت** یعنی لاتعین کا ہے جس کو وجودِ مطلق۔ وجودِ محض۔ ذات صرف۔ ذاتِ بیرنگ۔ ذاتِ بحت۔ ذاتِ لاظہور۔ ذاتِ ہویت۔ ذاتِ ہُوہُو۔ عدم العدم۔ قدم القدم۔ غایت الغایات۔ نہایت النہایات۔ معدوم الاشارات اور بیچون و بیچگون کہتے ہیں۔ کیونکہ شش جہت سے پیشتر ذات ہی ذات تھی اور کچھ نہ تھا۔

Marfat.com

زبے رنگی اسیر رنگہا شد | خود از خلوت برون آمد خدا شد

**وحدت**۔ اس مرتبہ میں ذاتِ باری نے مقام احدیت سے تنزل فرمایا۔ اور لباسِ تعین پہنکر حقیقتِ محمدیہ صلعم کہلائی۔ چنانچہ اس مرتبہ کو علم ذاتی۔ علم مجمل۔ تجلی اوّل۔ تعین اوّل۔ ظہور اوّل غیب الغیوب۔ ابو الارواح۔ اور حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔ اس مرتبہ میں ذات نے اپنے آپ کو لفظ انا سے تعبیر کیا ہے۔ یہ مرتبہ ظہور ذات کا پہلا مرتبہ ہے۔ کائنات کی جملہ حقیقتیں اس مرتبہ میں اسی طرح موجود ہیں جیسے تخم میں درخت پھل پھول اور پتے۔

## نظم

یکایک فضا میں ہوئی ایک جنبش | ہوا حسنِ مطلق کو شوقِ نمائش
زمانہ میں تھا اِک تجلی کا دریا | یم نور میں اِک طلاطم تھا برپا
یکایک تجلی وہ دنیا میں چھائی | جو تخلیقِ عالم کا پیغام لائی
پھر اُس نور کامل سے اک نور نکلا | سراپا تجلی سے معمور نکلا
جمال و محبت نے جلوے دکھائے | خدائی کے جلوے پرستش میں آئے

## غزل

ایکدن تھا حسن جب خود ہی محبت کوش تھا | عشق تھا لیکن کسی احساس میں روپوش تھا
فیض روح القدس ہر سو میکدہ بردوش تھا | آسماں کا ہر ستارہ محوِ نائے و نوش تھا
ناگہاں اعلان آئینِ تعین کا ہوا | جس کو دیکھا دائیٔ تحصیل عقل و ہوش تھا
فتنہ سامانی پہ آمادہ تھے جلوے حسن کے | ہوش جتنا تھا جسے آتنا ہی وہ بیہوش تھا
لحن سے معمور تھا یہ سب نظام کن فکاں | عالم امکاں کا ہر ذرہ ہمہ تن گوش تھا
دیکھتا تھا کوئی یہ جلوے بصد کیف و سرور | سامنے سارا جہاں آئینہ خاموش تھا

## نظم

زندگی مردہ تھی روح زندگی افسردہ تھی | خامیٔ تخلیق اپنے آپ سے آزردہ تھی
جلوے افسردہ تھے اپنی خامیٔ تکمیل سے | حسن تھا روپوش ابتک عشق کی تبدیل سے

Marfat.com

[illegible] نا آشنا — نغمہ تھا اک لذتِ بیتابیِ سے نا آشنا

تھی ابھی تک کامیابی خواب کے آغوش میں — آرزوئیں دم بخود تھیں حسرتِ خاموش میں

روح نے ابتک عاؤنکے مزے پائے نہ تھے — خامشی نے التجاؤں کے مزے پائے نہ تھے ۔

عالم ایجاد تھا کچھ اس طرح یعنے نہ تھا — آفرینش لفظ تھا شرمندۂ معنی نہ تھا

**واحدیّت**۔ شعر۔ سوئے تشبیہ مائل گشت تنزیہ ۔ تو مسمے صورتِ اسما برآمد۔ پھر ذات مرتبۂ وحدت سے تنزل فرماکر واحدیت کہلائی۔ اس مرتبہ میں ذات کو اپنے تمام اسماء و صفات کا علم ہے۔ **حقیقتِ آدم**۔ **تعینِ ثانی**۔ **حقیقتِ انسانیہ** - اور **تجلّی صفاتی** بھی اسی مرتبہ کو کہتے ہیں۔ پس ذات نے اس مرتبہ میں اپنے اجمال کی اس طرح تفصیل فرمائی۔

## نظم

یکایک تجلی وہ دنیا میں چھائی — جو تخلیق عالم کا پیغام لائی

جمال و محبت نے جلوے دکھائے — خدائی کے جلوے پرستش میں آئے

خدا کا وہ نائب وہ محبوب یزداں — ہوا بزمِ ہستی میں جب جلوہ فرما

مسرت کے دریا میں ہر چیز ڈوبی — زمانہ میں گویا نئی زندگی تھی

کہ انساں نے بارِ امانت اُٹھایا — فرشتوں نے سجدہ کیا سر جھکایا

درحقیقت واحدیت اپنے غیر میں یعنی کمالاتِ انفعالیہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسماء صفات کے ساتھ نامزد ہے۔ اور حقائق اسماء و صفات بھی اس کو کہتے ہیں۔ یعنی جب کمالاتِ فعلیہ الیسی چیز کے یقین میں اعتبار کئے جائیں جو تمام تعیناتِ فعلیہ کو بالاجمال جمع کرنے والی ہو بس یہی **الوہیت** ہے۔ اور اگر تفصیل و فرق میں اعتبار کئے جاویں تو **ربوبیت** کے نام سے تعبیر کئے جاتے ہیں ؎

ناگہاں کرد امرِ کن فیکون — نقش بستہ جہان بوقلمون

خود بخود آید بشکل ایں اکوان — حسب درخواست حضرتِ اعیان

Marfat.com

ط۔ نہ تراینکہ رائی ومرآت　　جز یکے بے چگونیست ہیہات

**عالمِ ارواح**۔ یہ ایک لطیف عالم ہے جو نہ تحت میں ہے نہ فوق میں۔ نہ یمین میں ہے نہ یسار میں نہ آگے ہے نہ پیچھے۔ نہ قریب ہے نہ بعید۔ اور نہ خارجِ عالم ہے نہ داخلِ عالم۔ اس عالم کو **عالمِ بسیط۔ عالمِ الطف۔ ممتنع الوجود** اور **روح الروح** بھی کہتے ہیں۔ اور افرادِ عالم کے ہر فرد میں اُس کی استعداد کے موافق متصرف ہے۔ یہ عالم بحرِ ذخار ناپیدا کنار ہے۔ ایکطرف ذاتِ بیچوں سے بکیفیت بیچونی متحد ہے دوسری طرف عالمِ اجسام سے متصل ہے۔ روحِ جاری بھی اسی سے عبارت ہے۔ اور ہر جسم کی صورت اس کی صورت پر پیدا ہوتی ہے۔ **عالمِ مثال** کو عالمِ برزخ اور روحِ جاری بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک جسم لطیف قابلِ طیر و سیر ہے۔ جو نظر تو آتا ہے مگر قابلِ لمس یعنی چھونے کے قابل نہیں ہے۔ اور اسی کے مطابق عالمِ اجسام کا ظہور ہوتا ہے۔

**عالمِ اجسام یعنی عالمِ شہادت** یہ عالم انتہائے ظہورِ ذات ہے۔ جو دیکھنے اور چھونے میں آتا ہے۔ جیسے ہمارا تمہارا جسم۔ **مثنوی**۔

| | |
|---|---|
| بود عالم تمام مرآتش | کاندرو ظاہراست آثارش |
| لیک اندر جہان کہنہ و نو | جستجوئے نمود با تک و دو |
| ہیچکس را ندید آں قابل | کہ ظہورش بود درو کامل |
| آخرالامر سوئے آدم دید | بہتر و خوب ترز عالم دید |
| متصف با صفات تنزیہی | ہم درو وصفِ نعت تشبیہی |
| زیں سبب شد خلیفہ اش انساں | دیگرے کس نبود لائقِ آن |
| اوست آئینہ صاحب الوجہین | گر بہ بینی تو با حقیقتِ عین |
| روئے سوئے خصائصِ ربّی | و جہہ طرفِ نقائصِ عبدی |
| بجاره اش با نقائصِ عبدی | جانب آن خصائصِ ربّی |
| بس ہموں ساجد است وہم مسجود | نیست در دو ہر غیر او موجود |

Marfat.com

[illegible] ثابتہ ہے ایسا ہے کہ سب ہر اعتبار سے عین ذات ہیں۔
تعینات میں صرف اعتباری غیریت ہے ورنہ دراصل غیریت نہیں۔ مگر ذاتِ باری باوجود تعینات و تنزلات کے جوں کی توں بیچون و بیچگون ہے۔

تخلیقِ عالم کا صحیح عہد مقرر کرنا بہت مشکل ہے۔ تمام مورخ ایک نقطہ پر متحد نہیں ہیں اختلاف کی کشمکش نے تعینِ وقت دشوار کر دیا ہے۔ بعض کے نزدیک زمین کی عمر چار ارب ننیس کروڑ برس کی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ کُرہ زمین کروروں برس تک جلتی ہوئی زمین کی طرح پڑا رہا۔ اس کے بعد نباتات وحوش۔ طیور پیدا ہوئے۔ بعض کا مقولہ ہے کہ تخلیقِ عالم کو ایک کرور چھہ لاکھ ستر ہزار برس ہوئے۔ اور بعض کچھ کہتے ہیں بعضے کچھ۔ مگر ہمیں قرآن شریف سے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے۔ کہ اللہ تبارک تعالےٰ نے تمام کائنات کو صرف چھہ روز میں پیدا کیا ہے۔ جس کا ہر روز آجکل کے ایک ہزار برس کی برابر تھا۔ لہذا یہ سب کائنات چھہ ہزار برس میں بن بنا کر تیار ہو گئی۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور اس نور کو بارہ ہزار برس مقام قرب میں رکھا (یعنی عما میں جسکے تحت بھی خلا تھا اور فوق بھی خلا) وہاں وہ نور مشاہدہ ذات کے باعث عرصہ دراز تک متحیر رہا۔ پھر تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوا تب حق تعالےٰ نے اس نور سے ایک گوہر پیدا کیا۔ ؎

محمدؐ دُرِّ دریائے حقیقت        محمدؐ گوہرے از کانِ عشق است

اور اس پر توجہ فرمائی تو وہ ہیبت الٰہی سے پانی ہو کر بہنے لگا۔ اور ہزار برس تک بہتا رہا۔ پس اسی سے عالمِ آب کا ظہور ہوا۔ بعدہٗ اسی نور سے عرش۔ حاملانِ عرش۔ کرسی۔ لوح۔ قلم۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ بہشت و دوزخ۔ فرشتے۔ نورِ محمدی صلعم اور دونوں کو پیدا کیا۔ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ حق تعالےٰ نے سات روز پیدا کئے جن کو یکشنبہ۔ دوشنبہ۔ سہ شنبہ۔ چہارشنبہ۔ پنجشنبہ۔ جمعہ۔ اور شنبہ کہتے ہیں۔ یعنی اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ اور سنیچر۔ یعنی ہفتہ بھی کہتے ہیں۔ اتوار کو حاملانِ عرش بنائے اور کرسی کو قائم کیا۔ پیر کو آسمان کے طبقے پیدا کئے۔ منگل کو زمین کے سات طبقے بنائے

Marfat.com

چہار شنبہ یعنی بدھ کو رات بنائی جمعرات کو زمین کی پیداوار کی پیدائش ہوئی۔ جمعہ کو آفتاب ماہتاب سیّارے ستارے بنائے۔ اور آسمانوں کو گردش دی۔ ہفتہ کو یعنی سنیچر کو تخلیقِ کائنات سے فراغت پائی۔

اس کے بعد اطراف قائم ہوئے۔ یعنی مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ اور جنوب ان کو پورب پچھم اُتر اور دکھن بھی کہتے ہیں اور ان اطراف کو حکم دیا کہ تم پانی پر چاروں طرف موج کرو اور کف نکالو

## غزل

زدریا موجِ گوناگوں برآمد — زبیچونی برنگِ چوں برآمد
چو آں دریائے بیچوں موجزن شد — حبابِ آسمان بیروں برآمد
ازیں دریائے بے امواجِ ہر دم — ہزاراں گوہرِ مکنوں برآمد
برآمد زخلوت خانہ بیروں — ہموں نقشے دروں بیروں برآمد

پھر موجِ دریا سے ہوا کا ظہور ہوا۔ ہوا کی تیزی سے جزر و مد شروع ہوا۔ اور جزر و مد سے کف کی پیدائش ہوئی۔ بس کف پیدا ہو کر پانی کی سطح پر تیرنے لگا۔ اس کے بعد آگ پیدا ہو گئی (جیسے آجکل پانی سے بجلی) آگ نے پانی میں پہنچکر شور مچایا جس سے دھواں نکلا اور وہ دھواں پانی اور کرسی کے درمیان ہوا پر معلق ہو رہا۔ بس اس دھوئیں کے سات حصے کئے اور اُن سے سات قسم کے سات آسمان بنائے۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی بلندی پانچ سو برس کی راہ بتائی جاتی ہے اُدھر کفِ دریا کے ڈھیر لگ گئے اور اس کے بڑے بڑے پشتے سطحِ آب پر نظر آنے لگے جو آفتاب کی حرارت سے سرخ اور سخت ہو گئے۔ لہروں کی تحریک نے کف کے پشتوں یا تودوں کو پانی کے ایک خاص مقام پر جمع کر دیا تھا جہاں اس وقت خانہ کعبہ ہے پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ ان سب پشتوں کو جمع کر کے پانی کی چوتھائی سطح پر پھیلا کر سات طبقے بناؤ جن کے پھیلتے ہی اس زمین کا ظہور ہوا بس زمین کے سات طبقے بنائے اور اُن طبقوں کو پہاڑوں سے دبا دیا تاکہ زمین کو جنبش نہ ہونے پائے۔

Marfat.com

# دوزخ کے سات طبقے

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ زمین کے ساتوین طبقے کے نیچے تحت الثریٰ ہے۔ جس میں دلدل ہی دلدل ہے۔ اور تحت الثریٰ کے نیچے دوزخ ہے۔ جس کے سات طبقے ہیں۔ جہنم۔ لظیٰ۔ حطمہ۔ سعیر۔ سقر۔ جحیم اور ہاویہ۔ آسمان کے بھی سات طبقے ہیں۔ ہر طبقے میں بیشمار فرشتے ہیں۔ جن کا شمار اللہ تبارک تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ فرشتے جوہر مجرد اور بسیط ہیں۔ اور اللہ کے بندے ہیں۔ اُن کا جسم لطیف و نوری ہے۔ جیسی شکل چاہیں بنا سکتے ہیں کبھی ہوا بنجاتے ہیں۔ کبھی انسانی جامہ پہن لیتے ہیں کبھی پرند بنجاتے ہیں۔ کبھی چرند۔ کبھی بہت بڑی شکل کے پرند ہو جاتے ہیں۔ کبھی نہایت چھوٹے اور حسین طائر بنکر ہوا میں طیر و سیر کرتے ہیں۔ مگر اُن سب کا اصل مقام آسمان ہے۔ ادائے خدمات کی وجہ سے زمین پر آتے جاتے ہیں۔ بعض فرشتے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں۔ بعض ہمہ تن جس وقت سے پیدا ہوئے ہیں عالم استغراق میں مستغرق ہیں۔ اُنھیں یہ بھی خبر نہیں کہ کائنات میں کیا ہو رہا ہے۔ انھیں کو کروبی کہتے ہیں۔ بعض بندوں کے اعمالنامے لکھتے ہیں۔ بعض انسانوں کی حفاظت پر مقرر ہیں۔ اور اُن کو بدی سے بچاتے ہیں۔ نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں۔ ہر انسان کے دونوں شانوں پر دو فرشتے مقرر ہیں۔ سیدھے کندھے والا نیکی لکھتا ہے۔ اور بائیں کندھے والا بدی۔ اُن کے نام کراماً کاتبین ہیں۔ اور جو فرشتے قبر انسان میں داخل ہو کر سوال و جواب کرتے ہیں۔ انھیں منکر نکیر کہتے ہیں۔ وہ فرشتے جو بارگاہِ الٰہی میں مقرب کہلاتے ہیں اُن کے نام حضرت جبرئیل۔ حضرت میکائیل۔ حضرت اسرافیل۔ اور حضرت عزرائیل علیہم السلام ہے۔

حضرت جبرئیل تمام انبیا کے پاس وحی و احکام حق لانے پر مقرر ہیں۔ توریت میں ناموس اسماعیل کی زبان میں روح القدس انھیں کو کہتے ہیں۔ حضرت میکائیل بندوں کو رزق

Marfat.com

رزق پہنچاتے ہیں اور بارانِ رحمت کا اہتمام کرتے ہیں۔ حضرت اسرافیل قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔ جس سے تمام آسمان وزمین کے ٹکڑے ہو جائینگے۔ اور حضرت عزرائیل مرنے کے وقت جسم سے جان نکالتے ہیں۔ فرشتے گناہ سے پاک ہیں۔ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ کچھ کھاتے پیتے بھی نہیں ہیں۔ اور نہ سوتے ہیں۔ اُن کی غذا تسبیح و تہلیل اور ذکرِ الٰہی ہے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ اللہ کی عبادت سے نہ گھبراتے ہیں۔ اور نہ تھکتے ہیں۔ کوئی قیام میں ہے۔ کوئی رکوع میں۔ کوئی قاعدے میں۔ اور کوئی سجدے میں ہے۔

## تخلیقِ اَجِنّہ

پھر حق تعالےٰ نے قوم بنی جان یعنی اَجِنّہ کو آتشِ بے دود سے زمین پر پیدا کیا۔ اور انھیں عبادت کا حکم دیا جس کے عرصہ تک وہ کاربند رہے۔ جنوں کا جسم آتشی ذرات اور ہوائی جزئیات کا خلاصہ ہے۔ جن کو قرآن شریف میں نارٍ جٌ مِّنْ نَّارٍ اور کہیں مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ فرمایا ہے۔ اَجِنّہ کا جسم بھی فرشتوں کی طرح نسیمی ہے۔ جو دیکھنے میں نہیں آتا۔ جنوں میں مرد و عورت بھی ہوتے ہیں۔ اور اُن کا عورات سے صحبت کرنا بھی ثابت ہے۔ وہ تنگ سے تنگ جگہ میں بھی گھس کر نکل جاتے ہیں۔ اور انسانی اجسام میں مسامات کے ذریعہ سرایت کرتے ہیں۔ جیسے وبائی امراض کے جراثیم۔ جنات عالم ملائکہ اور عالم حیوانات کے درمیان ایک برزخ ہیں۔ جس طرح عقل و طبیعت کے درمیان وہم و خیال یہی وجہ ہے۔ کہ اُن میں دونوں طرف کے حکم پائے جاتے ہیں۔ اور جنوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس قسم کا چاہیں قالب اختیار کرلیں۔ اور وہ انسان کے جسم میں مسامات کے ذریعہ اس طرح سرایت کرتے ہیں جیسے طاعون و جذام وغیرہ کے جراثیم مسامات کے ذریعہ سے انسانی جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جناب سرورِ کائنات صلعم کے زمانہ میں بھی ایک عورت پر ایک جن عاشق ہو گیا تھا جس کو آنحضرتؐ نے دفع کر دیا تھا۔ (تفسیر عزیزی سورہ جن صفحہ ۲۱۱) الغرض جنوں کی غذا زمین کی روئیدگی قسم اناج پانی اور حیوانات یعنی چرند پرند پر بھی ان کو تصرف

... عرصہ دراز تک عبادت مقررہ کرتے رہے۔ بعدہٗ گمراہ ہو گئے تو ان کی ہدایت کے لئے انھیں میں سے ایک پیغمبر مقرر فرمایا جس کا نام حضرت یوسف علیہ السلام تھا۔ اور وحی کے ذریعہ احکام الٰہی آپ پر نازل ہوا کئے۔ جنوں میں آتش عشق، فسق و فجور، فتنہ و فساد، قتل و خونریزی جب حد سے زیادہ تجاوز کر گئے تو حضرت یوسفؑ نے انھیں بجبر روکنے کی کوشش کی تو جنوں نے اپنے پیغمبر کو بھی قتل کر دیا۔ اس پر حضرت اسرافیلؑ کو حکم ہوا کہ مع چند فرشتوں کے زمین پر جاؤ اور ان کی آلائش سے زمین کو پاک کر دو مگر اس طرح کہ بوڑھے اور بچے محفوظ رہیں۔ اور وہ چھوٹے چھوٹے جزیروں میں کر دیئے جائیں۔ پس حضرت اسرافیلؑ نے زمین پر آ کر حکم باری کی تعمیل کی۔ اور جنوں کے وجود سے زمین کو پاک کر دیا۔ بوڑھے اور بچوں کو چھوٹے چھوٹے جزیروں میں پہنچا دیا۔ مگر ایک بچہ عزازیل نامی جس کے والدین مع تمام عزیز و اقارب کے اس ہنگامے میں کام آ چکے تھے۔ تو حضرت اسرافیلؑ نے اس کی بابت درگاہ باری میں عرض کی کہ اس کی بابت کیا حکم ہے۔ اس کی پرورش کیونکر ہو گی۔ حکم ہوا کہ یہ ملائکہ کی زیر نگرانی پرورش پائے گا۔ پس عزازیل یعنی ابلیس نے فرشتوں میں پرورش پائی اور بڑھ کر اس قدر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا کہ فرشتوں سے بھی بازی لے گیا۔ اور معلم الملکوت مقرر ہوا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سورۂ جن کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس طرح انسانوں میں مذاہب کا اختلاف ہے اسی طرح اجنہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ بعض ان میں سے جبریہ ہیں۔ بعض قدریہ۔ بعضے ہنود ہیں۔ بعضے مسلمان۔ بعض رافضی ہیں۔ بعض خارجی۔ بعضے مقلد ہیں۔ بعضے غیر مقلد۔ بعضے نصرانی ہیں۔ بعضے یہودی۔ اور بعضے آتش پرست بھی ہیں۔ (تفسیر عزیزی سورہ جن صفحہ ۱۱)

پھر فرماتے ہیں کہ ہندی بولی میں جنوں کو بوتہہ (یعنی بھوت) کہتے ہیں۔ جو اجنہ بندگان خدا کی ایذا رسانی پر قصداً مستعد ہیں ان کو ڈائنٹ یا ڈینیت کہتے ہیں۔ فارسی زبان میں شریر اور بد جن کو دیو۔ اور اچھوں کو پری کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ عربی میں شریر قسم کے جن کو شیطان و خبیث کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور اچھوں کو جن کہتے ہیں۔ حدیث نبوی سے

Marfat.com

ثابت ہے کہ اجنہ جو صورتیں اختیار کر لیتے ہیں ان کی شکلوں میں بہت اختلاف ہو۔ بعض کے پر ہوتے ہیں جو ہوا میں پرواز کرتے ہیں۔ بعض سانپ اور کتے بلی کی شکل میں پھرتے ہیں۔ بعضے آدمیوں کی صورت ہوتے ہیں اور گھر بار بھی رکھتے ہیں۔ مقام و کوچ بھی کرتے ہیں لیکن اکثر ویرانوں جنگلوں اور پہاڑوں میں ان کے مقامات ہوتے ہیں جو آدمیوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ان میں سے اکثر ہمارے علما و فقرا سے علم ظاہر و باطن کی تعلیم پاتے ہیں اور بعض بیعتِ طریقت بھی اختیار کرتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی صفحہ ۱۰۲)

# تخلیق آدم علیہ السلام

تاریخی لحاظ سے یہ ایک بے ڈھب اور ٹیڑھا سوال ہو کہ انسان فانی اس دنیا میں کب اور کیونکر پیدا ہوا۔ بعض کا مقولہ ہے کہ آدمی سے پہلے اس دنیا میں انسان کا گروہ اولین موجود تھا مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ اپنا دور پورا کر کے کب ختم ہو گیا۔ بعض یورپین اور عربی سیاحوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ انڈومن کے دور افتادہ جزیروں میں۔ افریقہ کے صحرا میں۔ خلیج بنگال میں۔ ہمالیہ کے بعض حصوں میں۔ اور ڈلہا وزی پہاڑ کے اکثر کھنڈوں میں انسان نما حیوان ابتک پائے جاتے ہیں۔ جو انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ اُن کی خوراک جنگلی پھل۔ شہد۔ نباتات کی جڑیں اور چرندوں، پرندوں کا گوشت ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہو کہ وہ آدمی سے بہت زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ بعض یورپین مورخ کا بیان ہے۔ کہ بندر ترقی کرتے کرتے انسان ہو گیا۔ اور یہ سب موجودہ انسان میمونی یعنی بندر کی نسل سے ہیں۔ مگر ہمیں اُن کی اس رائے سے بالکل اتفاق نہیں ہو۔ ہمیں تو قرآن پاک یہ بتاتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (ترجمہ) اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد کیا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ کیا تو زمین پر ایسے لوگوں کو پیدا کریگا (جو اجنہ کی طرح) زمین پر خونریزی فتنہ و فساد کریں گے۔ اور ہم تو برابر تیری تسبیح و تعریف کرتے ہیں اور

Marfat.com

[illegible] ان پر حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو کچھ ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔
خواجۂ عالم صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو روئے زمین کی مٹی کے ست سے بنایا جس میں ہر قسم کی نرم۔ سخت۔ اچھی۔ بری۔ کالی۔ اور پیلی مٹی شامل تھی۔

# آدم علیہ السلام کا خاکی پتلہ کس جگہ بنایا گیا

معتبر روایاتِ حضرت شیث علیہ السلام سے ثابت ہے۔ کہ حضرت آدمؑ کا قالب خاکی مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان کی زمین پر بنایا گیا۔ غرضکہ حضرت عزرائیلؑ نے ہر طرح کی مٹی اس زمین پر جمع کردی اس پر ساقیٔ رحمت نے بارش کی۔ جس سے مٹی کا گارا بن گیا۔ لہذا پانی اور مٹی کے گارے سے حضرت آدمؑ کا خاکی پتلہ قدرت کے سانچہ میں ڈہل کر اس زمین پر تیار ہوگیا۔ اور وہ خاکی پتلہ چالیس برس تک اسی زمین پر پڑا رہا۔ حضرت آدم کا قالب خاکی وجود میں آنے سے دو ہزار برس قبل عالم ارواح وجود میں آچکا تھا یعنی وہ تمام روحیں پیدا ہو چکی تھیں۔ جو قیامت تک اُن کی نسل سے پیدا ہونے والی تھیں۔ اس وقت بھی خواجۂ عالم صلعم کی روح مقدس تمام ارواح انبیاء کی تربیت میں مصروف تھی۔ یعنی آپؐ کی روح عالم ارواح میں بھی تمام ارواح انبیاء کی نبی تھی۔ جب چالیس برس کے بعد ذاتِ باری نے آدمؑ کے قالب خاکی کی طرف توجہ فرمائی اور ارادہ کیا کہ اس میں جان ڈالی جائے۔ روح کو حکم ہوا کہ اس خاکی پتلہ میں داخل ہوجا۔ تو وہ بہت گھبرائی اور داخل ہونے سے تامل کیا۔ ؏ رباعی۔

روزیکہ بروح پاک آدم بہ بدن | شد حکم درآئی در آمد در تن
گفتند فرشتگان بمن الحسن | در تن در تن درآ در آمد در تن

پس اسی وجہ سے روح کو خوش لحنی سے علاقہ ہے۔ لہذا مُنہ اور نتھنوں کے ذریعہ ذات مطلق نے اس میں اپنا دم پھونک دیا۔ اس خاکی پتلہ میں (جو کھن کھن بجتا تھا) جہاں جہاں روح سرایت کر جاتی تھی وہ گوشت پوست سے بدلتا جاتا تھا جب سینہ تک روح پہنچی تو حضرت آدمؑ نے

Marfat.com

اٹھنے کا قصد کیا۔ مگر اٹھتے ہی گر گئے۔ تو ارشاد ربی ہوا وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً ترجمہ یعنی انسان بڑا جلد باز ہے۔ اور جب سارے جسم میں روح سرایت کر گئی تو آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور چلنے پھرنے لگے۔ حضرت آدمؑ کا پتلہ خاکی کی ساخت کے ساتھ ساتھ قدرت نے چند کھجور کے درخت پیدا کر دیئے تھے۔ ان میں بالکل گٹھلی نہ تھی اور وہ کھجوریں زیادہ ملائم تھیں۔

# حضرت آدمؑ کی پہلی غذا

کیونکہ حضرت آدمؑ کے منہ میں کوئی دانت نہ تھا اس لئے آپ نے جو سب سے پہلے غذا کھائی وہ کھجور تھی جو نہایت ملائم اور بے گٹھلی کی تھی پھر بتدریج آپ کے دانت نکلے۔ مگر یہ صاف پتہ نہیں چلتا کہ آپ اس زمین پر کب تک مقیم رہے۔ توریت سے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے۔ "خدا نے آدم کو مٹی اور پانی کے گارے سے اپنی صورت پر بنایا۔ وہ فضل و کرم میں خدا کی مانند ہے۔ آدم و حوا کو زمین پر پیدا کر کے ان کو باغ عدن عطا کیا۔" جب حضرت آدم زمین پر رہنے سہنے لگے تو انہوں نے اپنے گرد و پیش سوا وحوش و طیور کے کچھ نہ پایا اس سبب سے دل بہت گھبراتا تھا۔ ذات باری نے آدمؑ کی اس پریشانی کو محسوس فرمالیا۔ چنانچہ ایک دن ان پر گہری نیند طاری کر دی اور حق تعالے نے ایک فرشتہ کو حکم دیا۔ کہ آدمؑ کے بائیں پہلو میں شگاف دو۔ بس شگاف ہوتے ہی آپ کے پہلو سے حضرت حوّا برآمد ہوئیں۔ اور قدرت الٰہی سے آناً فاناً جوان ہو گئیں۔ جب آدم چونکے یعنی نیند سے بیدار ہوئے۔ تو انھوں نے اپنے پہلو میں ایک حور وش خاتون کو پایا۔ تو اس سے دریافت کیا۔ کہ تو کون ہے؟ حوّا نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب آدمؑ نے عرض کی کہ بارالٰہا! یہ کون ہے۔ ندا آئی۔ کہ تیرے جسم کا ٹکڑا۔ میری بندی۔ اور تیرا جوڑا ہے۔ یہ سنکر آدمؑ سجدہ شکر بجا لائے۔ اسی دن حاملان عرش نے آدم و حوا کا نکاح پڑھایا۔ جب مہر دریافت کیا۔ تو ارشاد ہوا کہ ہمارے حبیب حضرت محمد صلعم پر دس بار درود پڑھو تو مہر ادا ہو جائیگا پس انہوں نے جبرئیل امین کی حسب فہمائش درود شریف پڑھا۔

Marfat.com

[...] آدم سے پہلے فرشتوں نے فساد اور خونریزی کا حضرت آدم پر الزام لگایا تھا اور اپنے علم اپنی تسبیح و تہلیل پر فخر کیا تھا اس لئے وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ۔ اور اللہ تعالےٰ نے آدم کو کل اسما و صفات کا علم عطا فرما دیا۔ كُلَّهَا کا لفظ کچھ اس قدر وسیع ہے جس کی سمائی کونین میں نہیں۔ غرض جب تمام اسماء اور کل ذات و صفات کا حضرت آدم کو علم دیدیا گیا تو پھر اور کیا باقی رہ گیا۔ پھر آدمؑ کے سامنے ان تمام فرشتوں کو طلب کیا جنھوں نے اعتراض کیا تھا۔ اور اُن سے اُن چیزوں کے اسما و خواص اور حقیقت الخالق دریافت کی اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو ان کے نام معہ صفات و حقیقت کے بتاؤ۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ بار الٰہا! ہم قطعی لاعلم ہیں کچھ بھی نہیں بتا سکتے۔ ہم کو تو صرف اسی قدر علم ہے۔ جتنا تو نے بتا دیا ہے۔ تو بیشک پاک ہے بڑے علم والا۔ اور بڑی حکمت والا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضرت آدمؑ سے فرمایا کہ اے آدم! تم تو ان سب کے اسما و صفات معہ خواص و حقیقت کے بتاؤ۔ پس اُنھوں نے فرفر بیان کر دیئے تو اللہ تعالےٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ "میں تم سے کہتا نہ تھا کہ میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزیں جانتا ہوں جو تم ظاہر کر دیتے یا اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھتے ہو"۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ٥ ترجمہ (یعنی جب ہم نے فرشتوں (اور جنوں) کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے۔ اس نے تکبر کی وجہ سے حکم عدولی کی اور کافروں میں سے ہو گیا (یہ واقعہ حوا کی پیدائش سے پہلے کا ہے) جس روز حضرت حوا عالم وجود میں آئیں اور ان دونوں کا حاملانِ عرش کے سامنے نکاح بھی بندھ چکا تو اسی روز ایک فرشتہ آدم و حوا کے پاس زمین پر آیا اور جنت سے دو حلّے لایا جو ان دونوں کو پہنا کر جنت الفردوس میں لے گیا اور وہاں خلیفۃ اللہ کو تخت خلافت پر بٹھا دیا۔ خلیفہ کا تخت پر بیٹھنا تھا کہ نیابت کے تمام فرمان جاری ہو گئے۔ شعر

اگر بر صورت او نیست آدم
خلافت را چگونہ نائب آمد

اور حضرت آدمؑ سے ارشاد باری ہوا وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا

Marfat.com

رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا - وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ترجمہ اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم! اب تم اور تمہاری بیوی جنت ہی میں سکونت اختیار کر لو اور ہر شے کھاؤ پیو جس جگہ چاہو تفریح کرو کیونکہ تمام جنتوں کے تم مالک اور ہمارے خلیفہ ہو) اور اس درخت (گندم) کے ہرگز نزدیک نہ جانا (جو بیچوں بیچ جنت میں ہے) ورنہ تم بھی ظالموں میں شمار کئے جاؤ گے۔

## آٹھوں جنتوں کے نام

جنتیں آٹھ ہیں۔ جنت الفردوس۔ جنت العدن۔ جنت الخلد۔ جنت نعیم۔ جنت الماویٰ۔ دار السلام۔ دار القرار۔ دار المقامہ۔ **جنت کا بیان صرف قرآنی الفاظ میں**۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جو شخص اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے۔ اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ وہ دونوں گنجان درختوں والی ہیں (یعنی جن کے ہر درخت میں بہت سی سرسبز شاخیں ہیں) جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان دونوں جنتوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہونگی۔ (وہ لوگ جن کو جنتیں عطا کی جائینگی) وہ استبرق وسنجاب (یعنی نہایت خوبصورت ریشمی کپڑوں) کے فرش پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اور میوہ جات جن کی ان کو خواہش ہوگی خود بخود ان کے نزدیک یعنی منہ کے قریب ہو جائینگے۔ اور محلوں میں نیچی نظر رکھنے والی حوریں ہوں گی۔ جن کے قریب تک (ان جنتیوں سے پہلے) کوئی جن و بشر نہ گیا ہوگا۔ اور وہ محل یاقوت و مرجان کے ہوں گے۔ اور سوا ان کے اور جنتیں ہیں جو نہایت سرسبز و شاداب ہیں (یعنی جن کی سبزیاں مثل ہیں) جن میں آبشاروں اور چشموں کے مناظر ان میں اور چار چاند لگائے ہوئے ہیں۔ ان میں قسم قسم کے میوے کھجوریں اور انار ہیں۔ ان میں بھی خوبصورت خوب سیرت حوریں ہیں۔ جو خیموں میں بٹھائی گئی ہیں۔ جن کو کسی جن و انس نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا قبل جنتیوں کے۔ اور وہ لوگ سبز مشجر یعنی بے نظیر قالینوں پر تکیہ لگا بیٹھیں گے" بس قرآن شریف کے مضامین ختم ہوئے۔ لہذا جو متقی و پرہیزگار ہوگا اللہ پاک اسے جنت عطا کرے گا جن میں عجیب وغریب مکانات ہیں۔

Marfat.com

# مسدس جنت

مہر کی طرح سے ہر خانۂ ذیشاں پرنور    رُخ ہر اک حور کا مثلِ مہِ تاباں پرنور
صورتِ انجمِ فلک ہر گلِ خنداں پرنور    سرو ہر اک صفتِ سروِ چراغاں پرنور
شب ہی نے روز ہے خالق کی عجب قدرت ہے
ماہ کی اور نہ خورشید کی واں حاجت ہے

گُلِ شبّو کی سحر کو وہ بہار ایک طرف    جلوہ گر ایک طرف برگ تو بار ایک طرف
روشوں پر وہ صنوبر کی قطار ایک طرف    ڈالیاں پہنے ہوئے پھولوں کے ہار ایک طرف
خرم و تازہ و تر صحن بھی گلزار بھی ہے
تر زباں ذکرِ الٰہی میں ہر ایک خار بھی ہے

شمع پروانے کا وہ سوز و گداز ایک طرف    بلبل و گل میں نئے راز و نیاز ایک طرف
طوطیِ تیز زباں نغمہ طراز ایک طرف    چمنستان کے حسینوں کا وہ ناز ایک طرف
نور ہنگامِ طرب دیکھ کے خورسند کوئی
کوئی خنداں ہے ہر اک دم تو شکر خند کوئی

واں کے ہر پھول کی خوشبو میں ادنیٰ ہے اثر    تلخیِ موت فراموش ہو سونگھے جو بشر
دل شگفتہ ہو جو دیکھے طرفِ غنچۂ تر    گُل لالہ کے قریں جا کے مٹیں داغِ جگر
دیکھے بیمار جو نرگس کو تو صحت ہو جائے
کور آنکھوں سے لگا لے تو بصارت ہو جائے

ہے وہ جنت کے درختوں کا نرالا جوبن    ہر طرف رقص کناں پھرتے ہیں طاؤسِ چمن
جب چٹکنے میں ہنسے غنچۂ نسرین و سمن    جاگ اٹھا سبزۂ خوابیدہ میانِ گلشن
پھول کو جانتی ہے آنکھ کا تارا نرگس

## کر رہی ہے چمنستاں کا نظارا نرگس

مدح فردوس بریں کس کی زباں سے ہو ادا — جس کی خود کرتا ہے قرآں میں تعریف خدا
وہاں کے آرام کا ہر اک کو تصور جو رہا — عمر بھر تارکِ دنیا رہے سارے فقرا

دکھ نہیں، درد نہیں، گردشِ ایام نہیں
عیش و راحت کے سوا رنج کا واں نام نہیں

پیری و خستگی و ضعف و نقاہت معدوم — رشک و کبر و حسد و بغض و عداوت معدوم
اس طرح آفت و تکلیف و مصیبت معدوم — جیسے دنیا میں بشر کیلئے راحت معدوم

مختصر عرض کروں طول کا ہنگام نہیں
مرگ و آزار و غم و درد کا واں نام نہیں

پھل جو اس باغ میں ہیں ان کی بھلا کیا تعریف — انتہا یہ ہے کہ خود کرتا ہے خالق توصیف
وہ مفرح کہ جواں دم میں ہو سونگھے جو ضعیف — پاک خوش ظاہر و خوش باطن و پر مغز و لطیف

ان کے نزدیک جو مشتاق چلے جاتے ہیں
نظرِ شوق کی گرمی سے ڈھلے جاتے ہیں

پھل ہیں پھولے سے مگر بڑھ کے ہیں خوشبو ان میں — بند ہوں دیکھ کے لب ہیں وہ حلاوت ان میں
آبِ کوثر کے حبابوں کی لطافت ان میں — ہے گراں رنگ بھی ایسی ہے نزاکت ان میں

ذائقہ وہ ہے جو بہتر ہے کہیں بہتر سے
جلد وہ صاف کہ سب تخم عیاں باہر سے

جانور واں کے وہ خوش وضع خوش انداز حسیں — آنکھیں ہر ایک کی یاقوت و زمرد کے نگیں
گل شکم پہ ہیں کسی کے تو بسانِ پرویں — صورتیں بہتر و خوشتر تو صدائیں رنگیں

زمزمے بھی ہیں ترانے بھی ہیں آہنگ بھی ہیں
ہیں اگر مختلف اللّون تو یکرنگ بھی ہیں

Marfat.com

[illegible] جا بیٹھا    سب سے اونچا کوئی بالائے شجر جا بیٹھا
کوئی آیا ادھر ادھر کوئی اُدھر جا بیٹھا    شوق میں کوئی قریبِ گلِ تر جا بیٹھا

سب نے اُڑ کر کبھی چکر کیا گلزاروں پر
جا بجا آئے کبھی خلد کی دیواروں پر

انکی خوش خلقیاں دلکش تھا ادائیں پیاری    ہیئتیں وہ کہ عیاں شانِ جنابِ باری
سُرخ کوئی کوئی زرد، اور کوئی زنگاری    تن پہ بعضوں کے عجب حُسن کی میناکاری

عاشق اصحاب کے شیدا شہ لولاک کے ہیں
نام سینوں پہ رقم پنجتنِ پاک کے ہیں

دوڑتا جائے اگر اوج ہوا پر طائر    اور بہشتی کوئی رغبت سے اُدھر ہو ناظر
ہو کے بریاں اُسی دم مُنہ کے قریں حاضر    اُسکی لذّت کا بیاں کیا کہ زباں ہی قاصر

سیر ہو کر جو ذرا آنکھ اُدھر سے مڑ جائے
کہکے یا قادر و قیّوم وہ طائر اُڑ جائے

جا بجا نیلم و یاقوت و زبرجد کے محل    ہیں بلند ایسے کہ ہوں پست مقابل میں جبل
جلوۂ نور سے روشن ہو ہر اک دل کا کنول    حُسن میں اُس سے وہ اعلیٰ تو یہ اس سے افضل

کس قرینے سے ہیں اشیائے ضروری اُن میں
فرش سُندس کا ہے اور تختِ بلوری اُن میں

اُن مکانوں کی ثنا کیا ہو جو ایسے ہوں حسیں    جنمیں ہو مشکِ تر و عنبرِ خالص کی زمیں
نقرئی ہیں کہیں دیواریں طلائی ہیں کہیں    نصب کس حُسن سے ہیں انمیں جواہر کے نگیں

لطف ہر چیز کا واں خارجِ اندازہ ہے
ایک موتی کا کسی قصر کا دروازہ ہے

حوریں غرفوں میں بیٹھی ہوئی باعشق و سرور    عطر کی تن میں مہک پہنے ہوئے خلعتِ نور

Marfat.com

چاند سے رُخ تو ہر اک عضوِ بدن رشکِ بلور — حیرتی چشم کو ہو حسن کا اس درجہ غرور

ماسوا حسن کے خوش باطن و بے کینہ ہیں
موئے تن پیشِ نظر جوہرِ آئینہ ہیں

ناز و انداز انوکھے وہ کرشمے وہ جمال — نشۂ جامِ مئے حسن کا مستانہ وہ چال
سرنگوں جن سے مہ نو بھی ہوا بروئے ہلال — حسرتیں قتل ہوں لاکھوں کی وہ آنکھیں قتال

کم ہے جاں اپنی اگر دیکھے کوئی پائے انھیں
مرگ چاہے تو بشر خواب میں دیکھ آئے انھیں

جب شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کیا تو حق تعالےٰ نے اُس سے دریافت کیا کہ تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا؟ اور میری حکم عدولی کیوں کی؟ جواب دیا کہ بھلا میں اور آدم کو سجدہ کرتا جس کو تو نے سڑی ہوئی مٹی کے گارے سے بنایا ہے۔ اور میں جوہر لطیف یعنی آگ سے بنا ہوں۔ پھر بھلا میں اُسے کیونکر سجدہ کرتا۔ تو ارشاد ہوا کہ اے مردود تو یہاں سے یعنی آسمان سے نکل جا۔ تجھ پر قیامت تک میری لعنت رہے گی۔ یہ سُنکر اُس نے دُعا کی کہ بارالٰہا! مجھے قیامت تک موت نہ آئے۔ اور آدمؑ اور بنی آدم کے بہکانے کی بھی طاقت عطا فرما۔ حکم ہوا کہ اچھا تیری یہ دُعا بھی قبول کی گئی۔ تو اس نے حق تعالےٰ کے عزت و جلال کی قسم کھا کر کہا کہ جب تک میری جان میں جان ہے آدمؑ اور بنی آدم سے بُرے کام کرانے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ اس پر حق تعالےٰ نے بھی اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا۔ کہ جب تک تیرے بہکائے ہوئے گناہگار مجھ سے توبہ کئے جائینگے میں بھی اُنھیں بخشے ہی جاؤں گا۔ اور جو تیری پیروی کرینگے اُن سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ بس یہ سُنکر شیطان آدمؑ اور اولاد آدم کا دشمن ہو گیا۔ اور حضرت آدم کو بہکانیکی تدبیریں سوچنے لگا۔ اُدھر حضرت آدمؑ و حوا جنت کے مناظر سے باغ باغ تھے اور بہت اچھی طرح سے اپنی زندگیاں بسر کرتے تھے۔ کہ معلم الملکوت کی ایک تدبیر کارآمد ہوئی اور وہ سانپ بنکر مور کے ذریعہ جنت میں جا پہنچا۔ اور حضرت حوا و آدم کو دھوکے سے گیہوں کھلا ہی دیا۔ بس گیہوں کے دانے

Marfat.com

[illegible] جنت ان کے جسموں سے اتر پڑے۔ اور دونوں برہنہ ہوگئے۔ وہ بہشتی لباس اس قدر لطیف تھا جس کی نشانی ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے ناخونوں پر اس وقت تک باقی ہے۔ غرض آدمؑ و حوا برہنہ ہوگئے۔ یعنی دونوں کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں۔ اس شرمندگی سے وہ اِدہر اُدہر بھاگنے لگے۔ تو ارشادِ ربّی ہوا۔ کہ اے آدمؑ! کیا مجھ سے دور بھاگتے ہو۔ عرض کی۔ بارِ الٰہا! تجھ سے مجال گریز کہاں ہے۔ اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ اور برہنگی سے شرماتا ہوں پس انھوں نے انجیر کے پتّوں سے اپنے جسم چھپائے۔ پھر حق تعالٰے نے ارشاد کیا۔ کیا میں نے تم کو منع نہ کیا تھا؟ کہ اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ اور کیا یہ نہ کہہ دیا تھا؟ کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ تب وہ گڑگڑا کر عرض کرنے لگے۔ "اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر تو رحم فرما کر نہ بخشے گا۔ تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہے" ارشاد ہوا کہ تم زمین پر جاؤ ایک مدّت تک زمین پر تمہاری جگہ ہے۔ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ اور ارشاد ہوا کہ تم میں سے بعض بعض کے دشمن رہیں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ تم زمین ہی پر زندگی بسر کروگے اور وہیں جیو مروگے۔ قیامت کے دن زمین سے نکالے جاؤگے۔ پھر حکم ہوا۔ اچھا اب تم جنت سے باہر جاؤ۔ چونکہ گیہوں میں غذائیت تھی۔ اور غذائیت سے خوائجِ ضروریہ کا صادر ہونا لازم تھا۔ اسی بنا پر بعض درویش دنیا کو حضرت آدمؑ کا بیت الخلا کہتے ہیں) یہ کہکر حضرت آدمؑ۔ حضرت حوّا۔ اور ابلیس کو جنت سے خارج کرکے زمین پر بھیجدیا۔ جنّت سے نکلتے وقت آدمؑ اور حوّا ساتھ ساتھ تھے۔ جب زمین پر بھی دونوں ساتھ آئے تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا۔ کہ اے آدم! خدا کا حکم ہے کہ اب تم دونوں ساتھ نہ رہ سکوگے۔ بس یہ کہتے ہی دونوں دفعتًا جدا کردیئے گئے۔ حضرت آدمؑ آن واحد میں سراندیپ پہنچا دیے گئے۔ اور حوّاؑ سمندر کے اس کنارہ پر جسکو جدّہ کہتے ہیں۔ حضرت آدمؑ کے گیہوں کھانے میں جو مصلحتیں مخفی تھیں انھیں حق تعالٰے ہی جانتا ہے۔ مگر میں اتنا ضرور عرض کرونگا کہ جنّت دارالسلام تھا اس میں دارالملام کی لذتیں معدوم تھیں کیونکہ وہاں تو ؎

مرگ نہیں۔ درد نہیں۔ لذتِ آلام نہیں
عیش و راحت کے سوا رنج کا وہاں نام نہیں

بس اُن کے جنّت میں رہنے سے اُن کی تخلیق کی علّت غائی مفقود ہو گئی تھی یعنی عشق و درد و شوق سوز و سازِ عشق۔ رازِ عجز و نیازِ عشق۔ بیقراری عشق۔ جانگدازی عشق۔ دلخراشی عشق۔ الغرض جدا ہوتے ہی دونوں طرف آتشِ عشق بھڑک اٹھی۔ دونوں بیقرار ہو گئے۔ لہٰذا حضرت آدم اپنی خطا پر اور حوّا کے عشق میں اتنا روئے کہ اُن کی آنکھوں سے چشمے جاری ہو گئے جن سے جانور پانی پیکر سیراب ہوتے تھے۔ اُن دونوں میں پورے تین سو برس تک علیحدگی رہی۔ ایک روز آدمؑ نے نہایت بے چین ہو کر آنحضرت صلعم کا واسطہ دیکر جناب باری کی بارگاہ میں سربسجدہ ہو کر دعا مانگی کہ الٰہی محمد الرسول اللہ صلعم کے طفیل میں تو میری توبہ قبول فرمالے اور میری خطا و نسیان کو معاف کر دے۔ بس جناب باری نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ ہم نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی اور اُن کی بریت کا یہ قطعی فیصلہ سُنا دیا۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (ترجمہ) ہم نے اِس سے پیشتر آدم سے ایک عہد لیا تھا وہ اُسے بھول گیا۔ اُس میں اس کا قصد شامل نہ تھا جو اُس کا قصور مانا جائے۔

# عرفہ و عرفات

بس اے جبرئیلؑ! تم آدم کو بشارت دو کہ تمہاری توبہ قبول ہوئی۔ اور جس طرح یہ دونوں دفعتاً جُدا کئے گئے تھے اُسی طرح فوراً ان دونوں کو ملا دو۔ چنانچہ حضرت جبرئیلؑ کو نویں ذی الحجہ کو علی الصباح یہ حکم ملا تھا۔ لہٰذا اُنھوں نے ان دونوں کو اس پہاڑ پر جس کو اب **جبل عرفات** کہتے ہیں لاکر ملا دیا۔ مگر تین سو برس کی مفارقت کی تکالیف کی وجہ اور گیہوں کھانے کی غلطی کے باعث آدمؑ و حوّا کی صورتیں اس قدر بدل گئی تھیں کہ نہ آدمؑ نے حوّا کو پہچانا۔ اور نہ حوّا نے آدمؑ کو۔ تو جبرئیلؑ نے دونوں کا باہم تعارف کرایا۔ تعارف ہوتے ہی یہ دونوں لپٹ کر بیہوش ہو گئے۔ چنانچہ تین سو برس کی جدائی کے بعد پھر جس تاریخ آدمؑ نے حوّا کو۔ اور حوّا نے آدمؑ کو پہچانا وہ ۹ ذالحجہ تھی۔ بس اسی وجہ سے ۹ ذالحجہ کو **عرفہ** کہتے ہیں۔ اور جس پہاڑ پر پہچانا

Marfat.com

# حجر اسود کی اصلیت

جب آدم و حوا ہوش میں آئے تو اس وقت وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ۰ (ترجمہ) اور جب پروردگار نے آدم کی پشت سے اولاد نکالی۔ اور ان سے ان کی اولاد کو نکالا۔ (یعنی جو روحیں ان کی صلب سے قیامت تک پیدا ہونے والی تھیں) اور انھیں کو ان کے اقرار پر گواہ کیا۔ پھر ان سے حق تعالے نے کہا۔ "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں"؟ تو سب نے بالاتفاق کہا۔ بیشک تو ہمارا رب ہے۔ "بلیٰ" کا اقرار متفق علیہ تمام ارواح نے ہمزبان ہو کر کیا۔ لیکن سلطان المشائخ حضرت محمد بن احمد بن علی بخاری بدایونی رحمتہ اللہ علیہ یعنی خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ راحت القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جب شمس دبیرؒ نے حضرت بابا گنج شکر فریدؒ سے دریافت کیا کہ جب سب روحوں نے "بلیٰ" کا اقرار کیا تھا تو پھر یہ مومن و کافر کیسے نظر آتے ہیں؟ حضور شیخ الاسلامؒ نے جواب دیا۔ کہ ہاں "بلیٰ" کا اقرار تمام روحوں نے متفقہ کیا تھا۔ مگر جس وقت اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کی صدا بلند ہوئی تو تمام روحوں کے چار حصے ہو گئے تھے۔ ایک حصے نے دل اور زبان دونوں سے اقرار کیا تھا اور متواتر دو سجدے کئے تھے۔ وہ گروہ انبیا۔ اولیا، صدیقوں اور پارسا لوگوں کی ارواح کا تھا۔ دوسرے حصے نے دل اور زبان دونوں سے اقرار کیا اور سجدہ کیا۔ وہ حصہ مسلمانوں کی ارواح کا تھا۔ لیکن جنھوں نے "بلیٰ" کہا اور دل سے کہا مگر زبان سے نہ کہا۔ اور سجدہ کیا۔ چونکہ دل سے انھوں نے یقین کر لیا تھا۔ وہ ارواح ان لوگوں کی ہیں جو اوّل کافر وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور آخیر میں مسلمان ہو جاتے ہیں۔ تیسرے حصے نے زبان سے تو کہا لیکن دل سے نہ کہا اور سجدہ بھی کیا پھر دل سے کراہت کی کہ کیوں کیا۔ وہ ان لوگوں کی روحیں ہیں جو شروع میں تو مسلمان ہوتے ہیں اور آخر میں کافر ہو

Marfat.com

مرتے ہیں۔ چوتھے حصے نے صرف زبان سے "بلیٰ" کہا نہ کہ دل سے۔ اور نہ سجدہ کیا یہ ان لوگوں کی روحیں ہیں جو اوّل و آخر کافر ہی رہتے ہیں۔

# میثاق

بس جب تمام ارواح نے متفقہ "بلیٰ" کا اقرار کیا تو اللہ تبارک تعالےٰ نے فرمایا۔ فَاِنِّیْ اُشْهِدُ عَلَیْکُمُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ وَاُشْهِدُ عَلَیْکُمْ اَبَاکُمْ اٰدَمَ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهٰذَا۔ اِعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ غَیْرِیْ وَلَا رَبَّ غَیْرِیْ وَلَا اِلٰهَنَا وَلَا تُشْرِکُوْا بِیْ شَیْئًا اِنِّیْ اُرْسِلُ اِلَیْکُمْ رُسُلِیْ یُذَکِّرُوْنَکُمْ عَهْدِیْ وَمِیْثَاقِیْ وَاُنْزِلُ عَلَیْکُمْ کُتُبِیْ ہ (ترجمہ) میں تمہارے اس اقرار (بلیٰ) پر ساتوں آسمانوں ساتوں زمینوں اور تمہارے باپ آدمؑ کو گواہ کرتا ہوں تاکہ قیامت کے روز تم یہ نہ کہنے لگو۔ کہ ہمیں اس عہد و پیمان کی بالکل خبر نہ تھی۔ یاد رکھو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور نہ بجز میرے کوئی پروردگار ہے کسی چیز کو میرا شریک نہ بنانا۔ میں تمہاری طرف پیغمبر بھی بھیجتا رہوں گا۔ جو تم کو اس عہد کی یاد دہانی کراتے رہیں گے۔ اور ان پر میں کتابیں بھی نازل کروں گا۔" یہ سنتے ہی بنی آدم کی کل ارواح میں جوابی شور بلند ہوا جس سے سارا میدانِ عرفات گونج گیا وہ یہ اقرار تھا شَهِدْنَا اَنَّکَ رَبُّنَا وَاِلٰهُنَا لَا رَبَّ لَنَا غَیْرُکَ وَلَا اِلٰهَ لَنَا غَیْرُکَ (ترجمہ) ہم خود گواہ ہیں کہ تو ہمارا پروردگار ہے اور ہمارا برحق معبود ہے۔ تیرے سوا ہم کسی کو اپنا معبود اور پروردگار نہ بنائیں گے۔" بس کل ارواح بنی آدم اور اللہ تعالےٰ کے درمیان ان زوردار الفاظ میں یہ عہد و پیمان ہوئے۔ مندرجہ بالا ارشاداتِ ربّی اور ذریاتِ آدم کی تمام روحوں کے روحانی عہد و پیمان ایک سفید پتھر پر منقوش ہوئے۔ اس کے بعد اس اقرار نامہ پر تمام ارواح بنی آدم کے روحانی دستخط ہوئے پھر تمام ارضی و سماوی مخلوقات کی گواہیاں ثبت ہونے کے بعد آدمؑ و حوّاؑ کی بھی اس پر مہریں ہوئیں۔ چونکہ آدمؑ و حوّاؑ۔ عالمِ وجود میں آچکے تھے لہٰذا انھوں نے اپنے ہاتھ اُٹھا

Marfat.com

...ر پہنا دیئے جیسے آبل لشان انگوٹھا یعنی ٹھپ امپریشن لگائے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ سب کی سب روحیں آدمؑ کی پشت میں داخل کردی گئیں۔ اور وہ پتھر آدمؑ کے حوالہ کردیا گیا۔ زمانہ قدیم کے عہدنامے۔ اقرارنامے اور کتبے۔ فرمان شاہی پتھروں پر۔ تانبے پیتل کے موٹے موٹے پتّروں پر اور لوہے کی چادروں پر۔ اس وقت تک موجود ہیں۔ اگر آہنی اور سنگی عہدنامے کسی صاحب کی نظر سے نہ گذرے ہوں تو اس وقت دہلی جاکر قطب مینار کے نزدیک ایک لوہے کا ستون ہے جسے عام طور پر کیلی کہتے ہیں۔ (جو زمانہ قدیم کے کسی راجہ کی صناعی بیان کی جاتی ہے) اُسے ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور اس کے نقوش بھی نظر آسکتے ہیں۔ جو کسی خاص زبان میں تحریر ہیں۔ اگرچہ حجر اسود کے مقابل میں یہ ایک ناقص مثال ہے۔ اور اس مثال کو ناقص ہی ہونا چاہیئے کیونکہ کہاں خالق کونین کی کارسازی اور کہاں بندوں کی دستکاری۔ مگر سنگ اسود کی روحانی تحریر کے سمجھنے کے کام میں لانے کے لئے صرف ایک مثال ضرور ہے۔ پس خانہ کعبہ میں کسی پتھر کی پرستش نہیں ہوتی بلکہ روحانی اقرارنامے کی سنگِ اسود کو بوسہ دیکر تصدیق کی جاتی ہے۔ بعض مورخ کا مقولہ ہے۔ کہ سنگ اسود بیت اللہ میں نصب ہونے کے بعد بھی سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس تک حجر ابیض کہلایا گیا۔ اور وہ نہایت دھیمی رفتار سے رفتہ رفتہ مائل بہ سیاہی ہوتا گیا۔ چنانچہ اب وہ بالکل سیاہ تاب ہے۔ اس میں برائے نام سفیدی باقی ہے۔ ایک یورپین مورخ کا قول ہے۔ کہ سنگِ اسود بھی انھیں پتھروں میں سے ہے جو رنگ بدلتے ہیں۔ یعنی فیروزہ۔ دانہ فرنگ۔ تامڑہ۔ لہسنیہ۔ وغیرہ۔

ان پتھروں کے رنگ بدلنے کا ہر وہ شخص جس نے اُن کو انگشتری میں رکھواکر پہنا ہے بخوبی واقف ہے۔ بس سنگِ اسود کی تبدیلئ رنگ کے لئے یہ ایک کافی ثبوت ہے۔

Marfat.com

# حقیقت الحج

جب ۹۔ ذالحجہ کو آدمؑ و حواؑ جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ منیٰ ہوتے ہوئے ایک خاص مقام پر پہنچے۔ (کیونکہ اس وقت تک ان دونوں کی شرم گاہیں صرف درختوں کے پتوں سے ڈھکی ہوئی تھیں)، وہاں پہنچکر جبرئیلؑ نے ایک درخت کے موٹے تنے سے چھال نکالی جو ایک مٹیلے رنگ کے کپڑے کے مانند تھی جس کی مثال میں اس وقت بھوج پتر موجود ہے۔ جناب شیث علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جو اُن کا عرض طول بیان فرمایا ہے وہ اس زمانہ کے اعتبار سے ہر ایک ٹکڑہ دو گز چوڑا اور نو گز لانبا تھا۔ چنانچہ وہ دونوں چھالیٹن یعنی چھال کے کپڑے حضرت آدمؑ اور حواؑ کو دیئے گئے۔ اول دونوں نے اپنے اپنے جسم پر نصف نصف باندہی اور نصف اوڑہنے کے بعد پتے اتار کر پھینکدیئے۔ اُن کے باندھنے کی ایسی صورت تھی جیسے آجکل احرام باندھتے ہیں۔ لہذا آدمؑ و حواؑ سر و پا برہنہ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ اُس مقام پر پہنچے جہاں اس وقت کعبۃ اللہ موجود ہے۔

## تعمیر کعبہ

بس جبرئیلؑ نے وہاں پہنچکر کہا کہ اے آدمؑ یہاں پر بیت اللہ بناؤ۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ مگر اکیلے آدمؑ کے لئے ایک مکان تعمیر کرنا نہایت دشوار تھا۔ اس لئے ملائکہ کو حکم ربی ہوا کہ تم آدمؑ کے ساتھ جاکر زمین پر میرا گھر بناؤ۔ لیکن اس مکان کی تعمیر میں اس قدر عجلت ہو کہ آناً فاناً تیار ہو جائے۔ بس حضرت آدم اور فرشتوں نے مل کر فوراً بیت اللہ تیار کرلیا۔ اور اس میں حضرت آدم نے اپنے ہاتھ سے سنگ اسود نصب کر دیا۔ یعنی وہ سفید پتھر جس پر کل ارواح بنی آدمؑ کا عہد میثاق منقوش تھا۔ تین سو برس کی متواتر پریشانیوں اور مفارقت کی بھینٹ

Marfat.com

دونوں کی رنگتیں بالکل متغیر ہو گئیں۔ حتیٰ کہ عرفات پر ایک دوسرے کو نہ پہچان سکے
تھے۔ جب بیت اللہ شریف بنکر تیار ہو گیا تو جبرئیلؑ نے ان دونوں کو مناسکِ حج تعلیم کئے۔ آدمؑ
نے سب سے پہلے سجدہ ہائے شکر ادا کئے۔ اس کے بعد بیت اللہ شریف کے سات طواف کئے پہلے
ہی طواف میں ان دونوں کی رنگتوں میں تبدیلی ہونی شروع ہوئی۔ یہانتک کہ ساتویں طواف
کے بعد اُن کے ویسے ہی خوبصورت چہرے ہو گئے جیسے کہ جنت میں تھے۔ بس سب سے پہلے حج
کی یہ حقیقت ہے۔ اور تعمیر کعبہ کی یہ اصلیت ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل نے آدمؑ و حوا کو مبارکباد
دی۔ اور وہ دونوں کوہ ابوقبیس کی طرف روانہ ہوئے جسکے ایک کھوہ میں انہوں نے رہائش اختیار
کی حضرت حوا بیسؔ دفعہ حاملہ ہوئیں۔ اور ان کے بطن سے کل انتالیس ۳۹ اولادیں پیدا ہوئیں۔
یعنی بیس لڑکے اور انیس ۱۹ لڑکیاں۔ ترتیب ولادت یہ تھی کہ ہر دفعہ دو بچے ساتھ پیدا ہوتے تھے
اُن میں سے ایک لڑکا ہوتا تھا اور ایک لڑکی۔ معتبر روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت آدم
و حوا معہ اپنے اہل و عیال کے سالانہ حج بیت اللہ کو جایا کرتے تھے۔ حضرت آدمؑ پر جو صحیفہ نازل
ہوا تھا اُس میں اس وقت کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ احکام شریعت تھے۔ کہ جو لڑکا لڑکی
ایک ساتھ پیدا ہو اُن کی باہم شادی حرام ہے۔ اور ایک حمل کے لڑکے سے دوسری حمل کی لڑکی
منسوب ہو سکتی ہے۔ حضرت آدم کی انتالیس ۳۹ اولادوں میں سے پانچ ہستیاں خصوصیت کے
ساتھ قابل ذکر ہیں یعنی **ہابیل۔ قابیل۔ مسماۃ اقلیمہ۔ الیوذہ۔** اور **حضرت شیث**
قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ اس کا نام اقلیمہ تھا۔ وہ نہایت خوبصورت تھی۔ اور ہابیل
کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ الیوذہ کے نام سے موسوم تھی۔ الیوذہ بھی اوسط درجہ کا حُسن
رکھتی تھی۔ مگر اقلیمہ جیسی نہ تھی۔ چنانچہ ان دونوں کے بالغ ہوتے ہی الیوذہ قابیل کے نامزد ہوئی
اور اقلیمہ ہابیل کے مگر قابیل نے اس تجویز سے قطعی انکار کر دیا اور کہا۔ کہ میری بہن جو حمل میں
میرے ساتھ رہی ہے اس کا میں زیادہ حقدار ہوں نہ کہ ہابیل۔ اس پر حضرت آدمؑ نے فرمایا شریعت
الٰہی ہرگز بدل نہیں سکتی جو لڑکا لڑکی ساتھ ساتھ پیدا ہوں گے وہ حکم الٰہی کے موافق حقیقی بہن

Marfat.com

بھائی قرار دئے گئے ہیں۔ اور ان دونوں کا نکاح باہم حرام ہے۔ خدا کے احکام میں ذرہ بھر کا مجھے اختیار نہیں ہو۔ یہ سنکر قابیل نے سرکشی اختیار کی۔ اور باپ سے کہنے لگا کہ اے باپ! تو ہابیل کو مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ جو اقلیمہ جیسی حسین لڑکی اس سے نامزد کی ہو۔ اور الیوذہ کو میرے لئے تجویز کیا ہے۔ اس وجہ سے قابیل۔ ہابیل کا دشمن ہو گیا۔ اور موقع پاکر قابیل نے ہابیل کا پتھر سے سر کچل کر مار ڈالا۔ اوّل تو حضرت آدمؑ ہابیل کی عدم موجودگی سے بہت زیادہ بیقرار رہے۔ اس کے بعد جب ایک وحی کے ذریعہ سے حضرت آدمؑ کو معلوم ہوا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تو ان کو از حد صدمہ ہوا۔ اور اس قدر الفت پدری نے بے چین کیا کہ عرصہ تک از خود رفتہ رہے اور غذا بھی مفقود رہی۔ بعدہ ایک وحی کے ذریعہ سے قصاص کا حکم صادر ہوا۔ یعنی جو کسی کو قتل کریگا وہ اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور ہابیل کے قتل کی سزا میں قابیل سے قصاص لیا جائے گا۔ یہ خبر سنتے ہی قابیل روپوش ہو کر بھاگ گیا اور اس مقام پر پہنچا جسے آجکل یمن کہتے ہیں۔ اس نے خدا سے ناراض ہو کر آگ کو اپنا معبود مقرر کیا۔ بس قابیل ہی سے آتش پرستی شروع ہوئی۔ اور اسی نے سب سے پہلے دنیا میں کفر کا سنگ بنیاد رکھا۔ حضرت آدمؑ کو عرصہ دراز تک ہابیل کا صدمہ رہا۔ لیکن جب حضرت شیثؑ تنہا پیدا ہوئے تو اُن کا غم غلط ہونا شروع ہوا۔ کیونکہ وہ ہابیل سے بہت زیادہ اشباہ تھے ان کے چہرہ پر انوار نبوت چمکتے تھے۔ بس اس وجہ سے حضرت آدمؑ کو ان سے زیادہ محبت بڑھ چلی۔

# حضرت شیث علیہ السلام

جب حضرت شیثؑ جوان ہوئے۔ تو بذریعہ ایک وحی کے آدمؑ نے شیثؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کیا۔ اور وہ تمام اسماء و صفات کا علم اور حقیقت الحقائق بتا دیئے اور صحائف سے بھی مطلع کر دیا جو ان پر نازل ہوئی تھی۔ حضرت آدمؑ کی وفات تسبیح و تہلیل میں ہوئی اور اُن کا کفن۔ خوشبو اور بہشتی میوے حضرت جبرئیلؑ معہ چند فرشتوں کے جن میں حضرت عزرائیلؑ

Marfat.com

آسمان سے زمین پر لائے۔ آپ کے واقعات وفات بہت طول طویل ہیں اگر تشریح کیساتھ بیان کیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بنجائیگی۔ لہذا اس کتاب کے طول ہو جانے کے خیال سے اسوقت انھیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ الغرض حضرت جبرئیلؑ نے آپ کی اولاد سے فرمایا کہ اب تم اس جگہ کو ہٹ جاؤ صرف شیثؑ کو یہاں چھوڑ دو بس یہ کافی ہیں۔ یہ سنتے ہی جناب حوّا اور ان کی سب اولاد سوائے حضرت شیثؑ کے اس مقام سے علیحدہ ہو گئے۔ حضرت شیثؑ سے مروی ہے کہ حضرت آدمؑ کچھ عرصہ سے علیل تھے۔ ان کو بہشتی پھلوں کی خواہش تھی۔ لہذا حضرت جبرئیلؑ نے سب سے پہلے بہشتی پھل پیش کیے۔ جن کو کھاتے ہی آپ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ اور خوشبو کے سونگھتے ہی اس قدر بشاش نظر آنے لگے۔ گویا وہ کبھی بیمار ہی نہ ہوئے تھے۔ تب حضرت عزرائیلؑ نے قریب جاکر ایک بہشتی پھول حضرت آدم کے ہاتھ میں دیا۔ آپ اس پھول کو دیکھتے ہی جان بحق تسلیم ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پس حضرت جبرئیلؑ و دیگر ملائکہ اور کل اولاد آدم نے مل جل کر تجہیز و تکفین کی۔ اور جبل ابو قبیس کے نزدیک حضرت آدمؑ کو دفن کر دیا جہاں اس وقت ان کا مزار مقدس ہے۔ آپ کی عمر ایک ہزار برس کی ہوئی۔ حضرت آدمؑ کا سب سے پہلا بیٹا قابیل تھا اور سب سے آخر حضرت شیث علیہ السلام۔ جو حضرت آدمؑ کے بالکل ہمشکل تھے۔ حضرت آدمؑ کے بعد حضرت شیثؑ نبی مبعوث ہوئے۔ آپ پر بھی متعدد صحیفے نازل ہوئے۔ آپ نے تمام بنی آدم کی ہدایت کا کام بخوبی انجام دیا۔ یہانتک کہ بعض گمراہ بھی راہ راست پر آگئے۔ آپ نے نو سو پچاس ۹۵۰ برس کی عمر پائی اور جناب آدمؑ کے مزار کے نزدیک دفن ہوئے۔ لہذا آپ کا مزار مقدس بھی جبل ابو قبیس کے دامن میں موجود ہے۔

# حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریسؑ کو ایرانی زبان میں اخنوخ کہتے ہیں۔ جب قابیل کی اولاد میں حد سے زیادہ گمراہی بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مضافات یمن میں آپ کو مبعوث فرمایا۔ قابیل کی اولاد

Marfat.com

نے خدا کو بالکل بھلا دیا تھا۔ آتش پرستی۔ بت پرستی اور زناکاری ان میں اس قدر عام ہو گئی تھی۔ کہ ماں۔ بہن۔ بیٹی کا بھی امتیاز نہ رہا تھا۔ الغرض جب اس قدر زمانہ تاریک ہو گیا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت ادریسؑ کو اُن کی ہدایت کے لئے منتخب کیا۔ آپ کی تبلیغ سے اکثر کافر راہِ راست پر آ گئے۔ آپ سب کو توحید۔ عدالت اور عبادت الٰہی کی تعلیم دیتے تھے۔ خود چالیس چالیس روز کا روزہ رکھتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی روزہ رکھکر ذکر الٰہی کی تعلیم فرماتے تھے۔ خلق اللہ کی ہدایت کے بعد جس قدر وقت ملتا تھا وہ سب ذکر الٰہی میں صرف کرتے تھے۔ اور اتنے بڑے عابد تھے کہ فرشتے بھی آپ کے ساتھ ذکر الٰہی میں شامل ہوتے تھے۔ یہانتک کہ حضرت عزرائیل بھی آپ کے حلقہ ذکر میں شریک ہوتے۔ اسی وجہ سے اُن سے اور حضرت ادریسؑ سے دوستانہ تعلقات کچھ اس قدر بڑھ گئے کہ ان کی بدولت وہ جنت میں جا پہنچے۔ اور ابتک زندہ ہیں۔

# حضرت نوح علیہ السلام

حضرت آدمؑ سے سولہ سو بیالیس (۱۶۴۲) برس کے بعد ان کی دسویں پشت میں حضرت نوحؑ پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ سے۔ حضرت شیثؑ۔ اُن سے انوشؑ۔ اُن سے۔ قینانؑ۔ اُن سے مہلائیل۔ ان سے یردؑ۔ اُن سے حضرت اخنوخؑ یعنی حضرت ادریسؑ۔ اُن سے متوشلخ۔ اُن سے ملکؑ۔ اور ان سے حضرت نوحؑ۔ جب حضرت ادریسؑ کی وفات کے بعد دنیا میں گمراہی پھیل گئی۔ تو حق تعالےٰ نے حضرت نوحؑ کو نبوت کے لئے منتخب فرمایا۔ اور اسّی برس کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ تم اپنی قوم کو ہدایت کرو۔ چنانچہ انھوں نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ مگر وہ لوگ اس قدر گمراہ تھے۔ کہ اُن پر آپ کی ہدایت کا کسی طرح اثر نہ ہوتا تھا۔ آپ کے ہر قول کا مضحکہ اُڑاتے۔ اور آپ کو اتنا مارتے تھے کہ آپ بیہوش ہو جاتے تھے۔ بعض مرتبہ آپ کو اس قدر زخمی کرتے کہ آپ میں طاقتِ نشست و برخاست نہ رہتی تھی۔ تب جبرئیل امین آپ کے جسم سے اپنا پر مَس کرتے تھے۔ جس کے باعث آپ تندرست

Marfat.com

اور پھر قوم کی ہدایت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ لیکن وہ قوم اس قدر گمراہ تھی کہ آپ کی تعلیم کو بالکل ٹھکراتی تھی۔ اور کسی طرح سے کہنا ہی نہیں مانتے تھے۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ یعنی حام۔ سام۔ یافث۔ اور کنعان۔ جب حضرت نوحؑ عاجز ہو گئے۔ تو درگاہِ خدا میں اس قوم کے لئے بد دعا کی۔ حکم ہوا۔ کہ اچھا ہم سب سے پہلے انھیں ایک سزا دیتے ہیں۔ بس ایکدم ان کا سلسلۂ تناسل منقطع کر دیا گیا۔ لیکن جب اس پر بھی باز نہ آئے۔ تو ارشادِ ربّی ہوا۔ کہ اے نوحؑ تم ایک کشتی بناؤ کہ میں سب انسانوں اور حیوانوں کو جو زمین پر موجود ہیں نیست و نابود کر دوں گا۔ اور صرف تم کو اور تمہارے اہل و عیال کو۔ اور جو تم پر ایمان لائے ہیں ان کو۔ اور ہر جانور کے ایک ایک جوڑہ کو کشتی کے ذریعہ بچاؤں گا۔ حضرت نوحؑ کی نو سو پچاس برس کی عمر میں صرف اسّی آدمی ان پر ایمان لائے تھے۔ اور آپ کا بیٹا کنعان بھی انھیں گمراہوں کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ اس وجہ سے وہ خود بھی گمراہ ہو گیا تھا۔ جب حضرت نوحؑ نے خدا کے حکم سے کشتی بنانی شروع کی۔ تو اس قوم نے طرح طرح کے مذاق اڑانے شروع کر دیئے۔ کوئی آپ کو نجار یعنی بڑھئی کا خطاب دیتا تھا۔ کوئی دیوانہ کہتا تھا۔ کوئی کچھ کہتا تھا اور کوئی کچھ نامد کہتا تھا۔ الغرض جب کشتی بنکر تیار ہو گئی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا کہ سب سے پہلے اس کشتی میں اپنے اہل و عیال کو بٹھاؤ۔ پھر جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں ان کو۔ ان کے بعد ہر جاندار کا ایک ایک جوڑا رکھ لو۔ آپ نے فوراً تعمیل حکم کی۔ حام۔ سام۔ یافث کو معہ ان کے قبیلوں کے کشتی میں بٹھایا۔ اور چوتھے بیٹے کنعان کو کشتی میں بٹھانے کی بلیغ کوشش کی۔ قہرِ الٰہی اور طوفان سے ڈرایا۔ مگر وہ کشتی میں بیٹھنے کو کسی طرح راضی نہ ہوا۔ اور اپنے والد کا مضحکہ کیا کہ آپ تو سٹھ گئے ہیں جو خشکی میں کشتی بنائی ہے اس پر سوار ہونے کو مجھ سے کہتے ہیں۔ الغرض کنعان اور حضرت نوحؑ کی بیوی دونوں کشتی کے نزدیک تک نہ گئے۔ بعدہ ان اسّی آدمیوں کو بلا کر کشتی میں بٹھایا۔ جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ اور ہر جاندار کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے زمین کی سوتیں کھول دیں۔ اور آسمان سے مینہ برسایا۔ یہاں تک کہ مخلوق ڈوبنا شروع ہونے لگی۔ اور آپ کا بیٹا کنعان بھی معہ اپنی والدہ

Marfat.com

کے ڈوبنے لگا تو مہرِ پدری نے جوش مارا۔ اور حضرت نوحؑ نے درگاہِ باری میں عرض کی بار الٰہا! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو میرے اہل وعیال کو محفوظ رکھیگا۔ لہٰذا میرے بیٹے کو ڈوبنے سے بچا لے۔ ارشاد ہوا کہ یہ نا اہل تیرا بیٹا نہیں ہے۔ اب اس گمراہ کے متعلق کچھ نہ کہنا۔ لہٰذا کنعان بھی ان موذیوں کے ساتھ غرق ہوگیا۔ شعر۔

پسرِ نوح با بداں بنشست　　　خاندانِ نبوتش گم شد

الغرض ایک سو پچاس دِن یعنی پانچ مہینے تک متواتر بارش جاری رہی۔ (طبری) یہانتک کہ اونچے سے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں سے پندرہ ہاتھ اونچا پانی تھا۔ خدا نے اپنے فضل وکرم سے سات مہینے کے بعد وہ کشتی کوہِ جودی پر ٹھہرائی۔ (ابن جوزی) جب طوفان ختم ہوگیا۔ تو کوہِ جودی کے دامن میں سب سے پہلے اُن اسّی آدمیوں نے ایک گاؤں بنا کر آباد کیا جس کا نام سُوقِ ثمانین رکھا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ لوگ بھی گمراہ ہو چلے اور جب طوفان کے خوف سے ایک بہت بلند مینار بنانے کا قصد کیا۔ تو ایک ایسی وبا پھیلی۔ کہ سُوق ثمانین میں نوحؑ۔ حام۔ سام۔ یافث اور اُن کے قبیلوں کے سوا کوئی بھی نہ بچا۔ پھر حضرت نوحؑ نے ملک شام۔ جزایر فارس خراسان۔ اور عراق۔ سام کو عنایت کئے۔ ملکِ مغرب۔ حبش۔ ہند۔ اور سندھ۔ حام کو مرحمت کئے۔ چین۔ ترکستان۔ شقلاب۔ یافث کو بخشے۔ حضرت نوحؑ کی اولاد میں خدا نے اس قدر برکت دی۔ کہ چالیس برس میں ہزاروں شہر اور بیشمار گاؤں اُن سے آباد ہوئے۔

## حضرت نوحؑ کے بیٹوں کی اولاد

ابن اسحاق کا بیان ہے۔ کہ سام کی اولاد میں پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔ ارفخشند۔ لاذو۔ ارم۔ آشوذ۔ اور علیم۔ لاذو سے طسم۔ عملیق۔ جرجان۔ اور فارس۔ چار لڑکے پیدا ہوئے عملیق سے جاسم کا گروہ ہے جن میں سے فرعنہ مصر۔ کنعانی۔ برابرہ شام۔ بنی لف۔ بنی ہزال۔ بنی مطر۔ بنی ارزق۔ بذیل۔ راحل۔ اور ظفار کی قومیں پیدا ہوئیں۔ اور ارم سے عبلیل۔ عبد ضخم۔ عوض۔ کاثر

Marfat.com

...-آذ حول پیدا ہوئے۔ پھر عوض سے عاد پیدا ہوا جس کی اولاد زمین احقاف میں حضرموت کے گرد آباد تھی۔ کاثر سے اقوام ثمود۔ جدیس۔ جرموک پیدا ہوئیں جو شام اور حجاز کے درمیان زمین حجر میں آباد تھیں۔ مگر ارفخشد ابن سام کی نسل سے انبیا پیدا ہوئے۔ ارفخشد سے شالخ پھر ان سے عابر۔ ان سے قانع پیدا ہوئے جنکی نسل سے نمرود کے زمانہ میں حضرت ابراہیمؑ شہر بابل میں پیدا ہوئے۔

**یافث بن نوحؑ کی اولاد**۔ یافث کی اولاد سے اقوام ترک۔ چین۔ صقالی۔ یاجوج ماجوج پیدا ہوئے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یاجوج ماجوج سے منچوریہ کے لوگ مراد ہیں۔ جو ترکستان اور چین کے درمیان وسیع علاقوں میں آباد ہیں۔

**حام کی اولاد**۔ ان کی اولاد سے اقوام سوڈان ہے۔ ان سے ہند اور سندھ کا کچھ حصہ اور بعض حصص کنعان کے آباد ہوئے۔ توریت میں بھی ان کے چار لڑکے۔ مصر۔ کنعان۔ کوش اور قوط کا ذکر ہے۔ قوط کا ایک لڑکا قبطہ قبطیوں کا جدِ اعلیٰ ہے۔ ہشام بن محمد بیان کرتے ہیں۔ کہ کوش ابن حام کی نسل سے نمرود تھا جو بابل کا بادشاہ تھا۔ جس کے زمانہ میں بمقام بابل حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔

# حضرت ابراہیم علیہ السلام

آپ کے والد کا نام آذر تھا۔ آپ نمرود کی بادشاہت کے زمانہ میں شہر بابل میں پیدا ہوئے۔ شیطان نے نمرود کو گمراہ کر دیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا۔ اس نے اپنی صورت کے بت ترشوا کر بتخانوں میں رکھوا دیئے تھے۔ اور سب سے ان بتوں کی پرستش کراتا تھا۔ ایک دن نجومیوں نے اس سے یہ پیشنگوئی کی۔ کہ اس سال اس شہر میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تیرے ملک و دین کو نیست و نابود کر دیگا اس وجہ سے اس نے منادی کرا دی تھی۔ کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستر نہ ہونے پائے۔ اور امسال اس شہر میں

Marfat.com

جو لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابراہیم کے والد آذر۔ بُت تراش بھی تھے اور بت پرست بھی۔ اتفاقاً سفر میں گئے ہوئے تھے۔ کہ آپ کی والدہ کو وضع حمل کے آثار محسوس ہوئے۔ تو خیال آیا کہ اگر لڑکا پیدا ہو گا تو مارا جائے جائیگا۔ اس خوف سے انہوں نے جنگل کی راہ لی اور ایک خشک نہر کے کنارہ پر جا پہنچی۔ وہاں ایک گہرا غار نظر آیا جسمیں وہ آسانی سے پہنچ گئیں۔ غار میں پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت ابراہیم تولد ہوئے۔ آپ کا چہرہ کچھ ایسا خوبصورت تھا۔ کہ والدہ نے اپنے کلیجہ سے لگا لیا۔ آپ کی والدہ آپ کے چہرہ سے اپنی آنکھیں ملنے لگیں۔ اور بہت پیار سے آپ کو دودھ پلایا۔ ماں کی ممتا نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ وہ اپنے لخت جگر کو بابل میں لیکر داخل ہوں۔ جہاں آپ کی جان کا خطرہ تھا۔ لہذا آپ کو ایک کپڑے میں چھپا کر نہایت احتیاط سے اُس غار میں چھوڑ آئیں۔ اور صبح ہوتے شہر بابل میں واپس آگئیں دوسرے روز شام کے وقت جب اُس غار میں پہنچیں تو آپ کو جیتا جاگتا دیکھکر خوش ہوئیں لیکن یہ دیکھکر سخت تعجب ہوا کہ آپ اپنے انگوٹھے کو چوس رہے ہیں جن سے دودھ جاری ہے۔ بالآخر آپ کی والدہ نے آپ کی پیشانی پر بوسے دیئے۔ اور پھر دودھ پلایا۔ پھر اسی طرح اس غار میں چھوڑ گئیں۔ بس ان کا کچھ عرصہ تک یہی معمول رہا۔ دودھ پینا پلانا تو عالمِ اسباب کا ایک بہانہ تھا۔ وہ جکے خلیل تھے وہی ان کا نگہبان حقیقی تھا جس کی عنایت اور قدرت سے آپ محفوظ اور سیراب رہتے تھے۔

**حدیث نبوی**۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم ایک دن میں اتنا بڑھتے تھے جتنا دوسرے بچے ایک ہفتہ میں۔ اور ایک ہفتہ میں آپ اس قدر بڑھتے تھے جتنا اور ایک مہینہ میں اور ایک مہینہ میں اس قدر بڑھتے تھے جتنا دوسرے بچے ایک برس میں۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی شیر خواری کا زمانہ ختم ہوا۔ اور آپ کی رشد و دانائی کے آثار نمایاں ہوئے تو حسب معمول آپ کی والدہ غار میں آئیں۔ تب آپ نے کہا۔ کہ اے ماں! کیا اس مکان کے علاوہ اور کوئی جہان بھی ہے؟ انھوں نے جواب دیا بیٹا

Marfat.com

دشمنوں کے خوف سے اس تاریک غار میں مجھے پوشیدہ رکھا ہے۔ خدا کی زمین بہت زیادہ چوڑی چکلی ہے جس پر بشمار قصبہ۔ گاؤں اور شہر آباد ہیں۔ آسمان بھی بہت زیادہ بلند ہیں۔ اس پر بھی لاکھوں قندیلیں روشن ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے ماں مجھے اس غار سے باہر نکال میرا اس اندھیرے میں جی گھبراتا ہے۔ آپ کی والدہ نے فرمایا۔ آؤ بیٹا! باہر آؤ۔ چونکہ رات کا وقت تھا۔ آپ نے سب سے پہلے ایک تارے کو دیکھا اور کہا۔ کیا یہ میرا خدا ہے؟ جب وہ چھپ گیا تو کہا۔ میں غائب ہونے والے کو نہیں چاہتا۔

---

پھر چاند کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ کیا یہ میرا خدا ہے؟ جب وہ بھی غائب ہو گیا تو کہا۔ اگر میرا رب میری رہنمائی نہ کرے گا۔ تو میں بیشک گمراہ ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو فرمایا۔ کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ سب سے بڑا ہے لیکن لیکن جب وہ بھی غائب ہو گیا تو فرمایا۔ غائب ہو جانے والی چیز خدا نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد آپ اپنی والدہ کے ہمراہ گھر آئے۔ اور اب گھر ہی میں رہنے سہنے لگے۔ آپ کا والد آذر بھی آپ سے رفتہ رفتہ مانوس ہو گیا۔ جب آپ نے آذر کو بُت پرستی میں مبتلا پایا تو نہایت زور دار الفاظ میں کہا۔

---

کہ اے باپ! تو کیوں اُن چیزوں کی پرستش کرتا ہے جو نہ سنتے ہیں۔ نہ دیکھتے ہیں۔ اور نہ کچھ تیری مدد کر سکتے ہیں۔ اس پر آپ کے باپ ناخوش ہو گئے۔ مگر سچ کے مقابلہ میں آپ نے اپنے والد کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور اپنی قوم سے علی الاعلان کہدیا۔ اے قوم! میں بت پرستی اور شرک سے بیزار ہوں میرا دل۔ میرا منہ۔ دلی یقین کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے میں مشرک نہیں ہوں جو بت پرستی کروں۔ سنو اور سمجھو۔ خالق کونین ایک ہے۔ تم لوگ اکیلے خدا کی پرستش کرو۔ بتوں کی پوجا تم کو کیا نفع پہنچا سکتی ہے۔ بس ہم میں اور تم میں کھلم کھلا دشمنی قائم ہوگی اور یہ دشمنی اس وقت تک رہے گی جب تک تم معبود حقیقی پر ایمان نہ لاؤ گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کو پھر سمجھایا۔ اس نے جواب دیا۔ کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے؟ اگر ایسی باتوں سے باز نہ آئیگا۔ تو سنگسار کردوں گا۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے سامنے سے

Marfat.com

دور ہو جا۔ آپ نے فرمایا۔ میرا سلام ہے۔ میں نے تم کو اور تمہارے معبودوں کو چھوڑا۔ بس اب میں اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کی مذمت اور پروردگار حقیقی کی تعریف شروع کی۔ تو اکثر آدمی بت پرستی سے تائب ہو کر خدا پرست ہو گئے لہٰذا اس وقت سے اس مذہب کا نام اسلام ہوا۔ جب رفتہ رفتہ نمرود کو اس کی خبر پہنچی۔ تو اس نے آپ کو بلا بھیجا۔ آپ بے دھڑک اس کے دربار میں چلے گئے۔ نہ آپ نے سجدہ کیا۔ اور نہ اس کے سامنے سر جھکایا تو اس نے برافروختہ ہو کر دریافت کیا۔ اے ابراہیم! تو نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ فرمایا میں اپنے پروردگار کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ اس نے کہا۔ تیرا پروردگار کیسا ہے؟ اور کیا کھاتا پیتا ہے۔ جواب دیا۔ وہ ہے جو سب کو کھانے پینے کو دیتا ہے۔ اور خود کھانے پینے سے مبّرا ہے۔ سب کی موت و زیست اس کے اختیار میں ہے۔ جس کو چاہتا ہے مارتا ہے اور جس کو چاہتا ہے جلاتا ہے۔ اس نے کہا میں بھی موت و زیست کا مختار ہوں۔ اور سب کو کھانے پینے کو دیتا ہوں۔ لہٰذا میں بھی پروردگار ہوں۔ یہ کہکر جیلخانہ سے دو قتل کے مجرموں کو طلب کیا ایک کو قتل کر دیا۔ اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بھی میرے خدا نے ہی کیا ہے۔ تیری کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر تو خدا ہے۔ تو آفتاب کو مغرب سے نکال دے۔ میں بھی دیکھوں تو کیسا قادر مطلق ہے۔ میرا خدا آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے۔ اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ یہ سنکر نمرود ساکت ہو گیا۔ اور اس کے سارے دربار میں سنّاٹا پڑ گیا۔ بعضے درباریوں پر آپ کے ارشاد کا اتنا اثر ہوا۔ کہ وہ اپنے دل میں آپ پر ایمان لے آئے۔ آپ وہاں سے بیدھڑک اٹھکر چلے آئے۔ اور تبلیغ کے کام میں مصروف ہو گئے۔ ایک دن جب بابل کے سب لوگ عیدگاہ کو چلے گئے۔ آپ بت خانہ میں چھپ رہے۔ آپ نے نہایت سلیقہ کے ساتھ بت شکنی فرمائی۔ عیدگاہ سے واپس آکر ان لوگوں نے اپنے بتوں کو ٹوٹا پایا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو وہاں موجود پاکر یقین کر لیا کہ ان بتوں کو توڑنے والی یہی ہستی ہے۔ لہٰذا آپ کو لیجاکر نمرود کے سامنے پیش کیا اس نے بت شکنی کے جرم میں آپ کو قید کر دیا۔ مگر کفار کا جوش کسی طرح کم نہ ہوا۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ

Marfat.com

ابراہیم کو اس میں جلا کر ہمارا دل ٹھنڈا کر۔ اس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ بے جا گستاخی کی ہے ان کو توڑ کر ہمارے دل جلا دیئے ہیں۔ یہ سُنکر نمرود نے ۶۰ گز کا آتشکدہ تیار کرایا۔ اور اس میں بیشمار لکڑیاں بھروا دیں۔ جب سارا آتشکدہ لکڑیوں سے بھر گیا تو اس میں آگ لگوا دی گئی۔ آگ لگی اور ایسی لگی جس کے شعلے سر بفلک اٹھنے لگے۔ اور اس قدر بلند ہوئے کہ چرند و پرند دور دور بھاگ گئے۔ بلکہ طیور کو اس نواح میں مجال پرواز نہ تھی اور نہ کوئی انسان اس بھڑکتی ہوئی آگ کے نزدیک جا سکتا تھا۔ پھر بھلا حضرت ابراہیمؑ کو اس کرہ نار میں ڈالنے کی کس کو طاقت تھی۔ نمرود اور اس کے بندے سخت حیران تھے۔ اور طرح طرح کی تدبیریں سوچتے تھے کہ آپ کو کیونکر اس آتشکدے میں ڈالیں۔ اتنے میں ابلیس نے آدم کی صورت میں آکر کہا کہ ایک منجنیق بناؤ اور ہنڈولہ کے مانند پہاڑیں کھمبے گڑواؤ۔ اور منجنیق میں بٹھا کر ابراہیمؑ کو جھولہ جھلاؤ۔ جب پینگ زیادہ بڑھ جائے تو رسیوں کو چھوڑ دو۔ اس طرح ابراہیمؑ آتشکدہ میں گر جائینگے۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو زنجیر میں باندھکر منجنیق میں بٹھایا۔ تو سارے فرشتے لرزنے لگے۔ اور درگاہ باری میں عرض کرنے لگے۔ بار آلہا! تیرے خلیل پر اور کفار اس طرح ظلم ڈھائیں۔ ہمیں تو اس کے دیکھنے کی تاب نہیں۔ اگر حکم ہو تو خلیل کو اس مصیبت سے چھڑائیں کہا اگر میرا خلیل تم سے مدد مانگے۔ لہٰذا دو فرشتے جو ہوا اور بادل کے موکل تھے۔ انھوں نے منجنیق میں آکر آپ سے کہا۔ اے خلیل اللہ! اگر آپ چاہیں تو ہم ابھی اس آگ کو بارش اور ہوا کے ذریعہ ٹھنڈا کر دیں۔ مگر آپ نے ان کی مدد قبول نہ فرمائی۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل ہوا کی فضا میں ظاہر ہو کر کہنے لگے۔ اے ابراہیم! اگر کچھ حاجت ہو تو بولو۔ کہ تمھیں ان شعلوں سے بچا کر ان سب کفار کو آگ میں جلا کر خاک کر دوں۔ آپ نے جواب دیا۔ میں تم سے مدد نہیں چاہتا میرے خدا کی یہی مرضی ہے۔ اور یہی خوشی ہے کہ میں جلایا جاؤں تو۔ (مصرعہ)

خرم گر بسوی آتش سوزاں برم۔ اگر اس کی یہی خوشی ہے تو میری بھی یہی تمنا ہے۔ شعر

اختیار مرگ بدستم دہد خدا
روزے ہزار بار بسوزم برائے او

Marfat.com

حضرت ابراہیم کی استقامت دیکھکر دریائے رحمت الٰہی جوش میں آگیا۔ ارشاد ہوا۔ قُلْنَا
یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ ۔ یہ سنتے ہی وہ سارا آتشکدہ ٹھنڈا ہو گیا
منجیق سے گرتے ہی فرشتوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ زمین پر پہنچایا۔ اور اسی وقت بہشت
سے خلعت کا خلعت لاکر آپ کو پہنایا۔ آپ کی چاروں طرف رحمتِ الٰہی کا گلشن کھل گیا۔ اور
ایک شیریں چشمہ بھی پیدا ہو گیا۔ اسرافیل کو حکم ہوا۔ کہ جنت کے میوے برابر میرے خلیل کے
پاس لیجایا کرو۔ آپ ایک ہفتہ تک اسی جگہ رہے۔ جب اس واقعہ کو سات روز گذر گئے۔ تو نمرود
نے ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ کر دیکھا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کے گرداگرد ایک نہایت عمدہ گلشن لگا
ہوا ہے۔ جسمیں قسم قسم کے تروتازہ پھول کھلے ہیں اور اُن پھولوں کی تازگی نظر کو خیرہ کرتی ہے۔
آگ کی جگہ نہایت شفاف چشمہ جاری ہے۔ اُس نے آپ سے متحیر ہو کر پوچھا۔ اے ابراہیم اتنے
بڑے آتشکدہ میں تو کیونکر سلامت رہا۔ اور بجائے انگاروں کے یہ پھول کہاں سے آئے؟ فرمایا
یہ میرے اللہ کی قدرت کا ظہور ہے۔ نمرود نے کہا جس کی قدرت کا یہ اثر ہے واقعی وہی پروردگار
ہے۔ پھر اُس کے بلانے سے آپ آتشکدہ کی حد سے باہر تشریف لائے۔ اور از سرِ نو نمرود کو تعلیم و
تلقین فرمائی۔ اُس نے اسلام لانے کے لئے کچھ مہلت مانگی۔ اور اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کیا
تو ہامان نے اس کے خیالات یہ کہکر تبدیل کر دیئے۔ کہ اتنی مدت تک خدائی کی۔ اور اب ابراہیمؑ
کے خدا کا بندہ بنے گا۔ یہ کسی طرح ٹھیک نہیں ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے کچھ عرصہ کے بعد اسلام
لانے کا تقاضا کیا۔ تو نمرود نے عرض کی۔ میں مجبور ہوں۔ ہاں تیرے پروردگار کے واسطے ایک
عظیم الشان قربانی کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ قربانی بغیر ایمان کے قبول نہیں ہوتی۔ مگر اُس
نے چار ہزار گائیں۔ بہت سے اونٹ اور بکریاں ایک وسیع میدان میں ابراہیم والے خدا پر
قربان کئے۔ لیکن جب نمرود اپنے آپ کو برابر سجدے کرواتا رہا تو آپ نے اُسے پھر نصیحت فرمائی۔
اُس نے جواب دیا۔ میں نہیں چاہتا کہ روئے زمین پر میرے سوا اور کوئی بادشاہ یا خدا کہلایا جائے
اگر تیرے آسمانی خدا کے ہاں کوئی فوج ہو۔ تو وہ میری فوج کا مقابلہ کرے۔ آپ کو وحیؑ کے

Marfat.com

سے اطلاع ہوئی کہ اے ابراہیمؑ نمرود سے کہدو۔ اپنی فوج کو لڑائی کے واسطے تیار کرے
ہماری فوج آتی ہے۔ یہ سنکر اس نے تین روز کی مہلت مانگی۔ اور تیسرے روز لاکھوں پیدل بیٹھا
سوار ایک میدان میں لاکر جمع کر دیئے۔ چوتھے روز حضرت ابراہیمؑ تنہا اس کی فوج کے مد
مقابل ہوئے نمرود نے کہا تیرے خدا کی فوج کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا ہوشیار ہوجا۔ آیا ہی
چاہتی ہے۔ اثنائے گفتگو مچھروں کی فوج ٹیڑی دل کی طرح ان پر چھاگئی۔ زمین پر اندھیرا ہوگیا یہ
دیکھکر وہ گھبرایا۔ اور کہنے لگا کہ نقارے بجاکر مچھروں کو ڈراؤ لیکن وہ تو قہر الٰہی تھا کس طرح فرو ہوتا
ایک ایک آدمی کو لاکھوں مچھر چمٹ گئے اور ان کے جسم میں گوشت پوست کچھ نہ چھوڑا اور نہ کوئی
جانور بچا یہ دیکھکر نمرود اپنے محل میں جا چھپا لیکن ایک لنگڑا مچھر اس کے ساتھ محل میں بھی جا پہنچا۔
اور اس کی ناک کے راستہ سے دماغ میں چڑھ گیا۔ اور اس کے بھیجے میں اپنی سونڈ جمادی۔ نمرود اپنے
ہاتھ سے اپنا سر پیٹنے لگا۔ اور شدت درد سر کی وجہ سے اس قدر بیچین ہوا کہ دوسروں سے بھی
اپنے سر کو کٹوایا کیا۔ جو سر معبود حقیقی کے سامنے نہیں جھکا تھا۔ وہ زمین پر ٹکرانے لگا۔ بس اس کو
جھوٹا خدا بننے کی یہ سزا ملی۔ نمرود چالیس روز تک اس غضب الٰہی میں مبتلا رکھ واصل جہنم ہوا۔
اس کے ڈر سے جو لوگ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے۔ اب کھلم کھلا مسلمان ہوگئے۔ لیکن کچھ
عرصہ کے بعد کفار کے ایک بہت بڑے گروہ نے جب حضرت ابراہیمؑ کی سخت مخالفت اختیار کی
تو ایک وحی کے ذریعہ آپ نے اپنے قبیلہ سمیت ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپ کی بیوی
سارہ خاتونؓ بہت زیادہ خوبصورت اور باعصمت تھیں جب آپ مصر پہنچے تو مصر کا بادشاہ
حضرت سارہ خاتونؓ کے حسن وجمال کی تعریف سنکر نادیدہ عاشق بن گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو
مع ان کی زوجہ کے طلب کیا۔ آپ مع اپنی بیوی کے تشریف لے گئے تو وہ حضرت سارہؓ خاتون
کے حسن وجمال کو دیکھکر ان پر فریفتہ ہوگیا۔ باوجودیکہ اس کی محل سرا میں بہت زیادہ خوبصورت
[عور]تیں موجود تھیں۔ لیکن وہ اس قدر فریفتہ ہوگیا تھا کہ ہوش وحواس صحیح نہ تھے۔ چنانچہ اس نے
[حضر]ت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ آپ مہمان سرائے میں قیام فرمائیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ مع اپنی بیوی

Marfat.com

کے وہاں پہنچے۔ تو تھوڑی دیر کے بعد اس نے سارہ خاتون کو طلب کیا۔ جب آپ وہاں پہنچیں تو اس نے بے ادبی کے خیال سے دست درازی کرنی چاہی۔ مگر محافظ حقیقی نے اس معصومہ کی حفاظت فرمائی۔ اور اس بادشاہ کے دونوں ہاتھ شل کر دیئے۔ بس تین مرتبہ متواتر یہی حالت ہوئی۔ تو شاہِ مصر نے جناب سارہ خاتون اور حضرت ابراہیم سے بیحد اعتقاد ظاہر کیا۔ اور اپنی تین مرتبہ کی صحت یابی کے انعام میں ایک نہایت حسین وجمیل نوجوان لڑکی (جو بچپن سے پروردگار عالم کی یاد میں مشغول تھی اور اس کا نام ہاجرہ خاتون تھا) وہ انعام میں بخشی۔ جب سارہ خاتون ہاجرہ خاتون کو اپنے ہمراہ لیکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی خدمت میں پہنچیں تو انہوں نے شاہ مصر کے واقعات کو دوہرانا چاہا۔ آپ نے فرمایا اے سارہ! حق تعالےٰ نے میری نظروں کے سامنے سے تمام حجاب اٹھا دیئے تھے۔ تجھ پر جو جو معاملے گذرے۔ وہ سب میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں کے ناموس کا ہر دم نگہبان رہتا ہے۔ اور ہاجرہ خاتون کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ ایسی معصوم لڑکی شاہ مصر کے محل میں رہنے کے قابل نہ تھی۔ اللہ تعالےٰ نے تم جیسی عفیفہ کو یہ پارسا بخشی ہو۔ چنانچہ مصر سے حضرت ابراہیمؑ نے ملک شام کا قصد کیا۔ اور فلسطین میں قیام فرمایا۔ جب ابراہیمؑ پر خداوند عالم کی رحمت اور برکت نازل ہوئی۔ تو وہاں بہت سا سامان زراعت بکریاں بھیڑیں۔ اور جملہ اسباب راحت مہیا ہو گئے۔ حضرت سارہ خاتون کی عمر اسّی برس سے متجاوز ہو چکی تھی۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کو ایک بیٹے کی تمنا تھی۔ اس وجہ سے آپ اکثر دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ یا اللہ میرے صلب سے ایک فرزند عطا فرما جو نبوت کا وارث اور اس مال واسباب کا مالک بنے۔ سارہ خاتون اپنی کبرسنی کی وجہ سے اولاد کی طرف سے قطعی ناامید ہو گئی تھیں۔ بدیں وجہ حضرت ابراہیمؑ کو مجبور کیا۔ کہ وہ حضرت ہاجرہ خاتون سے شادی کر لیں۔ بس شادی کے نو مہینے بعد حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے ایک وحی کے حکم پر اپنے پیارے بیٹے اور اپنی بیوی کو خانہ کعبہ کے جوار میں مقیم فرمایا۔ خانہ کعبہ کی دیواریں اور بیت اللہ شریف طوفان نوحؑ کی وجہ سے بالکل منہدم ہو گیا تھا۔ صرف اس کی بنیاد کے کہیں کہیں نشان

Marfat.com

پس اس نے حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی کہ "اے کعبہ والے خدا! میں تیرے گھر کے قریب اپنے پیارے بیٹے اسمٰعیلؑ اور اپنی بیوی کو تیری حفاظت میں چھوڑتا ہوں۔ تو ہی ان کا محافظ حقیقی ہے۔" اور خدا کی حفاظت میں اپنے بچے بیوی کو وہاں چھوڑ گئے جناب ابراہیمؑ اس مقام پر تھوڑی کھجوریں اور ایک مشکیزہ پانی کا بھی رکھ گئے تھے۔ لیکن جب وہ کھجوریں اور پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسمٰعیلؑ پر تشنگی غالب آئی۔ تو حاجرہؓ اپنے لخت جگر کی پیاس بجھانے کے لئے تلاش آب میں دوڑ کر کبھی کوہِ صفا پر جاتی تھیں اور کبھی کوہ مروہ پر اور العطش العطش کہہ کر جناب باری میں فریاد کرتی تھیں سات بار بدستور سعی اور کوششِ آب میں ان دونوں پہاڑوں پر دوڑ دوڑ کر آتی جاتی رہیں۔ اور اپنے اُس شہزادۂ عالم کو بھی دیکھ جاتی تھیں۔ کہ مبادا کوئی درندہ میرے لختِ جگر کو نقصان نہ پہنچائے۔

## چاہِ زمزم

حضرت اسمٰعیلؑ اُس میدان میں گرمی اور پیاس کی شدت سے بچوں کی طرح زمین پر ایڑیاں مارتے تھے کہ ارحم الراحمین نے اُن کے قدموں کے نیچے ایک چشمہ پانی کا پیدا کر دیا۔ جب حضرت حاجرہؓ خاتون پھر واپس آئیں اور اس چشمۂ حیات کو دیکھ کر سربسجدہ ہو گئیں اور ساقی رحمت کا شکریہ ادا کیا۔ دیکھا کہ پانی زمین سے اُبلتا چلا آ رہا ہے۔ اور بہنے لگا ہے۔ تو آپ نے چند پتھر اُس چشمہ کے اِرد گرد رکھ کر بند باندھ دیا۔ لیکن اِس پر بھی اس کا پانی بند کے باہر جانے لگا۔ تو جناب حاجرہؓ خاتون نے فرمایا زم۔ زم یعنی ٹھیر ٹھیر۔ حضرت حاجرہؓ خاتون فرماتی ہیں کہ اگر میں زم۔ زم نہ کہتی۔ تو خدا معلوم کہ یہ چشمہ یہاں سے بہہ کر کہاں تک پہنچتا۔ چنانچہ اُس چشمہ سے حضرت حاجرہؓ خاتون کو بے حد اطمینان ہو گیا۔ اور وہ اپنے لختِ جگر سمیت خوشی سے زندگی بسر کرنے لگیں۔ اگرچہ وہ مقام غیر مزروعہ تھا۔ لیکن کہیں کہیں کھجور کے درخت بھی موجود تھے جن کو آپ بعضاً استعمال فرماتی تھیں۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ نے رخصت کے وقت جو دعا مانگی

Marfat.com

تھی اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ یعنی اے رب میں اپنی ذریت کو سکونت کے لئے اس وقت وادی غیر مزروع میں تیرے محترم گھر کے پاس لایا ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حرم محترم کے کچھ کچھ آثار اس وقت بھی موجود تھے۔ جرہم کا قبیلہ یمن میں رہا کرتا تھا۔ اس قبیلہ کے اکثر اشخاص مکہ کی راہ سے تجارت کے لئے ملک شام کو جایا کرتے تھے۔ اتفاقًا جرہم کے ایک قافلہ نے مکہ کے میدان میں مقام کیا۔ جب صبح ہوئی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ تھوڑی دور پر بہت سے پرندے پرواز کرتے ہیں۔ پرندوں کو دیکھکر ان لوگوں کو گمان ہوا کہ اس مقام پر کوئی پانی کا چشمہ نکل آیا ہے۔ ایک اعرابی نے آکر دیکھا۔ کہ ایک نہایت مصفا چشمہ موجود ہے۔ جو اس سے بیشتر اس مقام پر کبھی نہ تھا۔ اور اس چشمہ پر ایک حور وش بی بی معہ ایک صاحبزادے کے رونق افروز ہیں۔ وہ اعرابی اُس لق و دق صحرا میں اُن کو دیکھکر سخت حیران ہوا۔ اور ان سے پوچھا کہ تم از قسم جنات ہو یا انسان؟ حضرت حاجرہؓ نے جواب دیا کہ ہم انسان ہیں جنات نہیں ہیں۔ پروردگار عالم نے مجھے اپنے فضل و کرم سے یہ خوش نصیب فرزند عطا فرمایا ہے۔ اس فرزند کی وجہ سے خدا نے رحم فرماکر اُس کے قدموں کی برکت سے یہ چشمہ آبحیات جاری کیا ہے۔ میں اور میرا بچہ اس چشمہ کے مالک ہیں۔ اُس اعرابی نے واپس جاکر اپنی قوم کو یہ مژدہ سُنایا۔ لہٰذا اس قبیلہ کا سردار بیوی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ اگر حکم ہو تو ہماری قوم یہاں آکر آباد ہو جائے۔

# ذکر مکہ معظمہ آباد ہونے کا

اور آپ کی بھی وحشتِ تنہائی کم ہو جائیگی۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا اگر میری تولیت اس چشمہ پر قبول ہو تو جاؤ اور شوق سے اپنے اہل و عیال کو لے آؤ۔ وہ قبیلہ مع اپنے اہل و عیال اور مواشی کے حاضر خدمت ہو گیا۔ اور اس مقام پر عالیشان مکانات تعمیر کئے اور اس کا نام مکہ رکھا گیا اور اُن

Marfat.com

لوں نے سات بکریاں بیوی حاجرہ خاتون کی نذر کیں۔ اور حضرت اسمٰعیل کی پرورش اور بیوی حاجرہ کی امداد کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی۔ اس قبیلہ میں حضرت اسمٰعیل کی نشوونما ہوئی۔ اور پروردگار عالم نے اُن سات بکریوں میں اس قدر برکت فرمائی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُن کی بہت جلد نسل بڑھ گئی۔ حضرت حاجرہ خاتون اور جناب اسمٰعیل اب نہایت عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ حضرت جبرئیل نے جناب ابراہیم خلیل اللہ کو اس واقعہ کی خوشخبری سنائی۔ اسی قبیلہ نے ایک نہایت عمدہ مکان حضرت حاجرہ خاتون کی رہائش کے لئے بھی تعمیر کر دیا تھا جس میں آپ معہ حضرت اسمٰعیل کے امن چین سے زندگی بسر کرتی تھیں۔ حضرت ابراہیم نے جب یہ مژدہ جانفزا سنا تو بیحد خوش ہوئے۔ اور پروردگار عالم کا شکر بجا لائے۔ اور ملک شام سے آپ سرزمین مکہ پر آکر اپنے لخت جگر یعنی حضرت اسمٰعیل اور حاجرہ خاتون سے ملے۔ مکہ کی آبادی کو دیکھکر آپ کو سخت تعجب ہوا۔ اور کچھ عرصہ مکہ میں مقیم رہکر پھر حضرت سارہ کے پاس ملک شام کو روانہ ہو گئے۔ جب بی بی حاجرہ خاتون کو قدرت نے حضرت اسمٰعیل عطا فرما دیئے تو حضرت سارہ کو بھی فرزند کی تمنا پیدا ہوگئی۔ ایک روز حضرت جبرئیل نے معہ چند فرشتوں کے اُن کو خوشخبری سنائی۔ کہ تمہارے بطن سے دو فرزند یعنی حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب پیدا ہوں گے۔ یہ سُنکر جناب سارہ کو تعجب ہوا کہ میں بوڑھی بانجھ عورت ہوں۔ مجھ سے کیونکر اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت تک حضرت ابراہیم کی عمر پورے سو برس کی تھی۔ اور حضرت سارہ کی ننانوے برس کی۔ اس خوشخبری کے پورے نو مہینے بعد حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ ادھر مکہ معظمہ میں حضرت اسمٰعیل بالغ ہو چکے تھے تو اس قبیلہ جرہم نے ایک شریف خاندان لڑکی سے آپ کی شادی کر دی تھی۔ چونکہ حضرت ابراہیم کو حضرت اسمٰعیل کی یہ منکوحہ ناپسند ہوئی۔ تو آپ نے اسے طلاق دیدی۔ چنانچہ آپ کی دوسری شادی سردار قبیلہ کی لڑکی سے ہوئی۔ جو خوبصورت اور خوب سیرت تھی۔ جسے حضرت ابراہیم نے بہت زیادہ پسند فرمایا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل وحی لائے جس میں یہ حکم تھا کہ جس مقام پر پہلے بیت اللہ شریف تعمیر ہوا تھا۔ (جو حضرت نوح کے طوفان سے منہدم ہو گیا تھا) اسی مقام پر

Marfat.com

حضرت جبرئیل کی نشان دہی پر پھر بیت اللہ شریف تعمیر کیا جائیگا۔ سب سے پہلا بیت اللہ حضرت آدمؑ نے فرشتوں کے ساتھ مل جل کر بنایا تھا وہ حضرت جبرئیلؑ کے سامنے ہی تعمیر ہوا تھا۔ آپ نے شام سے مکہ میں پہنچکر حضرت اسمٰعیلؑ سے اس وحی کا ذکر کیا اور حضرت جبرئیلؑ کی نشان دہی سے اسی مقام پر بیت اللہ کی از سر نو تعمیر شروع کردی۔ حضرت ابراہیمؑ دیوار بناتے تھے اور حضرت اسمٰعیلؑ پتھر پہنچاتے تھے۔ جب خانہ کعبہ کی دیواریں قدِ آدم بلند ہوگئیں۔ تو آپنے ایک پتھر پر پاؤں رکھکر بنانا شروع کیا۔ آپ کے قدم کی برکت سے وہ پتھر بھی واجب التعظیم ہوگیا۔ چنانچہ کلام اللہ شریف میں اُس پتھر کے متعلق یہ آیت شریف موجود ہے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔ دوران تعمیر میں ایک وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ خبر دیگئی۔ کہ سنگ اسود طوفان نوحؑ کے زمانہ میں بہ کر جبل ابو قبیس کے ایک غار میں جا پہنچا ہے اُس کو وہاں سے نکال کر خانہ کعبہ میں از سر نو نصب کردو۔ لہذا حضرت ابراہیمؑ نے تعمیل ارشاد کی۔ اور اُس وحی کی نشاندہی پر اُس پہاڑ کے غار سے سنگِ اسود نکالا۔ اور خانہ کعبہ میں لاکر نصب کردیا۔ اور حج و طواف بیت اللہ کی منادی عام کردی۔ حضرت سارہؓ معہ حضرت اسحاقؑ کے سالانہ حج کعبہ کے لئے شام سے مکہ معظمہ آیا کرتی تھیں۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ ان کی بہت زیادہ مدارات کرتے تھے۔ جس سے وہ بیحد خوش رہتی تھیں۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ اپنے چھوٹے بھائی حضرت اسحاقؑ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جس وقت ایک بشارت پر حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان کرنے کا قصد فرمایا تھا۔ اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کا سن صغیر تھا اور آپ ہی سب سے پیارے اکلوتے بیٹے تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کے واقعات قربانی محتاج بیان نہیں ہیں۔

## حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نسب نامہ

(از تاریخ ابن اسحاق رح)

حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم بن آذر۔ بن ناحور۔ بن شاروح۔ بن راعو۔ بن فالخ۔ بن عیبر

Marfat.com

... بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک۔ بن متوشلخ بن اخنوخ۔ بن یرد بن مہلائیل بن قاین بن انوش۔ بن شیث۔ بن حضرت آدمؑ۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد:۔ اسمٰعیلؑ سے قیدار۔ ان سے ثابت۔ ان سے یشجب۔ ان سے یعرب ان سے برحا۔ ان سے ناحز۔ ان سے مقوم۔ ان سے اود۔ ان سے عدنان۔ ان سے معد۔ ان سے نزار۔ ان سے مضر۔ ان سے الیاس۔ ان سے مدرک۔ ان سے خزیمہ۔ ان سے کنانہ۔ ان سے نضر۔ ان سے مالک۔ ان سے فہر۔ ان سے غالب۔ ان سے لوی۔ ان سے کعب۔ ان سے مرّہ۔ ان سے کلاب۔ ان سے قصیٰ۔ ان سے عبد مناف۔ ان سے ہاشم۔ ان سے عبد المطلب۔ ان سے عبد اللہ ان سے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

# اسلام کا آفتاب

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب دنیا میں لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اور زمانہ تاریک ہو جاتا ہے گمراہی حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے تو قدرتِ الٰہی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتی ہے چونکہ اسلام کا آفتاب عالمتاب عرب میں چمکا۔ اسلئے عرب کے حالات مندرجہ ذیل ہیں۔

عرب۔ عرب کی وجہ تسمیہ کے متعلق لغت والوں کا بیان ہے۔ کہ عرب اور اعراب کے معنے فصاحت اور زبان دانی کے ہیں۔ عرب والے اپنی زبان کے مقابلہ میں تمام دنیا کی زبانوں کو ہیچ جانتے تھے لہٰذا اپنے آپ کو عرب (فصیح البیان) اور تمام اقوام کو عجم (یعنی ژولیدہ بیان) کہکر پکارتے تھے بعض کی رائے ہے۔ کہ عرب اصل میں عربتہ تھا۔ اور سامی زبان میں عربتہ کے معنے دشت و صحرا کے ہیں۔ چونکہ عرب کے بہت بڑے حصہ میں ریگستان اور دشت و صحرا ہیں۔ اس لئے تمام ملک کو عرب کہتے ہیں۔ ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کے وسط میں ایک ملک ہے۔ جو عرب کے نام سے موسوم ہے جو دنیا کے ... سرور حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اسی ملک میں ہوا۔ عرب کے جنوب

Marfat.com

میں بحرِ ہند۔ مشرق میں خلیج فارس اور دریائے دجلہ و فرات جو شمال تک چلے گئے ہیں۔ بس اس کو عرب کا جزیرہ نما کہتے ہیں۔ یا جزیرۃ العرب کہلایا جاتا ہے۔ جزیرۃ العرب کے مشرق میں خلیج فارس اور بحرِ عمّان ہے۔ جنوب میں بحرِ ہند۔ شمال میں ملک شام اور مملکتِ حلب اور سینا کا جزیرہ نما ہے۔ مغرب میں بحرِ قلزم اور نہر سویز ہے۔ ملک عرب کا کل رقبہ بارہ لاکھ میل مربع ہے۔ اس میں سے ایک تہائی ریگستان ہے جن میں سب سے بڑا وہ ریگستان ہے جو ملک کے جنوب میں واقع ہے۔ اور ربع خالی یا الدّہنا کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا رقبہ اڑھائی لاکھ میل مربع ہے۔ ملک عرب کا طول پندرہ سو میل اور عرض چھ سو میل ہے۔ ملک عرب میں کوئی دریا نہیں چھوٹے نالے ہیں جو ریگستان میں غائب ہو جاتے ہیں۔ یا سمندر میں گرتے ہیں۔ ملک کے بیچ بیچ جنوب سے شمال تک ایک سلسلہ کوہستانی چلا گیا ہے۔ جس کا نام جبل السّرات ہے۔ اس کی سب سے اونچی چوٹی آٹھ ہزار فٹ بلند ہے۔ اس عظیم الشان ریگستان کے شمال میں الحسا یا بحرین کا ایک صوبہ ہے جو خلیج فارس کے ساحل پر واقع ہے۔ ربع خالی کے شمال و مشرق میں عمّان جس کا دار الخلافہ مسقط ہے۔ یہاں کا امیر برٹش حکومت کے زیر سایہ ہے۔ اور ربع خالی کے جنوب میں یمن کا صوبہ ہے۔ جس کا دار الحکومت صنعا ہے۔ یہ صوبہ بحرِ ہند اور بحرِ قلزم کے ساحل پر واقع ہے۔ اسمیں عدیدہ کی مشہور بندرگاہ ہے۔ اور ربع خالی کے مغرب اور نجران کے شمال میں عسیر کا صوبہ ہے۔ جو بحرِ قلزم کے ساحل پر علاقہ تہامتہ سے ملحق ہے۔ اور علاقہ تہامتہ حجاز کا جنوبی حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اور عرب اس حصہ کو یمن کہتے ہیں یہاں ایک شیعہ مذہب کا امیر حکمران ہے۔ جو اٹلی کے زیر اثر ہے۔ اور ربع خالی کے شمال میں بشکل مربع نجد کا وسیع صوبہ ہے جس کے مشرق میں صوبہ بحرین مغرب میں حجاز اور شمال میں صحرائے شام واقع ہے یہاں ایک وہابی امیر ہے۔ جو برٹش حکومت کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے حال میں تمام حجاز پر قابض ہو گیا ہے جس کا نام سلطان ابن سعود ہے۔ نجد کے جنوب و مشرق میں یمامہ ہے اور صرف مشرق میں بحرِ قلزم کے مغربی صوبہ حجاز ہیں۔ جس میں مکہ۔ مدینہ۔ طائف۔ جدّہ۔ ینبوع کی مشہور اور زرخیز بندرگاہیں واقع ہیں۔ پہلے یہاں ترکی حکومت کی طرف سے ایک گورنر رہتا تھا جو عموماً شریف حجاز کے

Marfat.com

نام سے حکومت کرتا تھا۔ اس پر جب شریف نے جس کا نام حسین تھا۔ جنگ یورپ میں اغیار کی سازش کا شکار ہو کر ترکی حکومت سے بغاوت کی اور اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد نجد کے وہابی امیر ابن سعود نے بزور شمشیر اس پر قبضہ کر لیا۔ اور حرم محترم میں خون کی ندیاں بہادیں۔ جہاں مذہبی اصول سے جوں کا مارنا بھی ناجائز ہے۔ اور اب نجد و حجاز پر اس وہابی کا قبضہ ہے۔ حجاز کے مغرب اور نجد کے شمال و مشرق میں ایک چھوٹا سا علاقہ خیبر کا واقع ہے۔ شام و حجاز و نجد کے مابین ایک علاقہ حجر کے نام سے مشہور ہے۔ جو ربع خالی کے اندر حضرموت و یمامہ کے درمیان ہے۔ الا حقاف ایک غیر آباد مقام ہے۔ عرب کے نقشہ کو اگر سامنے رکھ کر ملاحظہ کیجئے تو ملک عرب کے تمام مشہور صوبوں کی صحیح حالت نظر کے سامنے آجائیگی۔ ملک عرب میں سوائے دریائے فرات اور دجلہ کے کوئی اور دریا یا ندی نہیں ہے۔ ملک کا بڑا حصہ ریگستانی اور غیر آباد بنجر ہے۔ جہاں بالکل بارش نہیں ہوتی۔ البتہ سمندر کے کنارہ کنارہ جو علاقے آباد ہیں ان میں کہیں کہیں سبزی کے آثار نمایاں ہیں۔ اور صرف نجد کا صوبہ ایسا ہے جسکے ریگستانوں کا سلسلہ شام سے جا ملا ہے۔ اگرچہ عرب میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں مگر کوئی پہاڑ شاداب و سرسبز نہیں ہے۔ ملک عرب کی کل آبادی سوا کروڑ کے قریب ہے سخت دھوپ پڑتی ہے اور گرم ہوا چلتی ہے جس کا نام باد سموم ہے جس کی برداشت انسانی طاقت سے باہر ہے کھجور کے سوا اور کوئی پیداوار قابل ذکر نہیں۔ بڑے بڑے سفر اونٹ کے ذریعہ طے کئے جاتے ہیں بلکہ یہ ریگستانی سواری ہی باد سموم کو برداشت نہیں کر سکتی۔ باشندوں کی معاشرت بہت سادہ ہے یعنی اونٹنی۔ بکری کے دودھ۔ اور صرف کھجور کے پھل پر گزارہ کرتے ہیں۔ آبادی کا بڑا حصہ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا ہے اور باشندے عموماً بہادر ہوتے ہیں۔ فخر کائنات کی بعثت سے پہلے یعنی چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں تمام دنیا پر کفر و الحاد کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور خدا کی وسیع زمین لاتعداد گمراہیوں سے گھری ہوئی تھی۔ اور خصوصاً عرب جہالت و تاریکی کے گڑھے میں گر چکے تھے۔

## مسدس

ساکن تھا آبِ دجلہ ساکت تھی بزمِ سینا      ظلمت تھی کارفرما ہر سمت بے محابا

Marfat.com

باطل پرستیاں تھیں اِلحاد کفر بھی تھا — نقشہ بگڑ گیا تھا گویا زمانہ بھر کا

خود بینیوں کا پردہ آنکھوں پہ پڑ گیا تھا

خود رائیوں کا اِک جن سر پہ چڑھا ہوا تھا

ہر فردِ قوم کا تھا علم و ہنر سے عاری — خود ساختہ بتوں کا ہر ایک تھا پجاری

بادہ پرستیاں تھیں رگ رگ میں اُنکی ساری — تھا ذوق مے پرستی اک بیخودی تھی طاری

بد مستیوں کا غلبہ ہر سمت ہو رہا تھا

ہشیار جو وہاں تھا بیخود بنا ہوا تھا

سایہ فگن سروں پر تھی ظالموں کی نکبت — صدیوں سے چھا رہی تھی بنکر سحاب ظلمت

تھی تیرہ ساز عالم تاریکیِ جہالت — فتنہ تھا کارفرما برپا تھی اک قیامت

برنا و پیر سب تھے حرص و ہوا کے بندے

اعمال بھی تھے ناقص افعال بھی تھے گندے

فاران کی چوٹیوں پر ناگاہ مہر چمکا — پُر نور ہو گئے سب دشت و جبل سراپا

تاریکیوں پہ غالب آخر ہوا اجالا — روشن ہوا زمانہ از فرش تا ثریا

دریائے نورِ مطلق ہر سمت موجزن تھا

موجیں تڑپ رہی تھیں موجوں میں بانکپن تھا

ظاہر ہوئے جہاں میں آثارِ حق پرستی — زائل ہوا دلوں سے وہ شوق و ذوقِ مستی

آزاد ہو گئے سب پابندِ قیدِ پستی — ہر شخص ہو گیا پھر آگاہِ رازِ ہستی

اُمی لقب جو آیا حق کا کلام لے کر

اقراء پڑھایا سب کو خالق کا نام لیکر

بنیادِ کفر کھودی آتشکدے بجھائے — اصنام کو بھی توڑا اور ہیکلے بھی ڈھائے

جتنے تھے نقشِ باطل اک آن میں مٹائے — خالق کا نام لیکر خالق کے گھر بنائے

Marfat.com

مرکز کیا تھیں اک دائرہ بنایا

گم کردہ راہ جو تھے رستہ انھیں دکھایا

اخلاق بھی سدھارے اخلاص بھی سکھایا · الفت کا درس دیکر سب تفرقہ مٹایا

بھولا ہوا سبق پھر توحید کا پڑھایا · بچھڑے ہوؤں کو آخر اللہ سے ملایا

روحی فداک سید، روحی فداک احمد

صلے علی محمد صلی علی محمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے زمانہ کا نام قرآن کریم نے زمانہ جاہلیت رکھا ہے۔ اور یوں ایک لفظ میں نقشہ کھینچ دیا ہے جس کی تفصیل پر ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اور اس حالت کو صرف عرب کے بت پرستوں سے مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی حالت کو بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔ اور تمام دنیا کی حالت کو ایک بگڑی ہوئی حالت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ خشکی اور تری میں یعنی کل روئے زمین پر فساد پھیل گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے دنیا میں کبھی تہذیب کی حالت ہی پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ جو کچھ تہذیب اور اخلاق مختلف قوموں اور ملکوں میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء لاتے رہے اس پر ایک لمبا زمانہ گذر کر اب وہ حالت بدل چکی۔ اور تمام دنیا حقیقی تہذیب سے دور جا پڑی تھی۔ اگرچہ یہ لفظ ملک عرب کے ایک اُمّی کے منہ سے نکلے۔ کہ تمام روئے زمین پر اس وقت فساد پھیلگیا ہے جسے نہ دنیا کے ملکوں کی حالت دیکھنے کا موقعہ ملا۔ نہ اس زمانہ میں کوئی ایسی کتابیں تھیں۔ نہ اخبار جاری تھے۔ جو دنیا کا نقشہ کھینچ دیتے۔ مگر آج تاریخ کو دیکھنے سے اس کلام کی تصدیق ایک اعجاز کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔

## روئے زمین کے حالات

نمبر ا۔ یورپ میں۔ وحشت اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ ہر سمت جنگ و جدال کا بازار گرم تھا۔ اور وڈن بت کی پرستش کی جاتی تھی۔

Marfat.com

نمبر۲- ایران میں۔ زر۔ زمین۔ اور زن کی حکومت تھی۔ اور دوسرے مذاہب کا داخلہ سرزمین ایران میں ممنوع تھا۔

نمبر۳- چین میں۔ بادشاہ کا درجہ خدائے برتر کی برابر کردیا گیا تھا۔ انسانیت اور اخلاق کے جنازے دفن ہو چکے تھے۔

نمبر۴- ہندوستان میں مہابھارت کی خونیں داستانیں ابھی تازہ تھیں کہ وام مارگیوں کی لعنت ملک پر چھا گئی۔ ہر چکنا چپٹرا پتھر خدا بنا لیا گیا حتیٰ کہ گائے کے گوبر اور پیشاب نے بھی درجہ تقدیس حاصل کر لیا تھا

نمبر۵- مصر میں عیسائیت کا وجود برائے نام رہ گیا تھا۔ مسیح کی رسالت ناقابل فہم تثلیث میں مدغم کردی گئی تھی۔ عیسائیوں نے خداؤں کے گھٹانے میں بہت کوشش کی مگر وہ بھی تین خداؤں سے کم نہ کرسکے۔

نمبر۶- عرب پر کسی انسان کی حکومت نہ تھی۔ بلکہ شیطان اکثر اجسام وارواح میں حلول کر گیا تھا جس سے عرب تمام شیطانی حرکات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ انسانیت اُن جہلا اور وحوش سے لرزاں تھی۔ نشہ بے انتہا محبوب تھا۔ شراب کے ایک ہزار نام رکھنے کا فخر سوائے عرب کے کسی اور قوم کو حاصل نہ تھا۔ جوا۔ سود خواری رہزنی۔ بدکاری۔ قزاقی اُن کے بہترین مشاغل تھے۔ عورت انسانیت کے مجد وشرف سے محروم تھی۔ اس کا باپ بھائی اور خاوند کے مال میں کوئی حق نہ تھا۔ وہ جس طرح باپ کی ملکیت تھی اسی طرح بیٹے کے لئے بھی حلال تھی۔ اُس کے ہاتھ کا نکالا ہوا دودھ نہیں پیا جاتا تھا۔ اور اپنے خاص ایام کے وقت وہ تمام آدمیوں سے علیحدہ رکھی جاتی تھی۔ اور اُسے نجس جانکر کوئی نہ چھوتا تھا۔ دختر کشی کی ذلیل ترین حرکات پر فخر کیا جاتا تھا۔ لڑکیاں موجب ننگ وعار سمجھی جاتی تھیں۔ اور اُن کو زندہ دفن کر دیتے تھے مُردار خوار جانوروں کا گوشت بے تکلف کھایا جاتا تھا۔ اور بالکل برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف اور بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ اس وقت خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے ان کے علاوہ ہر خاندان میں بلکہ ہر قبیلہ میں ہر ضرورت کا جداگانہ خدا بنا لیا گیا تھا چنانچہ بنی غسان کے بت کا نام عُزّیٰ تھا۔ بنی حولان کا **عم انس**۔ اسی طرح بنی طے **یغوث فلس۔ عروہ** کو اپنا ذریعہ نجات

Marfat.com

بت تھے۔ غرض ہر قبیلہ کے لوگ اپنے اپنے بتوں کی الگ الگ پرستش کرتے تھے۔ کسی قبیلہ کا خدا **ہبل** تھا کسی کا **صفا**۔ کوئی **عزّیٰ** کو اپنا خالق مانتا تھا۔ کوئی **نائلہ** کو۔ کسی کو **لات** سے عقیدت تھی۔ کسی کو **منات** سے۔ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ اور حضرت مریمؑ کی تصویریں بھی بیت اللہ کے دیوار و در پر بنائی گئی تھیں۔ اور **انصاب** اُن بتوں کو کہتے تھے جو کعبہ سے ذرا پرے نصب تھے۔ اور اُن پر اونٹوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی۔ الغرض خانہ کعبہ اُس وقت تمام قبائل عرب کے بتوں کا مرکز تھا۔ اس وقت دنیا میں گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ خداوند لایزال کی رحمت و رافت دنیا بھر میں سے اُٹھ گئی تھی۔ بندے اپنے معبود حقیقی سے غافل ہو چکے تھے۔ مخلوق میں ایسا کوئی نہ تھا جو اپنے خالق کو ڈھونڈے۔ کوئی قدم نہ تھا جو اس کی طرف اٹھے۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو اس کے لئے اشکبار ہو۔ کوئی دل نہ تھا جو اس کی یاد میں بیقرار ہو۔ کوئی روح نہ تھی جو اسے پیار کرے۔ فطرت کا حسن حقیقی معصیت کی تاریکی میں چھپ گیا تھا۔ اوہام پرستی۔ خود غرضی اختلافات۔ نزاعات۔ مناقشات کے دریا اُمڈے ہوئے تھے۔ غرض ہر طرف ہی طوفان بے تمیزی تھا۔

حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹے تھے جس پر توریت کی شہادت ہے۔ ان میں ایک **قیدار** تھے۔ جن کی نسل حجاز میں پھیلی۔ عربوں کا قیدار کی اولاد ہونا توریت میں ایک امر مسلّمہ ہے۔ اور عدنان کا جو غالباً حضرت اسمٰعیلؑ سے کوئی چالیسویں پشت میں ہیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہونا۔ اہل عرب کو تسلیم ہے۔ اور عدنان تک آنحضرت کا نسب نامہ نام بنام یقینی طور پر پہنچا ہوا موجود ہے۔ جس میں آج تک کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ عدنان سے نویں پشت میں نضر بن کنانہ ہیں۔ جن کے ساتھ خاندان قریش کی بنا پڑی۔ اور اس گھرانہ کا اعزاز پہلے سے بھی دوچند ہو گیا۔ اُن کی اولاد میں نویں پشت میں قصی ہوئے جن کے سپرد کعبہ کی تولیت کا کام ہوا۔ جو عرب میں سب سے زیادہ معزز عہدہ سمجھا جاتا تھا

Marfat.com

یہ عبدالمطلب کے پردادا تھے یہ خاندان تمام عرب میں اعلیٰ سے اعلیٰ سمجھا جاتا تھا جس سے بلند تر اور کوئی خاندان نہ تھا۔ عبدالمطلب ہاشمی و قریشی بہ اعتبار نسبی و ذاتی شرافت کے تمام قوم میں معزز و ممتاز بزرگ سمجھے جاتے تھے اور خانہ کعبہ کی تولیت بھی آپ ہی کے سپرد تھی۔ عبدالمطلب کے تیرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ حضرت عبدالمطلب کے سات بیٹے قابل ذکر ہیں۔ ابولہب ابوطالب۔ حمزہؓ۔ جعفرؓ۔ عباسؓ۔ زبیرؓ اور عبداللہؓ۔ ان کے علاوہ چھ بیٹیاں یعنی امیمہ۔ اروی عاملہ۔ صفیہ۔ اور ام حکیم۔ اور آو امیمہ۔ یہ سب عبدالمطلب کے اولاد مختلف بی بیوں کے بطن سے تھی۔ لیکن عبداللہؓ۔ جعفرؓ۔ ابوطالب۔ اروی۔ اور صفیہ ماں جائے بھائی بہن تھے جن کی والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ حضرت عبداللہ اپنی خوبصورتی عقلمندی۔ خوش خلقی کے باعث نہ فقط عبدالمطلب کو اپنے تمام بیٹوں بیٹیوں سے زیادہ پیارے تھے۔ بلکہ سارا شہر کا شہر عبداللہؓ کی سیرت و صورت کا گرویدہ تھا۔ جس طرح عبداللہؓ اپنی سیرت اور صورت کے باعث مکہ بھر میں مشہور تھے۔ اسی طرح وہب بن مناف کی لڑکی آمنہ بلحاظ شرافت۔ ذہانت۔ سیرت اور اپنی چاند سی صورت کے اعتبار سے شہر مکہ کے تمام شریف گھرانوں کی لڑکیوں میں ممتاز تھیں۔ بزرگوں کی نظر انتخاب میں بہترین اور خوبصورت جوڑا میاں بیوی کی صورت میں منسلک ہو گیا۔ یعنی عبداللہؓ آمنہ کے رفیق زندگی بنے۔ اور آمنہ عبداللہؓ کی رفیقہ حیات بنیں۔ الغرض جلوس کسریٰ سے چالیسویں برس ۱۲ ربیع الاوّل سنہ فیل مطابق ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق حضرت آمنہ کے آغوش میں آفتاب نبوت جلوہ گر ہوا۔ یعنی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں رونق افروز ہوئے۔ ؂

گل آمد در چمن مے در خم و پیمانہ می بینم
ہجوم مے پرستاں بردر مے خانہ می بینم

نہ محتاجم بگلگشت چمن اے باغباں ہرگز
بہار صد چمن در عارض جانانہ می بینم

ندا از حاملان عرش آمد
اٹھو وقت تعظیم احمد ہے یہ

کہ برخیز از پے تعظیم احمدؐ
بیان ظہور محمد ہے یہ

[illegible] تولد ہوئے　　اولی العزم اعظم تولد ہوئے

تولد ہوئے بادشاہِ جہاں　　تولد ہوئے رہبرِ مرسلاں

تولد ہوئے مظہرِ جزو کل　　تولد ہوئے بادشاہِ رسل

تولد ہوئے شاہِ دنیا و دیں　　تولد ہوئے خاتم المرسلیں

تولد ہوئے خسروِ دو جہاں　　تولد ہوئے شاہِ کون و مکاں

تولد ہوئے بیکسوں کے رفیق　　تولد ہوئے غمزدوں کے شفیق

تولد ہوئے سید الانبیاء　　تولد ہوئے سرورِ اصفیا

تولد ہوئے شاہِ عالی مقام　　علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

السّلام اے کہ ہُوئی تو دار الشفا　　السّلام اے سوئے تو بدر الدجےٰ

السّلام اے چارۂ دردِ جگر　　السّلام اے بادشاہِ بحر و بر

السّلام اے خسروِ امّی لقب　　السّلام اے ماہِ تابانِ عرب

السّلام اے باغِ عالم را بہار　　السّلام اے رحمتِ پروردگار

السّلام اے شکلِ انساں نورِ حق　　السّلام اے ناظر و منظورِ حق

اے مدینہ کے تاجدار سلام　　اے غریبوں کے غمگسار سلام

سترِ وحدت کے رازدار سلام　　بزمِ کثرت کے افتخار سلام

راحتِ قلبِ بیقرار سلام　　حسرتِ چشمِ اشکبار سلام

آپکی رہبری پہ احساں پہ　　شو در و دیں خدا ہزار سلام

روئے انور پہ عطر بیز درود　　زلفِ مشکیں پہ مشکبار سلام

جس نے تاریک دل کئے روشن　　ایسے ہادی پہ نور بار سلام

[illegible]اجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت جو معجزات سرزد ہوئے اُس سے مسلمانوں کا واقف ہے۔ لہٰذا وہ معجزات محتاج بیان نہیں ہیں۔ حضرت صفیہؓ کو اپنے حقیقی بھائی

Marfat.com

عبداللہ کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی۔ جن کی پچیس سال کی عمر میں وفات ہوگئی تھی۔ وہ اپنے پیارے بھائی کے فوت ہونے سے بہت زیادہ رنجیدہ اور بیقرار تھیں اور اپنی بھاوج حضرت آمنہؓ کے وضع حمل کی مدت کا ایک ایک دن گن گن کر کاٹا تھا۔ جس وقت آنحضرت تولد ہوئے اور حضرت صفیہؓ کی آغوش میں آئے تو وہ جوش مسرت میں بنی ہاشم کی بیبیوں کو مخاطب کر کے حضور اکرم صلعم کے حسن و جمال کی طرف اس طرح اُن کو متوجہ فرماتی تھیں۔ رباعی

قد بیں و رُخ بہ بیں ولب جاں فزا بہ بیں    واں چشم مست و آن نگہہ آشنا بہ بیں
اجزائے حُسنِ او ہمہ یک یک نگاہ کُن    وآنگہ بیا و حالِ منِ مبتلا بہ بیں

## غزل

نخلے قدش کہ از چمنِ جاں برآمدہ    شاخ گلے بصورتِ انساں برآمدہ
بہر نظارۂ گُلِ روئے تو در چمن    گل ہر طرف زشاخِ درختاں برآمدہ
اکنوں توئی جمیل جہاں گرچہ پیش ازیں    آوازۂ جمال زکنعاں برآمدہ
از فرق تا قدم ہمہ جاں است آں نہال    گویا زآب چشمۂ حیواں برآمدہ

مست از مۂ شبانہ مہ من زخوابِ ناز
باآفتاب دست وگریباں برآمدہ

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ ایک ہادی۔ ایک مُصلح۔ ایک ریفارمر۔ ایک اوتار۔ اور ایک نبی کے پیدا کرنے کی قدرت کو اسی وقت ضرورت ہوتی ہے۔ جب زمانہ میں کفر و الحاد کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں۔ لہٰذا آنحضرت (روحی فداک) ایسے ہی تاریک زمانہ میں تولد ہوئے۔ ابھی مولود نے عبرت کدۂ ہستی میں قدم ہی نہ رکھا تھا۔ کہ قدرت نے باپ کو ہمیشہ کے لئے سُلا دیا۔ اب یتیم بچہ کا جشن میلاد کون منائے۔ غالباً غمگین بیوہ کا ذہن بھی ادھر منتقل نہ ہوتا ہوگا۔ کہ اس کے یتیم بچے کے جشن میلاد کی خوشیاں لاکھوں بلکہ کروڑوں مقامات پر گھر گھر منائی جائینگی۔ الغرض بیوہ نے دادا میاں کو خبر کرائی۔ وہ آئے اور اپنے مرحوم لختِ جگر کی یادگار کو کلیجہ سے لگا کر کعبہ

Marfat.com

اور کعبہ والے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر واپس آکر آمنہ خاتون کے آغوش میں دیدیا۔ محمد صلعم کو ان کی ماں نے چھ برس تک چھاتی سے لگائے رکھا۔ وہی ممتا وہی پیار وہی ناز برداریاں جو مائیں اپنے بچوں کے ساتھ روا رکھتی ہیں کیں۔ چونکہ قدرت کو منظور تھا کہ اس کا پیغمبر ساری بلخیوں کو چکھے یتیم پیدا کیا تاکہ یتیموں کا درد دل میں پیدا ہو جائے۔ اب قدرت نے چھ برس کی عمر میں ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھا لیا۔ اور کہاں پردیس میں یعنی آپ کی والدہ مدینہ اپنے شوہر عبداللہ کی مزار کی زیارت کو گئی ہوئی تھیں۔ اور حضور اکرم کو بھی ان کے والد کے مزار کی زیارت کرانے لیگئی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کی ایک کنیز ام ایمن بھی تھی۔ مدینہ کی واپسی پر مقام ابوآر میں آمنہ کی وفات ہوئی۔ آپکی چھ سالہ عمر میں یہ واقعہ دردانگیز کچھ کم نہ تھا لہذا ام ایمن کے ہمراہ آپ مکہ واپس آئے۔ اسکے بعد آپ کے دادا نگراں ہوئے۔ اور انھوں نے محمد عربی کے ساتھ اتنی شفقت روا رکھی۔ کہ اپنے بیٹوں اور پوتوں میں سب سے ممتاز بنایا۔ محمد صلعم بطن مادر میں یتیم ہوئے۔ چھ برس کی عمر میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور آٹھ برس کے ہوئے تو دادا نے رحلت فرمائی۔ الطافِ پدری سے ناآشنا۔ ماں کی ممتا سے محروم۔ دادا کی شفقت سے مہجور۔ محمد کی زندگی سراپا غم بن گئی پیہم درد و غم کے ساتھ ہلکی ہلکی مسرت نے مل کر ایک ایسا مادہ تیار کر دیا۔ جو انسان کے درد کی دوا ثابت ہوا۔ اس کے بعد آپ کے حقیقی چچا حضرت ابوطالب آپ کے سرپرست ہوئے۔ اور آٹھ برس کی عمر میں آپ اپنے چچا ابوطالب کی کفالت میں آگئے۔ بچپن ہی سے اتنی خوبیاں آپ میں پائی جاتی تھیں۔ کہ ابوطالب کو آپ کے ساتھ نہایت محبت ہوگئی۔ بلکہ جو شخص آپ سے بات چیت کرتا تھا وہی محبت کرنے لگتا تھا۔ اور ابوطالب آپکو کمال شفقت سے اپنے پاس سلاتے اور مکہ میں جہاں کہیں جاتے ساتھ لیجاتے۔ آپ کی عمر کوئی بارہ برس کی تھی جب ابوطالب نے تجارت کے سلسلہ میں ملک شام کے سفر کا قصد کیا مگر آنحضرت صلعم آپ کی جدائی گوارہ نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کے ساتھ جانیکی خواہش کی لہذا ابوطالب نے اپنے پیارے بھتیجہ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ یہ تجارتی قافلہ منزلیں طے کرتا

Marfat.com

ہوا۔ جب شہر بصریٰ کے قریب کوہستان سعیر کے سرسبز و شاداب دامن میں پہنچا۔ تو حسب دستور اس منزل پر بھی ایک آدھ روز ٹھیرنے کے لئے سب لوگوں نے قصد کیا۔ اور اپنا اپنا سامان اونٹوں کے کجاووں سے اتارنا شروع کیا۔ حضور پرنور صلعم بھی اپنے چچا کے ساتھ سامان آتارنے میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت اس تاجرانہ شہر بصریٰ میں مختلف العقائد مسیحیوں کے گرجے اور عزلت کدہ بنے ہوئے تھے۔ انھیں معابد میں بحیرہ راہب کا عظیم الشان گرجا بھی تھا۔ جو فصیل شہر سے دو تین میل کی مسافت پر کوہستان سعیر کی ایک بلند پہاڑی کے دامن میں ایک سرسبز و شاداب قطعہ زمین پر بنایا گیا تھا۔ جس کے اردگرد حجروں میں بہت سے راہب عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور انھیں حجروں سے ملا ہوا ایک وسیع مہمان خانہ بنا ہوا تھا جس میں ہمیشہ دو چار مسافر مہمان رہتے تھے۔ اور علاوہ ان مہمانوں کے شام کو جانے والے قافلے بھی ٹھیرتے تھے۔ اور ہر ایک مسافر کو اس جگہ ہر ایک طرح کا آرام ملتا تھا۔ چنانچہ ان دنوں کوہستانی عرب کے شمالی حصے اور ملک شام پر قسطنطنیہ کے بادشاہ کا قبضہ تھا۔ بحر قلزم کے ساحل کا ایک حصہ شہر مکہ کے جنوب تک حبشہ کے عیسائی بادشاہ کی حکومت میں تھا۔ خلیج فارس کے کنارے۔ اور وہ ملک جہیں دریائے دجلہ اور فرات بہتے ہیں۔ اور نیز جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی حصے کیانیوں کے ماتحت تھے۔ ان ممالک میں رہنے والے یا تو عیسائی تھے یا آتش پرست۔ یا بعض یہودی۔ اکثر آزاد خود مختار عرب بتوں۔ سیاروں اور مختلف دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ اس وقت ان تمام مذاہب میں اگر کوئی مذہب عمدہ ہوسکتا تھا تو وہ یہودیوں اور عیسائیوں کا مذہب تھا۔ لیکن ان ہر دو مذاہب میں بھی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ چنانچہ یہودیوں میں سوائے بناوٹ رعونت۔ قساوت قلب کے مذہبیت نابود ہو چکی تھی۔ اُن کے تمام مذہب کا دار و مدار قصہ گوئی۔ اور بیہودہ رسومات مروجہ کی پیروی پر تھا۔ اسی طرح عیسائیوں کی کیفیت یہ تھی کہ اُن کے پادریوں نے ریاکاری۔ دنیا طلبی کے باعث عیسائیت کو پس پشت ڈال دیا تھا نہ مصنوعی روایتوں جھوٹی داستانوں۔ اپنے مفید مطلب من گھڑت افسانوں۔ باطل کرامتوں اور غلط معجزوں کو بیان کر کے اپنے اپنے مقلدوں سے فائدہ اٹھاتے

Marfat.com

میں عیسائی مسیحیت تھی۔ جس میں رہبانیت کی تعلیم سے ہر شخص مبتلائے مصیبت نظر آتا تھا۔ کہیں نسطوری مسیحیت جو دنیاوی تمدن کو برباد کر رہی تھی پائی جاتی تھی۔ غرضکہ توحید کے دعوے کو تثلیث کے عقیدے اور ذاتِ احدیت کو تین کی تقسیم سے ان عیسائی اسقف اور راہبوں نے ایسا خراب کر دیا تھا۔ کہ توحید کے معنے سمجھنا مشکل ہو گئے تھے۔ بحیرہ راہب کی مسافر نوازی مشہور تھی۔ اگرچہ اس نے اپنے معتقدین اور خانقاہ کے مجاوروں کو مسافروں کے آرام و آسائش دینے کی سخت ہدایتیں کر رکھی تھیں۔ مگر اس پر بھی وہ آنے والے مسافروں کے پاس ایک دفعہ خود آکر دریافت حال کیا کرتا تھا چنانچہ جس وقت ابو طالب کا قافلہ اس مقام پر اترا۔ اس وقت بڑی کڑی دھوپ تھی۔ بحیرہ نے ان نو وارد مسافروں پر نظر ڈالی جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو چونک پڑا۔ اور بڑی دیر تک آپ کا چہرہ منور دیکھتا رہا قافلہ کے سب لوگ اپنا اپنا سامان اتار چکے۔ تو بحیرہ نے سب سے پہلے قافلہ کے لوگوں سے آنحضرت کی نسبت یہ سوال کیا کہ "یہ کون صاحبزادہ ہیں"؟ ابو طالب نے کہا۔ کہ یہ میرا فرزند ہے۔ اس نے شکل و صورت کے ساتھ اچھے خصائل بھی پائے ہیں جو اس کو دیکھتا ہے خوش ہوتا ہے۔ یہ سن کر اس بوڑھے راہب نے کہا کہ مجھے اس صاحبزادے کے چہرہ پر حق کی تجلی نظر آتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی کوئی خاص شان ہے۔ کیونکہ میں گرجا کے دریچہ میں بیٹھا تھا میں نے تمہارا قافلہ گھاٹی پر چڑھتے دیکھا۔ میں اس وقت سے اب تک ابر کا ٹکڑا اس صاحبزادے کے سر پر سایہ فگن دیکھتا ہوں بحیرہ ابو طالب سے یہ باتیں کر رہا تھا اور حضور بھی پاس بیٹھے تھے اتنے میں بحیرہ نے آنحضرتؐ سے پوچھا صاحبزادے! آپ کا مذہب کیا ہے؟ حضور نے فرمایا میرے دل میں جس چیز کی جستجو ہے وہ ابھی تک مجھے نہیں ملی۔ میرے بزرگ اگرچہ بتوں کو اپنا معبود سمجھتے ہیں لیکن میرا دل اس کو نہیں مانتا اور نہ میں نے کسی بت کے آگے اب تک اپنا سر جھکایا ہے۔ اس معقول جواب پر بحیرہ نے خوش ہو کر پوچھا آپ نے یہود کی کتب آسمانی پڑھی ہونگی۔ اس لئے آپ بت پرستی کو اچھا نہیں سمجھتے آپ نے جواب دیا۔ میں تو امی ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ یہود کی آسمانی کتابوں میں کیا لکھا ہے لیکن میرا

Marfat.com

دل مجھ سے کہہ رہا ہے۔ کہ ہماری قوم غلطی پر ہے۔ بلکہ مجھے تو آپ لوگ بھی مشرک معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ میرا ذاتی خیال ہے۔ کہ خدا کا اصلی مذہب توحید ہونا چاہیئے۔ اور اسی حقیقی مذہب کی دُنیا میں ضرورت ہے۔ یہ کہکر آپ پانی لینے کے لئے حوض پر گئے۔ تو ابر کا ٹکڑہ آپ کے سر پر سایہ فگن تھا۔ بحیرہ نے ابوطالب سے کہا۔ آپ نے جو یہ کہا۔ کہ یہ میرا فرزند ہے۔ میں اپنی مذہبی پیشینگوئی کے مطابق کہہ سکتا ہوں کہ اس صاحبزادے کو تو یتیم ہونا چاہیئے تھا۔ ابوطالب نے کہا آپ کا خیال درست ہے۔ واقعی یہ یتیم ہے۔ اور میرے مرحوم بھائی عبداللہ کا فرزند ہے۔ مگر میں نے اسے اپنی اولاد کی طرح پالا ہے۔ اس پر بحیرہ راہب نے کہا۔ اب مجھے کامل یقین ہوگیا۔ یہ وہی نبی ہے جسکی انبیاء سلف پیشینگوئی کرتے آئے ہیں۔ لیکن اسکی پشت دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ اگر اس کی پشت پر وہ نشانی موجود ہے تو کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔ جب آپ پانی لیکر واپس آئے تو بحیرہ نے قمیص اٹھا کر آپ کی پشت مبارک بغور دیکھی۔ اور مہر نبوت کو دیکھکر بوسہ دیا۔ اور ابوطالب سے کہا کہ بیشک یہی وہ نبی ہے۔ جو نبی آخرالزمانہ ہوگا۔ آپ اس صاحبزادے کو حفاظت سے رکھیں۔ اور اس کی پوری نگہبانی کریں۔ اگر میری قوم یہود اس میں یہ نشانیاں دیکھیں گے تو وہ اس کے دشمن بلکہ خون کے پیاسے ہو جائینگے۔ (ترمذی نے لکھا ہے۔ کہ بحیرہ راہب نے ابوطالب کو قسم دیکر کہا کہ آپ اس لڑکے کو اپنے ساتھ ارض روم میں نہ لیجائیں۔ کیونکہ وہاں کے لوگ اس کے دشمن ہیں۔ ابھی بحیرہ یہی بات چیت کر رہا تھا۔ کہ دور سے سات رومی آتے دکھائی دیئے۔ اس نے بطور استقبال کے آگے بڑھکر اُن سے دریافت حال کیا۔ اُن رومیوں نے کہا کہ ہم کو اس بات کی خبر ملی ہے۔ کہ اس جگہ وہ شخص پہنچا ہے جو آیندہ نبوت کا دعویٰ کریگا۔ لہذا ہم اس کی تلاش میں آئے ہیں۔ اس راہب نے یہ سنکر اُن سے کہا کہ خدا کو اگر وہ نبی پیدا ہی کرنا ہے۔ اس کی تعلیم کو دُنیا میں پھیلانا ہے۔ تو اُس کی قدرت میں کون مزاحم ہو سکتا ہے۔ چونکہ بحیرہ راہب ایک مذہبی پیشوا اور خدا رسیدہ مانا جاتا تھا۔ اس لئے وہ ساتوں رومی بحیرہ کو جواب دیئے بغیر شرمندہ ہو کر وہاں سے پلٹ گئے۔ پھر کہا میری رائے ہے کہ اس مقرب بارگاہ کو آپ ملک شام میں ہرگز نہ لیجائیں۔ اگر آپ کو اس سے دلی محبت ہے تو یہیں سے اس لڑکے کو واپس

Marfat.com

[illegible] دا پس کردیجئے۔ ابوطالب کو حضورِ اقدس سے دلی محبت تھی اور رومیوں اور بحیرہ کی باتیں اچھی طرح سن چکے تھے۔ اور نیز اس راہب کے مشورہ کے مطابق آپ کو مکہ واپس لیجانے کا مصمم ارادہ کرلیا اور اپنا تجارتی مال بصرٰی میں فروخت کرڈالا جس میں انھیں ملک شام میں جانے سے زیادہ منافع ہوا۔ بس ابوطالب قافلہ والوں سے رخصت ہوکر اسی منزل سے مکہ شریف واپس لوٹ پڑے۔ اس کے بعد حضورِ اقدس تقریباً پانچ سال مکہ میں اپنے شفیق چچا ابوطالب کی زیرِ پرورش رہے۔ ۵۸۶ء میں حضور کا سن مبارک پندرہ برس کا تھا۔ ابوطالب پہلے ہی عیالدار تھے۔ اُن کو اس وقت سے حضور کی آئندہ زندگی بہتر بنانے کا خیال ہوا۔ لیکن وہ اتنے مالدار نہ تھے۔ کہ کچھ مال و اسباب خرید کر تجارت کے لئے حضورؐ کی سپرد کرتے۔ جس سے آنحضرت فکرِ معاش سے بےفکر ہو جاتے۔ لہٰذا ایک دن ابوطالب نے آپ سے کہا۔ بیٹا! مجھے یہ کہتے ہوئے اگرچہ شرم آتی ہے لیکن میں اپنے عیالداری کے باعث یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ماشاء اللہ اب تم جوان ہو۔ تمہیں آئندہ زندگی گذارنے کا فکر کرنا چاہیئے۔ اگر میرے پاس سامان اور روپیہ ہوتا۔ تو میں تم کو تجارت کرنے کو کہتا لیکن میں خود غریب ہوں۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ اس وقت ہمارے شہر میں خویلد کی لڑکی خدیجہ بہت مالدار اور صاحبِ تجارت خاتون ہے۔ اُسے اپنے تجارتی کاروبار کے لئے اکثر ملازموں کی ضرورت رہتی ہے۔ اگر تم اس بات کو پسند کرو۔ تو میں اُس کے پاس جاکر تمھیں ملازمت دلاؤں تاکہ اس کی تنخواہ سے تمہاری شادی بھی ہو جائے۔ اور ضروریاتِ زندگی بھی پورے ہوتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہربان چچا کی اس تجویز کو غور سے سنکر نہایت ادب سے جواب دیا۔ چچا جان! مجھے آپ کی اس تجویز سے اتفاق ہے۔ اور میں آپ کو اپنا دلی رفیق سمجھکر آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کو ہر وقت حاضر ہوں۔ ابوطالب اپنے لائق اور فرمانبردار بھتیجہ کا یہ جواب سُنکر بہت خوش ہوئے چنانچہ دوسرے روز وہ حضور کی ملازمت کے متعلق خدیجہؓ کے محل میں گئے۔ خویلد قریش میں بڑا امیر کبیر شخص تھا۔ خدیجہؓ اس کی لڑکی تھی۔ جو نہایت ذہین اور عالی دماغ عورت تھی۔ صورت سیرت اور مال و دولت کے لحاظ سے بھی مکہ بھر میں سب سے ممتاز تھی۔ خدیجہ کا باپ بہت کچھ مال و زر چھوڑ کر فوت ہو چکا تھا۔ اور یہ بھی سنِ شباب میں بیوہ ہو چکی تھی۔ سوائے ایک چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے

Marfat.com

اس کا کوئی اصلی ولی وارث نہ تھا۔ لیکن خدیجہ نے اپنی قابلیت سے تجارت کا کام خود سنبھالا اور خود ہر ایک کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دینے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے سے بھی زیادہ امیر ہو گئی۔ چنانچہ اُس وقت نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے اپنی زندگی بسر کر رہی تھی۔ بیسیوں کارندے۔ درجنوں کنیزیں اکثر غلام۔ کئی ایک عالی شان مکان۔ ہر طرح کا سازو سامان۔ غرضکہ سب ہی کچھ موجود تھا۔ اور اپنی قابلیت۔ امارت۔ عزت۔ کے باعث نہ فقط مکہ بھر میں بلکہ سارے عرب میں مشہور تھی۔ خدیجہؓ کی صورت۔ سیرت۔ قابلیت اور دولت کا شہرہ سُنکر عرب کے نزدیک و دور کے اکثر امرار۔ روسار نکاح کے پیغام بھیجتے تھے۔ لیکن خدیجہ نے اب تک کسی کا پیغام قبول نہ کیا تھا۔ چنانچہ جب ابو طالب خدیجہؓ کے محل کی ڈیوڑھی پر پہنچے۔ تو دربانوں نے جاکر اپنی مالکہ کو ابو طالب کے آنیکی اطلاع دی۔ خدیجہؓ نے ابو طالب کا نام سُنتے ہی اُن کو بڑی عزت سے اندر بلا لیا۔ ابو طالب اگرچہ عیالداری کے باعث دولتمند نہ تھے۔ لیکن اپنی قوم کے ایک معزز رکن سمجھے جاتے تھے۔ نیز خدیجہؓ سے رشتہ کی قرابت بھی تھی۔ اس لئے خدیجہؓ نے اُن کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔ جب ابو طالب سے تشریف آوری کا سبب دریافت کیا۔ تو اُنھوں نے حضور کی ملازمت کے متعلق سفارش کی۔ خدیجہؓ نے بغیر کسی حجت اور شرط کے آنحضرت کو اپنی ملازمت میں لینے کا اقرار کر لیا۔ ابو طالب خدیجہ کا شکریہ ادا کر کے واپس چلے آئے۔ دوسرے روز محمد عربی صلعم خدیجہ کے محل میں داخل ہوئے تو خدیجہ نے اپنی بھیڑوں اور بکریوں کی پاسبانی کا کام آپکے سپرد کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں حضور کی برکت سے خدیجہ کی بھیڑوں اور بکریوں کے دودھ اور بچوں میں بڑی ترقی ہوئی اور حضور کے اخلاق۔ آداب۔ محنت۔ دیانت کا دیگر ملازموں پر ایسا اثر پڑا۔ کہ خدیجہ کے سب پرانے ملازم اپنی مالکہ کے سامنے آنحضرت کی خوش خلقی۔ امانت۔ دیانت۔ محنت مشقت کی ہر وقت تعریف کرنے لگے۔ چنانچہ خدیجہؓ کے دل میں بھی محمد عربی صلعم کا ایک خاص خیال پیدا ہو گیا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ملازم پر اپنے آقا کی خوشنودی اُس کی ترقی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک روز خدیجہؓ اپنے محل کے اوپر کھڑی تھی۔ دھوپ کا وقت تھا

Marfat.com

زیادہ ہوئے آپ سے خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کے سر پر بادل کا سایہ دیکھا اور حضورؐ جیسے جیسے آگے بڑھتے تھے۔ وہ بادل کا ٹکڑا بھی آپ کے سر پر سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا۔ خدیجہؓ کو یہ دیکھکر بہت تعجب ہوا۔ اور آپ کی یہ شان دیکھکر خدیجہؓ کی نظروں میں اور بھی آپ کی عزت بڑھ گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدیجہ نے اپنے تمام کارندوں میں آپ کو چن لیا لہذا ایک روز خدیجہؓ نے آپ کو بلا کر کہا۔ کہ اگر تم تجارت کے قافلہ کے ہمراہ جاسکو تو تمھاری بہتری کا باعث ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ملازم کو آقا کے حکم سے کیا انکار ہے۔

# شانِ نبوت کا اظہار

اگرچہ تجارتی زمرہ میں خدیجہؓ کے کئی ایک کارندہ تھے۔ لیکن تجارت کا بڑا مہتمم ان کا ایک آزاد کردہ غلام میسرہ نامی تھا جس کی تحویل میں تجارت کا سب حساب رہتا تھا۔ چنانچہ میسرہ کو بلا کر اکی نسبت تاکیداً کہدیا کہ اس سال قافلہ کے ساتھ یہ نئے ملازم ہی جائینگے۔ اگرچہ یہ ابھی تجارتی کام کے نااہل ہیں۔ لیکن پھر بھی جو کچھ تم لوگوں کو یہ مشورہ دیں۔ انھیں کے مشورہ پر عمل کرنا اور ان کو میرا خاص کارکن سمجھکر ان کی ہر قسم کی خبر گیری رکھنا۔ تاکہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ کیونکہ یہ میرے ہم جاہیں۔ علاوہ اس کے سفر میں ان کی ذات سے جو کچھ واقعات ظاہر ہوں ان کو بھی اچھی طرح یاد رکھنا۔ میسرہ نے اپنی مالکہ کی یہ ہدایت سنکر اس پر عمل کرنیکا اقرار کیا۔ چنانچہ چند روز بعد خدیجہ کے سامان تجارت کا قافلہ مکہ سے ملک شام کی طرف روانہ ہوا جس کے ہمراہ آپ بھی تھے۔ چند منازل طے کرکے جب اس قافلہ نے ایک عیسائی پادری نسطورا نامی راہب کے گرجہ کے پاس منزل کی تو حضورؐ جس درخت کے پاس بیٹھے تھے اس کا سایہ آپکے سر پر جھک آیا۔ راہب نے یہ واقعہ دیکھکر میسرہ سے دریافت کیا۔ اور متعجب ہوکر کہنے لگا۔ اے میسرہ تمھارے قافلہ کے ساتھ اس سال کون نوجوان آئے ہیں؟ میسرہ نے کہا۔ کہ یہ قریشی اور ہمارے سردار ہیں۔ نسطورا راہب نے کہا کہ یہ تمہارے ہی صرف سردار نہیں بلکہ کسی دن سارے جہان کے بھی سردار ہوں گے۔ تب میسرہ نے

Marfat.com

پوچھا "آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا"؟ راہب نے جواب دیا۔ ان کی آنکھوں میں آثار نبوت چمک رہے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کبھی کوئی نہیں بیٹھا مجھے تو یہ نبی آخر الزماں معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخی معلوم ہوتی ہے (اس درخت کے نیچے بیٹھنا اور آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ہونا کتب قدیمہ میں نبی آخر الزماں کی خاص علامت مان لی گئی ہے) کاش میں اس وقت زندہ رہتا۔ جبکہ یہ مبعوث ہوں گے اس آرزو کے بعد راہب نے میسرہ کو تاکید کر دی کہ ان سے کسی وقت جدا نہ ہونا۔ سچے ارادہ اور نیک نیتی سے ان کے ساتھ رہنا۔ کیونکہ یہ وہ محمدؐ ہیں جنھیں اللہ تعالٰے شرف نبوت عطا کرنے والا ہے۔ اس واقعہ کے علاوہ اور بھی ایسے کئی واقعات راستہ میں گذرے۔ یعنی جب کڑی دھوپ ہوتی تھی تو آپ کے سر پر ایک ابر کا ٹکڑہ سایہ فگن رہتا تھا۔ یا پرند آپ کے سر پر سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ اڑتے تھے۔ آخر یہ قافلہ ملک شام میں جا پہنچا۔ اور حضورؐ کی برکت سے خدیجہ کا تمام سامان تجارت اس سال دُگنے اور چوگنے منافع پر فروخت ہوگیا۔ تو قافلہ کے سب لوگ خوش و خرم اپنی مالکہ سے انعام و اکرام حاصل کرنے کی خوشی میں مکہ کی طرف جلد جلد واپس ہوئے۔ ان بابرکت واقعات سے سب ملازموں کے دلوں میں آنحضرتؐ کی پہلے سے بھی زیادہ عقیدت بڑھ گئی اور ہر ایک ملازم آپ کی نہایت تعظیم و تکریم کرنے لگا۔ میسرہ اپنی مالکہ خدیجہؓ کی ہدایت کے مطابق نہایت ادب سے آپ کی حرکات و سکنات پر غور کرتا ہوا آپ کے ساتھ ساتھ آرہا تھا جب یہ قافلہ مکہ کے قریب پہنچا تو سب میں یہ رائے قرار پائی۔ کہ حضورؐ اپنی سواری دوڑاتے ہوئے سیدہ خدیجہ کو سامان تجارت کی فروخت اور کافی منافع کی خوشخبری دینے سب سے پہلے جائیں۔ تاکہ ہر ملازم کو خاطر خواہ انعام و اکرام سیدہ سے ملے۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق حضور پر نور اپنی سواری دوڑاتے ہوئے جس وقت خدیجہؓ کے محل کی طرف آرہے تھے اتفاقاً اس وقت خدیجہ بھی اپنے محل کی چھت پر کھڑی تھیں جنھیں اس سوار کی عجیب شان نظر آئی (سوار کے قربان۔ سواری کے صدقہ۔ اور دیکھنے والے کے خاکِ قدم کے تصدق) سوار کا چہرہ

Marfat.com

سے زیادہ منیر تھا۔ اور اس کے سر پہ ابر کا ٹکڑہ سایہ کیئے ہوئے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا حضور کی یہ شان رعنائی خدیجہؓ کے دل پر گہرا اثر کر گئی۔ خدیجہؓ کی نظر سے جب یہ سوار اوجہل ہو گیا۔ تو محل کی چھت سے اترتے ہی انہوں نے دربان کو حکم دیا۔ کہ وہ شہر میں داخل ہونے والے سوار کا پتہ لگائے۔ کہ وہ کون ہے؟ دربان یہ حکم سنتے ہی ڈیوڑھی سے دو چار ہی قدم نکلا تھا کہ حضور کو آتے دیکھکر دریافت کیا۔ کہ آپ کے پیچھے یا ساتھ کوئی اور سوار بھی باہر سے آیا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ نہیں۔ صرف میں ہی اپنی سواری دوڑاتا آرہا ہوں۔ سیدہ کو خبر دو۔ کہ محمد (صلعم) ایک خوشخبری لیکر حاضر ہوا ہے۔ دربان نے خدیجہ کو حضورؐ کا پیغام دیا۔ اور ساتھ ہی خدیجہؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ سوار حضورؐ ہی تھے۔ تو اُن کے دل میں پہلے سے بھی زیادہ آپ کی وقعت بڑھ گئی۔ اس پر جب آپ نے نہایت ادب سے سب تجارتی مال دو گنے اور چوگنے منافع پر فروخت ہو جانیکی خبر سنائی تو ان کے دل میں حضور علیہ السلام کی برکت اور عقیدت کا خاص جذبہ پیدا ہو گیا۔

# حضورؐ کا پہلا نکاح

کچھ دنوں تک تو خدیجہؓ نے اپنا رازِ دل پوشیدہ رکھا آخر اظہار کرنا ہی پڑا چنانچہ ایک روز حضور علیہ السلام سے خدیجہؓ نے اپنی دلی تمنا۔ یعنی نکاح کا پیغام دیا۔ آپ نے نہایت حیا اور ادب کے ساتھ جواب دیا۔ کہ اسکے متعلق میرے سرپرست چچا ابو طالب کی اجازت ضروری ہے۔ لہذا خدیجہؓ نے ابو طالب کے پاس بہت سے تحفہ تحائف بھیجکر محمد عربی کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام ارسال کیا۔ اگرچہ ابو طالب کو حضورؐ کی عمر کے لحاظ سے اس پیغام کے قبول کرنے میں کچھ تامل تھا۔ لیکن اپنی بیوی کے مشورہ سے یہ پیغام قبول کرنا پڑا۔ آخر حضورؐ کی رائے لیکر اور آپ کی بہتری کے لحاظ سے خدیجہؓ کے ساتھ نکاح کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ نکاح کے لئے چونکہ دولہا دلہن کے بزرگوں کی شمولیت و اجازت ضروری تھی اس لئے آنحضرت کے ساتھ آپ کے پیارے چچا ابو طالب۔ ابو لہب۔ حضرت عباسؓ وغیرہ اور اکثر بنی ہاشم کے لوگ برات کے ساتھ گئے۔ ادھر حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ان کے چچا عمر بن اسد اور ورقہ بن

Marfat.com

نوفل اس تقریب میں شریک تھے۔ لہٰذا حضرت سیدہ خدیجہ رضہ کے محفل میں یہ بزم شادی منعقد ہی اور حضور دولہا بنے اپنی شادی کی محفل میں کچھ ایسے حسن و جمال کے ساتھ رونق افروز تھے کہ جو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا۔ **اشعار**

سرمست بتے لطیف و سادہ — در دست گرفتہ جام بادہ
در مجلس بزم بادہ نوشاں — بستہ کمر و قبا کشادہ
خورشید کہ شاہ آسمان است — در عرصۂ حکم او پیادہ
در گلشن بوستان رویش — زنگی بچہ ز ماہ زادہ
**سعدی** نہ رود بہ یار ہرگز — کو جرم گنہ است یار سادہ

کوئی کہتا تھا۔ **دیگر**

اے جمال پاک تو ایمان من — جلوۂ حسن تو نور جان من
یا محمد یا نبی یا مصطفےٰ — جز تو نہ بود صورت عرفان من
آنچہ بہ نمائی ہماں عین الیقیں — آنچہ فرمائی ہمہ قرآن من
سرور اور دِ دلم از حد گذشت — یا رسول اللہ بکن درمان من

(کسی کا مقولہ تھا)

اے شہ تنگ قبایاں مہ زریں کمراں — سرور کج کلہاں خسرو شیریں دہناں
مرہم سینۂ بے کینۂ آشفتہ دلاں — مردم دیدۂ غم دیدۂ صاحب نظراں

چنانچہ آنحضرتؐ کے نکاح کا خطبہ ابو طالب نے پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے در زر سیرتِ جلیلہ)

## خطبۂ نکاح

سب سے پہلے سب تعریف اللہ کو ہے جس نے ہمیں ابراہیم کی نسل اور اسمٰعیل کے فرزند سے ممنون بنایا اور ہم کو اس گھر کا خادم بنایا۔ جو حج اور امن کا گھر ہے۔ اور ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا۔ اس کے بعد میرا بھتیجہ محمد بن عبداللہ اگرچہ دولتمند نہیں ہے۔ لیکن نسبتاً شرافت۔ عقل۔ دانائی۔ اخلا

Marfat.com

معاملات میں جس شخص سے اس کا مقابلہ کیا جائے یہ اس شخص پر غالب آتا ہے۔ رہے مال و دولت یہ چلتی پھرتی چھاؤں ہے بلکہ ایک قسم کا قرض ہے۔ جو واپس مانگا جا سکتا ہے۔ مگر نجابت و شرافت اور خوش اخلاقی کو کبھی زوال نہیں ہے۔ یہ وہ لازوال دولتیں ہیں جس میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔ ان لازوال دولتوں کا مالک میرا بھتیجہ محمدؐ (روحی فداک) ہے۔ اللہ کی قسم منکوحہ کی بڑی خوش قسمتی ہے۔ جو محمدؐ نے عمر رسیدہ خدیجہ کو برضا و رغبت قبول کر لیا ہے۔ اور اس کے لئے بارہ اُوقیہ اور ایک نش مہر مؤجل اور غیر معجل مان لیا ہے۔ (ایک اُوقیہ چالیس درہم کا اور ایک نش بیس درم کا ہوتا ہے۔)

جب نکاح کے بعد آنحضرت خدیجۃ الکبریٰ کے زنان خانہ میں بغرض رونمائی تشریف لیجانے والے تھے تو ایک کنیز نے بیوی صاحبہ کو یہ مژدہ سنایا۔ ؎

زلف واکردہ یار می آید　　بوئے مشک تتار می آید
بوئے دل از غبار می آید　　شاید آں شہسوار می آید
ایں ندا از غبار می آید　　جان فدا کن اِکہ یار می آید
بہ ادائے کہ دل نمی داند　　اَللہ اَللہ نگار می آید
سینہ واکردہ تُرک مخمورم　　وہ چہ مست خمار می آید
مژدہ اے دل کہ بہر استقبال　　رحمتش بے قرار می آید
کشفیا عالم جوانی ہست　　توبہ شکن بہار می آید

اکثر اسلامی تواریخ سے ثابت ہے کہ رونمائی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنا تمام مال و اسباب جائداد منقولہ و غیر منقولہ حضور علیہ السلام کی نذر کر کے بزرگان قریش سے کہا۔ کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں اپنی رضا و رغبت سے اپنا تمام مال و منال حضورؐ کی نذر کرتی ہوں۔ آج سے یہ سب مال و دولت انہی کا ہے چاہیں اپنے پاس رکھیں یا کسی کو دیدیں۔ یا راہِ خدا میں خرچ کریں چنانچہ آنحضرت نے یہ ساری دولت راہِ خدا میں خرچ کی۔ آپ کا یہ پہلا نکاح ۵۹۵ء میں ہوا۔ اس وقت آنحضرت کی عمر پچیس برس حضرت خدیجہؓ کی عمر تقریباً چالیس برس کی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے سب کنیزوں اور غلاموں کو آزاد

Marfat.com

فرمادیا۔ اس وقت مکہ بھر میں سب لوگ آپ کو راست گو۔ امین اور دیانت دار کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ بس آپ نے حضرت خدیجہ کو بھی اپنے ساتھ درویشانہ زندگی بسر کرنیکا عملی سبق دیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے زمرہ میں اکثر سفر کئے۔ اور جرش جاشہ بصریٰ۔ اور ملک شام میں تجارت کی۔ بلکہ حضور اکرم نے بارہ سال کی ہی عمر میں ابو طالب کا تجارتی کام کچھ کچھ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور چودہ پندرہ سالہ عمر میں مہارت کی تجارت سے جو کچھ آمدنی ہوتی وہ ابو طالب کو لاکر دیتے تھے۔ لیکن وہ آمدنی بہت قلیل ہوتی تھی۔ اس وجہ سے ابو طالب نے پندرہ سالہ عمر میں آپ کو حضرت خدیجہؓ کے یہاں ملازم کرانے کی کوشش کی تھی۔ شادی کے بعد تجارت سے جو کچھ وقت بچتا تھا اُسے آپ عبادت الٰہی میں صرف کرتے۔ اکثر غار حرا میں جاکر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ اور تخلیہ میں یہ فکر کرتے تھے۔ کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ مجھ میں کیا بولتا ہے۔ میرا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ میں کیوں پیدا کیا گیا ہوں؟ چنانچہ اس فکر میں آپ کا اکثر وقت گذرتا تھا نزول وحی سے قبل آپ تخلیہ اور تنہائی کو زیادہ پسند فرمانے لگے تھے۔

# نزول وحی

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (ترجمہ) اللہ کا نام لیکر پڑھ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور پروردگار تیرا بڑا کریم ہے۔ اور ایسا ہے جس نے قلم کے ذریعہ وہ علم دیا جس کو آدمی نہیں جانتا تھا" جب آنحضرتؐ کی عمر چالیس برس کی ہوئی۔ تو آپ اس سے پیشتر سے خلوت کی طرف زیادہ مائل ہو گئے۔ اور کئی کئی دن غار حرا میں تنہائی اور عبادت میں گذارنے لگے۔ اِن ایام میں آپ رویائے صادقہ یعنی سچے خواب دیکھتے تھے اور جو کچھ خواب میں دیکھتے اس کا ویسا ہی ظہور ہوتا۔ لہذا رمضان کے مہینہ میں آپ غار حرا میں مشغول عبادت

میں آئے۔ حضرت جبرئیل آپ کے سامنے آئے اور فرمایا۔ اقرا یعنی پڑھو۔ آپ نے گھبرا کر کہا مجھکو پڑھنا نہیں آتا۔ دوسری دفعہ فرشتہ نے آپ کے جسم مبارک کو دبا کر پھر یہی کہا۔ کہ پڑھو۔ حضور علیہ السلام نے ڈرتے ڈرتے پھر یہی فرمایا کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا حتی کہ تیسری مرتبہ اس فرشتہ نے اس قدر بھینچا اور مندرجہ عنوان پانچ آیات پڑھائیں۔ جن میں اگر ایک طرف یہ بتایا کہ بیشک آپ تو پڑھنا نہیں جانتے۔ مگر اپنے رب کے نام کی مدد سے پڑھیئے۔ جو کام آپ نہیں کر سکتے اس کو خدا کی مدد آسان کر دے گی۔ تو دوسری طرف آپ کی عُلوِ شان آپ کے ذریعہ سے جو علوم پھیلنے والے تھے اُن کا ذکر کیا یہ پہلا دن تھا جو نبوت کا بار گراں آپ کے سر پر ڈالا گیا۔ اور بتا دیا گیا کہ وہ رستہ جسکی تلاش میں آپ تھے۔ اور وہ راز جس کی وجہ سے آپ حیران اور سرگرداں تھے۔ آخر آپ پر کھولدیا گیا۔ اس کے بعد وہ فرشتہ غائب ہو گیا۔ اور حضور علیہ السلام جمال و جلال الٰہی سے لبریز خوف و ہراس میں سہمے ہوئے گھر آئے۔ اور حضرت خدیجہؓ سے کانپتے ہوئے فرمایا۔ مجکو کمبل اُڑھادو۔ تھوڑی دیر بعد جب کچھ خوف دور ہوا۔ تو حضرتؐ نے حضرت خدیجہؓ سے غار حرا کا تمام واقعہ بیان کیا۔ جسے سُنکر حضرت خدیجہؓ نے تسلی دیکر کہا۔ کیا آپ عزیز و اقارب سے حُسن سلوک نہیں کرتے؟ کیا آپ مہمان نوازی نہیں فرماتے؟ کیا آپ بیکسوں کی چارہ سازی نہیں کرتے؟ کیا آپ غریبوں کی مدد نہیں فرماتے؟ کیا آپ بنی آدم کی بھلائی نہیں چاہتے؟ کیا آپ ہر ذی روح کی تکلیف پر تڑپ نہیں جاتے؟ کیا آپ کمزوروں اور ضعیفوں کے بوجھ اپنے سر پر اٹھا کر نہیں پہنچاتے؟ اے ابو القاسم! مبارک ہو۔ تم کو خدا نے یقیناً نبوت کے لئے منتخب کر لیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ آج ہی سے نبی آخر الزماں مقرر ہو گئے۔ بس خدا کے مقرب بندہ کو کسی بات کا خوف نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ حضورؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ کیونکہ وہ اُس زمانہ کا بڑا عالم اور کتب سماویہ کا ماہر تھا۔ جس وقت حضرت خدیجہ ورقہ بن نوفل کے سامنے پہنچیں۔ اس وقت وہ عبرانی زبان میں انجیل کو نقل کر رہا تھا۔ آنے کا باعث دریافت کرنے پر خدیجہ نے جواب دیا۔ اے بھائی! ان صاحب کے ساتھ (یعنی حضور علیہ السلام) ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔ اُس نے آنحضرتؐ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ فرمائیے وہ کیا واقعہ ہے۔ آپ نے نہایت صفائی

Marfat.com

اور سہولت سے غارِ حرا کا تمام واقعہ بیان کر دیا۔ ورقہ بن نوفل نے یہ واقعہ سنتے ہی کہا۔ یہ وہی ناموس (یعنی جبرائیل فرشتہ) ہے جس کو خدا نے موسیٰ کے پاس بھیجا تھا۔ پھر حضور صلعم سے فرمایا۔ کاش میں آپ کے زمانہ نبوت میں جوان ہوتا تو ضرور آپ کی مدد کرتا۔ اور حضرت خدیجہؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اے خدیجہؓ! تم بہت خوش قسمت ہو کہ تمہارا شوہر نبی آخر الزماں ہے۔ میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں۔ پھر آنحضرت سے کہا کہ آپ رسالت کا کام اور دعوتِ حق شروع کر دیجئے۔ اگرچہ قوم آپ کو بہت زیادہ تکلیفیں دیگی اور آپ کا دعویٰ بالکل سچا ہوگا۔ لیکن قوم کے دلوں پر یک بیک اس کی صداقت کا اثر پڑنا مشکل ہے۔ اور میرے خیال میں آپ کو اپنا وطن بھی چھوڑنا پڑیگا خیر جو کچھ بھی ہو آپ کلمۃ الحق کا اعلان کیجئے۔ اور بے کھٹکے قوم کو دعوت دیجئے۔ اگر میں زندہ رہا تو آپ کی مدد کرونگا۔ حضور علیہ السلام اور خدیجۃ الکبریٰ ورقہ بن نوفل کے ہاں سے واپس آئے۔ اور بی بی صاحبہ سب سے پہلے آنحضرتؐ کی نبوت پر ایمان لائیں اور سب سے پہلے بیعت اسلام قبول کی چونکہ حضرت خدیجہؓ کو پہلے سے آنحضرتؐ کے نبی آخر الزماں ہونیکا یقین تھا اس وجہ سے تامل کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اس کے بعد بچوں میں حضرت علیؓ۔ مردوں میں حضرت ابوبکرؓ ورقہ بن نوفل اور زید آزاد شدہ غلام نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد چند دنوں تک آپ نے کسی فرشتہ کو نہیں دیکھا۔ اور نہ کسی قسم کی آواز سنائی دی۔ لیکن تین ماہ کے بعد ایک روز آپ نے جبریل کو پھر اسی صورت میں دیکھا۔ آپ ان کی شکل دیکھتے ہی کمبل اوڑھکر لیٹ گئے۔ تو ان آیات میں وحی نازل ہوئی جن کا ترجمہ یہ ہے (اے جو کمبل میں لپٹے پڑے ہو۔ اُٹھو اور لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی بزرگیاں بیان کرو۔ یہ وحی کے دونوں واقعے ۶۰۹ء کے ہیں حضور یہ حکم خدا سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کی طبیعت میں ایک ایسا انقلاب برپا ہوا جس نے آپ کی پہلی حالت کو بالکل بدل دیا۔ اس صدائے دلنواز نے آپ کے دلی یقین کو اس راسخ الاعتقاد عقیدہ سے بدل دیا۔ کہ فی الواقع خداوند کریم یکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ وہ معبود حقیقی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اور دنیا کے کارخانہ کو سنبھالے ہوئے

Marfat.com

۔۔۔ پہلے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے جو الفاظ اپنی زبان مبارک سے ادا کئے وہ یہ ہیں۔ "معبود حقیقی وحدہ لاشریک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ یکتا ہے۔ بے نیاز ہے۔ وہ تمام مخلوق کو پالتا اور ہر جاندار کو رزق پہنچاتا ہے۔ ہر ایک چیز اسی نے پیدا کی ہے۔ اور وہی کائنات کی تمام نعمتوں کا مصدر اور سرچشمہ ہے۔ دُنیا کے عظیم الشان کارخانہ کا ہر ایک ذرّہ۔ دریاؤں کا ہر ایک قطرہ۔ درختوں کا ہر پتہ اسی معبود حقیقی کی تحمید و تقدیس میں مصروف ہے۔ اس صدائے توحید پر عورتوں میں سب سے پہلے اُم المومنین حضرت خدیجہؓ نے صدائے تصدیق۔ صدقتنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند کیں اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں۔ لڑکوں میں آپ کے چچازاد بھائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ اور مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق۔ زید۔ ورقہ بن نوفل ایمان لائے۔ لیکن جب اور لوگوں نے وحی کے واقعہ کو سُنا۔ تو بعض یہ کہنے لگے کہ پہاڑوں میں اکیلے بیٹھے بیٹھے۔ اور ریاضت سے نعوذ باللہ منہا محمدؐ کے قلب و دماغ ماؤف ہو گئے ہیں۔ اور جنون میں نئی نئی باتیں سُناتا ہے۔ جو اب تک دیکھیں نہ سُنیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ پہلے تو ایسا نہ تھا۔ شریف ترین گھرانے میں پیدا ہوا ابھی تھوڑے ہی دنوں پہلے مُہذّب شائستہ۔ نیک نفس۔ اور ستودہ خصال شخص تھا۔ تمام لوگوں میں اپنے اخلاق حسنہ اور عام انسانی ہمدردی کے باعث مقبول اور مشہور خلق تھا۔ نہیں معلوم اب اُسے کیا ہو گیا ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں۔ اور خدا نے مجھے سارے عالم کی رہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ خدا کا فرشتہ جبرئیل یعنی (ناموس) جو آسمان سے اتر کر ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہم السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہی میرے پاس خدا کے احکام لاتا ہے۔ لہذا کفار نے اسی طرح آپ کو جھٹلایا۔ جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ جو جس کے جی میں آتا تھا سناتا۔ لیکن آپ ہر شخص کے سوال کا معقول جواب دیتے تھے۔ اس روز سے ہر ضرورت کے مطابق آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ لیکن مکہ میں جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے پرانے کعبہ کی بنیاد پر بیت اللہ بنایا تھا تو اس میں حسب ملتِ ابراہیمی خدا کی عبادت ہوتی تھی۔ اس وقت

Marfat.com

خانہ کعبہ میں کسی بت کا وجود نہ تھا۔ مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا۔ لوگوں کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی گئی۔ کہ وہ اپنے بزرگوں کی مورتیں کعبے میں رکھیں اس لئے کہ وہ خدا کے نیک بندے تھے۔ اور بت اُن کی ہم صورت ہیں۔ خدا اُن بزرگوں کی زیادہ سُنتا تھا۔ اب اُن کی مورتوں کی وجہ سے ہم پر کرم کرے گا۔ اس خیال سے بتوں کی پرستش ہونے لگی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ خیال ترقی کرتا گیا حتیٰ کہ اس حد تک پہنچ گیا کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ قائم ہو گیا کہ ہمارے بت خدا کی درگاہ میں ہماری شفاعت اور سفارش کریں گے اور اُن کے ذریعہ سے ہماری دعائیں جلد قبول ہو جاتی ہیں۔ عرصہ دراز سے عرب کے قبیلوں میں بتوں کے پوجنے کا رواج تھا۔ بعض گروہ ادب سے اُن کے سامنے کھڑے ہو کر جھک جاتے تھے۔ اور سجدے کرتے تھے۔ بعضے تالیاں اور سیٹیاں بجا بجا کر اُنھیں جگاتے تھے۔ اور اُنھیں کے نام پر اونٹوں کو سانڈ بنا کر چھوڑتے تھے۔ اچھی اچھی اونٹنیوں کو اُن کا چڑھاوا دیکر آزاد کر دیتے تھے۔ کہیں کا سفر کرتے تو خانہ کعبہ کے اردگرد سے کوئی نہ کوئی پتھر اٹھا کر ہمراہ رکھ لیتے جس کو روزانہ صبح و شام پوجتے تھے۔ البتہ سال بھر میں اُن لوگوں نے یہ عام قاعدہ مقرر کر لیا تھا۔ کہ چار مہینے لڑائی جھگڑے قتل و خونریزی۔ حرام سمجھے جاتے تھے۔ اس وجہ سے چار مہینے زمانہ جاہلیت میں بھی شہر الحرام کے نام سے مشہور تھے۔ اور انھیں مہینوں میں لوگ حج کعبہ کے لئے سفر بھی کرتے تھے۔ ذی الحجہ کے مہینے میں حج کعبہ کی رسم تو ادا کی جاتی تھی۔ لیکن اس میں نہایت مخرب اخلاق من گھڑت رسمیں ایجاد ہو گئی تھیں۔ کعبہ کے گرد بیٹھ کر سر منڈاتے تھے۔ کوہِ صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں کے درمیان چھلانگیں مارتے ہوئے دوڑتے تھے۔ ابتدا میں جب آنحضرت صلعم نے دعوت کا کام شروع کیا تو زیادہ تر مخفی طور پر کرتے تھے۔ اور جب کعبہ میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو نماز میں دکھ دیا گیا تو چھپ کر نماز ادا کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ صفا میں ارقم کا گھر مقرر ہوا۔ ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی کے حکم ہوا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (ترجمہ) جن باتوں کا حکم دیا جاتا ہے اُن کو کھول کر بیان کرو۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (ترجمہ) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ تو آپ نے دعوتِ اسلام کو عام کیا۔ اور سب سے پہلے ایک دن کوہِ صفا پر چڑھ کر

Marfat.com

دن سے ایک ایک قبیلہ کو پکارنا شروع کیا۔ یہانتک کہ سب جمع ہو گئے۔ تو آپ نے اُن سے پہلے پوچھا۔ کہ کیا تم نے آجتک میری زبان سے کوئی لفظ جھوٹ سنا ہے۔ سب نے یکزبان ہوکر کہا ہرگز نہیں۔ ہم سب آپ کو صادق اور امین جانتے ہیں۔ تب آپ نے اللہ تعالے کا پیغام ان لوگوں کو پہنچایا کہ بُت پرستی اور بری باتوں کو چھوڑکر توحید الٰہی اور نیکی کی طرف آئیں۔ یہ سُنتے ہی کہ ہم سے بت پرستی ترک کرائی جاتی ہے وہ سب کے سب بگڑ گئے۔ اور ابولہب نہایت درشتی سے پیش آیا۔ اس کے بعد وہ آپ کا جانی دشمن ہو گیا۔ بلکہ اس نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ ایام حج میں جب نبی صلعم لوگوں کو خدا کا پیغام سُناتے۔ جو عرب کے مختلف مقامات سے جمع ہوتے۔ تو یہ پیچھے پیچھے کہتا پھرتا کہ یہ ہمارا بھتیجہ مجنون ہو گیا ہے۔ اس کی باتوں کی طرف توجہ کرنا۔ جب قریش نے یہ حالت دیکھی۔ کہ ایک طرف ایذاؤں اور رکاوٹوں سے آنحضرت صلعم کی دعوت اسلام کے کام پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور دوسری طرف آپ کے معتقدوں نے ان تکلیفوں کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ بلکہ انھوں نے وطن تک چھوڑ دیا ہے اور اسلام کو نہیں چھوڑا۔ تو انھوں نے فیصلہ کیا۔ کہ بغیر اس کے کہ آنحضرت صلعم کا وجود مکہ سے مٹا دیا جائے۔ اور کوئی ذریعہ اس تحریک کے روکنے کا نہیں ہے۔ عرب میں ہر قبیلہ اپنے لوگوں کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اس لئے جب آنحضرت کو قتل کرنیکی کوششیں ناکام ہوئیں۔ تو قریش نے یہ چاہا کہ کھلے طور پر آنحضرت صلعم کا کام تمام کرنیکا ابوطالب سے فیصلہ کیا جائے۔ انہوں نے خیال کیا کہ وہ اُن کا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ ایک وفد اشرافِ قریش کا اس غرض کے لئے ابوطالب کے پاس پہنچا جن میں ابوجہل اور دیگر بڑے بڑے سرداران قریش تھے۔ اور ابوطالب کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے اس پیرائے میں گفتگو شروع کی۔ کہ تمہارا بھتیجہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ ہمارے دین کو عیب لگاتا ہے۔ ہمیں بیوقوف بتاتا ہے۔ ہمارے باپ داداؤں کو گمراہ ٹھیراتا ہے۔ پس یا تو تم خود اس کو روکدو۔ یا ہمیں اجازت دو کہ جو معاملہ چاہیں اُس سے کریں۔ کیونکہ تم خود بھی اسی مذہب پر ہو جس پر ہم ہیں۔ اور دین کے بارے میں اس کے مخالف ہو۔ ابوطالب نے ان کو نرمی کیساتھ رخصت کر دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ قریش نے جو الزام آنحضرت پر لگائے تھے۔ وہ محض مبالغہ تھا

Marfat.com

نبی کریم صلعم اُن کے معبودوں کو ہرگز گالیاں نہ دیتے تھے۔ کیونکہ قرآن کریم تو صاف فرماتا ہے لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (ترجمہ) جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں تم اُن کو گالی مت دو۔ اور اُس زمانہ میں جو قرآن شریف نازل ہوا تھا اُسے پڑھکر ہر شخص اب بھی دیکھ سکتا ہے کہ قرآن کریم میں کسی قوم کے کسی بزرگ کو گالی نہیں دیگئی ہے۔ ہاں یہ ذکر قرآن شریف میں ضرور آتا ہے۔ کہ یہ بت تمھیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔ نہ تمہارے نقصان کو دور کرسکتے ہیں شرک اور بت پرستی بری چیزیں ہیں۔ بس اسی کو کفار قریش نے ابو طالب کو جوش دلانے کے لئے آنحضرت پر جھوٹا الزام لگایا۔ جب کچھہ عرصہ گذر گیا۔ اور نبی کریم صلعم حسب معمول اپنے دعوت کے کام میں لگے رہے۔ اور پیغام حق بہت سے دلوں پر اثر کرتا چلا گیا۔ قریش نے جب دیکھا۔ کہ آپ نے اپنی دعوت کو نہیں چھوڑا۔ تو پھر ایک وفد ابو طالب کے پاس پہنچا۔ اور اس دفعہ مصمم ارادہ کرکے گئے۔ کہ قطعی فیصلہ کرکے آئینگے۔ چنانچہ انھوں نے ابو طالب کو اپنا پہلی دفعہ آنا بھی یاد دلایا۔ اور کہا کہ اب ہم اس سے زیادہ قطعًا برداشت نہیں کرسکتے۔ بس یا تم اپنے بھتیجہ سے الگ ہو جاؤ۔ اور یا خود بھی اُس کے ساتھ مل جاؤ۔ تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہوجائے۔ اور جنگ ہوکر ہم دونوں میں سے ایک فریق ختم ہوجائے۔ یہ قریش کی طرف سے اعلانِ جنگ کی دھمکی تھی۔ اور یہ موقع ابو طالب کے لئے نہایت مشکل تھا۔ کیونکہ ایک طرف قوم سے مقابلہ بھی کرنا ان کو مشکل نظر آتا تھا۔ دوسری طرف آنحضرت کی محبت اُن کے دل میں ایسی جاگزیں تھی۔ کہ وہ آپ کو بھی چھوڑ نہ سکتے تھے۔ اس حالت کشمکش میں انہوں نے آنحضرت کو بُلایا۔ اور جو کچھہ قریش کہہ گئے تھے آپ سے دہراکر کہا۔ کہ بیٹا! مجھپر اور اپنے اوپر رحم کرو۔ اور مجھپر ایسا بوجھ نہ ڈالو جسکو میں اٹھا نہ سکوں۔ یعنی قوم کے مقابلہ کی مجھہ میں تاب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا۔ کہ قوم تو سب پہلے ہی سے دشمن ہے صرف ابو طالب کے درمیان میں حائل ہونیکی وجہ سے وہ آسانی کے ساتھ آپ کو قتل نہیں کرسکتے سو ابو طالب بھی اب آپ کا ساتھ چھوڑتے ہیں۔ اور ان کی علیحدگی کے یہ صاف معنے ہیں۔ کہ اب دنیا میں کوئی انسان آپ کو دشمنوں کے شر سے بچانے میں معاون نہ ہوگا۔ ساتھی سب الگ ہوکر جوش

Marfat.com

دمن جا چکے ہیں۔ قوم دشمن ہے اور ایسی خطرناک دشمن کہ جان لینے کے درپے ہے۔ آپ کے پیغام کو سننے والے معدوم ہیں۔ مگر کیا ہی ثبات اور استقلال کا نمونہ ہے جو اس وقت آپ نے دکھایا۔ اور کوئی مایوسی کا خیال آپ کے دل میں نہیں آیا۔ بلکہ آپ کے پاس یہ وہم ہی نہ پھٹکا۔ کہ جان کو بچانا مقدم ہے۔ اس وقت بات کو مان لو۔ اور پھر کوئی طریق سوچا جائے۔ بسر وست کسی اور جگہ دعوتِ اسلام کا کام کیا جائے۔ دیکھو آنحضرت کو اللہ تعالےٰ کی حفاظت پر کس قدر بھروسہ ہے۔ کہ کسی انسان کی حفاظت کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ اُدھر ابو طالب کی زبان سے وہ کلمات نکلے ہیں۔ اور ہر نبی کریم صلعم جواب میں فرماتے ہیں۔ "اے چچا! اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں دیں۔ اور کہیں کہ میں تبلیغ اسلام کو چھوڑ دوں۔ تو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ یہانتک کہ اللہ دان کو مغلوب کرے۔ یا میں تبلیغ کا کام کرتے کرتے مرجاؤں۔ آپ نے اس بات کا مطلق خیال نہ فرمایا کہ میں اس چچا کو جو مجھ سے دلی محبت کرتا ہے۔ اور جو اب تک دشمنوں کے مقابلہ میں میری حفاظت کے لئے میرا سینہ سپر بنا رہا ہے۔ ایسا جواب دیتا ہوں جو اس کی منشا کے خلاف ہے۔ اور آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور چشم پُرنم اٹھکر چل دیئے ابو طالب نے گو بظاہر اپنے آبائی مذہب کو ترک نہ کیا تھا۔ مگر حضور کے اخلاق نے اُنھیں سچے دل سے گرویدہ کر لیا تھا۔ اور آپ کو چھوڑنا ان کے لئے موت سے بدتر تھا۔ اُدھر بحیرہ راہب کی پیشنگوئی پر کامل یقین تھا کہ یہ ضرور نبی آخرالزماں ہیں۔ اُنھوں نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بلایا۔ اور کہا اے بھتیجے جاؤ جو دل چاہتا ہے کرو میں کسی صورت میں تیرا ساتھ نہ چھوڑوں گا مجھے یقین ہے کہ تو خدا کا برگزیدہ بندہ اور نبی آخرالزماں ہے۔ اُدھر قریش کو یقین تھا کہ ابو طالب ہمارے اعلان جنگ پر آنحضرت کو چھوڑ دیں گے۔ مگر جب اُن کو ابو طالب کے فیصلہ کا علم ہوا تو وہ بہت حیران ہوئے۔ باہمی قبائل میں جنگ چھڑ جانا بھی اُن کو نہایت خطرناک نظر آتا تھا۔ جس سے قریش کا خاندان کا خاندان تباہ ہو جاتا اور اُن کی سرداری ہمیشہ کے لئے مٹ جاتی اس لئے اُنھوں نے پھر ایک دفعہ ابو طالب سے بجائے دھمکی دینے کے لالچ دیکر آنحضرت کو لینے کی کوشش

Marfat.com

کی اور عمار ابن ولید کو جو ایک نہایت خوبصورت نوجوان تھا اپنے ساتھ لیکر گئے۔ اور ابوطالب سے کہا کہ تم عمار کو اپنا بیٹا بنا لو۔ اور محمد صلعم کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ ہم اُسے قتل کر دیں۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے بزرگوں کے دین کا دشمن ہے۔ ابوطالب نے کہا کیا خوب۔ یہ عجیب بات ہے۔ تم چاہتے ہو کہ میں ولید کے بیٹے کو لیکر اس کی پرورش کروں اور تم میرے بیٹے کو لیکر قتل کر دو۔ واہ واہ یہ کیا انصاف ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر محمدؐ کی طرف کوئی کڑی نظر سے دیکھیگا تو اس کی آنکھیں نکال لی جائینگی۔ اور جو جو محمدؐ کو قتل کرنا چاہیں گے اُن کے سر اس زمین پر خاک میں لوٹتے نظر آئینگے۔ لہذا قریش ناکام پھرے۔ ادھر ابوطالب نے یہ سمجھکر کہ اب بنی ہاشم کے قریش دشمن ہو جائینگے اور ان کی تباہی پر پورا زور لگائینگے۔ اس خیال سے تمام بنی ہاشم کو جمع کیا اور اُن سے کہا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؛ محمدؐ کو قریش قتل کرنے کے لئے مانگتے ہیں۔ کیا انھیں اُن کے حوالہ کر دیا جائے۔ سوائے ابولہب کے۔ سب نے بالاتفاق جواب دیا نہیں ہرگز نہیں۔ چاہے ہماری جانیں جائیں لیکن محمدؐ قریش کے حوالہ نہ کئے جائینگے۔ تو ابوطالب نے کہا کہ اچھا اس کی حفاظت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بس وہ سب کے سب آپ کی حفاظت کے لئے اپنی اپنی جان و مال سے تیار ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اخلاق کے گرویدہ صرف ابوطالب ہی نہ تھے۔ بلکہ بنی ہاشم کے سارے گھرانے کو آپنے اپنے اخلاق حمیدہ کا اس قدر گرویدہ کر رکھا تھا کہ باوجود اختلاف مذہب کے وہ سب آپ کی حمایت میں اپنی قوم سے لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔ لیکن قریش ابھی تک کوشش کرنے سے ہمت نہ ہارے تھے۔ اگر دھمکا اور تکلیف پہنچا کر نہ آنحضرت کو روک نہ سکے۔ تو اب لالچ دیکر روکنا چاہا۔ چونکہ دنیا داروں کا خیال دنیوی مال و جاہ تک محدود ہوتا ہے۔ اور ابوطالب اور بنی ہاشم کو اس قدر آپ کی حمایت میں سخت پا کر اب انہوں نے یہ چاہا کہ حضورؐ کو براہِ راست لالچ دیں۔ چنانچہ پھر ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تین باتیں آپ کی خدمت میں پیش کیں (اوّل) اگر آپ دولت چاہتے ہیں تو جس قدر مال آپ چاہیں ہم سب اکٹھا کر کے آپ کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ (دوم) اگر آپ عزت اور حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار اور بادشاہ بنانے پر رضامند ہیں (سوم)

Marfat.com

اگر آپ کو حسن و جمال کی خواہش ہو۔ تو خوبصورت سے خوبصورت اور شریف سے شریف خاندان کی لڑکی جس کو آپ چاہیں ہم آپ کی زوجیت میں دینے کو تیار ہیں۔ مگر اس قلب مقدس میں دنیا کے مال و عزت کی خواہش کبھی بچپن سے نہ آئی تھی۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ مجھے نہ مال و دولت کی خواہش ہے۔ اور نہ حکومت کی آرزو۔ مجھے تو خدا نے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں اگر اس کو قبول کر دگے تو دنیا اور آخرت میں خوشحال رہو گے۔ ورنہ خدا مجھ میں اور تم میں فیصلہ کرے گا۔ اس جواب کو سنکر اب قریش آپکی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے۔ نہ وہ تکلیفیں پہنچا کر آپ کو روک سکے۔ نہ بڑے سے بڑا لالچ دیکر اسلام کے کام میں روڑا اٹکا سکے۔ واقعی یہ لالچ اس قدر بڑا تھا اور آپکے دکھ اور تکلیفیں اس انتہا کو پہنچ چکی تھیں کہ اگر اللہ تعالےٰ نے آپ کو ثابت قدمی عطا نہ فرمائی ہوتی۔ تو کوئی انسان بھی اس قدر تکلیفوں اور اس قدر مشکلات اور ایسے لالچوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ بس انہی امور کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا۔ (ترجمہ) اگر ہم نے تجکو ثابت قدم نہ کر دیا ہوتا۔ تو بھی باوجود اپنی فطری ثابتقدمی۔ استقلال۔ اور عزم کے قریب تھا کہ تھوڑا سا اُن کی طرف جھک جاتا" یعنی دکھ اور لالچ اس حد کو پہنچ گئے تھے۔ کہ مضبوط سے مضبوط انسان کا قدم بھی پھسل جاتا۔ مگر خدائی تائید نے یہ نہ ہونے دیا۔ پس چاروں طرف سے مایوس ہو کر قریش نے اپنا آخری ہتھیار استعمال کیا۔ بعثت نبوی کو ساتواں سال ہو گیا تھا۔ اکثر مسلمان کفار کی زد سے نکل کر حبش پہنچ چکے تھے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ اسلام لا چکے تھے۔ ابو طالب آپ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر چکے تھے۔ اور کل بنی ہاشم اپنے جان و مال سے سوائے ابولہب کے آپکی حمایت پر طیار ہو چکے تھے۔ اور ہر ایک قبیلہ سے دوسرے قبیلہ میں اسلام اثر کرتا چلا جاتا تھا۔ پس قریش نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم کو بالکل علیحدہ کر دیں۔ اور نبی کریم کو دوسرے قبیلوں تک پہنچنے کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ ۷ نبوی میں انہوں نے کل بنی ہاشم کے بائیکاٹ کا یہ طریقہ اختیار کیا (۱) ان سے شادی اور بیاہ کا معاملہ نہ کرینگے (یعنی نہ بنی ہاشم کو اپنی لڑکی دینگے نہ ان کی لڑکی لینگے)

Marfat.com

اور نہ اُن سے خرید فروخت کا معاملہ کرینگے۔ اور معاہدہ کو ایک کاغذ پر لکھکر خانہ کعبہ پر آویزاں کیا گیا۔ ادہر جب بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب نے یہ دیکھا۔ تو وہ ابو طالب کے ساتھ مکہ کے ایک علیحدہ حصہ میں جو شعب ابی طالب کے نام سے موسوم تھا اس غار میں محصور ہو گئے۔ صرف ابولہب الگ ہو کر آنحضرت کے دشمنوں سے جاملا۔ یہاں تقریباً تین سال تک کل بنی ہاشم نہایت تکلیف کی حالت میں رہے۔ کیونکہ خرید و فروخت بند تھی۔ اور بعض وقت بھوک سے موت تک نوبت پہنچتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھوک کے مارے بلبلاتے۔ تو اُن کے رونے کی آواز سے بعض دلوں میں درد پیدا ہوتا۔ اور کچھ لوگ خفیہ طور پر غلہ وغیرہ شعب کے اندر پہنچا دیتے۔ مگر ابوجہل اس کی سخت نگرانی کرتا تھا۔ چنانچہ حکیم بن حزام نے جب کچھ سامان خوراک حضرت خدیجہ کو بلحاظ تعلق قرابت پہنچانا چاہا تو ابوجہل مخل ہوا۔ مگر ان تمام مصائب میں جو بنو ہاشم رسول اکرم کی خاطر برداشت کر رہے تھے۔ اُن کا قدم ذرا نہیں ڈگمگایا۔ اگر حضور کی عزت ان کے دلوں میں نہ ہوتی تو اس قدر مصائب کو ایک انسان کی خاطر وہ ہرگز برداشت نکرتے۔ ادہر رسول اللہ صلعم کا تبلیغ کا کام سوائے موسم حج کے کل قبیلوں میں سے رک گیا صرف بنی ہاشم تک محدود رہ گیا۔ ایام حج میں جب آپ باہر نکلتے اور دعوتِ اسلام کا فرض ادا کرتے۔ تو ابولہب ساتھ ساتھ اپنی عداوت کا اظہار کرتا چلا جاتا۔ لوگوں سے کہتا پھرتا کہ اس کی بات کا اعتبار نہ کرنا۔ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ یہ مجنون ہے۔ اس کی کوئی بات قابل یقین نہیں ہے چنانچہ آنحضرت جب کسی سے کچھ بات کرنا چاہتے۔ تو وہ لوگ جواب دیتے کہ تمہارے اپنے لوگ تمھیں خوب جانتے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو وہ تمھیں کیوں نہیں مانتے۔ غرض یہ زمانہ ایک طرف بنو ہاشم پر تکلیف کا زمانہ تھا۔ تو دوسری طرف دعوت اسلام کے لحاظ سے بھی اس زمانہ میں بیحد مشکلیں پیدا ہو گئیں۔

اسی اثنا میں بعض نرم دل لوگ اس سختی پر جو بنو ہاشم پر کیگئی افسوس کرتے تھے۔ اور کئی لوگ علانیہ باتیں کرنے لگے کہ یہ سختی درست نہیں۔ چنانچہ اشراف قریش میں سے پانچ آدمی اس بات پر متفق ہو گئے۔ یعنی ہشام۔ زہیر۔ مطعم بن عدی۔ ابو البختری۔ زمعہ بن اسود۔ اور انھوں نے

Marfat.com

تمام یہ عہد کر لیا کہ اس اقرار نامہ کو پھاڑ دیں گے۔ اتنے میں ایک اور واقعہ خدائے تعالٰے کی طرف سے ظاہر ہوا۔ کہ معاہدہ کا کاغذ جو خانہ کعبہ پر آویزاں کیا گیا تھا۔ اس کو دیمک کھا گئی۔ آنحضرتؐ نے اس کا اظہار ابو طالب سے کیا۔ ابو طالب نے ایک دن شعب سے باہر نکل کر سرداران قریش کو ان کے ظلم پر توجہ دلائی۔ اور ساتھ ہی کہا۔ کہ تمہارا معاہدہ دیمک نے کھا لیا ہے۔ اور یہ ایک نشان ہے کہ اس سے تم لوگ دستبردار ہو جاؤ۔ چنانچہ یہی فیصلہ ہوا۔ کہ اگر معاہدہ کھایا ہوا نکلے تو اُسے کالعدم سمجھا جائے۔ چنانچہ معاہدہ دیکھنے پر کرم خوردہ ثابت ہوا۔ ادھر وہ لوگ جو سختی پر پہلے ہی افسوس کر رہے تھے۔ مسلح ہو کر شعب ابی طالب کے دروازہ پر آ گئے اور اپنے آپ کو اس معاہدہ کا مخالف ظاہر کیا۔ جو لوگ محصور تھے ان سب کو باہر نکال کر اپنے گھروں میں بھیج دیا۔ اور کسی کو مخالفت کی جرأت نہ ہوئی۔ شعب ابو طالب میں یہ سب بنو ہاشم ۱۶ء میں محصور ہوئے اور ۱۹ء میں باہر نکالے گئے۔ اس کے بعد ۲۰ء میں آپ کے چچا ابو طالب نے وفات پائی۔ ابو طالب کو جس قدر آپ سے محبت تھی اسی قدر آنحضرتؐ کو بھی ان کے ساتھ الفت تھی۔ گو بعض علماء تاریخ کا مقولہ ہے کہ وہ آخر تک اسلام نہیں لائے۔ مگر انھوں نے قریش کو جواب دینے کے بعد جو کچھ آنحضرتؐ سے گفتگو کی۔ اس گفتگو کی بنا پر ہر منصف مزاج انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ ابو طالب کا محبت آمیز ایمان تھا۔ وہ حضور کی نبوت کے دل سے قائل تھے۔ اور آنحضرت کی محبت کے مقابلہ میں اپنے جان و مال کی بھی پرواہ نہ کی۔ بس ایسی حالت میں ان کا اسلام کی تصدیق نہ کرنا ایک کھلم کھلا ظلم ٹھیرے گا لیکن ابو طالب کی جدائی آپ کے لئے بڑا بھاری صدمہ تھا۔ اس کے تھوڑے ہی دن بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہو گئی۔ انھوں نے جو کچھ خدمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام کی کی تھی وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور جس طرح حزن و غم کے اوقات میں آپ کی تسکین کا موجب ہوئی تھیں وہ بھی تمام زمانہ پر روشن ہے۔ ان کے انتقال کا بھی آپ کو بڑا بھاری صدمہ تھا اس وجہ سے ۱۰ نبوی مطابق ۶۲۰ء کے عام الحزن کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی غم کا سال۔ کیونکہ آپ کے دو ایسے رفیق غمسار اٹھ گئے۔ جن سے آپ کو بہت کچھ تقویت تھی۔ اب مکہ میں رہ کر دعوت اسلام کا کام جاری

Marfat.com

رکھنا آنحضرت کے لئے اور بھی مشکل ہوگیا۔ حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات کے بعد قریش کو آپ کا کوئی لحاظ باقی نہ رہا۔ لیکن اس بات پر کہ اللہ تعالےٰ آپ کو مظفر و منصور کریگا۔ آپ کا ایمان اس وقت بھی برابر ایسا ہی تھا۔ چنانچہ ایک دن جب آپ اس حالت میں کہ راہ چلتے چلتے آپ پر مٹی پھینک دی گئی۔ گھر پہنچے اور آپ کی صاحبزادی آپکا سر دھوتی تھیں اور روتی بھی تھیں۔ تو آپ نے ان الفاظ میں انھیں تسلی دی کہ "رو نہیں اللہ تعالےٰ تمہارے باپ کی مدد کرے گا"۔ آپ کو یقین کامل تھا کہ ملک عرب اسلام قبول کریگا اور آپ کی غلامی میں آئیگا۔ اگر آپ کو صرف اپنی زندگی کی حفاظت مدنظر ہوتی۔ تو یہ ایک آسان بات تھی کہ آپ ملک حبش کو ہجرت کرجاتے۔ مگر اس کے یہ معنے ہوتے کہ عرب سے آپ مایوس ہو گئے۔ آپ کو مایوسی کے تمام سامان ہیچ نظر آتے تھے۔ آپ کا دل الیقین کامل سے بھرا ہوا تھا۔ کہ یہی لوگ جو آج دشمن ہیں کل کو جان نثار بنیں گے۔ مکہ والوں کی سخت دلی کو دیکھکر آپ نے طائف کا رخ کیا۔ کہ شاید وہاں کے لوگ کچھ نرم ثابت ہوں۔ اور اپنی بھلائی کی باتوں کو جلد قبول کرلیں۔ لہذا زید کے ساتھ آپ طائف پہنچے اور سب سے پہلے آپ وہاں کے سب بڑے خاندان کے تین معزز بھائیوں کے پاس گئے۔ مگر ان تینوں نے آپ کے ارشادات کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ آپ کوئی دس دن کے قریب وہاں ٹھہرے۔ اور یکے بعد دیگرے وہاں کے لوگوں کو پیغام اسلام پہنچایا۔ مگر یہ دنیا پرست کیونکر دیکھ سکتے تھے۔ کہ سرور دو عالم اس بیکسی کی حالت میں پھر رہا ہے۔ کہ اس کی اپنی قوم اس کی دعوتوں کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ ہر طرف سے یہی جواب ملتا کہ اگر تم سچے ہو تو پہلے اپنی قوم کو منواؤ۔ آخر آپ کو پیغام دیا گیا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ لیکن جوں ہی آپ چلے بازاری لوگوں نے رؤسا کے اشارہ سے آپ کا مضحکہ شروع کیا۔ شہر کے باہر راستہ کے دونوں طرف دور تک لوگ پھیل گئے اور جوں ہی آپ ان کے درمیان سے گذرنے لگے۔ آپ کی ٹانگوں پر پتھروں کی بوچھاڑ شروع کردی۔ جب آپ لہو لہان ہوکر بیٹھنے لگتے تو ان میں سے کوئی بدبخت آتا اور ہاتھ پکڑکر اٹھا دیتا کہ یہاں سے چلے جاؤ یہاں تمہارے ٹھیرنے کا کیا کام ہے۔ دو تین میل تک یہی حالت رہی اور آپ پر اس قدر پتھر برسائے گئے کہ نعلین

Marfat.com

لہولہان ہو گئے بھریں۔ آخر جب بدمعاشوں نے آپ کا پیچھا چھوڑا تو آپ کچھ آرام لینے کیلئے ایک باغیچہ میں بیٹھ گئے۔ یہ باغ ایک کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا مگر آپ کو اس مظلومیت کی حالت میں دیکھکر اس کو رحم آیا اور اپنے ایک غلام عدّاس نامی کے ہاتھ انگور کے خوشے آپ کے لئے بھیجے یہ ایک عیسائی غلام تھا۔ جب آنحضرت صلعم نے بسم اللہ کہکر انگور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ تو اُسے تعجب ہوا۔ اور دریافت کرنے پر آپ نے اُسے اپنے منصب سے آگاہ کیا اور کچھ ہدایت فرمائی۔ یہ سُنکر وہ آپ پر فوراً ایمان لے آیا۔ آپ نے اپنے آپ کو اس بیکسی کی حالت میں پاکر اور چاروں طرف سے مخلوق کا اس قدر ظلم و ستم دیکھکر آپ ذات باری کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر وہ اس حال میں کہ آپ کے اندر کوئی مایوسی کا خیال پیدا ہوا ہو۔ یا آپ کی زبان پر کوئی شکایت کا لفظ آیا ہو۔ ایلی ایلی لما سبقتنی کہنے والا کوئی اور تھا۔ یعنی اے باپ اے باپ میری مدد کر اور مجھے بچا۔ یہ جملہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر چڑھتے وقت نہایت مایوسی کے عالم میں فرمایا تھا۔ محمد الرسول اللہ صلعم کا قلب ایسے ایمان سے پُر اور اسقدر یقین سے معمور تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی یاس آپ کے پاس آسکی اس شدت اور اس انتہا درجہ کی بیکسی کے وقت آپ یوں جناب باری میں ملتجی ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْا ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَاَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی عَدُوٍّ بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی صَدِیْقٍ قَرِیْبٍ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ اِنْ لَمْ تَکُنْ غَضْبَانًا عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَکَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَضَاءَتْ لَہُ السَّمٰوٰتُ وَاَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَنْ تُنْزِلَ بِیْ غَضَبَکَ اَوْ یَحِلَّ بِیْ سَخَطُکَ وَلَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ اے میرے اللہ اپنی کمزوری اور اپنی طاقت کی کمی کی۔ اور لوگوں کی نظروں میں ہیچ ہونے کی تجھ سے ہی شکایت کرتا ہوں۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھکر رحم کرنے والے! تو ہی کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا رب ہے۔ تو کس کی طرف مجھے سپرد کریگا کیا اجنبی دشمن کی طرف جو مجھ سے ترش روئی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ یا قریب دوست کی طرف جس

کے قبضہ میں تو نے میرا معاملہ دیا ہے۔ اگر تیری ناراضگی مجھ پر نہیں تو ان تمام باتوں سے بعد فرمایا پرواہ نہیں لیکن تیری حفاظت میرے لئے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے چہرے کے ا۔ آپ میں آتا ہوں جس کے سامنے ساری تاریکیاں پاش پاش ہو کر روشن ہو جاتی ہیں جو چلتے دنیا اور آخرت کے امور اصلاح پذیر ہوتے ہیں۔ ہاں اسباب سے میں تیرے منور چہرے ان میں آتا ہوں کہ مجھ پر تیری ناراضگی ہو یا تیرا غصہ ہو تیرے حضور عذر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ اور تیرے سوا اور کسی کو کچھ طاقت اور قوت نہیں ہے۔"

کاش کسی کے سینہ میں دل ہو تو وہ غور کرے۔ کہ کیا یہ کلمات اس قدر سختیوں کے بعد ایک معمولی انسان کی زبان سے نکل سکتے ہیں؟ وہ سختیاں جو انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ جو آپ نے برداشت کیں۔ وہ مشکلات جو انسان سے خودکشی کرا دیتی ہیں آپ کو پیش آئیں۔ مگر آپ تو توحید کے کس قدر اعلیٰ اور ارفع مقام پر پہنچے ہوئے ہیں۔ کس قدر رضا و تسلیم ہے۔ کس قدر دل میں ٹھنڈک اور راحت ہے۔ کہتے ہیں یہ سب چیزیں ہیچ ہیں۔ جب خدا راضی ہو۔ اللھم صل علی محمدؐ و علیٰ آل محمدؐ۔

چند روز بعد آپ مکہ میں واپس آئے مگر داخل ہونے سے پہلے مطعم بن عدی سے حفاظت کا عہد لیا مکہ میں واپس آکر آپ نصرت الٰہی کے انتظار میں تھے۔ کہ کس راہ سے نصرت آتی ہے اور کس مقام کی طرف آپ کو ہجرت کرنی پڑتی ہے۔ موسم حج آیا تو آپ ان تمام قبیلوں کے پاس ایک ایک کر کے گئے۔ جو اطراف عرب سے اس موقع پر جمع ہوئے تھے۔ مگر جس مجمع میں آپ تقریر کرتے اور اسلام کے اصول ان کو سمجھانے کی کوشش کرتے۔ وہیں ابو لہب بھی پہنچتا اور کہتا کہ یہ شخص دین سے پھر گیا ہے اور جھوٹ کہتا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ لات و عزیٰ کی تم پر حکومت نہ رہے۔ اس کی بات مت سنو۔ اس لئے لوگ بھی توجہ نہ کرتے۔ بعض قبیلوں نے بڑی سختی سے آپ کو رد کیا۔ مگر آپ ہمت نہ ہارے۔ ایک قبیلہ کے لوگوں کو آپ کی باتیں پسند آئیں۔ مگر ساتھ ہی اپنی کمزوری کا ذکر کیا کہ آبائی دین اس طرح یک لخت چھوڑنا مشکل ہے۔ ایک اور قبیلے کے آدمی نے آپ کی باتیں سنکر یہ سوال کیا۔ کہ اگر ہم لوگ آپ کا ساتھ دیں۔ اور آپ غالب آجائیں تو کیا آپ کے

Marfat.com

...ام لی۔ آپ نے فرمایا حکومت خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کو چاہے حکومت
...انگیے۔ کس قدر ہمت اور کتنا بڑا ایمان ہے۔ اگر محض اپنا ہی غلبہ ہوتا تو یہ اچھا موقع تھا۔ مگر اپنی تدبیر و
...میں دیکھئے غالب آنا اس منصب کے منافی تھا جس پر آپ کو کھڑا کیا گیا۔ آپ صرف الٰہی نصرت کے منتظر
...ایک تھے کیونکہ آپ کے ساتھ یہ وعدہ تھا کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ اور آپ یقین سے جانتے تھے کہ وہ نصرت
...آکر رہے گی۔ البتہ یہ نہ جانتے تھے کہ کس راہ سے وہ نصرت آئیگی اور اس کی تلاش میں پھر رہے تھے۔

# انصار کی بیعت کا سبب

گو مذہبی حیثیت سے انصار بت پرست اور یہود اہل کتاب تھے۔ مگر اہل کتاب کی ہمسائیگی نے ان کے کانوں کو آشنا کر دیا تھا۔ کہ آسمانی کتابیں نازل ہوا کرتی ہیں۔ اور خدا کی طرف سے کوئی انسان پیام رسانی بھی کیا کرتا ہے۔ انصار میں علم بالکل نہ تھا برخلاف اس کے یہود میں علمی چرچہ رہتا تھا۔ یثرب میں ان کے مدارس قائم تھے۔ جن میں توریت پڑھائی جاتی تھی۔ انصار جہالت کی وجہ سے یہود کو ذی عزت سمجھتے تھے۔ یہود ایک نئے پیغمبر کے آنیکا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس لئے انصار کو بھی خیال تھا کہ ایک نیا رسول آنے والا ہے حسن اتفاق سے انصار کا ایک آدمی سوید بن صامت نامی جو شعر گوئی اور معرکہ آرائی میں مشہور تھا۔ حج کو چلا گیا۔ اس کے پاس امثال یعنی لقمان کا ایک رسالہ تھا جسے وہ آسمانی کتاب سمجھتا تھا۔ جب وہاں حضرت صلعم کو اس کا حال معلوم ہوا تو حضور خود اس کے پاس تشریف لائے اور اس سے امثال کو سنا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے۔ اور قرآن شریف کی چند آیات سنائیں۔ اس نے اعتراف کیا اور اسلام کا معتقد ہو کر چلا گیا۔ جب مدینہ واپس آیا تو اس کی عقیدت کا اثر انصار تک پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ جب قبیلہ اوس و خزرج کی باہمی جنگ میں اس کو شکست ہوئی تو اس کے امراء مکہ میں قریش کے پاس پہنچے کہ خزرج کے بالمقابل ہم کو حلیف بنالو۔ اس خبر کو سنکر آنحضرت صلعم ان لوگوں کے پاس بھی تشریف لے گئے۔ اور حسب معمول قرآن پاک کی آیتیں پڑھیں۔

Marfat.com

ان لوگوں میں ایاس بن معاذ ایک شخص تھا جس نے قرآن شریف کو سنکر اپنے ساتھیوں سے کہا خدا کی قسم جس کام کے لئے تم آئے ہو یہ اس سے بہتر ہے" لیکن رئیس وفد نے انکار کر دیا اور مدینہ واپس چلے آئے۔ اسکے بعد دونوں خاندانوں میں چھڑ گئی۔ جسے حرب بعاث کہتے ہیں۔ جس نے دونوں قبیلوں کی کمر توڑ دی۔ اور انصار تو بہت ہی ضعیف ہو گئے۔ ان واقعات سے معلوم ہو گا۔ کہ انصار کن وجوہ سے دعوتِ اسلام کی طرف مائل ہوئے۔ اوّل تو یہود کا قرب نے ان کو آسمانی کتاب اور نئے پیغمبر کی آمد سے آگاہ کر دیا تھا۔ دوئم سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ اور دیگر شرکائے وفد نے خود قرآن شریف آنحضرت صلعم سے سن لیا تھا اس لئے انصار اس جدید مذہب کے رسول اور اس کی کتاب سے بالکل غافل نہ تھے۔ جوں جوں دن گذرتے جاتے تھے۔ انصار اسلام کے متعلق نئی نئی خبریں سنتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم نے یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ حج کے زمانہ میں رؤسا قبائل کے پاس آپ خود تشریف لیجاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے۔

## بیعت عقبہ اولیٰ رجب سنلہ نبوی

رجب سنلہ نبوی میں جبکہ خزرج کے چند آدمی مکہ میں عقبہ کے پاس حضور صلعم کو نظر آئے۔ تو آپ نے ان کا نام و نسب دریافت فرمایا۔ اور پھر اسلام پیش کیا۔ قرآن سنایا۔ تو ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ خیال رکھو کہ ہم سے یہود پیشقدمی نہ کر جائیں۔ کیونکہ یہود بھی ایک آنے والے نبی کے قائل تھے۔ اور انصار بھی ان سے سن چکے تھے اس کے بعد اوّل سب نے اسلام قبول کر لیا۔ اور حضور صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ یہ چھ انصار تھے جنھوں نے بیعت کی تھی (۱) ابوالہیثم بن تیہان (۲) اسعد بن زرارہ (۳) عوف بن حارث (۴) رافع بن مالک (۵) قطبہ بن عامر (۶) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم۔ یہ چھ انصار قصر اسلام کے چھ ستون تھے۔ جن کی بدولت مدینہ طیبہ میں اسلام کا محل تعمیر ہوا۔ دوسرے دفعہ انصار کے بارہ آدمی آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے

Marfat.com

ان تمام سے بیعت لی اس کو بیعت (عقبہ ثانی) کہتے ہیں۔ بیعت کے بعد انھوں نے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کسی مبلّغ کو بھیجدیجئے۔ جو ہمیں احکام اسلام سکھلائے۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اس خدمت کے لئے ان کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ اسلام کے یہ سب سے پہلے مبلّغ ہیں جو مدینہ میں آئے۔ ان کا قیام اسعد بن زرارہ کے مکان پر ہوا جو وہاں کے بڑے رئیس تھے۔ حضرت مصعبؓ نے یہ معمول کر لیا تھا کہ روزانہ انصار کے ایک ایک گھر پر جاتے۔ اسلام کی دعوت دیتے۔ قرآن مجید پڑھکر سناتے جس کا اثر یہ ہوتا کہ ہر روز ایک دو آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ سے قبا تک تمام گھروں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ حضرت مصعبؓ نے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ پر بھی اسلام پیش کیا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ مگر جب اُن کے سامنے قرآن شریف پڑھا گیا تو ان کی نفرت رغبت سے بدل گئی۔ اور فوراً اسلام لے آئے حضرت سعدؓ کا قبیلہ ہر کام میں ان کی پیروی کیا کرتا تھا۔ اس لئے ان کے اسلام لاتے ہی تمام قبیلہ اوس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد انصار کے بہتّر آدمی حج کے زمانہ میں مکہ آئے۔ اُن کے ساتھ کچھ لوگ بت پرست بھی تھے۔ انکی بیخبری میں یہ لوگ منٰی میں آنحضرتؐ صلعم کے پاس آئے۔ اور اسلام کی بیعت کی۔ اس وقت حضرت عباسؓ عم رسول اللہ حضور کے ساتھ تھے۔ انھوں نے انصار سے کہا کہ محمدؐ صلعم اپنے خاندان میں ذی عزت ہیں۔ دشمن کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ اُن کے ساتھ رہے۔ اب تم لوگ ان کو بیجانا چاہتے ہو بشرطیکہ مرتے دم تک ان کا ساتھ دو۔ تب تو خیر ورنہ ابھی جواب دیدو۔ ابوالہیثم نے کہا۔ حضور ہمارے یہود کے ساتھ تعلقات ہیں۔ اسلام لانے کے بعد یہ تعلقات منقطع ہو جائینگے کہیں ایسا تو نہ ہو گا کہ جب آپ کو قوت اور زور حاصل ہو جائے۔ تو آپ ہم کو چھوڑ کر مکہ واپس جائیں حضور نے مسکرا کر فرمایا "نہیں ہرگز نہیں" تمہارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے اور میں تمہارا ہوں۔ پھر آنحضرت صلعم نے ان آدمیوں میں سے بارہ کو نقیب منتخب کیا جن میں نو خزرج اور تین قبیلہ اوس کے تھے۔ حضورؐ نے امور ذیل پر انصار سے بیعت لی تھی۔ شرک۔ چوری۔ زنا۔ قتلِ اولاد کبھی نہ کرینگے تہمت سے پرہیز کرینگے۔ اور جو اچھی بات حضور فرمائینگے اس سے کبھی انحراف نہ کرینگے۔ جب انصار

Marfat.com

بیعت کر رہے تھے۔ تو سعد بن زرارہؓ نے کہا۔ لوگو! تمھیں معلوم بھی ہے کہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ تم کو عرب و عجم اور جن و انس سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ سب نے اقرار کیا کہ ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بارہ شخص جو نقیب مقرر ہوئے تھے وہ قبائل کے سردار تھے۔ اُن کا اسلام لانا تھا کہ تمام انصار نے اسلام قبول کر لیا۔ اور آپ نے مدینہ کی ہجرت کا وعدہ کر لیا۔ (کتب معتبرہ)

پیغمبر صلعم کی تبلیغ کا تیرھواں سال ہے۔ قوم کے سمجھانے میں آپ نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر قریش نے جس طرح نبوت کے دعوے کو پہلے دن جھٹلایا تھا۔ آج بھی اسی طرح منہ بھر کے آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ مکہ میں سب سے بڑا جھٹلانے والا گروہ آپ کا خاندان ہے جس کا نام قریش یا بنی ہاشم ہے۔ آپ کو پتھر مارنے والے قریش ہیں آپ کے رستہ میں گندگی اور کانٹے بچھانے والے قریش ہیں مگر اس سال ۲۲۲ء میں قریش کا کینہ حضور صلعم کے ساتھ بڑھ گیا ہے۔ کیونکہ آپ کے محبت والے چچا جناب مستطاب سلطان الملکہ حضرت ابو طالب اس دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں اور ملکہ جہاں جہانبان حضرت خدیجۃ الکبریٰ جو آپ کی مونس و غمخوار تھیں وہ بھی جنت کو سدھار چکی ہیں۔ اُن کے بطن سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں موجود ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔ گھر میں آتے ہیں تو بے ماں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھکر آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں۔ باہر جاتے ہیں تو قریش پتھر برساتے ہیں۔ اور ایسی مضحکہ انگیز صدائیں لگاتے ہیں جو دل کو پاش پاش کر دیتی ہیں۔ ایک بدمعاش پکار کر کہتا ہے کہ یا محمدؐ میں نے تمہاری ہلاکت کے لئے ایک صبا رفتار گھوڑا خریدا ہے۔ اس پر سوار ہو کر تمھیں قتل کروں گا۔ دوسرا کہتا ہے۔ اے احمدؐ میں نے تمہارا سر اتارنے کے لئے ایک تیغ دودم لی ہے۔ بالفعل کفار کی اس مستعدی سے حضورؐ کے قتل پر آمادہ ہو جانے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ گو اسلام کا پودا محمدؐ کے خاطر خواہ پھولا پھلا نہیں ہے۔ مگر ہونہار بروہ کے چکنے چکنے پات ہوتے ہیں۔ محمدؐ کے ساتھی سب کے سب جان نثار ہیں علیؓ ابن ابی طالب اٹھارہ برس کا جوان بہادر ذوالفقار لئے ہر دم اس کا پہرہ دیتا ہے۔ ابوبکرؓ بن ابی قحافہ جیسا مالدار۔ تجربہ کار۔ خرچ کے وقت اس کے لئے سونے چاندی کا منہ برسا دیتا ہے۔ عمرؓ ابن الخطاب جیسا جیوٹ۔ جی دار ہر آن اس کے لئے سینہ سپر رہتا ہے۔ حمزہ بن عبدالمطلب

Marfat.com

پڑھتے ہے جو شیر کا کلمہ پھیر ڈالتا ہے۔ ان کے علاوہ جعفر بن ابی طالب۔ اور عثمان بن عفان اور چار سو نوجوان شہر مکہ کے رہنے والے نامی نامدار اور قریب ایک ہزار کے طائف اور نواح طائف کے اس پر ایمان لا چکے ہیں اور اس کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ یثرب یعنی مدینہ کے خاص عام اس کے غلام ہو چکے ہیں۔ اگرچہ اس شخص کی پوری روک تھام نہ ہوئی تو یہ بازی لے جائیگا۔ اگر اسے مکہ سے باہر جانیکی سوجھی تو غضب ہی ہو جائے گا۔ اور یہ سونیکی چڑیا ہمارے ہاتھوں سے اڑ جائیگی۔ یہ شخص اپنی جادو بیانی اور شیریں زبانی سے مکہ سے نکل کر تمام دنیا کو پر چالیگا۔ اور توحید کے دام میں پھنسائے گا یہ ٹڈی دل فوجیں لیکر مکہ پر چڑھائی کرے گا اور ہم سب کو ملیں کر دہر دیگا۔ ........

........ اس لئے اب دیر کرنیکا موقعہ نہیں ہے۔ گھڑی کی چوتھائی میں اس کا کام تمام کر دو۔ مار پیچھے پکار ہوا ہی کرتی ہے۔ بنی ہاشم اس کے قتل پر ضرور چڑھ آئینگے اور غضبناک ہو جائیں گے مگر ہم سب کا کیا بنا لیں گے۔ اُدہر تو قریش اور مکہ کے سارے قبیلے یہ چہ میگوئیاں کر ہی رہے تھے ادہر حضور نے بھی اُن کی سُن گن پا لی تھی۔ آپ نے اپنے صحابہ کو جتا دیا تھا۔ اور ان میں سے ایک دو گھرانے روزانہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر جاتے تھے۔ بعض صحابہؓ نے حضور سے عرض کیا کہ حضورؐ ہمیں ہجرت کے لئے آمادہ کرتے ہیں کیا خود بدولت بھی ہجرت فرمائینگے۔ حضورؐ نے کہا۔ بیشک میرا ارادہ بھی ہجرت کا ہے کیونکہ خدا کی مرضی بھی ایسی ہی معلوم ہوتی ہے۔ صحابہ نے عرض کی حضورؐ ہمیں! اس ہجرت سے تو جہاد اچھا ہے۔ ہمیں حکم دیجئے تاکہ ان دشمنوں کے وجود سے دم بھر میں مکہ پاک کر دیں۔ بلکہ مکہ سے ان کا نام و نشان ہی مٹا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بیشک تم ایسے ہی مرد ہو اور اللہ کے نام پر مٹنے اور مٹا دینے والے ہو۔ مگر خدا نے مجھے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا ہے میرا دل یہ کسی طرح گوارا نہیں کرتا کہ اپنے شہر کے باشندوں کا خون بہاؤں۔ یا ان کے خون کا بہنا دیکھوں۔ میں قوم کے برباد کرنے سے یہ بہتر جانتا ہوں کہ خود تنہا قوم میں سے نکل جاؤں۔ صحابہ رضی اللہ نے جواب دیا کہ جو مرضی مبارک ہو۔ مگر ہمارا جی نہیں پسند کرتا کہ ہم آپ کو کفار کے نرغہ میں چھوڑ جائیں بلکہ یہ خیال ہے کہ ایک دن ایک مقررہ وقت پر ہم سب مسلمان اپنے اپنے بال

Marfat.com

بچوں کو۔ اور حضورؐ والا کو مع اہل بیت کے ساتھ لیکر مکہ سے نکل چلیں اور ہمیشہ کے لئے اس شہر کو چھوڑ دیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تمہارے ساتھ میرا اس طرح جانا بڑی جوکھوں رکھتا ہے۔ کفار جب ہمیں تھیں پہلے بندوں جاتا دیکھیں گے تو چڑھ جائینگے۔ اور ہم تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ حرم پاک کی حدود میں خونریزی ہوگی اور میں یہ بے ادبی کرنی نہیں چاہتا۔ میرا مدعا یہ نہیں ہو کہ میں اپنی قوم کو اپنے ہاتھ سے نیست و نابود کر دوں۔ اگر قوم کا برباد کرنا مجھے مدنظر ہو تو میرا صرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا کافی ہے۔ وہ جتنا چاہیں مجھے ستائیں۔ مگر میں ان کا برا نہ چاہوں گا۔ آپ لوگ اس کام کو میری رائے پر چھوڑ دیں۔ اور جس طرح آپ کو حکم ہو ٹھنڈے ٹھنڈے مکہ سے نکل جاویں۔ چنانچہ مسلمانان مکہ نبی کریم کے حکم سے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے لگے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ بھی بیس جوان لیکر مدینہ کو ہجرت کر گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرتؐ سے رخصت چاہی۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ صبر کرو شاید ہماری تمہاری رفاقت ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق یہ سنکر خوش ہوئے۔ اور دو اونٹ خرید کر پالنا شروع کئے کہ جلد تیار ہو جائیں۔ جب مسلمانوں کی روانگی کی خبر کفار مکہ کو لگی تو وہ طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اور اگست ۶۲۲ء کو ایک مشورہ کی مجلس دارالندوہ میں منعقد کی۔ اس میں تمام کفار مکہ اور قبیلوں کے بڑے بڑے سردار موجود تھے۔ اب تک متفرق طور پر اپنے اپنے رنگ میں کوششیں ہو چکی تھیں کہ نبی کریم کا کام تمام کیا جائے۔ آخر وہ دن بھی آیا کہ نبی کریم صلعم کو تنہا دیکھکر انھوں نے یہ عظیم الشان قومی مجلس مشورہ دارالندوہ میں قائم کی (جہاں کل اہم قومی امور طے ہوتے تھے) یہاں کل اشراف قریش جمع ہوئے۔ چنانچہ ندوہ میں سب سے پہلے ایک شخص نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ کہ آج سے دس برس پہلے مکہ کی جو حالت تھی اس سے سب واقف ہیں۔ مگر جب سے یہ نئے نبوت کے دعویدار (یعنی حضور اکرمؐ) ظاہر ہوئے ہیں ان کی وجہ سے ہمارے معبود ہم سے بھی ناخوش ہیں۔ اور اسی وجہ سے مکہ بھی تباہ ہونے کو ہے۔ وہ ہمارے معبودوں کی ہم سے پرستش چھڑاتا ہے۔ اور ایک ان دیکھے خدا کا کلمہ پڑھواتا ہے۔ جو کسی طرح عقل میں نہیں آسکتا۔ مگر بہت سے خاندان اس نے اپنے جادو کے اثر سے ہم لوگوں اور ہمارے معبودوں سے

Marfat.com

رت کر دیئے ہیں۔ جو تقریباً سب کے سب اپنا وطن چھوڑ کر یثرب چلے گئے ہیں۔ اس وقت صرف علیؓ اور ابو بکر موجود ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کی کیا حقیقت ہے۔ میدان بالکل صاف ہے۔ جا بجا ہر طرف سناٹا نظر آتا ہے۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ نئے پیغمبر بھی اب یثرب کو جانے والے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ محمدؐ نے اپنے نئے مذہب میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس نے ہر ایک شخص کو اپنے شاعرانہ کلام سے مسخر کر لیا ہے۔ اس وجہ سے اندیشہ ہے کہ اگر یہ شخص یثرب پہنچ گیا۔ تو اپنے پیروؤں کے ساتھ ہم پر حملہ نہ کر دے۔ لہٰذا ہمیں اس کے متعلق کوئی پختہ رائے قائم کرنی چاہیئے اور آج اسی لئے ہم سب لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس کے بعد کسی نے کہا کہ محمدؐ کو زنجیر سے باندھ کر گھر میں قید کر کے دروازہ چن دو۔ کوئی بولا۔ "اس کو شہر ہی سے نکال دینا چاہیئے"۔ کسی نے کہا۔ "اس کو زندہ چھوڑ دینا کسی طرح ٹھیک نہیں کسی نے مشورہ دیا۔ "آپ کو بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا جائے اور ایسے تیرہ و تاریک مکان میں بند کر دیا جائے کہ آپ وفات پا جائیں"۔ اس پر یہ اعتراض ہوا۔ کہ ممکن ہے آپ کے ساتھی کسی دن قوت پکڑ کر آپ کو چھڑا لیں۔ کسی نے یہ مشورہ دیا کہ "آپ کو جلا وطن کر دینا ہی مناسب ہے"۔ اس پر یہ اعتراض ہوا کہ آپ کے کلام میں ایسا اثر ہے۔ کہ جہاں کہیں آپ جائینگے وہاں کے قبائل کو اپنا ہم خیال بنا لیں گے۔ اور قوت پکڑ کر ہم کو کسی نہ کسی دن پھر مغلوب کر لیں گے۔ اس بحث و تکرار کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ حضور علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کر دینا چاہیئے۔ لیکن پھر اس بات کی بحث چھڑ گئی کہ جس قبیلہ کا شخص محمدؐ کو قتل کریگا۔ بنی ہاشم یقیناً اس قبیلہ کو تباہ کر دیں گے۔ اس کا کیا علاج ہے؟ اس پر ابو جہل نے اٹھکر کہا کہ میری تو یہ رائے ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان جرار منتخب کر لیا جائے۔ اور ہم قریش کے ہر قبیلہ سے ایک ایک مضبوط صحیح النّسب نوجوان لیں۔ اور پھر ہر ایک کو ایک ایک تیز تلوار دیں۔ اور یہ سب کے سب دفعتًا حملہ کر کے آنحضرت صلعم کو قتل کر ڈالیں اس طرح آپ کا خون سب قبیلوں پر بٹ جائے گا۔ اور بنو ہاشم کسی ایک قبیلہ سے انتقام نہ لے سکیں گے۔ اس وجہ سے قصاص پر راضی ہو جائینگے۔ اور اگر لڑینگے تو منہ کی کھائینگے۔ سب نے ابوجہل کی رائے سے اتفاق کیا اور پھر یہ امر طے ہوا کہ آپ کے مکان کا آج ہی محاصرہ کر لیا جائے۔ تاکہ آپ

Marfat.com

کہیں جانے نہ پائیں۔ اور مقررہ تاریخ پر سب منتخب اشخاص ایک ہی وقت میں مکان کے اندر گھسکر ایک ہی ساتھ حملہ کر کے آنحضرت صلعم کو قتل کر دیں۔ ادھر یہ مشورہ ہوا۔ ادھر آنحضرت صلعم کو وحی کے ذریعہ اطلاع دی کہ اب قریش کے جرموں کا پیالہ لبریز ہو گیا ہے۔ انھوں نے آخری اور قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے خیر خواہ کو زندہ نہ چھوڑیں۔ اس لئے آج کی رات آپ گھر میں نہ سوئیں اور یہ بھی انھوں نے ٹھان لی ہے کہ آپ کو جیلخانہ میں رکھکر مار ڈالیں یا جلا وطن کریں۔ وہ اپنی گھات میں لگ رہے ہیں اور اللہ اپنی گھات میں ہے۔ اللہ اچھی گھات کرنے والوں میں ہے۔ اور جبرئیل نے یہ بھی عرض کیا کہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ سیدھے مدینہ طیبہ کو چلے جائیے۔ اور اس کے بعد کچھ خاص خاص ہدایتیں بھی کیں۔ آپ اس وحی کو معلوم کر کے دولتخانہ کو تشریف لئے جاتے تھے۔ اور حضرت علی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے دیکھا کہ قریش اور ابوجہل ہتھیار لئے گلی کی موڑ پر کھڑے ہیں۔ ابوجہل (اپنے دوستوں سے) کہنے لگا۔ یہی تو میاں محمد صلعم ہیں جو کہتے ہیں کہ اگر تم میرے کہنے پر چلوگے اور مسلمان ہو جاؤ گے تو عرب اور عجم تمہاری ملکیت ہوں گے۔ اور اگر اس کے خلاف کروگے تو نتیجہ دیکھوگے۔ میرے ہاتھ سے مارے جاؤ گے اور جہنم میں ٹھکانہ ملیگا۔ حضور والا نے فرمایا بیشک میں یہی کہتا ہوں۔ اور جو کہتا ہوں وہ ہوکر رہے گا۔ تو جہنم کے اندر پڑا سڑیگا۔ یہ وہ وقت ہے کہ کل مسلمان مدینہ پہنچ گئے ہیں۔ مکہ حضور صلعم کے فدائیوں سے بالکل خالی ہے۔ یہ واقعہ آنحضرت صلعم کے اللہ تعالےٰ پر کمال توکل کو ظاہر کرتا ہے۔ دشمنوں کی سختی روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے۔ مدینہ میں اسلام کے قوت پذیر ہونے سے اُن کا غیظ و غضب زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ نبی کریم صلعم کی حفاظت کا وہ پہلا سامان بھی نہیں ہے۔ لیکن آپ اپنی کچھ فکر نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے صحابہ کی فکر کرتے ہیں۔ ان کو پہلے حفاظت کے مقام پر بھجد یتے ہیں اور خود سفاک دشمنوں کے اندر تن تنہا رہجاتے ہیں۔ اور یوں چاروں طرف دشمنوں ہی دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس طرح صاف طور پر آپ بتا دیتے ہیں کہ آپ اپنی حفاظت کے لئے صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ نہ ظاہری اسباب پر۔ آپ چاہتے تو یقین کر سکتے تھے کہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے مدینہ چلے جاتے۔ اور اگر آپ ایسا کرتے تو کون

Marfat.com

اں چیکہ چپکی کرسکتا تھا اور کونسا دوست شکایت کرسکتا تھا کیونکہ اسلام جس کے لئے سب مسلمان اپنی جانیں دینے کے لئے تیار تھے۔ اس کی زندگی کا دارو مدار صرف انحضرت صلعم کی زندگی ہی پر منحصر تھا لیکن آپ کے پہلے مدینہ چلے جانے کا نتیجہ کیا ہوتا؟ کفار یہ دیکھکر آپ کے ایک ایک ساتھی کو چن چن کر مار ڈالتے بس آپ کے محبت بھرے قلب نے یہ روانہ رکھا کیونکہ آپ تو بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْم تھے آپ کی شان رحیمی نے یہ اجازت نہ دی کہ آپ اپنے صحابہ کو تکلیف میں ڈالیں۔ ہاں خود غضبناک دشمنوں میں رہکر بتادیا کہ آپ کو اللہ تعالےٰ کے وعدوں پر کس قدر ایمان ہے جو آپ کی حفاظت اور نصرت کے متعلق اُنکی طرف سے کئے جاچکے ہیں۔

اُدہر آپ حضرت علیؓ کے ہمراہ دولت خانہ پر تشریف لے آئے۔ اور اُن کو ہجرت کا مفصل حکم سنا کر ارشاد کیا کہ براہ حکم الٰہی یہی ہے کہ آج رات کو تم میرے بچھونے پر سو رہو۔ اور میں ابوبکرؓ کو ساتھ لیکر مکہ سے چلا جاؤں اور تم میرے بعد یہ سب امانتیں فلاں فلاں کو واپس کر دینا۔ ڈرنا نہیں۔ کفار تمہارا بال بھی بیکا نہ کرسکینگے حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ زہے نصیب میرے کہ میں حضور صلعم کے بچھونے پر سونیکی سعادت حاصل کروں اور حضور پر خود روشن ہے کہ مجھے کسی موقع پر خوف وہراس نہیں ہوتا۔ حضورؐ نے فرمایا جیتے رہو۔ خوش رہو ان باتوں کو جناب سیدہ فاطمہ زہراؓ نے بھی سنا۔ اور آپ کا ننھا سا دل کلیجہ میں دہڑکنے لگا۔ آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ اور آپ نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ بابا جان آپ مجھ بے ماں کی بچی کو کس پر چھوڑتے ہیں۔ حضور صلعم نے کہا خدا پر۔ گھبرانا نہیں تمہاری بڑی باجی جان اور تمہاری آپا سودہؓ تمہارے پاس رہے گی اور تمہارا دل بہلائیگی۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ بابا جان بغیر آپ کے میرا دل کیونکر بہلے گا۔ حضورؐ نے فرمایا میری جان! جامع المتفرقین ہمیں تمھیں جلد ملائیگا۔ دیکھو تم پیغمبر زادی ہو جفا اور کفا کو سہنا مگر اُف نہ کرنا

صفر ۱۳ نبوی کی ستائیسویں اور ستمبر ۶۲۲ء کی بارہویں تاریخ ہے۔ رات کا وقت ہے چاند کا کہیں پتہ نہیں ہے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ ستاروں نے ادب سے اپنی آنکھیں بند لی ہیں۔ تاریکی ایسی چھا گئی ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ آدھی رات کے قریب حضورؐ نے ابھی

کیا۔ اور حضرت علی سے فرمایا۔ برادر ہوشیار ہو جاؤ وقت آگیا ہے۔ اب تم اٹھکر دروازہ بند کر لو اور میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔

حضرت علیؓ۔ کیا حضور صلعم تشریف لئے جاتے ہیں۔

حضورؐ۔ ہاں۔ ع۔ در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ۔ ع۔ بفر رفتنت مبارکباد۔ اللہ آپ کے اس سفر کو وسیلۂ ظفر بنائے آمین۔

حضور صلعم نے دروازہ کھولا۔ ڈیوڑھی سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ کفار دو رویہ گلی میں کھڑے ہیں۔ تلواریں ہاتھوں میں ہیں۔ حضور نے کھڑے ہو کر سورۂ یٰسین کی یہ آیتیں پڑھیں۔ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ (ترجمہ اور ہم نے ان کے آگے اور پیچھے ایک دیوار قائم کر دی ہے۔ پھر ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانک بھی دیا ہے اس لئے وہ دیکھ نہیں سکتے۔" لہذا حضورؐ نے گلی میں سے دہول اٹھا کر ان کی طرف پھینکی اور آپ ان میں سے بے تکلف نکل گئے۔ جب آپ کفار کے محاصرہ سے باہر ہو گئے۔ تو غیب سے آواز آئی وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى آپ بہت اطمینان کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان کی طرف چل دیئے۔ رستہ میں حضرت ابوبکرؓ بھی آپ کو مل گئے اور آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ وہاں پہنچکر آپ نے دم لیا۔ اور سارا حال کہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کی وہ کھڑکی کھولدی جو جنگل سے ملی ہوئی تھی۔ لہذا اسی کھڑکی کے ذریعہ حضورؐ اپنے سچے دوست ابوبکرؓ کے ساتھ غار ثور کی جانب چلدیئے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیوی بچے حاضر تھے۔ اور ادب دست بستہ کھڑے تھے جب حضورؐ کھڑکی سے نکل رہے تھے۔ تو سب نے اللہ بیلی اللہ نگہبان کہکر کھڑکی بند کر لی۔ اس رات کی اندھیری ساون کی اندھیری کو مات کرتی تھی۔ غار ثور کا حضرت ابوبکرؓ کے مکان سے ڈہائی کوس کا فاصلہ تھا۔ گھپ اندھیری پہلنا دشوار تھا۔ قدم قدم پر دونوں صاحب ٹھوکریں کھاتے تھے آخر کار پتھروں اور کانٹوں نے حضور کے پائے نازک کو گھائل کر دیا۔ اور آنحضرت مجبور ہو کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اس وقت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے صدق و صفا کا جوہر دکھایا اور نبی آخر الزماںؐ کو

تھا دیکھ پھر چڑھایا۔ اور انگوٹھوں کے بل چل کر خدا کے محبوب کو غار کے دہانہ تک پہنچایا۔ ابوبکرؓ کے کپڑے دھجیاں ہو گئے تھے۔ پاؤں تلوؤں سے لیکر پنڈلیوں تک زخمی ہو گئے تھے۔ خون بہ رہا تھا اس وقت اس ہولناک مقام پر سوائے اندھیرے اور ہوا کے سناٹے کے کون تھا۔ اندھیرے نے کہا ابوبکرؓ! آفریں صد آفریں۔ سچ مچ تو رفیق طریق ہے تو صدیق ہے۔ ہوا بولی بیشک تو یار غار ہے۔ تو دوست غمگسار ہے۔ اور محب وفادار ہے۔ ابوبکر اپنی جان پر کھیل کر اس غار میں گئے۔ اور جتنی لوسع اسے اندر سے جھاڑ پونچھکر صاف کیا اور اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر تمام سوراخ اپنی چادر پھاڑ کر بند کر دیئے اس کے بعد آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور تشریف لائیں۔ حضور غار کے اندر تشریف لے گئے اور اپنے یار غار کے ساتھ غار ثور میں فروکش ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء کی رات کا ہے۔ حضورؐ کو دولت خانہ سے نکلے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ جو شیطان لعین نے آکر کفار کو چونکایا اور کہا کہ تم بازی ہار گئے۔ محمدؐ صاف نکل گئے۔ وہ تمہاری آنکھوں میں خاک جھونک کر نکل گئے۔ کفار نے شیطان سے کہا۔ کہ ہم سوئے نہ ہمارے سروں پر محمدؐ دھول ڈال گئے۔ مگر سروں پر ہاتھ پھیرا تو شیطان کا کہنا صحیح معلوم ہوا۔ لہذا وہ جھلا کر دولت خانہ کی دیوار پھاند کر اندر پہنچے۔ اور حضرت علیؓ کو اندر بچھونے پر سوتا دیکھکر کہا کون سوتا ہے؛ **حضرت علی**ؓ علی بن ابی طالب **کفار** محمدؐ کہاں ہیں۔ **حضرت علی**ؓ مجھے خبر نہیں۔ کفار نے حضرت علیؓ کے فرمانے کا یقین نہ کیا۔ اور گھر کا کونہ کونہ دیکھ ڈالا۔ مگر اس سراج منیر کو نہ پایا۔ تو بڑبڑاتے ہوئے گھر سے باہر آئے اور چلا کر کہنے لگے۔ محمدؐ چل دیئے انھیں ڈھونڈو۔ اس صدا نے سارے شہر میں ہل چل ڈالدی۔ رات بھر حضرت کو تلاش کرتے رہے۔ اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرے۔ یہانتک کہ آنحضرتؐ کی جدائی میں صبح اپنا گریبان پھاڑ کر مشرق سے نمودار ہوئی اور شبنم کے آنسوؤں سے اپنا منہ دھونے لگی۔ مکہ اداس تھا خاک اڑ رہی تھی۔ کفار اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگے۔ کھوج نکالنے والوں اور سراغ رساں لوگوں کو بلایا۔ حضورؐ کو اور ابوبکر صدیقؓ کو زندہ پکڑ کر لانے والوں کو یا سر کاٹ کر لانے والوں کے لئے سو سو اونٹ انعام ٹھیرایا۔ کھوجیا بلا کر کھوج کی تلاش میں مقرر کئے۔ ان میں سے ایک کھوجیا چند کفار کو غار ثور کے دہانہ پر لے پہنچا اور اس نے کہا کہ

Marfat.com

کھوج آگے نہیں جاتا۔ ہو نہ ہو محمدؐ اور ابوبکرؓ اس غار کے اندر ہیں۔ اندر اترو اور دونوں کو باندھ لو۔ دشمن غار کے دہانہ پر ہکا بکا کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ پاگل ہوا ہے غار کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے۔ اور غار کے منہ پر کبوتر کا گھونسلا ہے۔ گھونسلے میں کبوتری بیٹھی انڈے سے رہی ہے۔ اگر غار میں کوئی جاتا تو نہ جالا سلامت رہتا۔ نہ گھونسلا۔ دوسرے نے کہا۔ میں اس جالے کو محمدؐ کی پیدائش سے قبل اس دہانہ پر دیکھتا چلا آتا ہوں۔ محمد یہاں نہیں ہیں آگے چلو۔ اور انھیں چاروں طرف ڈھونڈ ھو۔ دیر کرنی مناسب نہیں ہے۔ خدا نے کفار کو غار پر سے ٹالا۔ اور سب کے سب اِدھر اُدھر تتر بتر ہو گئے۔ یہ وقت وہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے دشمنوں کے پاؤں کی آہٹ کو سن لیا تھا اور جالے میں سے ان کے پاؤں نظر آتے تھے۔ لہٰذا حضرت صدیقؓ کو یہ خیال ہوا کہ اگر ذرا اور بڑھے تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ اس خیال کے آتے ہی ابوبکرؓ مغموم ہوئے۔ اپنے لئے نہیں بلکہ اس خیرالبشر کے لئے جس کی جان کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ کیا وقت ہے خونخوار دشمن سر پر ہیں۔ بس ایک نظر پڑنے کی دیر ہے۔ کہ آن کی آن میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ ایسے وقت میں ان الفاظ کا آپکے منہ سے نکلنا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (ترجمہ) اے ابوبکرؓ غمگین مت ہو اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے"۔ کسی انسان کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا کہ ایسے خطرہ کے وقت پر انسان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بھاگنے کی کوئی راہ نہیں۔ دشمن قتل کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ لیکن اس تنہائی بیکسی کے وقت بھی جب دنیا میں نہ کوئی یار و مددگار باقی رہ گیا ہے۔ نہ مجال گریز ہے۔ کس قدر سلامتی اور یقین کامل کے الفاظ آپ کے دہن مبارک سے نکلتے ہیں۔ کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں کوئی نہیں مار سکتا۔ اور نہ کوئی پکڑ سکتا ہے۔ دیکھو تو اللہ کی ذات پر کس قدر بھروسہ ہے۔ یہ انسان کے اندر کی آواز نہیں ہو سکتی۔ انسان کا اپنا دل ایسے حالات کے اندر یہ شہادت نہیں دے سکتا۔ یہ خدائے عالم الغیب کی آواز تھی۔ جو جانتا تھا کہ سر پر پہنچ جانے کے باوجود بھی دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتے تین دن آپ غار میں رہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا بیٹا عبداللہ ان ایام میں آپ کو شہر کی خبریں پہنچاتا رہا اور ان ہی کا غلام عامر بن فہیرہ۔ بکریاں چراتا چراتا غار کے منہ پر لیجاتا۔ اور ان کا دودھ دوہ کر پلاتا حضرت

[illegible] رات ان دونوں کو کھانا پہنچاتیں۔ آخر جب تلاش کے متعلق خاموشی ہو گئی تو چوتھے دن آپ غار سے نکلے۔ دونوں اونٹنیاں حضرت ابوبکر کی تیار تھیں۔ آنحضرت نے باوجود اس کے کہ ابوبکر صدیق نے اپنا تمام مال آپ پر فدا کر دیا تھا لیکن یہی پسند کیا کہ اونٹنی ان سے خرید کر اس پر سوار ہونا چاہیئے۔ لہذا جس شب میں ہجرت فرمائی اس دن آنحضرت نے ابوبکر صدیق کو اس کی قیمت ادا کر دی تھی۔ حضور پرنور بارہویں ستمبر سے سولہویں ستمبر ۶۲۲ء تک غار ثور میں رہے۔

آج ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۳ نبوی مطابق سولہویں ستمبر ۶۲۲ء ہے دوشنبہ کی آدھی رات ختم ہو چکی ہے۔ چاند کسی عاشق بیمار کے زار و نزار رخ کی طرح اپنا زرد چہرہ دکھا کر غروب ہو گیا ہے۔ اندھیرا چھایا ہوا ہے پہاڑ کے دامن میں سناٹا ہے۔ آسمان پر تارے آنکھیں کھولے اس مرقع کو گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔ ناظرین چشم بصیرت سے دیکھیں کہ غار کے دہانہ پر چار اونٹ کجاووں سے آراستہ بیٹھے جگالی کر رہے ہیں۔ ان میں سے اگلا اونٹ عامر بن فہیرہ کا ہے جو ہمرکاب رہیں گے۔ دوسرا اونٹ عبداللہ بن ارقیط کا ہے۔ جو آگے آگے چلیگا اور رہبری کرے گا۔ تیسرا اونٹ حضرت ابوبکرؓ کی سواری کا ہے۔ چوتھی اونٹنی حضور پرنور کی ہے۔ جس کا نام قصوی ہے۔ جو چار سو درہم کے بدلے حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے مول لی ہے۔ اس موقعہ سے چار سو قدم کے فاصلہ پر ایک سیاہ پوش عورت اپنے ہاتھ میں ایک گٹھری لئے کھڑی ہے۔

**ابوبکر صدیق**۔ اسماء لاؤ کھانا مجھے دو تاکہ شکار بند میں باندھ لوں۔ اس سیاہ پوش عورت نے دسترخوان اپنے والد ماجد کے حوالہ کیا۔

**ابوبکرؓ**۔ واہ بیٹی! توشہ تو لائیں مگر اس کے باندھنے کے لئے کوئی رسی نہ لائیں۔ اسماء اس بات کو سنکر ایک چٹان کی آڑ میں چلی گئیں اور اپنے ازار بند کو دوہرا دوہرا کر کے لے آئیں۔ ابوبکر صدیق نے اس سے کھانا باندھکر لٹکا دیا۔ اور حضرت نے فرمایا۔ اے آلِ ابوبکرؓ تم نے اپنے نبیؐ کی بڑی خدمت کی ہے اللہ تمھیں اس کی جزائے خیر دے۔

**اسماء بنت ابوبکر**۔ یا رسول اللہ! فداک ابی و امی۔ آپ کی جدائی شاق ہے۔

Marfat.com

حضورؐ روالا! نہیں ہوا! تم اپنا جی بھاری نہ کرو۔ خدا نے چاہا تو ہم تم سب جلد ملیں گے۔ یہ کہکر حضورؐ نے دعا پڑھی اور قصویٰ ناقہ پر سوار ہو گئے۔ پھر تینوں رفیق اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو گئے۔ عبداللہ بن اریقط نے رہبری کے لئے اپنا اونٹ آگے بڑھایا۔ یہ قافلہ چند ہی قدم چلا تھا کہ رات کی تاریکی نے ہماری نظروں سے غائب کر دیا۔ دشمنوں کے لحاظ سے آپ کا اگوا مدینہ کی طرف آپکو معمولی اور مشہور راستہ سے نہیں لے گیا۔ بلکہ سواحل کی غیر معمولی راہ سے اُس نے سفر کرایا۔ وہ اپنے اونٹ کو خراماں خراماں لئے جاتا تھا۔ اُس نے اونٹ کی مہار چھوڑ رکھی تھی۔ ایک ہاتھ اس کا تلوار کے قبضہ پر تھا اور دوسرا ہاتھ قلم کو سنبھال رہا تھا۔ اس کے پیچھے حضورؐ کا ناقہ تھا۔ جو مورنی کی طرح ناز و انداز سے ریگ زار پر قدم رکھتا چلا جاتا تھا۔ ناقہ کے پیچھے حضرت ابوبکر کا اونٹ اور اس کے پیچھے عامر بن فہیرہ کا اونٹ تھا۔ یہ حضرات یلغار کرتے چلے جاتے تھے۔ اگر راہ کے مصائب اور معجزات لکھے جائیں تو لکھنے کے لئے دفتر درکار ہوگا۔ لہذا یہاں مختصر طور پر صرف دو تین معجزہ لکھے جاتے ہیں۔ حضورؐ کی جستجو میں جو لوگ انعام کے لالچ میں نکلے تھے۔ ان میں سراقہ بن مالک کو ایک شخص سے یہ خبر ملی کہ اس نے چار سواروں کو مدینہ کی طرف جاتے دیکھا ہے۔ یہ شخص بڑا قوی ہیکل تھا کسی شخص کو اطلاع دیئے بغیر اپنی زرہ پہن اور مسلح ہو کر تیر و ترکش ساتھ لیکر تیز گھوڑے پر نکلا۔ اثنائے تعاقب میں ایک جگہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گرا۔ فال نکالی تو لا یعنی نفی میں نکلی۔ یعنی تعاقب نہ کرنا چاہیئے۔ مگر پھر تعاقب کیا۔ اور پھر ایسا ہی حادثہ پیش آیا پھر فال نکالی۔ تو وہی فال نکلی تیسری مرتبہ آنحضرتؐ کے قریب جا پہنچا۔ اور قریب تھا کہ سراقہ تیر سے آنحضرتؐ پر وار کرے۔ کہ اس کا گھوڑا گرا اور گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ کا بیان ہے کہ آخرکار میں نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا کہ آنحضرتؐ کے قتل سے باز آؤں۔ آخر قتل کے ارادہ کو ترک کر کے مخلصانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ مجھے معاف کیجئے۔ جب خدا آپ کو حکومت دے تو میری گستاخی کا مواخذہ مجھ سے نہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے تحریر لکھوا دی (قلم دوات کاغذ آپکے ساتھ ہمیشہ رہتا تھا تاکہ جو وحی نازل ہو فوراً لکھوا لی جائے) آپ نے سراقہ کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے سراقہ! اس وقت تیرے تمہارے

Marfat.com

ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں" یہ کشفی نظارہ جو بیس سال بعد کی ایک خبر بتا رہا ہے۔ ان حالات میں یہ خیالات انسانی قوت سے بالاتر ہیں۔ کہ وہ شخص جو نہایت بیکسی کی حالت میں چند دشمنوں سے چھپ کر شہر چھوڑ آیا ہے اور جسے چاروں طرف کا خطرہ لگا ہوا ہے۔ کہ مبادا کوئی دشمن پہنچ جائے۔ اور اس بیکسی کی حالت میں کسریٰ کے کنگن پانیکی خوشخبری پاتا ہے۔ وہ لفظ جو اس پوشیدہ طریقہ پر مکہ سے چلنے والیکی زبان مبارک سے نکلا۔ (آخر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پورا ہوا۔ جب حضرت عمرؓ نے ایران کا مال غنیمت آنے پر سراقہ کو بلایا۔ اور کسریٰ کے کنگن اس کے ہاتھ میں پہنائے) اس نظارہ کے دیکھنے والوں کے دلوں پر اس واقعہ سے اللہ کی عجیب قدرت پر کیسا ایمان پیدا ہوا ہوگا۔ اور ان تسلیوں پر جو حضرت نبی کریم کو خدا کی طرف سے ملتی رہتی تھیں اور جو آپ کی حیرت انگیز ثابتقدمی میں آپکے معاون ہوتی تھیں۔ انھیں تسلیوں میں سے یہ ایک وحی بھی ہے۔ جو آپ پر اس سفر ہجرت میں نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ وہ جس نے تم پر قرآن فرض کیا ہے یقینًا یقینًا تم کو مکہ میں لوٹا کر لائے گا (یہاں لفظ معاد کے معنے لوٹ کر آنے کی جگہ کے ہیں) حضرت عبداللہ ابن عباس نے یہاں معاد کے معنے مکہ کے لئے ہیں۔ اور اہل لغت نے اس صحت کو تسلیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے پیشتر بھی آپ کو بار بار اطلاع دی گئی تھی کہ آپ کو مکہ سے ہجرت کرنی ہوگی۔ اور اسلام کی نصرت کا زمانہ کسی دوسرے مرکز سے شروع ہوگا لہٰذا قرآن شریف اس قسم کی پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اور عین اس وقت جب ایک طرف کفار کی مخالفت نہایت زوروں پر تھی اور آنحضرت پر نہایت بیکسی کا زمانہ تھا۔ اس وقت کفار کو یہ چیلنج دیا تھا کہ تم ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا لو اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ پچھلے انبیاء کی مخالفت اور اس مخالفت کی ناکامی کے تذکرہ زیادہ تفصیل کے ساتھ اسی زمانہ میں نازل ہوئے۔ بلکہ ان واقعات سے بھی نبی کریم صلعم کو تسلی دینا مقصود تھا۔ کہ آپ کے مخالف آخر کار ناکام ہونگے۔ ہجرت سے پیشتر آپ نے یہ خواب دیکھا تھا۔ کہ "میں نے ایک ایسے مقام پر ہجرت کی ہے جو نہایت سرسبز ہے" آپ نے اسے یمامہ خیال کیا تھا مگر وہ مدینہ نکلا۔

Marfat.com

# مدینہ

مدینہ کا قدیم نام **یثرب** تھا۔ یثرب ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ جس میں دو قبیلے زیادہ تر آباد تھے۔ یعنی **اوس و خزرج** آباد تھے۔ جو قدیم نسل **قحطان** کی اولاد سے تھے۔ ان ہر دو قبائل کے علاوہ یہاں وہ رومی اور یہودی بھی نظر آتے تھے۔ جو مسیحیوں کے ظلم سے ارض فلسطین کو چھوڑ کر یہاں چلے آئے۔ اور یثرب کے اردگرد اپنے قلعے اور باغات بنا کر آباد ہو گئے تھے۔ بلکہ یہودیوں نے اپنی کافی قوت حاصل کر لی تھی۔ خاص شہر یثرب میں اسرائیلی قبائل اور اہل یہود میں سے زیادہ تر **بنی قینقاع** فروکش تھے۔ اگرچہ دیگر قبائل یہود کے بھی لوگ شہر میں نظر آتے تھے۔ تاریخ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ۲۲۲ء سے قبل قحطانیوں اور اسرائیلیوں میں بڑا اتفاق تھا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق تھے۔ لیکن یہ اتفاق اور اتحاد مذہبی اختلاف کی وجہ سے آپس میں زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا کچھ دنوں تک تو یہود غالب رہے۔ اور اوس خزرج پر طرح طرح کے ظلم ڈھایا کئے۔ آخر ان مظلوم قحطانی عورتوں نے جوشِ حمیت سے مجبور ہو کر اُن سے سرکشی اختیار کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غالب یہود کو اپنا محکوم بنا لیا۔ یہ دونوں فرقے اپنے حریف یہود پر غالب تو آ گئے۔ لیکن ان دونوں کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ بلکہ ان ہر دو قحطانی قبائل میں اس قدر نفاق بڑھا کہ باہم خونخوار لڑائیاں ٹھن گئیں۔ یہود اگرچہ مغلوب ہو چکے تھے۔ تاہم انھیں اپنی مذہبی روایات کے مطابق اس بات کا یقین تھا کہ اس نئے پیغمبر کی روحانی طاقت کے باعث جس کی بشارتیں انبیائے سلف دیتے رہے ہیں۔ شاید ہم اس نبیؐ یعنی نبی آخر الزماں کے باعث پھر قحطانیوں پر غالب ہوں گے۔ اس وجہ سے وہ حضور علیہ السلام کی خبر نبوت سن کر مکہ میں پہنچے۔ مگر اپنے کاروبار میں اس قدر مصروف ہوئے کہ اس طرف سے سخت غافل ہو گئے۔ یا مشیت ایزدی نے اُنکے قلوب پر غفلت کے پردے ڈال دیئے۔ الغرض خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ عرب کے قحطانی قبائل کا ہی ان پر غلبہ ہونا تھا۔ اور یہی راہِ ہدایت کے حقدار بھی ٹھہرے۔ لہذا جب ان بت پرست قبائل یعنی اوس و خزرج کے چند لوگ کعبہ کے بتوں کی پرستش کے شوق میں مکہ پہنچے۔ اور حضور پرنور کا نصیحت آمیز کلام سنتے ہی اسلام سے مشرف

Marfat.com

...یثرب میں اگرانھوں نے بہت سے اپنے ہم مذہبوں کو اپنا ہم خیال بنالیا۔ پھر ہادی اسلام علیہ السلام سے درخواست کی۔ کہ مکہ میں ہمارے پیر بھائیوں یعنی مسلمانوں کو وہاں بت پرست ستائیں تو آپ ان کو ہمارے پاس بھجد بجئے۔ ہم یہاں انھیں نہایت عزت و محبت سے رکھیں گے چنانچہ حضورؐ نے ان کی درخواست قبول فرمالی۔ یعنی اپنے تمام معتقدین اور مریدین کو مدینہ بھیجدیا اور خود بھی تشریف لارہے ہیں۔

## دوسرا معجزہ

غار ثور سے نکلنے کے پہلے دن آنحضرت کا گذر اُم معبد کے خیمہ پر ہوا۔ یہ عورت مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لئے قوم خزاعہ میں شہیر تھی۔ سرراہ اس کا خیمہ تھا۔ آتے جاتے مسافروں کو پانی پلایا کرتی تھی۔ اور عام طور پر مسافر وہاں ٹہیر کر آرام کیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے یہاں پہنچکر پوچھا کہ تیرے پاس کوئی چیز ہے۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ اور کہا کہ اگر کوئی چیز میرے پاس موجود ہوتی تو میں بغیر کہے پیش خدمت کردیتی۔ سردار دو جہاں نے اس کے خیمہ کے ایک گوشہ میں ایک بکری دیکھی۔ فرمایا کہ یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ مدت ہوئی کہ بچے نہیں جنتی یہ بہت بوڑھی اور کمزور ہوگئی ہے یہاں تک کہ ریوڑ کے ہمراہ بھی چل نہیں سکتی۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ اگر ہمیں اجازت دو تو ہم اس کا دودھ دوھ لیں؟ اُم معبد نے عرض کیا۔ کہ اگر حضور کو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دودھ ہے تو آپ شوق سے دوھ لیں۔ آپ نے برتن مانگا۔ اور بسم اللہ شریف پڑھکر جب بکری کو دوہنا شروع کیا۔ تو دوہتے دوہتے وہ برتن دودھ سے ایسا لبریز ہوگیا کہ چھلک کر زمین پر گرنے لگا۔ آنحضرت صلعم نے پہلے اپنے ساتھیوں کو دودھ پلایا اس کے بعد خود حضور نے پیا (اور یہ برتن اتنا بڑا تھا کہ آٹھ نو آدمی اس برتن کے دودھ سے سیر ہو سکتے تھے) جب وہ برتن نصف کے قریب خالی ہوگیا تو دوسری دفعہ پھر آپ نے اسی بکری کو دوہنا شروع کیا اور جب وہ برتن پھر بھر گیا تو وہ اُم معبد کے لئے چھوڑ کر آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے ناقہ پر سوار ہوکر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد معبد کا شوہر اپنے خیمہ میں واپس آیا اور خیمہ میں اتنا بڑا دودھ کا برتن بھرا ہوا دیکھتے ہی اپنی بیوی سے

Marfat.com

دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ اُمِ معبد نے جواب دیا۔ کہ آج ایک متبرک بزرگ یہاں تشریف لائے تھے اور یہ دودھ انھیں کے متبرک قدموں کی برکت کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا مجکو معلوم ہوتا ہے یہ وہی صاحب قریش ہے جسکے دیدار کی مجھے عرصہ سے آرزو ہے۔ اچھا ذرا تم اس کا حلیہ تو بیان کرو۔ تو اُمِ معبد نے اس طرح بیان کیا۔

# آنحضرت کا حلیہ مبارک

چہرہ نہایت خوبصورت۔ رنگ نہ سفید تھی نہ مائل بہ سیاہی بلکہ پیارا پیارا صبیح اور چمپئی تھا۔ آنکھیں رس بھری۔ اور ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ ان میں قدرتی سرمہ لگا ہوا ہے (یہ وہی آنکھیں ہیں جنھوں نے اللہ میاں کو بےحجاب دیکھا ہے) ابرو پیوستہ۔ پیشانی کشادہ۔ ریش گھنی۔ بینی درازی مائل۔ گردن بلند۔ سر بڑا۔ سینہ چوڑا۔ قد درمیانی۔ رفتار تیز مگر نہایت متانت اور وقار لئے ہوئے۔ آواز میں گرج۔ مردمک روشن۔ بال گھنے اور لمبے مگر نہایت سیاہ۔ لب وقار کے ساتھ خاموش گویا وابستگی لئے ہوئے۔ دور سے دیکھنے میں زیبندہ اور دلفریب۔ بات چیت نہایت شیریں۔ کلام کمی و زیادتی الفاظ سے معرا۔ گفتگو موتیوں کی لڑی کے مانند پروئی ہوئی۔ رفیق ایسے کہ ہر وقت اُن کے گرد و پیش رہتے ہیں۔ اور جب وہ کچھ فرماتے ہیں تو اُن کے ارشاد کو گوشِ ہوش سے سنتے ہیں اور جو حکم دیتے ہیں تو وہ آپ کی حکم کی تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں۔ وہ نہ کم سخن ہے نہ فضول گو۔

یہ اوصاف سنکر اُمِ معبد کا شوہر بولا کہ یہ تو یقیناً صاحب قریش ہے۔ میں ضرور قدمبوس ہونگا۔ اِدہر اُمِ معبد کے شوہر کو حضور کی قدمبوسی کا اشتیاق ہوا۔ اور اُدہر آنحضرت جب آگے بڑھے تو ایک اور خطرناک دشمن سے سامنا ہوگیا۔ یہ دشمن بریدہ بن الحصیب اسلمی تھا۔ جس کے ساتھ تقریباً ستر سوار تھے۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ چونکہ قریش نے سرورِ عالم کی گرفتاری اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی گرفتاری پر دو سو اونٹ کا انعام مقرر کیا تھا۔ اور بریدہ اس مشتہرہ انعام کے حاصل کرنے کے لالچ میں ان دونوں کی تلاش میں نکلا تھا۔ جب وہ آنحضرت کے قریب آیا تو حضور نے کچھ اس انداز اور ایسی لذت آمیز

فرمائے ساتھ اطمینان قلب سے گفتگو فرمائی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے:—

آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا بریدہ بن الحصیب۔ آپ نے بطور تفاؤل کے فرمایا بَرَدَ اَمرُنَا یعنی خنک اور ٹھنڈا ہوا کام ہمارا۔ اور قبیلہ کا نام اسلم سن کر آپ نے تفاؤلاً فرمایا سَلِمْنَا یعنی سلامت رہے ہم۔ آپ نے پوچھا قبیلہ اسلم میں سے کس قوم کے ہو۔ اس نے کہا بنی سہم کے آپنے فرمایا۔ خَرَجَ سَہمُکَ حاصل ہوا حصہ تیرا اسلام سے تجھے نصیب ہوا۔ بریدہ آئے تو بہ ارادہ بد تھے اور کفار قریش سے انعام حاصل کرنے کے لئے۔ آپ کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے۔ لیکن جمال مبارک دیکھکر اور کلام پاک سنتے ہی مسخر ہو گئے۔ اور معہ تمام رفقاء کے اسلام لاکر حضور علیہ السلام کی غلامی کا شرف حاصل کیا۔ پھر بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپکے مدینہ میں داخل ہونے کے وقت حضورؐ کے ساتھ ایک نشان ہو چنانچہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پگڑی سر سے اتار کر نیزہ کے اوپر باندھکر اس کا علم بنا لیا۔ آپنے انھیں کو علمبردار مقرر کیا۔ اور آپکے جلو میں معہ اپنے ہمراہیوں کے نشان لیکر چلے۔ سبحان اللہ خدا کی کیسی عجیب قدرت ہے۔ کہ بریدہؓ سرکشی سے آئے۔ اور کیسے فرمانبردار ہو کر ساتھ ساتھ چلے۔ جب آنحضرت صلعم اس شان کے ساتھ آگے بڑھے تو قریش کا ایک قافلہ شام سے آتا ہوا راستہ میں ملا جسکے قافلہ سالار حضرت طلحہ تھے جو پہلے بھی حضور پر ایمان لاکر مسلمان ہو چکے تھے۔ ہادیٔ اسلام حضور علیہ السلام کو دیکھتے ہی قدمبوس ہوئے۔ اور اپنا بھی ارادہ ظاہر کیا۔ کہ وہ بھی ساتھ چلنے کو تیار ہیں۔ لیکن حضورؐ نے اس خیال سے کہ ان کے پاس مال تجارت ہے۔ اور اس کے بہت سے ایسے ہمراہی ہیں جن کو اپنے گھر جانے کی ضرورت ہوگی۔ اس ارادہ سے روک کر فرمایا کہ تم مکہ سے ہو کر مدینہ چلے آنا۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ حضورؐ اکرم صرف ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف چلے تھے۔ اب بریدہؓ اور ان کے ہمراہیوں کی معیت میں شان و شوکت کے ساتھ نہایت اطمینان کی حالت میں مدینہ کی طرف سفر طے کرنے لگے۔ شہر مدینہ اپنی خوبی قسمت پر نازاں تھا۔ کہ ساڑھے تین ہزار برس کے بعد خدا کے برگزیدہ پیغمبر نبی آخر الزماں علیہ السلام۔ ملت ابراہیم کو زندہ کرنے کے

Marfat.com

لئے تشریف لا رہے ہیں۔ مدینہ والے بالخصوص اوس۔ خزرج۔ قبائل کے مردوں۔ عورتوں۔ اور بچوں تک کی آنکھیں شوق دیدار میں بچھی ہوئی تھیں گویا وہ سب کے سب زبانِ حال سے کہتے تھے۔

اے دوست بیا کہ ما فدائیم　　بیگانہ مشو کہ آشنائیم
ہر چند نہ ایم در خورِ تو　　لیکن چہ کنم کہ مبتلائیم
رُخ باز نمائی تا بہ بینم　　در باز کشائی تا درائیم
از عشق رخِ تو چوں عراقی　　ہر دم غزلِ دگر سرائیم

بہت سے لوگوں کا معمول تھا کہ ہر روز شوق زیارت نبوی میں تین چار میل تک استقبال کو نکل آتے تھے بعض کا مقولہ تھا۔

## غزل

منم کمینہ غلامِ تو یا رسول اللہ　　ستادہ ام بہ سلامِ تو یا رسول اللہ
زہے نصیب کہ در گوشِ من جوابِ سلام　　رسد زحسنِ کلامِ تو یا رسول اللہ
مدینہ کعبہ صفت محترم شدہ در خلق　　بہ افتخارِ قیامِ تو یا رسول اللہ
زہے جناب کہ ہرگز کسے ز انس و ملک　　نمی رسد بمقامِ تو یا رسول اللہ

کوئی کہتا تھا۔ شعر

اے دوست بیا بخانۂ ما　　بیگانہ مشو بیگانۂ ما

اور کوئی شوق دیدار میں بیتاب ہو کر زبانِ حال سے یوں کہتا تھا:-

خوشا گر ماہِ دیرانم تو باشی　　چراغِ خلوتِ جانم تو باشی
بہ ہر سو کعبہ کئے آریم رو گر　　فروغِ روئے ایمانم تو باشی
دلِ دیرانہ آم آباد گردد　　بہ ملکِ دل چو سلطانم تو باشی
نثارِ تو کنم لختِ دلِ خویش　　شبِ گر یار مہمانم تو باشی
تو باشی محرمِ رازِ دلِ خویش　　دوائے دردِ پنہانم تو باشی

Marfat.com

بالآخر بیس ستمبر ۶۲۲ء کو چودہ دن میں آنحضرت نے یہ سفر طے کیا۔ ستمبر کی تیس تاریخ اور صبح کا سہانہ وقت تھا۔ کہ سامنے شہر مدینہ کی فصیل اور اُسکے اِدھر اُدھر سرسبز باغ نظر آئے۔ جن میں شاداب کھجوروں کے درخت تھے۔ اہل مدینہ کو بھی یہ خبر مل گئی تھی۔ اور روزمرہ مدینہ سے نکل کر حضورؐ کی پیشوائی کے لئے دو چار میل آجاتے تھے اور حضورؐ کو نہ پاکر مایوس چلے جاتے تھے۔ لہٰذا تیس ستمبر کو بھی مایوس پلٹ رہے تھے جو ایک یہودی نے ٹیلہ پر چڑھکر حضور کے قافلہ کو دیکھا۔ اور کہا۔ یا معاشر العرب ھذا جدکما اس مژدہ کو سنتے ہی انصار پھر پلٹے۔ کوئی منتظرِ جمالِ اقدس آپ کی گردِ قافلہ کو دیکھکر زبان حال سے کہتا تھا ؎

وہ اٹھی دیکھ لو گردِ سواری
عیاں ہونے لگے انوار باری

نقیبوں کی صدائیں آرہی ہیں
کسی کی جان کو تڑپا رہی ہیں

مؤدب ہاتھ باندھے آگے آگے
چلے آتے ہیں کہتے آگے آگے

فدا جن کے لقب پر سب نبی ہیں
یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں۔

فزوں رتبہ ہے صبح و شام ان کا
محمد مصطفےٰ ہے نام اِن کا

یہی ہیں جو عطا فرمائیں نعمت
کریں خود جو کی روٹی پر قناعت

سواری میں ہجومِ عاشقاں ہے
کوئی غش ہے کوئی محوِ فغاں ہے

کوئی کہتا ہے حق کی شان ہیں یہ
کوئی کہتا ہے میری جان ہیں یہ

کوئی دامن سے لپٹا رو رہا ہے
کوئی ہر بار محوِ التجا ہے

نہ آخر رحمت اللعالمینی
زِ مہجوراں چرا فارغ نشینی

کہوں کیا حال نیچے دامنوں کا
جھکا ہے رحمتِ باری کا پلہ

یہی دامن تو ہیں اے جانِ مضطر
مچل جائیں گے ہم محشر میں جن پر

ہمیں اقرار کی عادت ہے معلوم
نہیں پھرتا ہے سائل ان کا محروم

فقیروں جھولیاں اپنی سنبھالو
میرا ذمہ ہے جو مانگو سو پا لو

Marfat.com

جب آفتاب نبوت نے اپنے چہرہ منور سے مدینہ منورہ کو منور فرمایا۔ تو انصار حضورؐ کے ناقہ کے چاروں طرف پروانہ وار پھرنے لگے۔ کچھ لوگ خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے مدینہ کی طرف دوڑے۔ تاکہ آپ کی تشریف آوری کی خبر سب کو پہنچا دیں۔ پھر کیا تھا تھوڑی دیر میں سارا مدینہ اُمنڈ پڑا۔ پیر و جوان۔ مرد۔ عورتیں۔ لڑکے۔ لڑکیاں۔ بچہ۔ بچیاں۔ غلام۔ لونڈیاں دوڑے چلے آئے۔ ایک کہتا تھا جاء رسول اللہ دوسرا کہتا تھا جاء نبی اللہ۔ لہٰذا آپ مدینہ کے محلہ قبا میں پہنچے۔ اور عمر بن عوف کے گھر مہمان ہوئے۔ خوشی کے جوش میں نوجوانوں نے نیزہ بازی اور تلوار کے کرتب شروع کر دیئے۔ بنی نجار کی لڑکیاں ڈف لیکر آئیں اور یہ شعر گانے لگیں ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ۔۔۔ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
طلوع کیا بدر نے ہم پر ۔۔۔ ثنیات الوداع سے
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ۔۔۔ مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
واجب ہوا شکر ہم پر ۔۔۔ جب تک دعا کرے اللہ سے کوئی دعا کرنے والا

لہٰذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تیسرے روز قبا میں آ پہنچے۔ قبا مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے۔ یہاں حضورؐ نے چودہ روز قیام فرمایا۔ اور ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ جو مسجد قبا کے نام سے اس وقت تک موجود ہے۔ اور اس مسجد کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ لہٰذا چودہ روز کے بعد جمعہ کے روز آپ قبا سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں حضورؐ کے پہنچنے کی گھر گھر عید تھی۔ یہانتک کہ عورتیں اپنے اپنے کوٹھوں پر چڑھ کر آپ کی زیارت سے مشرف ہوتی تھیں۔ لڑکوں میں یا نبی اللہ۔ یا رسول اللہ کا شور برپا تھا۔ ہر شخص کی دلی تمنا یہ تھی کہ حضورؐ میرے غریب خانہ پر قیام فرمائیں۔ آپ نے اپنی اونٹنی کو چھوڑ دیا۔ کہ جہاں بیٹھ جاوے وہیں آپ قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب کے گھر کے سامنے اونٹنی آ ٹھہری۔ یہاں ایک ویران جگہ تھی جو دو یتیموں کی ملکیت تھی۔ اس کے ایک حصہ میں اونٹ بندھے رہتے تھے۔ ایک طرف کچھ قبریں تھیں۔ کچھ درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ ان یتیموں نے چاہا کہ یہ زمین مسجد نبوی کے لئے مفت دی جائے۔ مگر

Marfat.com

آپ نے پسند نہ فرمایا بلکہ قیمتاً زمین خریدی گئی اور سب سے پہلا کام یہ ہوا۔ کہ مسجد یہاں بنائی گئی۔ اس مسجد کی تعمیر میں جو مزدور اور معمار لگے وہ خود سرور عالم اور آن مقدس انسانوں کا گروہ تھا جو اپنا سب کچھ خدا کے لئے قربان کر چکے تھے۔ پتھر اٹھانے اور اس محنت کو اپنی روح کی غذا سمجھتے ہوئے آنحضرت کے ساتھ ساتھ یہ دعا پڑھتے جاتے تھے :-

(ترجمہ) "اے خدا آخرت کی بھلائی ہی اصلی بھلائی ہے۔ تو انصار اور مہاجرین کی حفاظت فرما" مسجد کیا تھی سادگی کا ایک کامل نمونہ تھا۔ یعنی کچی اینٹوں اور گارے کی دیواریں کھڑی کر کے اس پر کھجور کے ستون۔ کھجور کی کڑیاں اور کھجور کی ہی ٹہنیوں کی چھت ڈال کر ایک سیدھی سادی عبادتگاہ بنا کر کھڑی کر لی۔ اور اس مسجد کے صحن میں ایک کچا چبوترہ بنایا گیا۔ جس کا صُفّہ نام رکھا گیا۔ اور اس کے اوپر بھی کھجور کی لکڑیوں کی چھت ڈال دی گئی۔ یہاں وہ لوگ رہتے تھے جو اپنا گھر بار ترک کر کے تھے۔ اور مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے چلے آئے تھے۔ اور اصحاب صُفّہ کے نام سے مشہور تھے۔ گویا یہ مسجد کے ساتھ درسگاہ روحانی کی بنیاد تھی۔ کیونکہ یہ لوگ اپنا تمام وقت روحانی تعلیم میں صرف کرتے تھے۔ اور دم بدم عشقِ رسول اللہ صلعم میں ترقی کرتے جاتے تھے۔ اسی مسجد کے ساتھ ملے ہوئے دو حجرے آنحضرت کی بیویوں کے لئے بنائے گئے۔ بعد میں جب اور ازواج مطہرات سے آپ نے نکاح کیا۔ تو اور حجرے بنتے گئے۔ ان سب کے دروازہ مسجد میں کھلتے تھے۔

مکہ معظمہ میں تو کھلے طور پر نماز باجماعت نہیں ہو سکتی تھی۔ اب مدینہ میں جو امن ملا۔ تو لوگوں کو نماز کے اوقات پر بلانے کے لئے مختلف تجاویز پر غور ہوا۔ اسی رات کو حضرت عمرؓ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص یہ کلمات دہرا رہا ہے۔ "اللہ اکبر۔ اللہ اکبر" یعنی اذان و اقامت کے پورے کلمات آپ نے صبح سویرے یہ خواب آنحضرت صلعم کو سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا یہی نماز کے بلانے کو ہماری اذان ہو۔ چنانچہ اسی دن سے یہ اذان مقرر ہو گئی۔ جمعہ کی ابتدا بھی مدینہ میں ہوئی۔ اور سب سے پہلے نماز جمعہ جو آپ نے پڑھی اس کا وہ دن تھا جس دن آپ قبا سے چل کر مدینہ آئے تھے۔ نماز کے انتظام کے بعد دوسری ضرورت مہاجرین کا انتظام کرنا تھا۔ کہ جب تک اللہ تعالےٰ ان کے لئے سہولت کی راہ

Marfat.com

کھولے۔ اُن کی رہائش وغیرہ کا ٹھیک انتظام ہو جائے۔ ان میں سے اکثر لوگ صاحبِ مال تھے۔ مگر چونکہ مکہ سے اُن کو چھپ کر بھاگنا پڑا۔ اس لئے اموال اور جائدادیں وہیں چھوڑیں۔ آپ نے اُن کی تکالیف کا یہ علاج کیا۔ کہ ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری میں مواخات قائم کر دی یعنی ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنا دیا۔ یہ عقد اخوت جس ہمدردی اور محبت کی روح کا نتیجہ تھا۔ ویسی ہی ہمدردی اور محبت انصار نے فی الواقع اپنے مہاجر بھائیوں سے کرکے دکھادی جس کو جس کا بھائی بنایا گیا۔ اس نے اپنے ساتھی بھائی کو گھر لیجاکر ایک ایک چیز کا نصف کر دیا اور اپنا نصف مکان رہائش کے لئے بھی دیدیا۔ ایک انصار کی دو بیبیاں تھیں اور جس مہاجر کو اُس کا بھائی بنایا گیا اس کے ہاں کوئی بیوی نہ تھی۔ انصاری نے کہا میں ایک بیوی کو جسے تم پسند کرو طلاق دیتا ہوں۔ تم اس سے نکاح کر لو۔ مگر انہوں نے انصار کی اس قدر ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے۔ اس سے انکار کر دیا۔ انصار نے یہ بھی چاہا کہ مہاجرین کو اپنی نصف نصف کھیتیاں دیدیں کیونکہ اکثر انصار زراعت پیشہ تھے۔ مگر چونکہ مہاجرین تجارت پیشہ لوگ تھے اس لئے آنحضرتؐ نے اُن کے لئے پسند نہ فرمایا۔ تب انصار نے یہ فیصلہ کیا کہ کھیتی کا کاروبار اور محنت خود کریں۔ اور نصف پیداوار اپنے مہاجر بھائیوں کو دیدیں۔ یہ عقدِ اخوت یہانتک مضبوط ہوا کہ پیر بھائیوں کے مقابل میں حقیقی بھائی بھی پیچھے رہ گئے۔ اور جب ایک اُن دو پیر بھائیوں میں سے فوت ہو جاتا۔ تو پیر بھائی کے مال کا پیر بھائی وارث مقرر کیا جاتا۔ مگر اس عمل کو قرآن کریم نے کچھ مدت کے بعد رد کر دیا۔ یعنی ارشادِ ربی ہوا۔ "تعلقات قرابت والے بعض بعض سے زیادہ قریب ہیں۔ اس لئے ورثہ انھیں کو ملیگا" حضرت عبدالرحمن بن عوف کو جب سعد بن ربیع انصاری نے ہر ایک چیز کا نصف دینا چاہا۔ تو انہوں نے اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے قبول نہ کیا۔ بلکہ انھوں نے تجارت کے باعث اچھا مال پیدا کر لیا۔ سب سے پہلے جب اور کوئی کام نہ تھا۔ تو حمالی کا کام کیا۔ یعنی بازار میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بوجھ اٹھا کر پہنچاتے۔ جو کچھ کماتے کچھ اس میں سے خود کھاتے۔ کچھ قومی بیت المال میں داخل کرتے۔ تاکہ مسلمانوں کی بہبودی میں صرف ہو۔ کاش یہ روح آج بھی

Marfat.com

مسلمانوں میں پیدا ہو جائے۔ تو تمام دنیا میں پھر ان کے اخلاق کا ڈنکہ بجنے لگے۔ دیکھو پیر بھائیوں میں جو کچھ حسن سلوک تم نے سطور بالا میں پڑھا۔ آپس میں کس قدر محبت تھی۔ لہذا ہر پیر بھائی کو اپنے پیر بھائی کے ساتھ ایسا ہی عمل کرنا واجب ہے۔ ادھر اوس و خزرج کے قبائل سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ تو آپ نے ان کی باہم رنجیدگیوں کو بھی بالکل صاف کر دیا۔ بلکہ یہ حکم دیکر کُلُّ مُؤْمِنٍ اُخُوۃٌ تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اور علانیہ طور پر یہ فرمایا۔ لوگو! تم یہ اعلان سلام کیا کرو۔ محتاجوں کو کھانا کھلاؤ۔ بھائی چارہ کے رشتہ کو جوڑ کر مضبوط کرو۔ قرابت کے تعلقات میں وسعت دو۔ جب سب لوگ راتوں کو سوتے ہوں۔ تم خدا کی عبادت کرو۔ عبداللہ نے حضور صلعم کی زبان فیض ترجمان سے یہ کلمات ہدایت سنتے ہی عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کی رسالت کی تصدیق کرتا ہوں۔ مگر مناسب یہ ہوگا۔ کہ حضرت پہلے یہود کو بلا کر میرا حال دریافت فرمائیں اگر ان پر میرا مسلمان ہونا ثابت ہو جائے گا تو غالباً وہ سب کے سب مسلمان ہو جائینگے۔ چنانچہ حضور نے عبداللہ بن سلام کی اس عرض کے مطابق یہود کو بلا کر ان سے دریافت کیا کہ عبداللہ بن سلام کیسے شخص ہیں۔ سب نے بلا تامل جواب دیا۔ وہ ہماری قوم میں بڑے عالم و فاضل ہیں۔ ہم ان کو اپنا سردار مانتے ہیں۔ ان کی پارسائی اور صداقت پر ہمیں پورا بھروسہ ہے۔ یہود کا یہ جواب سنکر حضور نے ان سے دریافت کیا۔ آپ لوگ عبداللہ کو ایسا جانتے ہو۔ تو اگر وہ مجھ پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائے۔ کیا آپ لوگ بھی دین اسلام قبول کر لو گے؟ یہود نے کہا۔ یہ ناممکن ہے۔ عبداللہ بن سلام جیسا عالم و فاضل اپنے دین کو چھوڑ دے۔ اتنا سنتے ہی آپ نے عبداللہ بن سلام کو آواز دیکر اور یہود کے سامنے کر کے پوچھا۔ تو اس نے کلمہ شہادت پڑھ کر اپنی قوم کے لوگوں سے کہا۔ بھائیو! خدا سے ڈرو۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نبی آخر الزماں ہیں۔ ان پر ایمان لاؤ۔ اور مسلمان ہو جاؤ۔ عبداللہ کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی تمام یہود پر سناٹا چھا گیا۔ اور وہ اس کو برا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے ہوئے واپس ہو گئے۔

تیسری بڑی ضرورت جس کی طرف مدینہ میں آتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی مدینہ کی مختلف قوموں میں ایک اتحاد پیدا کرنا تھا۔ یہودی یہاں ایک بڑی طاقتور قوم تھی۔ اور

Marfat.com

یہ لوگ اوس و خزرج کی باہمی جنگوں میں حلیف بنکر شامل ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل میں یہ لوگ عربی النسل تھے۔ یہودی مذہب اختیار کر کے یہ علیحدہ قوم بن گئے۔ مدینہ میں ان کے تین قبیلے تھے۔ **بنی قینقاع - بنو نضیر - بنو قریظہ** دوسری قوم وہاں اوس اور خزرج کے دو قبیلے تھے۔ جن میں ہمیشہ جنگ رہتی تھی۔ جس کا آنحضرت نے فیصلہ ہی کر دیا۔

# قانون بین الاقوام

اس کے بعد آنحضرت صلعم نے مسلمانوں اور یہود میں معاہدہ کی ایک بنیاد ڈالی جس کی شرطیں یہ تھیں۔

اول (۱)۔ مسلمان اور یہودی بلکہ ہر یثربی قبیلہ ایک قوم کے حکم میں ہوں گے۔

دوئم (۲)۔ ہر فریق اپنے اپنے دین پر رہے گا۔ ایک فریق دوسرے فریق سے تعرض نہ کریگا۔

سوئم (۳)۔ صلح اور جنگ کی حالت کل مسلمانوں پر یکساں عائد ہوگی۔ ان میں سے کسی ایک یا دو شخصوں کو اختیار نہ ہوگا کہ وہ بذات خود اعلان جنگ کریں۔ یا بطور خود صلح کریں۔

چہارم (۴)۔ وہ یہود جو ہمارے جمہوری انتظام میں شامل رہنا چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے ہر حالت میں ہمارا فرض ہوگا کہ ہم سب ان کی حفاظت کریں۔ اور بیرونی حملوں کے وقت ان کی مدد کریں۔ اُن کے حقوق ویسے ہی ہوں گے جیسے مسلمانوں کے۔ ہمارے شامل حال یہود مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو ملکی عہدوں پر ممتاز ہوں گے۔

پنجم (۵)۔ یثرب میں جتنی قومیں یہود کی آباد ہیں۔ وہ سب ایک نظر سے دیکھی جائینگی۔ اور انھیں بھی اپنے اپنے مذہبی فرائض انجام دینے کے لئے مسلمانوں کی طرح کامل آزادی حاصل ہوگی۔ جو لوگ انکی پناہ میں ہیں اور ان کے حلیف ہیں۔ ان لوگوں کی بھی ویسے ہی حفاظت کی جائیگی۔ اور ان لوگوں کو بھی ویسی ہی آزادی دی جائے گی۔

ششم (۶)۔ ملزم خواہ یہودی ہو یا مسلمان یکساں سزایاب ہوگا۔

ہفتم (۷)۔ اگر کوئی دشمن یثرب پر حملہ کرے۔ تو یہودی اور مسلمان مل کر اس کو پسپا کریں گے۔ اور جو

Marfat.com

میں یثرب میں داخل ہوگا اُس کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

ہشتم (۸)۔ جرم پر کسی کی رعایت نہ کی جائے گی۔ عام اس سے کہ وہ سردار ہو یا معمولی شخص۔ اور نہ کوئی شخص مجرم کی بجاطرفداری کریگا۔ خواہ وہ کسی کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

نہم (۹)۔ تمام گذشتہ جھگڑوں کی نسبت سمجھا جائے کہ وہ ختم ہو چکے۔ اور آئیندہ کوشش کیجائے کہ آپس میں ایک متحد رہے۔

دہم (۱۰)۔ جنگ کریں گے تو دونوں فریق مل کر کریں گے۔ اور صلح کریں گے تو متفق ہو کر۔

یازدہم (۱۱)۔ مدینہ دونوں معاہدین کے لئے حُرمت کا مقام ہوگا۔ یعنی اِس کے اندر کوئی خونریزی وغیرہ نہ ہوگی۔

دوازدہم (۱۲)۔ تمام تنازعات کا آخری فیصلہ آنحضرت صلعم کریں گے۔

اس معاہدہ کو کل اہل یثرب نے پسند کیا۔ بلکہ تمام یہودیوں کے اس عہدنامہ پر دستخط ہو گئے حتیٰ کہ بنی قریظہ اور قینقاع تک بھی اس معاہدہ پر دستخط ثبت کر کے شامل ہو گئے۔ اور اسی دن سے مسلمانوں نے یثرب کا نام مدینۃ الرسول قرار دیا۔ حضور پرنور علیہ وسلم نے باوجود امّی ہونے کے یہ ایک ایسی نئی، اچھوتی اور مہذب قومیت قائم کی جس کی نظیر نہ اس وقت تک دنیا میں کہیں تھی، اور نہ اب تک ہے۔ اگرچہ یہود نے کثرت رائے اور مسلمانوں کے خوف سے اس معاہدہ پر دستخط کر دیئے۔ لیکن تعصب کا بُرا ہو کہ وہ ظاہر تو مسلمانوں سے ملے رہے اور باطنی طور پر وہ ہمیشہ مسلمانوں کے درپئے آزار رہے۔ چنانچہ انھوں نے خفیہ طور پر کفار مکّہ اور قریش کو اطلاع دی۔ کہ تم سب لوگ یثرب پر حملہ کر دو۔ ہم لوگ اگرچہ بظاہر اُسی نئے پیغمبر کے موافق ہیں۔ کیونکہ اس سے معاہدہ کر چکے ہیں۔ مگر تمہارے آتے ہی اس معاہدہ کو توڑ کر تمہارے ساتھی ہو جائینگے۔ بلکہ ہم تم مل کر مسلمانوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔ مشرکین مکہ یثرب کے یہود کا یہ خیال سنکر نہایت خوش ہوئے۔ اور ان کے سردار ابوجہل نے مہاجرین مکہ کو کہلا بھیجا۔ کہ اب ہم سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اوس و خزرج کے بھروسہ پر نہ رہنا۔ ہمارا لشکر یثرب میں گھستے ہی تمہارا خاتمہ کر دیگا۔ مشرکین مکہ کے اس اعلان جنگ اور یہود کی بدباطنی سے مسلمانوں کو نہایت تردد ہوا۔ اور سب پہلے یہ خیال کہ کفار مکہ کی فوج اگر یثرب کی طرف روانہ ہوگی تو درمیان میں جتنے قبائل ملیں گے ان کو بھی [illegible]

Marfat.com

کر کے وہ اپنے موافق بنالیں گے۔اس طرح یہاں آتے آتے دشمنوں کی تعداد بڑھ جائیگی
اس لیئے مشرکین مکہ کے آنے سے پہلے ان درمیانی قبائل کو اپنا دوست بنا لینا چاہیئے۔اور اگر وہ
دوست نہ بنیں۔تو کم از کم غیر جانبدار یعنی نیوٹرل بنا دیئے جائیں۔تاکہ وہ قبیلے نہ ہمارا ساتھ دیں نہ
ہمارے دشمنوں کا۔چنانچہ اس کی کوششیں شروع ہوگئیں اور آنحضرت صلعم خود بھی باہر تشریف لے
گئے۔اور اکثر قبیلوں سے غیر جانبداری کے قول و قرار لیئے۔ادہر قریش اس فکر میں تھے کہ یثرب
میں یہود کی مدد سے آنحضرت صلعم اور کل مہاجرین کو یثرب پہنچکر شہید کر دیں۔مدینہ میں آکر مسلمانوں
کو مذہبی آزادی مل گئی۔مسجدیں بن گئیں۔اذانیں ہونے لگیں۔اور کوئی چھیڑ چھاڑ کرنے والا نہ رہا۔مگر
اس کے یہ معنے نہیں ہیں۔کہ اب مسلمانوں کو امن چین مل گیا۔کیونکہ ان کے جانی دشمن کفار مکہ میں
نہایت جوش پھیل گیا تھا۔اور اب تعداد میں پہلے سے زیادہ ہو گئے تھے۔جب مسلمانوں نے حبش
میں ہجرت کی۔تو اس وقت بھی کفار نے ان کا تعاقب کیا۔اور آخر نجاشی کے پاس وفد بھیجکر ان کو تباہ
کرنے کا پورا تہیہ کر لیا تھا۔اب جب خود نبی کریم صلعم اور صحابہ کو ایک دوسرے مقام میں امن کی
جگہ مل گئی تو قریش اس کو کس طرح اطمینان کی نظر سے دیکھ سکتے تھے۔اور حبش کے مہاجرین بھی حضور
کی ہجرت کی خبر سنکر یثرب میں آچکے تھے۔یثرب میں عبداللہ بن ابی کا رویہ نہایت مشتبہ تھا۔
اور عام طور پر باوجود معاہدہ کے کوئی یہودی قابل اعتبار نہ تھا۔قریش کے چھوٹے چھوٹے دستے
باہر نکلتے تھے۔حتیٰ کہ ایک مرتبہ مدینہ کی چراگاہ پر حملہ آور ہو کر اونٹ لے گئے۔اور باغوں کے درختوں
کو کاٹ گئے۔ادہر آنحضرت صلعم کو یہی حکم ہو چکا تھا کہ"اب دشمنوں نے اسلام کو نیست و نابود کرنے
کے لیئے تلوار اٹھالی ہے۔لہذا آپ بھی اب مدافعت میں تلوار اٹھا سکتے ہیں" چنانچہ قرآن شریف کے
اس حکم کا یہ ترجمہ ہے۔"ان لوگوں کو مدافعت کی اجازت دی جاتی ہے جن کے ساتھ جنگ کی
جاتی ہے۔اس لیئے کہ ان پر ظلم کیا گیا" اور دوسری جگہ بھی یہی حکم ہے۔کہ"اللہ کی راہ میں
ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔اور زیادتی مت کرو یعنی
اپنی طرف سے پہل نہ کرو"۔چنانچہ کفار نے پہل کی اور اونٹوں کو چراگاہ سے لے گئے اور باغوں کے

دشمنوں کو کاٹ کر پھینکدیا۔ تو مسلمان بھی مدافعت کے لئے تیار ہو گئے۔ قریش نے ۶۲۳ء مطابق ۲ سنہ ہجری پہلا حملہ مدینہ پر کیا۔ جسے جنگ بدر کہتے ہیں۔ اس جنگ میں کفار کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ اور اسلام کی عظیم الشان فتح ہوئی۔

۶۲۴ء مطابق ۳ سنہ ہجری کو پھر کفار نے دوسرا حملہ کیا۔ اس جنگ کو جنگ اُحد کہتے ہیں اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس جنگ میں اکثر نامور مسلمان شہید ہوئے۔ یہانتک کہ حضرت امیر حمزہؓ نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ اور آنحضرتؐ کے دندان مبارک بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

۶۲۶ء مطابق ۵ سنہ ہجری کو جنگ خندق ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمان فتحیاب ہوئے۔

۶۲۷ء مطابق ۶ سنہ ہجری کو مسلمانوں اور کفارِ مکہ کے درمیان ایک صلح نامہ لکھا گیا۔ جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ ۶۲۸ء مطابق ۷ سنہ ہجری کو مدینہ کے قریب یہودیوں سے عرصہ تک جنگ ہوا کی کیونکہ یہودیوں نے خیبر کا قلعہ بند کر رکھا تھا۔ اکثر بہادرانِ اسلام نے حملے کئے۔ مگر ناکام واپس آئے۔ تو آخری وقت میں مولائے کائنات۔ حیدر کرار۔ غیر فرار کو آنحضرتؐ نے علم فوج دیکر کفار سے لڑنے کا حکم دیا۔ آپ نے اپنی روحانی قوت سے خیبر کا دروازہ توڑ دیا جس کے ہر ایک کواڑ کو چالیس آدمی بند کرتے تھے۔ اور بیشمار کفار کو تہ تیغ کیا۔ اور اُن کے سب سے زیادہ نامور اور پہلوان یعنی مرحب اور عنتر کو قتل کر دیا۔ اس جنگ کو جنگ خیبر کہتے ہیں۔ جنگ خیبر میں مسلمانوں کو ایک نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ اسی سنہ ہجری میں مسلمانوں نے پہلا حج کیا۔

۶۲۹ء مطابق ۸ سنہ ہجری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار فوج کے ساتھ کفار مکہ پر چڑھائی کی اور بغیر جنگ کئے آپ کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی جو فتح مکہ کے نام سے مشہور ہے اور بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ الغرض چاروں طرف اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔

## ازواج مطہرات (یعنی مسلمانوں کی مائیں)

آنحضرت صلعم کی ازواج یعنی بی بیاں گیارہ ہیں۔ اُن کے اسمائے گرامی ذیل میں تحریر کئے

Marfat.com

جانتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت حفصہؓ۔ حضرت زینبؓ۔ حضرت سودہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ۔ حضرت صفیہؓ۔ حضرت جویریہؓ۔ حضرت ام حبیبہؓ۔ حضرت زینبؓ بنت جحشؓ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالے عنہم۔ اور آپ کی اولادِ امجاد سات ہیں۔ یعنی تین صاحبزادہ اور چار صاحبزادیاں جن کے نام یہ ہیں۔

حضرت قاسمؓ۔ حضرت عبداللہؓ جن کے القاب طیب و طاہر تھے۔ حضرت ابراہیمؓ۔ اور صاحبزادیاں حضرت زینبؓ۔ حضرت ام کلثوم۔ حضرت رقیہ۔ اور حضرت فاطمہ زہرا۔ سوائے حضرت ابراہیمؓ کے اور سب آپ کی اولاد جناب خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئی۔ صرف حضرت ابراہیمؓ ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(۱) **حضرت خدیجہؓ** آپ خاندان قریش کی ایک نہایت متمولہ خاتون تھیں۔ جب ۵۹۵ء کو آنحضرت صلعم سے آپ کی شادی ہوئی تو بیوی صاحبہ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ اور بیوہ تھیں۔ آپ کے بطن سے مندرجہ بالا چھ اولادیں پیدا ہوئیں۔ آپ نے اسلام پر اس قدر احسان فرمایا کہ اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نکاح ہوتے ہی سب کے سب حضورؐ اقدس کے نذر کر دی۔ جو اسلامی کاموں پر صرف ہوئی۔ اسلام اتنے بڑے ایثار کو کبھی بھلا نہیں سکتا۔ اس نکاح کے وقت آنحضرت کی عمر پچیس ۲۵ سال کی تھی۔ چنانچہ نکاح کے بعد بیوی صاحبہ نے آنحضرت کے ساتھ پچیس سال گذارے اور ماہ رمضان المبارک ۱۰ نبوی مطابق ۶۲۰ء میں آپ نے وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور مزار مقدس مقبرہ حجون میں واقع ہے۔ جسے امیر ابن سعود نے حال ہی میں منہدم کر دیا ہے۔

(۲) **دوئم حضرت سودا** بنت زمعہ ہیں جو بعد وفات بی بی خدیجہؓ کے آپکے نکاح میں آئیں۔ یہ بھی بیوہ تھیں اور حضرت عمرؓ فاروق کے دور خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔

(۳) **سوئم حضرت عائشہؓ** صدیقہ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے نکاح میں آئیں۔ مکہ میں چھ ۶ برس کی عمر میں آپ کا نکاح ہوا۔ اور مدینہ طیبہ پہنچکر ۲ھ مطابق ۶۲۳ء آپ کی وداع ہوئی

Marfat.com

حضرت کی وفات کے وقت حضرت صدیقہ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی اور ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ ھ سنہ ہجری منگل کی رات میں ترسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

چہارم۔ حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ خطاب سے آپ کا نکاح ہوا۔ یہ مہینہ شعبان ۳ سنہ ہجری مطابق ۶۲۴ء کا تھا۔ آپ بھی بیوہ تھیں۔ اور آپ کا انتقال ۴۵ سنہ ہجری کو ساٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

پنجم۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا نکاح آنحضرت صلعم سے ۶۲۵ء مطابق ۴ سنہ ہجری کو ہوا اور حضرت کی حیات ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور بقیع میں مدفون ہیں۔

ششم۔ اُمِّ سلیمہؓ بنت ابی اُمیّہ بن مغیرہ سے۔ آپ کا نکاح ۶۲۵ء مطابق ۴ سنہ ہجری کو ہوا اور بیاسی ۸۲ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد انتقال ہوا۔ اور یہ بھی جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

ہفتم۔ حضرت زینبؓ بنت جحش کا نکاح ۶۲۶ء مطابق ۵ سنہ ہجری کو آنحضرتؐ کے ساتھ ہوا اور ان کا انتقال ۲۱ سنہ ہجری کو ہوا۔

ہشتم۔ حضرت جویریہؓ بنت حارث ۶۲۶ء مطابق ماہ شعبان ۵ سنہ ہجری آپ کے نکاح میں آئیں۔ اور ۵۶ سنہ ہجری کو ان کا انتقال ہوا۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہوئیں۔

نہم۔ اُمِّ حبیبہؓ بنت ابو سفیان ہمشیرہ معاویہ ۶۲۸ء مطابق ۶ سنہ ہجری آپ کے نکاح میں آئیں۔ اور ۴۴ سنہ ہجری کو معاویہ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔

دہم۔ حضرت صفیہؓ بنت حیی۔ بن اخطب بن حرسہ بن ہارون علیہ السلام برادر حضرت موسیٰ علیہ السلام ۶۲۸ء مطابق ۷ سنہ ہجری آپ کے نکاح میں آئیں۔ اور حضرت عمرؓ خطاب کے دور خلافت میں ۵۳ سنہ ہجری کو وفات پائی اور وہ بھی بقیع میں مدفون ہیں۔

یازدہم۔ حضرت میمونہ بنت حارث ۶۲۸ء مطابق ۷ سنہ ہجری آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔

Marfat.com

اور آپ کی وفات ۵۱ھ ہجری حضرت عمر بن خطاب کے دور خلافت میں ہوئی۔ اور مقام سرف میں جو مدینہ طیبہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے دفن ہوئیں۔ پہلے آپ کا بڑا روضہ بنا ہوا تھا مگر اب ابن سعود نے منہدم کرا کر مسمار کر دیا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ آپ کے تمام نکاح اکیاون برس کی عمر کے بعد ہوئے۔ کیونکہ حضرت خدیجہؓ کے جیتے جی آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ کے دس نکاح ہوئے جن میں سے نو بیویاں بیوہ تھیں۔ اور بعض بعض ان میں سے ایسی معمرہ تھیں جن کی خدمت آنحضرت کو کرنا پڑتی تھی۔ صرف حضرت عائشہ صدیقہ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ایک کنواری تھیں جن کے کنوارے پنے میں آنحضرت صلعم سے شادی ہوئی۔

# اولاد امجاد کی ترتیب ولادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صلب سے سب میں پہلے ۹۶ ؁ء میں حضرت قاسم مکہ میں تولد ہوئے آپ ہی کی وجہ سے آنحضرت کا لقب ابو القاسم مشہور ہوا۔ اور ۶۰۰ء میں آپ کی وفات ہوئی مکہ میں مدفون ہوئے۔ اس کے بعد ۶۰۰ء میں حضرت زینبؓ تولد ہوئیں۔ سن بلوغ کو پہنچکر آپ کا نکاح ابو العاص کے ساتھ ہوا۔ آپ کے دو اولادیں پیدا ہوئیں۔ یعنی ایک فرزند اور ایک صاحبزادی آپ کے فرزند کا نام علیؓ اور صاحبزادی کا نام بیبی امامہؓ تھا۔ نبی اکرم صلعم کے یہ سب سے پہلے نواسی نواسہ تھے۔ آپ ان دونوں سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ اور علیؓ کو اس قدر پیار کرتے تھے کہ نماز کے سجدہ میں جب کبھی وہ پشت مبارک پر آجاتے تھے۔ تو آنحضرت صلعم سجدے کو اسقدر طول دیدیتے تھے جب تک کہ وہ خود اتر نہ آتے۔ آپ ہرگز جنبش نہ کرتے تھے۔ یہی وہ علیؓ ہیں جو فتح مکہ کے روز آنحضرت صلعم کے آغوش میں جلوہ افروز تھے۔ مگر قبل بلوغ بارہ سالہ عمر میں ان کا انتقال ہوگیا۔ بیبی امامہ کی شادی حسب وصیت جناب سیدہ کے۔ بعد وفات جناب سیدہ کے مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا سے ہوئی۔ اور ۲۹ ۶۰۰ء مطابق ۸ھ کو ہیبار نامی کافر نے

Marfat.com

نیزہ مار کر آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت زینبؓ حاملہ تھیں۔ آپ کو نواں مہینہ تھا جو مدینہ سے قصبہ شرف کو جا رہی تھیں۔ کہ ہبار نے بنت محمد صلعم کو دیکھکر ان کے پیٹ پر ایسا نیزہ مارا کہ پیٹ کے اندر کا بچہ اور آپ دونوں شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آنحضرت خود ان کی لاش لائے۔ اور خود نماز جنازہ پڑھا کر جنت البقیع میں حضرت زینبؓ شہیدہ کو دفن کیا۔ یہ واقعہ بھی اوراق تاریخ میں ایک یادگار رہے (زہری)

بعدہ حضرت عبداللہ عرف طاہر قبل بعثت مکہ میں تولد ہوئے۔ اور صغر سنی میں وفات پائی۔

اس کے بعد ۶۱۳ء مطابق ۳۳ قبل کو حضرت رقیہ مکہ میں پیدا ہوئیں۔ سن بلوغ کو پہنچکر عتبہ بن ابولہب سے منسوب ہوئیں۔ لیکن سورہ **تبت یدا ابی لہب** کے نازل ہوتے ہی ابولہب نے اپنے بیٹے سے طلاق دلا دی۔ تب آنحضرت صلعم نے حضرت بی بی رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ کر دیا۔ ان سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ اسی سبب سے حضرت عثمانؓ کو ابو عبداللہ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ جب دو سال کے ہوئے تو ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماری جس کے صدمہ سے ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت رقیہؓ کی وفات ۶۲۳ء مطابق ۲ سنہ ہجری کے مدینہ میں ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

اس کے بعد حضرت ام کلثوم جن کو آمنہ بھی کہتے ہیں ان کی ولادت ۶۱۶ء کو مکہ میں قبل بعثت ہوئی چنانچہ نزول وحی سے بیشتر وہ بھی عتبہ بن ابولہب سے منسوب تھیں اور ان کو بھی عتیبہ نے مندرجہ بالا سورت کے نازل ہوتے ہی ابولہب کے کہنے سے طلاق دیدی۔ لہذا حضرت رقیہ کی وفات کے بعد ۶۲۴ء مطابق ۳ ہجری کو رسالت مآب صلعم نے حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ آپ کا بھی نکاح کر دیا۔ اس لئے حضرت عثمان غنی کو ذی النورین کہتے ہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور وفات آپ کی ۶۳۰ء مطابق ۹ سنہ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ بھی جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

بعدہ ۵ سنہ نبوی کو حضرت فاطمہ زہرا شعب ابی طالب میں پیدا ہوئیں اور مدینہ طیبہ میں جب آپ کی عمر پندرہ سال چھ مہینے کی تھی تو حضرت شاہ ولایت امیر علیہ السلام یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ کی شادی ہوئی۔ حضرت علیؓ کا سہرا۔ شعر

Marfat.com

| | |
|---|---|
| علیؑ نوشہ بنا سہرا بندھا مشکلکشائی کا | ملا خلعت نبی سے خلق کی حاجت روائی کا |
| غلامان جہیزی بن گئے سب خاص عام اسکے | بنا مولا علیؑ دولہا جو اس احمد کی جائی کا |
| لوالحمد۔ دل دل۔ ذوالفقار۔ اللہ نے بخشی | سلامی میں وہ لشکر کش بنا فوج خدائی کا |
| گناہگاران امت کی شفاعت مہر میں ٹھہری | ہوا پھر واعدۂ دیدار بدلہ رونمائی کا |
| جہاں ہے شاد و آباد اے مذاق اولاد سے انکی | رہیگا دور دورا ایسا ہی آل مصطفائی کا |

یہ تو ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ مولا علیؑ نے اپنے والد کے ترکہ میں ایک اونٹ۔ ایک تلوار اور ایک زرہ پائی تھی۔ اور یہی کچھ آپ کا اثاثہ تھا۔ اس پر قبول اسلام اور حضورؐ کی متابعت کی وجہ سے اپنے بزرگوں سے بھی آپ کو کسی طرح کی امداد نہ مل سکی تھی ایسی حالت اور ایسے وقت میں حضرت علی شیر خدا اپنے نکاح کی از خود سعی کیا فرماتے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کی دلی تمنا کو پورا کیا اور اپنی نور چشمی جناب سیدہ کے ساتھ بالعیوض چالیس دینار چاندی کا مہر باندھکر مسجد نبوی میں خطبہ نکاح پڑھ دیا۔ اور تین رمضان المبارک سنہ ۱۱ ہجری میں مطابق سنہ ۶۳۲ء کو آپ کی وفات ہوئی آپ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد صرف چھ مہینے زندہ رہیں۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

بعدہٗ حضرت ابراہیمؑ مدینہ طیبہ میں سنہ ۶۲۹ء مطابق سنہ ۸ ہجری فتح مکہ کے بعد تولد ہوئے۔ آپ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ماریہ قبطیہ ایک سریہ تھیں (یعنی کنیز) جو بادشاہ شام نے آپ کو نذر میں بھیجی تھی۔ چنانچہ دس مہینے کی عمر میں حضرت ابراہیمؑ کی بھی وفات ہوگئی اور آپ بھی جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

# جناب امیر علیہ السلام یعنی مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حلیہ

جناب مولا کا میانہ قد۔ گندمی رنگ جو دور سے سفید و سرخ معلوم ہوتا تھا۔ چہرہ مبارک منور۔ دہن متوسط۔ پیشانی کشادہ جسد اطہر پر بال آنکھیں بڑی بڑی اور نہایت روشن۔ محاسن مبارک گھنی اور سیاہ۔ گیسو عنبر مشین تھے۔ س

لیلۃ القدر اُن کی زلفِ عنبریں ہے موبمو ہو بہو والفجر کی تفسیر ہے روئے علیؑ

ترے عشووں کو مسلماں کہتے ہیں سحر حلال یہ ترا اعجاز ہے اے چشمِ جادوئے علیؑ

سینہ مبارک چوڑا قبضہ بھرے بھرے۔ ہاتھ اور کلائیاں ایسی زبردست جس کو پکڑ لیں وہ سانس نہ لے جسم سانچے میں ڈھلا ہوا۔ رفتار آنحضرت صلعم کی رفتار سے بہت زیادہ مشابہ۔ جنگی معرکوں میں برق رفتار، دل بہت زیادہ قوی مستغنی المزاج۔ یوں تو آپ کے القاب بہت ہیں۔ اُن میں سے چند بیان کئے جاتے ہیں۔

سید الاولیا۔ یعسوب المومنین۔ اسد اللہ۔ امیر المومنین۔ ابو الحسن۔ ابو تراب۔ حیدر۔ مرتضیٰ۔ مشکلکشا۔ مولائے کائنات۔ امام المتقین۔ شاہِ مرداں۔ مظہر العجائب والغرائب۔ شیر خدا۔ شاہِ نجف۔ سخی۔ خیبر کشا۔ وغیرہ وغیرہ۔ آپ ابو تراب کے لقب سے بہت خوش ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میرا یہی نام لیا کرو۔

## غزل از مصنف

روئے علی ہے مصحفِ ایمانِ اولیا حسنینؑ پاک معنئے قرآنِ اولیا

شیرِ خدا و شاہِ نجف۔ جانِ اولیا جلوہ نما ہوا ہے مہِ تابانِ اولیا

حیدر علی سخی۔ اسد اللہ۔ صف شکن مشکلکشا ہیں شیرِ نیستانِ اولیا

میری سیاہ ہے شبِ ہجران بھی دور ہو چہرہ دکھائیے اے مہِ تابانِ اولیا

للہ اک نگاہِ کرم اس طرف بھی ہو اے بابِ شہرِ علم نبیؐ جانِ اولیا

نامِ علی ہے وردِ زبانِ فرشتگان ذکرِ علی ہے سلسلہ جنبانِ اولیا

مذہب ہے اُن کا اُلفتِ مولائے کائنات اور حُبِ اہلِ بیت ہے ایمانِ اولیا

ذرّے چمک رہے ہیں رُخِ بو تراب سے دیکھو فروغِ مہرِ درخشانِ اولیا

خاکِ قدم ہے سرمۂ چشمانِ عاشقاں نقشِ قدم ہے سجدۂ ایمانِ اولیا

آئینۂ جمالِ خدا ہے رخِ علیؑ قرآن اٹھائے کہتا ہے ایمانِ اولیا

Marfat.com

محشر کا اے حیاؔ مجھے کچھ دغدغہ نہیں — تھامے ہوئے ہوں دامنِ سلطانِ اولیا

## غزل از مصنف

قبلۂ دل کعبۂ جاں مصحف روئے علیؑ — سجدہ گاہِ عاشقاں محراب ابروئے علیؑ
عاشقوں کا دین و ایماں مصحفِ روئے علیؑ — عارفوں کا طاقِ کعبہ بیتِ ابروئے علیؑ
نورِ ذاتِ لم یزل چہرہ رسول اللہ کا — اور اُس کا آئینہ ہے دیکھ لو روئے علیؑ
میرے تو مذہب میں اُن کا عشق ہی عشقِ خدا — میرے تو مشرب میں وجہ اللہ ہے روئے علیؑ
ثم وجہ اللہ کا جب رازِ پنہاں کھل گیا — پھر جدھر دیکھا نظر آنے لگا روئے علیؑ
تجلّو آنکھوں میں چھپا لوں اے جمالِ مصطفےٰ — آ اِدھر آ۔ دل میں رکھ لوں جلوۂ روئے علیؑ
دیکھ لو اے عاشقو قرآنِ ناطق دیکھ لو — مصحفِ روئے نبیؐ ہے مصحفِ روئے علیؑ
آفتابِ چرخِ اعیاں۔ ماہتابِ عارفاں — جلوۂ روئے نبیؐ ہے جلوۂ روئے علیؑ
خلق پروانہ ہے۔ شمعِ بزمِ عرفاں بوتراب — سب کا رُخ سوئے علی ہے۔ ہر طرف روئے علیؑ
دیکھ لو ہر گل میں ہے رنگِ محمد مصطفےٰ — سونگھ لو ہر پھول سے آتی ہے خوشبوئے علیؑ

کفر و ایماں سے مجھے کیا کام میں تو اے حیاؔ
بندۂ روئے نبیؐ ہوں۔ بستۂ موئے علیؑ

# ابوتراب کی وجہ تسمیہ

ایک دن جناب سرورِ کائنات خلاصہ موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب سیدہ کے گھر رونق افروز ہوئے۔ اور مولائے کائنات کو دریافت کیا۔ تو انھوں نے عرض کیا کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔ بکرر دریافت کرنے سے یہ پتہ چلا۔ کہ مسجد میں سوتے ہیں۔ آنحضرت صلعم جب مسجد میں پہنچے۔ تو دیکھا کہ آپ صرف خاک کے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ چادر جسم مبارک سے علیحدہ ہو گئی ہے جسم کا بہت بڑا حصہ خاک آلود ہے۔ تو حضور صلعم نے بیساختہ فرمایا قُم یا ابو تراب۔ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے

Marfat.com

ہوئے۔ اور اسی حالت میں حضور انور کے قدم مبارک پر سر رکھ دیا۔ اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ لقب سب سے زیادہ محبوب تھا۔

# حجۃ الوداع

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ اور اسلام ایک پیغام محبت ہے جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا۔ بیگانوں کو یگانہ۔ اور آشناؤں کو مخلص بناتا ہے۔ احکام اسلام کا منشا یہی ہے کہ تمام مخلوق کو ایک ملت بنا کر ایک مرکز پر جمع کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ شارع اسلام نے۔ (۱) مسلمانوں میں باہمی محبت واتحاد و تعلقات قائم رکھنے کے لئے نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے لئے اپنے ہی محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کر دیا ہے۔ (۲) اور جملہ مسلمانان شہر میں محبت اور تعلقات بڑھانے کے لئے ہفتہ میں ایک بار جامع مسجد میں جمع ہو کر احکام آلٰہیہ یعنی خطبہ کا سننا اور نماز جمعہ کا ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے (۳) اسی طرح شہر و مضافات شہر کے مسلمانوں میں تعارف و تعلق و رشتہ اخوت مستحکم رکھنے کے لئے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو واجب ٹھیرا دیا ہے (۴) اسی طریق وحدت کے مطابق مسلمانان عالم میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے کو۔ مختلف قوموں مختلف نسلوں مختلف زبانوں مختلف رنگوں اور مختلف ملکوں کے افراد کو عمر بھر میں ایک دفعہ ایک مرکز پر جمع ہونے کو فرض کر دیا۔ (مگر ان لوگوں پر جو صاحب استطاعت ہوں۔) اور سچ تو یہ ہے کہ حقیقۃ الحج کے وہ ارکان اور وہ مناسک جو سب سے پہلے جناب آدم علیہ السلام نے ادا کئے تھے اور جن سے آن کا جرم و قصور معاف ہونے کے بعد تخیل گناہ بھی مٹ گیا اس کی پیروی کی جاتی ہے۔ اور سنگ اسود کو بوسہ دیکر اپنے روحانی عہد میثاق کو تصدیق کرتے ہیں۔ اور جو لوگ صاحب استطاعت نہیں ہیں۔ ان کا یقین اپنے عہد میثاق کی تصدیق گھر بیٹھے کرتا ہے۔ اور وہ دل سے مناسک حج ادا کرتے ہیں۔ فریضہ حج کی ترتیب و طریق عبادت نہایت سادہ اور اتحاد آموز ہے۔ جسکے لئے کعبۃ اللہ کا مرکز مقرر ہے چنانچہ ۱۰ھ مطابق ۶۳۱ء آخر ماہ ذیقعدہ ۱۰ھ ہجری کو حضور علیہ السلام مدینہ سے مکہ کو فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے۔ اس حج

Marfat.com

میں آپ کے ساتھ بشیار مسلمانوں کا ہجوم تھا۔ ازواج مطہرات بھی ہمراہ تھیں جو محملوں میں سوار تھیں۔ مسلسل آٹھ روز کے سفر کے بعد حضور پرنور صلعم معہ سب مسلمانوں کے ۴ ذالحجہ ۱۰ھ ہجری کو اتوار کے روز مکہ معظمہ پہنچ گئے قربانی کے لئے بہت سے اونٹ ہمراہ تھے۔ مقام سرف میں پہنچکر سب لوگوں سے آپ نے فرمایا کہ جو جو قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں۔ وہ بدستور احرام باندھے رہیں۔ اور حج سے فارغ ہو کر کھولیں۔ لیکن جو لوگ قربانی کے جانور نہیں لائے۔ وہ فقط عمرے کے لئے آئے ہیں۔ لہذا وہ اسی مقام پر احرام کھول ڈالیں۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق وہ لوگ جو قربانی کے جانور ساتھ نہ لائے تھے۔ اور تمام امہات المومنین وجناب فاطمۃ الزہرا نے احرام کھول ڈالے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ارض نجران میں یمن کی طرف گئے ہوئے تھے۔ جب جناب فاطمۃ الزہراؓ کو احرام کھولے ہوئے دیکھا تو پوچھا یہ کیا؟ انھوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ کہ جو لوگ صرف عمرے کی نیت سے آئے ہیں وہ احرام کھول ڈالیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ سنکر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ تم بھی طواف کر کے احرام کھول ڈالو۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تو یہ نیت کر کے آیا ہوں۔ کہ جو نیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے وہی میری۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم قربانی کے لئے جانور لائے ہو۔؟ عرض کیا نہیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر خاموش ہو رہے اور اپنی قربانی میں حضرت علی کو بھی شریک کر لیا۔ ماسوا اس کے آپ نے اگرچہ ازواج مطہرات سے احرام کھلوا دیئے تھے مگر ان کی طرف سے بھی قربانی کی۔ اس کے بعد حضور پرنور ارکان حج بجالانے میں مصروف ہوئے۔ تمام مناسک یعنی افعال حج میں سے ہر ایک کی جدا جدا تعلیم فرمائی اور مسلمانوں کو بتا دیا کہ رسم حج میں سے کتنی باتیں سنت آدم علیہ السلام ہیں۔ کتنی باتیں اصلی سنت ابراہیمی و اسمٰعیلی ہیں۔ اور کتنی باتیں زمانہ مابعد میں مشرکین نے ایجاد کر لی ہیں۔ اس موقع پر عام خلقت کے سامنے آپنے ایک مفصل اور مشرح تقریر کی۔ بعد حمد و ثنائے رب العزت خدائے وحدہ لاشریک لوگو! میں جو کہوں سن لو۔ گو مجھے معلوم نہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ اس حج کے بعد پھر میں یہاں تم سے نہ

Marfat.com

دن۔ زیہ خطبہ آنحضرت نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر فرمایا تھا، لوگو! تم جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ یہ یوم النحر یعنی قربانی کا دن ہے۔ تم جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے۔ یہ شہر حرام یعنی حرمت والا مہینہ ہے اور یہ دن بھی محترم ہے۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں یہ سن لیں۔ اور جو موجود نہیں ہیں اُن کو یہ پیغام پہنچا دیں آج سے جب تک تم زندہ رہو۔ تمہاری جانیں۔ تمہاری عزتیں۔ اور تمہارے مال بھی ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بنجانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ غرض میں حق تبلیغ کی تکمیل کر رہا ہوں۔ لہذا اس ذمہ داری کی بنا پر کہتا ہوں۔ کہ تم میں سے جس کسی کے پاس کسی کی امانت ہو۔ وہ اس کے پاس پہنچا دے۔ سود بالکل متروک ہے۔ بس جسقدر اصل سرمایہ ہے وہ البتہ تمہارا حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو۔ ارشاد باری ہے کہ سود قطعی روا نہیں ہے۔ اور عباسؓ بن عبدالمطلب کا سارا سود متروک ہے۔ لوگو! جاہلیت کے جتنے خون باقی رہ گئے ہیں۔ ان سب کا انتقام موقوف ہے۔ اور سب سے پہلا خون جس کو میں اپنی طرف سے ترک کرتا ہوں وہ عبدالمطلب کے پوتے ربیعہ بن حارث کا خون ہے۔ جسے بنی ہذیل نے قتل کر ڈالا۔ پس میری طرح اب جاہلیت کے تمام قصاص چھوڑ دیئے جائیں۔ لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اور اسی طرح تم پر بھی ان کے حقوق ہیں۔ ان پر تمہارا یہ حق ہے۔ کہ تمہارے بچھونے میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اور فحش کام نہ کریں۔ اور اگر اُن سے ایسا قصور سرزد ہو۔ تو خدا نے تم کو اجازت دی ہے۔ کہ ان کو بستروں میں چھوڑ دو۔ اور ایسی مار مارو جو شدید نہ ہو۔ اور جب ایسے گناہوں سے باز رہیں (یعنی باعصمت ہوں) تو تم پر ان کا روٹی کپڑا فرض ہے۔ لوگو! میں تمھیں پھر وصیت کرتا ہوں۔ کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ وہ ایک انیس زندگی کی حیثیت سے تمہارے پاس تمہارے ساتھ ہیں۔ اور اپنی ذات سے تمہارے گھر کی کسی چیز کی مالک نہیں۔ اے لوگو! کلمات الٰہی کے ذریعہ سے تمہاری بیویاں تم پر حلال ہیں۔ تمہارے تمہاری بیویوں پر حقوق ہیں۔ اور تمہاری بیویوں کے تم پر۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں خداتعالے کی امانت ہیں۔ پس تم اُن سے نیک سلوک کرو۔ اور اپنے غلاموں کیساتھ

Marfat.com

حسن سلوک سے پیش آؤ۔ جو خوراک تم خود کھاتے ہو۔ اور جو لباس تم خود پہنتے ہو۔ انھیں بھی وہی کھلاؤ اور پہناؤ۔ اے لوگو! آج شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے۔ کہ تمھاری سرزمین میں اسکی عبادت پھر کبھی ہو۔ لیکن اس کے سوا (یعنی بت پرستی کو چھوڑ کر) اگر اور امور میں اسکی اطاعت کی گئی۔ یعنی ایسے اعمال میں جن کو تم حقیر جانتے ہو۔ یہ اس کی خوشی کا موجب ہوگا۔ اے لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر آئے گا۔ اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہوگی۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور نماز پنجگانہ ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت خوشی سے دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجالاؤ۔ (مگر صاحب استطاعت) اور اپنے صاحب امر یعنی اولیاء کرام کی پیروی کرو۔ اور حکام وقت کی اطاعت جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہو گے۔ اے لوگو! اے لوگو میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک تم ان کو پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ ایک تو کتاب اللہ و سنت نبوی۔ اور دوسری میری اہل بیت ہے۔ اے لوگو! جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو سنو اور خوب سمجھ لو۔ یاد رکھو۔ کہ ہر ایک مسلمان۔ مسلمان کا بھائی ہے۔ لہٰذا کسی پر ظلم و جبر ہرگز نہ کریو۔ تم سب بھائی یکساں ہو۔ یعنی ایک سے حقوق اور ذمہ داریاں رکھتے ہو۔ اور تم سب ایک ہی سلسلہ اخوت میں منسلک ہو۔ یعنی پیر بھائی ہو۔ لہٰذا آپس میں ہمیشہ حسن سلوک رکھنا اور ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

تب آپ نے باواز بلند فرمایا! اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ یعنی کیا میں نے پیغام پہنچا دیا۔ تو ہشیار مسلمانوں کی زبان سے اس کے جواب میں یہ لفظ نکلے اَللّٰهُمَّ نَعَمْ یعنی بیشک آپ نے پہنچا دیا۔ اس حج میں ربیعہ بن امیۃ بن خلف بھی آپ کے ہم رکاب تھے۔ اور وہ آپ کے حکم سے آپ کے الفاظ مبارک کو یوں پکار پکار کے لوگوں سے کہتے اور کوشش کرتے تاکہ تمام حاضرین پیام نبوت کو سن لیں۔ اور پکار پکار کر کہتے تھے۔ بھائیو! جو لوگ موجود ہیں۔ وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں ان احکام کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے والے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔

Marfat.com

ناظرین کتاب ہذا۔ اس خطبہ مندرجہ بالا کو نہایت غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور دیکھیں۔ کہ آنحضرت نے اپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی کس قدر تاکید فرمائی ہے۔ اور آپس میں حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اور اس کو اپنا دستور العمل بنائیں تاکہ سچے اور پکے مسلمان ہونے کے مستحق ٹھہریں

# مولائے کائنات کے لقب کی توضیح

پیمبر بر سر منبر نشست و خواند مولائش
کہ تا مولائیش را باشد اندر خلق برہانے

کیا پوچھتے ہو مذہب و مشرب فقیر کا
نشہ چڑھا ہوا ہے شراب غدیر کا

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۶۳۲ء مطابق ذالحجہ ۱۰ھ ہجری حجۃ الوداع سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لا رہے تھے اور منزل بمنزل معہ تمام مسلمانوں اور معہ تمام ازواج مطہرات کے قیام فرماتے چلے آتے تھے۔ لہٰذا جب غدیر کی منزل پر قیام فرمایا۔ اور آپ کو ایک وحی کے ذریعہ سے اطلاع ملی۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے بعض لوگوں کے قلوب صاف نہیں ہیں۔ لہٰذا آپ اعلان کر دیجئے کہ جس کا میں مولا ہوں۔ میں آقا ہوں۔ میں سرتاج ہوں۔ اس کا میرا بھائی علیؑ مولا۔ آقا۔ سرتاج ہے۔ بس آپ نے اونٹوں کے کجاوے تلے اوپر چنوا کر ایک بلند مقام بنوا لیا۔ اور اُن بیشمار مسلمانوں کو اس میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپ نے اس کجاوں کے منبر پر کھڑے ہو کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے پاس کھڑا کر کے ارشاد فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ یعنی جس کا میں مولا ہوں (حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر) اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ اور جناب امیر علیہ السلام کے متعلق کچھ اور بھی محبت بھرے الفاظ فرمائے۔ یہ سنتے ہی تمام مسلمانوں نے حضرت مولا کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اور جس جس کو جناب مولا سے کینہ تھا وہ مرٹ گیا سوائے ایک شخص کے۔ کہ وہ منحرف رہا۔ پس اس سبب سے جناب امیر علیہ السلام مولائے کائنات کہلاتے ہیں۔

Marfat.com

# حضرت علیؑ کی ازواج مطہراتؓ

اوّل حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور جناب سیدہ کی رحلت کے بعد حضرت زینبؓ۔ امامہ بنتؓ ابو العاص۔ ام البنینؓ۔ بی بی اسماءؓ۔ ام حبیبہؓ بنت ربیعہ۔ خولہ بنتؓ جعفر۔ اُمِ سعیدؓ اور لیلیٰؓ بنتِ خالد۔ روضۃ الشہدار میں لکھا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے ۳۶ لڑکے لڑکیاں تھیں۔ اور صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ آپ کے ۲۲۔ فرزند اور ۱۶ دختران تھیں۔

# مولائے کائنات کی اولاد کے اسمارِ گرامی

اوّل خلف ابو محمد الحسنؓ۔ دوسرے ابی عبداللہ الحسینؓ۔ تیسرے محسنؓ جن کا لقب طاہر تھا۔ محمد حنفیہؓ (۵) عمرؓ (۶) عباسؓ (۷) جعفرؓ (۸) عبداللہؓ (۹) عثمانؓ (۱۰) محمد اصغرؓ (۱۱) عبداللہؓ (۱۲) یحییٰؓ (۱۳) عونؓ (۱۴) ابو بکرؓ (۱۵) سعدؓ (۱۶) حاکمؓ (۱۷) حاکمؓ (۱۸) قاسمؓ (۱۹) غالبؓ (۲۰) ناصرؓ (۲۱) عابدؓ (۲۲) اکبرؓ۔ اور یہ ۱۶ لڑکیاں تھیں۔ (۱) حضرت زینب کبریٰؓ (۲) زینب صغریٰؓ (۳) رقیہ کبریٰؓ (۴) رقیہ صغریٰؓ (۵) ام الحسنؓ (۶) رملہؓ (۷) لقبہؓ (۸) اُمِ ہانیؓ (۹) ام الکرامؓ (۱۰) اُمِ جعفرؓ (۱۱) اُمِ سلیمؓ (۱۲) میمونہؓ (۱۳) خدیجہؓ (۱۴) فاطمہؓ (۱۵) اُمِ کلثومؓ (۱۶) اُمِ سعدؓ۔ ان میں سے چھ اولادیں یعنی تین صاجزادے اور تین صاجزادیاں حضرت خاتون جنت کے بطن سے پیدا ہوئیں یعنی امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ امام محسنؓ۔ بیوی زینبؓ۔ بیوی رقیہ۔ بیوی اُمِ کلثوم۔ محسن اور بیوی رقیہؓ کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔ بیوی زینب کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار کے ساتھ ہوا۔ اور حضرت بیوی اُمِ کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ فاروق کے ساتھ ہوا۔

اُمِ البنین سے عباس۔ جعفر۔ عبداللہ اور عثمان چار بیٹے ہوئے۔ بیوی لیلہ بنت مسعود سے عبداللہ اور ابو بکر دو بیٹے ہوئے۔ اسما بنتِ عمیس سے محمد اصغر۔ یحییٰ پیدا ہوئے۔ اور محمد بن ابی بکر اور اُمِ کلثوم بنت ابی بکر آپ کے رضاعی بھائی بہن ہیں۔ امامہ بنتِ ابو العاص سے محمد اوسط

پیدا ہوئے خولہ بنت جعفر سے محمد بن حنیفہ پیدا ہوئے جن کا اصل نام محمد اکبر تھا۔ سعیدہ بنت عروہ سے۔ ام الحسن۔ رملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم تین لڑکیاں ہوئیں۔ بی بی صہبا بنت زمعہ سے رقیہ پیدا ہوئیں۔ (تاریخ ابن اثیر، تاریخ طبری سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاہزادہ امام حسنؑ امام حسینؑ۔ محمد بن حنیفہؒ۔ عباسؓ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ سے آپکی نسل جاری ہوئی۔ الغرض ۳۱ ؁ء مطابق ذی الحجہ ۱۰ ؁ھ ہجری کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ مدینہ منورہ تشریف لائے اور سورۃ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ مکہ میں نازل ہو چکی تھی۔ (پوری سورۃ کا ترجمہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب خدا کی مدد اور فتح (یعنی فتح مکہ) واقع ہو جائے۔ اور آپ دیکھیں کہ اللہ کے دین میں لوگ فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی تسبیح اور تحمید کیجئے اور اس سے بخشش مانگئے یا استغفار کی درخواست کیجئے۔ کیونکہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

۲ ؁ھ ہجری تک تو معمولی حالت رہی۔ البتہ ۴ ؁ھ ہجری میں خدا کی رحمت سے مسلمانوں نے بنی نضیر کی سرزمین کو حاصل کیا۔ ۷ ؁ھ ہجری میں خیبر کی سرزمین اسلامی قلمرو میں شامل رہی۔ اسی سال فدک۔ وادی القریٰ تیمار۔ مملکت شام علم اسلام کے سایہ میں آئے۔ ۸ ؁ھ ہجری میں مکہ فتح ہوا۔ اور اسی سنہ میں طائف۔ تبالہ۔ اور جرش پر بھی اسلام کا قبضہ ہو گیا۔ ۹ ؁ھ ہجری میں تبوک۔ ایلہ۔ اذرح۔ مقنا۔ جرباء۔ اور دومۃ الجندل فتح ہوئے۔ غرضکہ ۱۰ ؁ھ ہجری کے آخر میں اسلام کی سطوت تمام جزیرۃ العرب پر سایہ ڈال چکی تھی۔ یعنی شمالی سمت تو تبوک اور ایلہ وغیرہ پر اسلام کا قبضہ ہو چکا تھا اور جنوب کی طرف نجران۔ یمن۔ عمان۔ بحرین اور یمامہ اسلام کے سایہ میں آچکے تھے۔ مشرق کی طرف خلیج فارس سے شروع ہو کر مغربی سمت بحر قلزم تک اسلامی صدود میں داخل ہو چکے تھے۔ ان مقامات میں اللہ و رسول کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔ ۱۱ ؁ھ ہجری کے شروع ہوتے ہی آنحضرت نے حکم دیا کہ مجاہدین اسلام کا ایک زبردست لشکر ارض فلسطین اور شام کی طرف روانہ ہو جائے۔ اور حضورؐ نے اس مہم کی سپہ سالاری کا شرف اسامہ بن زید کو بخشا جو ایک آزاد شدہ غلام کا بیٹا تھا۔ اور غلام تھا۔ اور ساتھ ہی مہاجرین اول یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

اور حضرت عمر فاروق کو بھی اس زبردست مہم کے ساتھ جانیکی خدمات عطا ہوئیں۔ یہ حکم ماہ صفر ۱۱ھ ہجری کے آغاز میں دیا گیا تھا۔ اس ارشاد رسول کی تعمیل میں ہر طرف سے بہادرانِ اسلام جمع ہونا شروع ہوئے۔ سلمانِ سفر درست ہو رہا تھا جان نثارانِ اسلام دولتِ روم کے مقابلہ میں بڑے جوش خروش سے اپنے اپنے اسلحہ درست کر رہے تھے۔ کہ ماہِ صفر کی آخری تاریخوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ طبیعت ناساز ہو گئی۔ اس وقت آپ حضرت ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے گھر میں رونق افروز تھے۔

# آفتاب عالمتاب کا غروب

## یعنی خواجۂ عالم صلعم کی وفات

ابتداءً تو آپ کی بیماری کا کچھ خیال نہ ہوا۔ (اگرچہ آپ مختلف مواقع پر اپنے سفر آخرت کو اشاروں ہی اشاروں میں فرما چکے تھے) اور حضور حسب معمول ازواج مطہرات کے مکانات میں باری باری آتے جاتے رہے۔ انھیں دنوں میں جب آنحضرت صلعم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ تو آپ نے رات کو اٹھکر اپنے غلام ابو موہیبہ کو جگا کر فرمایا کہ مجھے حکم باری ہوا ہے کہ میں جنت البقیع کے اہل قبور پر دعائے مغفرت کروں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ یہ سنکر ابو موہیبہ ساتھ ہوئے اور آپ جنت البقیع میں پہنچے۔ مدفون بقیع کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ اس کے بعد فرمایا:۔ "میں تمہاری حالت پر تم کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اس لئے کہ فتنوں کا زمانہ شبِ تار کی طرح سروں پر آگیا۔ زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا ہوئیں۔ اور ہمیشہ یہاں زندہ رہنے کا مجکو اختیار دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ آپ ہمیشہ دنیا میں رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ یا پروردگار کی خدمت میں حاضر ہونے کو

Marfat.com

پھر مجھ سے کہا گیا۔ کہ اے محمدؐ! تم جس چیز کو چاہو اختیار کرو۔ میں نے قرب باری کو ترجیح دی۔ اور قبول کر لیا۔" مصرع۔ "جمال یار سے کب عاشقوں کو جان پیاری ہے" یہ ارشاد فرما کر اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت کی۔ اور جب وہاں سے واپس ہوئے۔ اسی وقت سے مرض بڑھنا شروع ہوا۔ اور گھر آتے آتے درد سر کی تکلیف ناقابل برداشت ہو گئی۔ ایسی حالت میں بھی حضورؐ کو اپنی ازواج کے حقوق کا خیال تھا۔ اور اسی بیماری میں باری باری آپ ہر ایک گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ جس روز آپ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے ہاں فروکش تھے۔ اس روز مرض کی اتنی شدت ہوئی کہ آنے جانے کی طاقت نہ رہی۔ ایسی صورت میں آپ نے سب ازواج کو جمع کر کے اُن سے اس بات کی اجازت لی۔ کہ یہ دورہ موقوف کر دیا جائے اور آپ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر ٹھہر کر علاج کریں۔ جب سب بیویوں نے اجازت دی تو آپ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں مقیم ہوئے۔ اس اثنار میں خبر پہنچی کہ یمن میں اسود عنسی۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب۔ اور بنی اسد میں طلیحہ نبوت کے دعویدار ہیں۔ بلکہ بہت سے لوگ ان کے پیرو ہو کر اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی پیغمبر خدا باوجود ناتوانی اور شدت درد سر کے سر اقدس پر پٹی باندھے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ صحابہ اپنے ہادیٔ اسلام کا جمال جہاں آرا دیکھکر نہایت خوش ہوئے۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ اور اس کے بعد کچھ وعظ فرمایا۔ اثنائے وعظ میں ارشاد فرمایا۔ کہ ایک بندہ کو اللہ نے دنیا کی زندگی میں جو اس کے پاس ہے اس کو اختیار دیا۔ سو اس بندہ نے جو اللہ کے پاس ہے اسے چن لیا۔" حضرت ابوبکر صدیق ان جملوں کی گہرائی تک پہنچ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ صلعم اپنی وفات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اور وہ رو پڑے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ مسجد میں جس قدر دروازے کھلتے ہیں وہ سب سوائے ابوبکرؓ کے دروازہ کے بند کر دیئے جائیں۔ پھر آپ نے مہاجرین کو نصیحت کی۔ کہ وہ انصار سے نیک سلوک کریں ارتداد کی وحشتناک خبروں کے باعث حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سپہ سالار اسامہؓ

Marfat.com

کی روانگی ملتوی نہ کی جائے۔ فوراً کوچ کر دینا چاہیے۔ ان ارشادات کے بعد آپ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں واپس تشریف لے آئے۔ اسامہ نے اس حکم کے مطابق اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے کوچ کر کے مقام سرف میں پڑاؤ ڈالدیا۔ اور تمام جاں نثاران اسلام کو حکم دیدیا کہ سب لوگ اسی مقام پر جمع ہو جائیں۔ لیکن حضور کی حالت ساعت بساعت نازک ہوتی جاتی تھی۔ اس لئے مسلمانوں کے قدم نہ اٹھتے تھے۔ اگلے دن آپ زیادہ کمزور ہو گئے۔ اور جب نماز کے وقت بلالؓ کے بلانے پر آپ نے وضو کے لئے اٹھنا چاہا۔ تو آپ نے اپنے آپ کو اس قابل نہ پایا۔ اس لئے فرمایا۔ کہ ابو بکرؓ سے کہو۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ ابو بکرؓ کی آواز ہلکی ہے۔ اور وہ قرآن پڑھتے وقت بہت زیادہ روتے ہیں آپ نے پھر فرمایا۔ کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے پھر اسی طرح عرض کیا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اسی طرح ہو گا۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز پڑھاتے رہے۔ ایک دن مرض میں ذرا افاقہ ہونے پر آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور مسجد میں قدم رکھا۔ تو دیکھا کہ سب لوگ نماز میں مصروف تھے۔ اور حضرت ابو بکر امامت کر رہے تھے۔ یہ دیکھکر آپ کا چہرہ مبارک خوشی کے مارے چمک اٹھا۔ یہ اس لئے تھا کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ کس طرح وہ لوگ جن کی ہدایت آپ کے سپرد ہوئی تھی۔ اللہ تعالےٰ کے حضور نہایت عاجزی کے ساتھ جھکتے ہیں۔ اور اپنے فرائض میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے) پھر آپ اپنے آپ کو کم طاقت پا کر واپس ہو گئے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ آپکی طبیعت نسبتاً اچھی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک روز آپ نے اکثر لوگوں کو اپنے مکان میں بلوا کر جمع کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو سب کی طرف دیکھکر آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ جوش گریہ کو روک کر فرمایا۔ مرحبا! تمھیں اللہ تعالےٰ خیریت سے رکھے۔ تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ تم کو اپنی امان اور پناہ میں لے۔ تمھیں اپنے آغوش رحمت میں لے۔ تمہارا مرتبہ بلند کرے۔ تمھیں توفیق خیر دے۔ تمھیں سلامت رکھے۔ تم کو اللہ قبول کر لے۔ تمھیں میری بڑی وصیت یہ ہے۔ کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ میں تم کو خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ اسی کے سہارے چھوڑتا ہوں۔

Marfat.com

خدا کے حوالہ کرتا ہوں۔ دیکھو بندگان خدا پر دست درازی نہ کرنا۔ عورتوں اور غلاموں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آنا۔ خدا نے مجھ سے اور تم سے دار آخرت کا وعدہ کیا ہے؟ اور فرمایا ہے۔ کہ عاقبت کی فلاح ان لوگوں کے لیئے ہے جو زمین پر سرکشی نہیں کرتے۔ فساد نہیں کرتے۔ اور انجام خیر پرہیزگاروں کے لیئے ہے۔ دیکھو میں تمھیں پھر بتاتا ہوں۔ کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرے اہل بیت۔ تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہنا۔ اگر تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہے تو جنت میں مجھے حوض کوثر پر آملو گے۔ وفات سے پانچ روز قبل یعنی جمعرات کے دن آپ کی حالت بہت ہی نازک ہوگئی۔ مرض کی شدت تھی۔ اسی حالت میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ کاغذ اور قلم دوات لاؤ۔ میں تمھیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں۔ کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ یہ ارشاد سنکر لوگوں میں یہ فکر ہوا کہ لکھنے کا سامان پیش کیا جائے یا نہیں۔ کیونکہ آپ تو قطعی اُمّی ہیں۔ اور لکھنے کو فرماتے ہیں۔ یہ ہوش کی بات سمجھی جائے یا بیہوشی کی۔ چنانچہ بعض اصحاب نے کہا کہ یہ بیہوشی کی باتیں ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ قلم۔ دوات ضرور لایا جائے کیونکہ جو لفظ رسول اللہ کی زبان سے نکلے اس کی فوراً تعمیل ہونی چاہیئے۔ الغرض اس رائے پر سب متفق ہوگئے۔ اور فوراً تعمیل حکم کی گئی۔ بعض اصحاب بار بار پوچھنے لگے حضورؐ کا کیا حکم ہے؟ کاغذ قلم دوات حاضر ہے۔ تو آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ البتہ اس قدر فرمایا۔ کہ تم لوگ مجھے میرے حال پر رہنے دو۔ اور بار بار بات چیت نہ کرو۔ کیونکہ...... استغراقِ ذاتیہ میں فرق آتا ہے۔ حضرت اسامہؓ نے جب یہ حالت سُنی تو کوچ کرنا کیا۔ اُن کے ہوش وحواس کوچ کرنے پر تیار ہوگئے۔ لہٰذا مقام سرف ہی میں تمام لشکر کا سارہ سامان چھوڑ کر مدینہ منورہ پلٹ آئے۔ لیکن رسول اکرم صلعم اس وقت کچھ بات چیت نہ کر سکتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کی طبیعت کچھ ایسی بگڑی کہ عالم نزع شروع ہوگیا۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کے پیچھے بیٹھی تھیں۔ اور حضور انور اُن کے سینہ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ ایک پیالہ میں پانی بھر کے پاس رکھ تھا۔ بار بار اس میں ہاتھ ڈالتے۔ اور پھر اس گیلے ہاتھ کو روئے مبارک پر ملتے ہوئے فرماتے

Marfat.com

"یارِ الٰہا! سکراتِ موت کے برداشت کرنے میں میری مدد فرما۔ اسی حالت میں ایک مرتبہ آپ پر ناقابلِ برداشت تکالیف شروع ہوئی جس کی وجہ سے بےچینی بڑھ گئی۔ اور حضرت سیدہؓ اپنے والد کے جوشِ محبت کی وجہ سے مضطرب ہو کر رونے لگیں۔ اور فرمانے لگیں۔ ابا جان! مجھے تو جو کچھ تکلیف ہے آپکی تکلیف سے ہے۔ فرمایا۔ بیٹی! اب اسکے بعد تمھارے باپ کو کبھی تکلیف نہ ہو گی۔ مگر اس پر بھی جب جناب فاطمہؓ کا اندوہ و ملال بڑھتے دیکھا تو حضور پرنور صلعم نے ان کو قریب بلا کر کان میں کچھ فرمایا جسکے سنتے ہی وہ زاروقطار رونے لگیں۔ اس کے بعد آپنے پھر ان کے کان میں کچھ کہا۔ تو جناب سیدہؓ بے اختیار ہنس پڑیں۔ اسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت عائشہؓ صدیقہ کو جسم مبارک بھاری معلوم ہوا تو گھبرا کر چہرہ مبارک پر نظر ڈالی۔ اور دیکھتے ہی معلوم ہوا کہ شہنشاہِ کونین کی پتلیاں بدل چکی تھیں۔ مگر زبان مبارک پر یہ آخری کلمہ تھا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی چنانچہ جب حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ نے حضور انور کی زبان مبارک سے یہ آخری کلمہ سنا تو بے اختیار ہو کر کہنے لگیں۔ "لو آپ نے تو ہمیں چھوڑ کر خدا کو اختیار کر لیا" اتنے ہی وقفہ میں حضور پرنور کی روح پرفتوح نے جسم اطہر سے پرواز کیا۔ یعنی شاہنشاہ کونین آفتاب دارین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دو ربیع الاول ۱۱ھ ہجری بروز دوشنبہ مطابق گیارہ جون ۶۳۲ء ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ وفات کے وقت آنجناب کی عمر مبارک تریسٹھ ۶۳ برس اور پانچ یوم کی تھی۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اس حادثہ جانکاہ پر ازواج رسول اللہ رونے لگیں۔ جناب فاطمہ زہراؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ رضی اللہ عنہا کے زبان سے جو بے اختیاری میں جملے نکلے ان میں سے چند جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔

## از جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

اے میرے پیارے باپ آپ نے جنت الفردوس میں نزول فرمایا۔ آہ آپ کے انتقال کی خبر جبرئیل کو کون پہنچا سکتا ہے۔ الٰہی! فاطمہ کی روح کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے پاس پہنچا دے

Marfat.com

اٹھا لے۔ دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف اور مسرور بنا دے۔ الٰہی مجھے بھی اپنے حبیب کے پاس پہنچا دے۔

## از جناب اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے فقر کو غنا پر اختیار کیا۔ درویشی کو تونگری پر اختیار فرمایا ہائے وہ دین پرور۔ جو گنا ہگارانِ امت کی فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا۔ آہ! جس نے منہیات کو ذرا بھی التفات سے نہ دیکھا۔ جس کے ضمیر منیر کے دامن پر مخالفین کی ایذا رسانی کا ذرہ بھر بھی غبار نہ بیٹھا۔ جس نے احسان کے دروازے فقیروں اور محتاجوں پر کبھی بند نہ کئے۔ جس کے موتیوں جیسے چمکیلے دانت پتھر سے توڑے گئے افسوس جس نے کبھی دو دن برابر جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔ افسوس آج وہ رخصت ہو گیا۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ ہو گئی میرا والی میرا وارث اللہ کی جوارِ رحمت میں جا پہنچا۔ افسوس میری آنکھوں کی روشنی چھپ گئی۔ بارِ الٰہا! تو ان کے ساتھ مجھے بھی اٹھا لے تاکہ جنت میں جا کر میں آپکی خدمت کروں۔

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

الغرض کاشانہ نبوت میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اُدھر جھوٹے نبیوں نے بہت سے مسلمانوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ یعنی بہت سے مسلمان مرتد ہو کر گمراہ ہو گئے تھے۔ اور خود مدینہ منورہ کے مسلمان حضورؐ کی وفات سے بیحد پریشان تھے۔ اُدھر جنگِ فلسطین و شام جسکے لئے حضرت اسامہ سپہ سالار مقرر کئے گئے تھے۔ وہ نہایت ضروری تھی۔ ادھر مدینہ میں بعض بعض مسلمانوں کے خیالات منتشر ہونا شروع ہو گئے۔ جوں جوں آپ کی وفات کی خبر مشہور ہوتی جاتی تھی۔ کمزور ایمان والوں کے ایمان متزلزل ہوتے جاتے تھے۔ اس وجہ سے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے تلوار کھینچکر فرمایا۔ کہ کوئی شخص یہ لفظ زبان سے نہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ جو شخص یہ کہیگا اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔

عام طور پر آنحضرتؐ کی تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری مشہور ہے۔ مگر محققین کے ہاں

Marfat.com

۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری تاریخ وفات نبوی مستند مانی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت نظام الدین
اولیا محبوب پاک غریب نواز فرماتے ہیں کہ "جب میں ۲ ماہ ربیع الاوّل ۶۵۶ھ ہجری کو
حضرت شیخ الاسلام والمسلمین یعنی حضرت بابا گنجشکر فریدالدین رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ اس بندہ کو خلعت خاص سے مشرف فرمایا۔ اور بہت سے عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان
مبارک سے فرمایا کہ مولانا نظام الدین کو ہم نے ہندوستان کی ولایت سپرد کی۔ اور صاحب سجادہ
کیا۔ جو ہیں یہ فرمایا میں نے دوبارہ سجدہ کیا۔ حکم ہوا کہ اے جہانگیر عالم سر اٹھا۔ آپ نے جو تبرکات
حضرت قطب العالم قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمت اللہ علیہ سے پائے تھے۔ اور جو دستار سر
پر رکھی ہوئی تھی۔ عطا فرمائی۔ عصا دیا۔ اور خرقہ اپنے ہاتھ سے پہنایا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ دوگانہ
ادا کر۔ جب میں رو بقبلہ ہوا تو ہاتھ پکڑ کر۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ کہ تجھے خدا کو سونپا۔ جب
میں چلنے لگا تو فرمایا کہ آج رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس ہے۔ آج ٹھیر۔ کل چلے جانا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دوسری ماہ ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری کو ہوئی۔ اس وجہ سے
حضور کی تاریخ وفات ۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری مطابق ۸ جون ۶۳۲ء نہایت مستند ہے
اور صاحب تاریخ طبری۔ ابن جوزی۔ ابن خلدون۔ ابواسحاق۔ سیرت نبوی۔ سیرت خیر البشر
سب مورخین کا سنہ عیسوی پر اتفاق ہے۔ کہ آنحضرت کی وفات ۸ جون ۶۳۲ء کو ہوئی۔
اور ایک یورپین مورخ۔ ڈاکٹر کولر ایل۔ ایل۔ ڈی کی شہادت سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن
بعض مورخین کہتے ہیں۔ کہ جناب رسالتماب کا جسد اطہر انتقال سے چار روز کے بعد دفن ہوا۔
بعض کا مقولہ ہے کہ ۴۸ گھنٹہ کے بعد دفن ہوا۔ اور کوئی کہتا ہے کہ دسویں روز ۱۲ ربیع الاوّل
کو حضور دفن ہوئے۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے مدینہ طیبہ میں کہرام مچ گیا۔
ہر شخص بیتاب و مضطرب تھا۔ کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق یہ سانحہ جانکاہ
سنکر اپنے گھر سے تشریف لائے۔ اور حجرہ عائشہ صدیقہ میں تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ جسم مبارک
اور چہرہ اقدس چادر میں چھپا ہوا ہے۔ سرہانے کی طرف سے چادر الٹ کر چہرہ انور دیکھا تو جھک کے بوسہ

Marfat.com

دیر فرمایا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ زندگی میں بھی اچھے تھے اور وفات کے بعد بھی اچھے ہیں اللہ تعالے نے اگرچہ ظاہری انتقال آپ کے حق میں لکھ دیا تھا وہ پورا ہوا۔ (مگر در حقیقت آپ حیات النبی ہیں) پھر اسی طرح چادر روئے مبارک پر ڈالدی۔ حجرہ عائشہ صدیقہ میں آپ کو خبر پہنچی کہ مسلمانوں میں بعض بعض ہستیوں کو بیحد جوش چڑھا ہوا ہے۔ بعضے اس سانحہ غم کو سنتے ہی بیہوش ہوگئے ہیں۔ بعض مجذوبانہ انداز سے جنگل کی طرف بھاگ گئے ہیں بعض بہت زیادہ بیقرار ہیں۔ اور اکثر لوگوں میں حد سے زیادہ پریشانی ہے کچھ لوگ آپ کی وفات کی خبر سنکر ترک اسلام پر آمادہ ہیں (جن کا ایمان ضعیف تھا) اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق مسجد نبوی میں آئے۔ اور سب لوگوں کو متوجہ کر کے حمد و نعت کے بعد فرمایا۔ "اے لوگو! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو وہ سن لے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اور جو خدا کی پرستش کرتا ہو وہ جان لے۔ کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہ مریگا۔ اس کے بعد قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ (ترجمہ) اور محمد (صلعم) صرف خدا کے ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی سب رسول گذر چکے۔ پس کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹے پاؤں واپس جائے گا۔ وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچائے گا۔ اور عنقریب اللہ شاکر کرنیوالوں کو جزائے خیر دیگا۔"

پس اس بات پر گھبراہٹ کیسی ہے۔ قد خلت من قبلہ الرسل نے بتادیا کہ خدا کا یہ قانون نہیں۔ کہ موت کے معاملہ میں دوسرے انسانوں سے الگ معاملہ کرے۔ اور یہ بھی بتادیا کہ اگر پہلے کوئی رسول زندہ رہا ہوتا۔ تو آنحضرت صلعم کا زندہ رہنا ضروری ہوتا مگر جب پہلے سب رسول فوت ہو چکے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے کیوں گھبراتے ہو۔ اس خطبہ اور اس آیت نے تمام طبقوں میں تسکین پیدا کر دی۔ اور یہی آیت ہر ایک شخص کی زبان پر تھی۔ اور یہ ہر شخص کی زبان پر تھا۔ اللہ کا نام باقی رہے گا۔ باقی سب اپنا اپنا کام کر کے رخصت ہوں گے۔ مگر محمد الرسول اللہ

Marfat.com

صلعم کا پوری کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس دُنیا سے رخصت ہونا تاریخ عالم میں ایک بے نظیر واقعہ رہے گا۔

اس کے بعد لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں دفن کئے جائیں۔ انصار یہ چاہتے تھے کہ آپ مدینہ شریف ہی میں دفن ہوں۔ اکثر مہاجرین کا تقاضہ تھا کہ آپ مکہ معظمہ لیجا کر دفن کئے جائیں۔ ایک گروہ نومسلم یہ کہتا تھا۔ کہ آپ کو بیت المقدس میں دفن کرنا چاہیئے کیونکہ وہ سرزمین تمام انبیائے سلف کی خواب گاہ ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ میں نے خود حضرت رسالتمآب صلعم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ تمام پیغمبر اسی جگہ دفن ہوئے ہیں جہاں اُن کا قبضِ ارواح ہوا ہے۔ آخر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے سے سب نے اتفاق کیا۔ اور حجرہ عائشہؓ صدیقہ میں جس جگہ کہ حضور پرنور کا بچھونا تھا۔ اسی جگہ اس رائے کے مطابق ابوطلحہؓ انصاری نے قبر کھودنا شروع کر دی۔ اب اس بات میں اختلاف ہوا۔ کہ غسلِ میت کے لئے آپ کے بدن مبارک سے کپڑے جدا کئے جائیں یا نہیں۔ اس اختلاف پر کسی طرح اتفاق ہی نہ ہوتا تھا۔ ناگاہ تمام حاضرین پر ایک غنودگی سی طاری ہو گئی۔ اور اس غنودگی کے عالم میں کسی کو بآوازِ بلند کہتے سُنا کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے پہنے ہوئے ہی غسل دو۔ اور کفنانے کے بعد اس وقت تک جنازے کو تنہا چھوڑ دیا جائے جب تک کہ ایک خاص ندائے غیبی کے ذریعہ اطلاع ہو۔ اس آواز کو ندائے غیبی سمجھ کر اس پر عمل کیا گیا۔ چونکہ حضورؐ نے وصیت بھی فرمائی تھی۔ کہ میرے قرابتدار اور میرے گھر والے مجھے غسل دیں اور میری میّت کو کفن پہنانے کے بعد اس وقت تک تنہا چھوڑ دینا۔ جب تک کہ ندائے غیب کے ذریعہ سے حکم ملے۔ اس ارشاد کے مطابق دیگر سب اصحاب اس وقت علیحدہ ہو گئے صرف مولائے کائنات یعنی علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت عباسؓ۔ اور ان کے دونوں فرزند فضل قثم اور آپ کے غلام اسامہ بن زید۔ اور شقران غسل میت میں شریک ہوئے۔ انصار میں سے فقط ایک صاحب اوس بن خولی اس موقع پر البتہ موجود تھے۔ غسل یوں ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جسم اطہر مل مل کے دھوتے تھے۔ حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں فرزند آپ کے جسم مبارک

Marfat.com

ادھر ادھر پلٹاتے۔ اور کروٹیں دلاتے تھے اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے۔ اسی اثنار میں حضرت علی آپ کی پاکیزگی و صفائی دیکھ دیکھ کر اور جسد اطہر کی خوشبو سونگھ سونگھ کر فرماتے تھے۔ کہ اے رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ زندگی میں کیسے پاک صاف تھے اور وفات کے بعد بھی کیسے پاک و صاف ہیں۔ اور آپ کے جسم اطہر سے تو آبِ حیات سے بھی زیادہ خوشبو نکل رہی ہیں۔ چنانچہ الجناب کا آبِ غسل اس قدر معطر تھا کہ برسوں اس سے خوشبوئیں آیا کیں۔ اس کے بعد آپ کو کفن پہنایا گیا۔ پہلے خاکستری رنگ کے کپڑے پہنائے گئے۔ اور ان کے اوپر ایک لمبی چادر لپیٹی گئی۔ کپی تیج دیئے گئے۔ جوں ہی نہلا دھلا کر اور کفنا کے جنازہ قبر مبارک کے برابر رکھ دیا گیا۔ آپکی وصیت کے مطابق اور غیبی آواز کے بموجب آپ کے جنازے کو تنہا چھوڑ دیا گیا۔ جب کئی دن تک کوئی ندائے غیبی سنائی نہ دی تو اکثر اصحاب کو تشویش ہوئی۔ اور سب نے مولائے کائنات سے کہا کہ آج کئی دن گذر گئے ہیں۔ اور اس وقت تک کوئی غیبی آواز سنائی نہیں دی۔ اگر کسی ندائے غیب کے ذریعہ سے آپ کو کوئی اطلاع ملی ہو تو فرمائیے۔ آپ نے فرمایا بھائیو! ابھی ذرا توقف کرو۔ اور صبر سے دیکھو۔ کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے کئی دن بعد فلسطین کے یہودیوں کا ایک گروہ جس میں ایک ہزار یہودیوں سے کچھ زیادہ بتائے جاتے ہیں۔ مدینہ طیبہ کی طرف سے گذر رہا تھا کہ یکایک وہ کاشانہ رسالت کی طرف پلٹ آئے۔ قدرت الٰہی دیکھو۔ کہ آنحضرت صلعم کے جسد اطہر کی خوشبو سے تمام مدینہ طیبہ معطر تھا۔ وہی خوشبو ان کو یہاں تک کھینچ لائی۔ اور انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ اس مکان کے اندر اس قدر خوشبو کیونکر آتی ہے؟ کیا اس میں کوئی خوشبو سازی کا کارخانہ ہے؟ ہم نے تو ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی ہے۔ کیا یہ عطر یا خوشبو اس کارخانہ میں فروخت ہوتا ہے؟ ان کے سوال پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا۔ کہ یہ عطر آج تک فروخت نہیں ہوا۔ البتہ فی سبیل اللہ ہے اگر تم کو اس عطر کی خواہش ہو۔ اور دل سے خواہش ہو۔ تو بڑی خوشی سے سونگھ سکتے ہو۔ ان سب نے بہت زیادہ خواہش ظاہر کی۔ تو آنحضرت کے جنازہ پر لے گئے جو بالکل تیار رکھا ہوا تھا۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ آسی قدر آدمیوں کو جس قدر حجرہ عائشہ صدیقہؓ

Marfat.com

میں سما سکتے تھے اپنے ہمراہ لیجاکر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کی خوشبو سونگھاتے تھے۔ اور جتنے یہودی اس خوشبو کو سونگھتے جاتے تھے۔ ایمان لاتے جاتے تھے اور جناب مولا کی تلقین سے کلمہ طیبہ پڑھ پڑھکر مسلمان ہوتے جاتے تھے ........

........ بالآخر وہ سب یہود مشرف باسلام ہوگئے چنانچہ جسد اطہر کے اتنے روز تک دفن نہ ہونے میں یہ مصلحت الٰہی مخفی تھی۔ اور یہ معجزہ تمام عالم کو دکھانا تھا از تاریخ عالم میں بطور یادگار کے رہنا تھا۔ لہذا آنحضرت صلعم بارہ ربیع الاول ۱۱ھ کو حجرہ عائشہ صدیقہ میں اس طرح دفن ہوئے۔ کہ مرد۔ بوڑھے بچے۔ آ آکر نماز جنازہ پڑھنے لگے۔ جب نماز جنازہ سے فراغت پائی۔ تو قبر میں آتارنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فضیل۔ قیثم قبر میں اترے اس موقع پر اوس انصاری بھی آگئے۔ انھوں نے حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات کا واسطہ دلاکر حضرت علی سے قبر میں اترنے کی اجازت مانگی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اجازت حاصل کرکے اوس بھی قبر میں آترے اور حضور پرنور صلعم کے جسم مبارک کو ان سب نے احتیاط کیساتھ قبر میں اتارا۔ اس کے بعد لحد کا پہلو بند کرکے یہ سب اصحاب باہر نکل آئے۔ اور مٹی دی جانے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں آفتاب رسالت کرہ خاک میں پنہاں ہوگیا۔ چنانچہ تدفین مبارک شب چہارشنبہ کو عمل میں آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ۔ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبَ اللہِ۔ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانُوْرًا مِّنْ نُّوْرِ اللہِ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللہِ۔

## خلفائے راشدین

خلافت کے واقعات کو کتاب کے طول کی وجہ سے ملتوی کیا جاتا ہے۔ اور اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

## اوّل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ

سب سے پہلے خلیفہ سرور کائنات کے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہوئے

Marfat.com

آپ کے والد کا نام قحافہ ہے۔ آنحضرت کے ساتویں جد جن کا نام مرہ ان تک آپ کا شجرہ نسب پہنچتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق واقعہ اصحاب فیل سے دو برس چار مہینے کے بعد دوشنبہ کے دن مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ مسلمانوں کے ہاں خلیفہ کو معصوم نہیں مانا جاتا۔ اور نہ اسے مہبط وحی تسلیم کیا جاتا ہے۔ البتہ خلیفہ کے لئے عالم باعمل اور فقیہ ہونیکی شرط ہے۔ کہ وہ بذات خود حق و باطل صحیح اور غلط میں امتیاز کر سکے اور سہولت کے ساتھ عدل کو قائم رکھ سکے۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ سوم کی۔ اور مدینہ منورہ کے تمام مسلمانوں کو آنحضرت کی فاتحہ کا کھانا کھلایا۔ اور اسی تاریخ آپ خلیفہ اول مقرر ہوئے۔ آپ نے دو سال تین مہینے دس دن مسند خلافت کو رونق بخشی۔ اور جب اصحاب کرام جہاد میں شہید ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلعم اصحاب کی شہادت سے قرآن شریف کے مفقود ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے صدیق اکبر نے آیات قرآنی کو جمع کر کے لکھوانا شروع کر دیا۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جامع القرآن کہتے ہیں۔ اور آپ کے زمانہ میں بہت سے ملک فتح ہوئے۔ آپ نے دو سال دس دن خلافت کی۔ اور پندرہ روز تک بیمار رہکر ۲۲۔ یا ۲۷۔ جمادی الاول ۱۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ روضہ رسول اللہ صلی اللہ صلعم میں مدفون ہیں۔ آپ کے ایام بیماری میں حضرت عمرؓ فاروق نے نماز پڑھائی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے سامنے حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفہ مقرر فرما دیا۔

## دوسرے خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ابن خطاب رضی اللہ عنہ

دس برس چھ مہینے چند دن تک مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔ اور آپ کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا سے ہوا۔ آپ سات محرم کو بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق مکہ میں پیدا ہوئے ۲۷۔ ذی الحجہ ۲۳ھ ہجری کو مسجد نبوی میں ابو لولو کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ آپ کا مزار بھی

Marfat.com

روضہ رسول اللہ میں ہے۔ آپ کے زمانہ میں بہت زیادہ ممالک فتح ہوئے جن میں سے ایران اور شام کے بڑے بڑے ملک شامل ہیں۔ آپ کی عمر ۶۳ سال پانچ ماہ کی ہوئی۔

# تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

۲۳ رمضان المبارک سنہ ۶ عام الفیل بروز جمعہ مکہ میں پیدا ہوئے اور اٹھارہ ذوالحجہ بروز جمعہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ آپ نے بارہ سال گیارہ ماہ پندرہ دن تک خلافت کی۔ اور نوے برس کی عمر میں بلوائیوں کے ہاتھ سے اپنے گھر میں محصور ہو کر شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے القاب جامع قرآن۔ ذوالنورین۔ ابو عبداللہ ہیں۔

# چوتھے خلیفہ مولائے کائنات جناب امیر علیہ السلام

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل کو بروز جمعہ مکہ معظمہ میں بمقام خانہ کعبہ تولد ہوئے اور شب اکیس رمضان المبارک ۴۰ھ کو ابن ملجم خارجی کے ہاتھ سے مسجد کوفہ میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرقد نجف اشرف بلاد کوفہ میں موجود ہے۔ (اور تاریخ طبری میں واقعہ شہادت اس طرح لکھا ہے) کہ آپ کی اذان پر قطامہ نے ابن ملجم خبیث کو جگا کر بھیجا۔ اور اس کے پیچھے پیچھے دروان اور شبیب دونوں خارجی بھی تھے اور مسجد میں آکر روپوش ہو گئے اور مسجد کے دونوں دروں میں بیٹھ گئے۔ انہوں نے باہمی مشورہ کر لیا تھا کہ دو طرف سے دونا یک لخت ہوں۔ یعنی اگر دروان کا ہاتھ خالی جائے تو شبیب کا ہاتھ پڑے۔ اور ابن ملجم سے کہہ رکھا تھا کہ تو مسجد کے اندر چھپ جانا۔ اگر ہم کامیاب نہ ہوں تو تو اندر کام پورا کر دیجو۔ چنانچہ جب حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہوئے۔ اور مسجد کے در میں قدم رکھا۔ تو شبیب خبیث نے وار کیا۔ اس کی تلوار طاق پر لگی اور ٹوٹ گئی۔ فوراً ہی دروان نے وار کیا۔ اس کی بھی تلوار دیوار سے ٹکرا گئی۔ اور وہ دونوں بھاگ گئے جناب

Marfat.com

مولا اندر تشریف لے گئے یہ دیکھکر خاموش ہو گئے اور کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ اندرون مسجد جیسے ہی محراب میں قدم مبارک رکھا۔ آپ نے نہایت اطمینان سے نماز کی نیت باندھی اور ابن ملجم چھپا ہوا دیکھتا رہا جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو اس نے سر مبارک پر تلوار کا وار کیا۔ یہ زخم اس مقام پر لگا جہاں پہلے حرب خندق میں عمر بن عبدود نے وار کیا تھا۔ اب وہی زخم کھل گیا۔ اور آپ کے سر سے مغز باہر آگیا۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ (ترجمہ) خدا کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ ابن ملجم اس آواز کو سنکر بھاگا۔ اور کہتا ہوا چلا۔ افسوس امیر المومنین شہید ہو گئے یہ خبر سنتے ہی تمام اہل کوفہ مسجد میں بھر گئے حسنین علیہم السلام یہ خبر سنتے ہی بیتابانہ مسجد کی طرف دوڑے۔ اور خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ جناب مولا خون آلودہ ریش مبارک پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں اسی صورت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا۔ جناب سیدہ فاطمہ زہرا سے ملوں گا۔ اور اپنے چچا حمزہ سے ملاقات کروں گا یہی حلیہ اپنے بھائی جعفر طیار کو دکھاؤں گا۔ یہ دیکھکر دونوں شاہزادے زار وقطار رونے لگے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور یہ کس خبیث کا کام ہے۔ فرمایا (جس کا مفہوم خواجہ حافظ شیرازی کے اس شعر نے بالکل ادا ہو جاتا ہے) شعر

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم — کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ شبیب نظر آیا۔ اس سے کسی نے پوچھا۔ کیا تو نے مولا علی کے تلوار ماری ہے؛ چاہتا تھا کہ انکار کرے۔ مگر بے اختیار منہ سے نکل گیا۔ ہاں۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے اسے اس قدر مارا کہ ہلاک ہو گیا۔ ابن ملجم بھاگ کر اپنے چچازاد بھائی کے ہاں جا پہنچا۔ اور ہتھیار تن سے علیحدہ کر کے بیٹھا تھا۔ کہ بھتیجہ نے پوچھا کہ تو اس قدر پریشان کیوں ہے؟ کیا تو نے ہی علیؑ کو قتل کیا ہے؟ اس نے اپنے بھتیجے کو جواب دیا۔ کہ ہاں میں نے ہی تلوار لگائی ہے۔ وہ فوراً ابن ملجم کو گرفتار کر کے مسجد میں لایا۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب ابن ملجم گرفتار ہو کر آیا آپ نے مخاطب کر کے فرمایا۔ دیکھ میں جو کہتا تھا وہی ہوا یا نہیں؟ اس نے عرض کیا کہ حضور میں معافی

Marfat.com

چاہتا ہوں اور خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابن ملجم! مجھے کس لالچ نے میرے قتل پر آمادہ کیا؟ تو نے کس وجہ سے میرے بچوں کو یتیم کر دیا۔ میں تو تیرے ساتھ ہمیشہ سلوک ہی کرتا رہا ہوں۔ اس نے شرمندہ ہو کر پھر معافی چاہی۔ جناب مولا نے اپنے ہاتھ بڑھا کر اسکے دونوں ہاتھ کھولدیئے۔ شعر

وست قاتل کھولدے مشکلکشا ایسا تو ہو      پیش حیدر آ کے رہ جائے گرہ ممکن نہیں

جب شاہزادہ کونین یعنی امام حسین علیہ السلام شربت بنا کر لائے اور اپنے والد کے سامنے شربت کا ایک جام پیش کیا تو آپ نے اپنے قاتل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس کو پلاؤ۔ لہذا آپ کے حکم سے آپ کے قاتل کو جب شربت دیا تو اس نے پینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ متواتر ابن ملجم کو شربت دیا گیا لیکن اُسے نہ پینا تھا نہ پیا۔ ناظرین! اس وقت تک تاریخ عالم میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے۔ کہ کسی نے اپنے قاتل کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہو۔ اسکے بعد مولائے کائنات نے حکم دیا کہ اسے جیلخانہ لیجاؤ۔ مگر جو میں کھاؤں پیوں وہی اسے کھلاؤ پلاؤ۔ اگر میں بچ گیا تو میری جو رائے ہوگی وہ کروں گا۔ اور اگر میں فوت ہو گیا۔ تو وصیت کرتا ہوں۔ کہ اس نے میرے ایک ضرب ماری ہے۔ لہذا میرا قصاص اس طرح لیا جائے کہ اس پر بھی ایک ہی وار ہو (دیکھو یہ مسلمانوں کی شانِ ترحم ہے اور یہ اسلام کا عدل و انصاف ہے) پس ۱۹ رمضان المبارک کی صبح کو آپ کے سر اقدس پر یہ زخم لگا تھا۔ لہذا حسنینؑ علیہم السلام آپ کو مسجد سے اٹھا کر گھر لائے تو اچھی خاصی طرح سے صبح ہو گئی تھی۔ آپ نے گھبرا کر فرمایا۔ اے صبح! میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں۔ جسکے حکم سے تو آتی ہے۔ تجھے بھی قیامت کے دن گواہی دینی ہوگی۔ کہ میں سب سے اول محمد الرسول اللہ پر ایمان لایا۔ سب سے پہلے آنحضرت کی تعلیم سے فریضہ الٰہی ادا کیا۔ اور اے صبح جب سے ابتک تو نے مجھے سوتا نہ دیکھا ہوگا۔ پھر فرمایا وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا۔ یعنی مجھے میرے رب کی گواہی کافی ہے۔ یہ سنکر اہلبیت چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ علاج کے لئے عمر بن نعمان جرّاح حاضر کئے گئے۔ وہ زخم کو دیکھکر زار و قطار رونے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس! یہ زخم زہر آلودہ تلوار کا ہے۔ اور زہر تمام جسم میں سرایت کر گیا ہے۔ اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ الغرض علاج سے

Marfat.com

یہی بھاری اور زخم کی تکلیف نے شیر خدا کو بہت خستہ کر دیا تھا تو ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ شب یکشنبہ کو آپ نے اپنی صاحبزادی بی بی ام کلثوم سے فرمایا۔ اے بیٹی! دروازہ بند کر دو۔ آپ نے دروازہ بند کر دیا۔ تو اپنے پاس سب بال بچوں کو بلا کر پیار کیا اور حسنین علیہم السلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ بیٹا! مصیبتوں کو نہایت صبر سے جھیلنا۔ شریعت مقدسہ کے عامل رہنا۔ مجھے ایسی جگہ دفن کرنا جو کسی کو معلوم نہ ہو۔ پس جب وصال یار کا وقت قریب آیا تو آپ کی زبان مبارک سے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ادا ہوتے ہی ۲۱ تاریخ رمضان سنہ ۴۰ھ ہجری کا دن ختم کر کے ۲۱ شب کے آغاز میں اس شاہ باز قدس نے اپنے مرجع اصلی کی طرف پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی عمر مبارک شہادت کے وقت ۶۳ سال کی تھی۔ آپ تین سال نو ماہ آٹھ دن مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔ آپ کو حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ و عبد اللہ بن جعفر طیار نے غسل دیا۔ محمد بن حنیفہ نے پانی ڈالا۔ تین کپڑوں کا آپ کو کفن دیا گیا جس میں قمیص نہ تھی۔ حضرت امام حسنؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حسب وصیت آپ کے جنازے کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر باندھ دیا گیا۔ اس کے بعد وہ گھوڑا جسد اطہر کو کوفہ سے لیکر ایک میدان کی طرف چل دیا۔ اور نظروں سے غائب ہو گیا معتبر روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ گھوڑا مولا علی کرم اللہ وجہہ کے جنازے لیکر پہاڑ کے درہ میں سے گذر رہا تھا کہ یکایک ادھر ادھر کے پتھروں نے اپنے آغوش میں لے لیا۔ اور گھوڑا نکل کر درہ سے باہر چلا گیا۔ اب اس مقام کو نجف اشرف کہتے ہیں جہاں آپ کا مزار مقدس ہے۔

## حدیث نبوی صلعم

# اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

ایک روز دس کافر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آنجناب نے جو حدیث فرمائی ہے یعنی اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ہم لوگ آپ کی اس حدیث کو اس وقت برحق سمجھ سکتے ہیں۔ جب ہم میں سے ہر ایک شخص ایک ہی مسئلہ حضرت علیؓ سے

بہ تکرار دریافت کرے۔ اور وہ ایک ہی مسئلہ کا ہر شخص کو جداگانہ طرز میں جواب دیں یعنی جو ایک کو جواب دیں اس کے علاوہ دوسرے کو جواب دیا جائے۔ اور کافی طور پر سمجھا دیا جائے۔ لہذا ارشاد نبوی ہوا۔ کہ یا علیؑ تم ان لوگوں کی کافی طور پر تسکین کردو۔ پس ان میں سے ایک شخص نے سوال کیا۔ یا علیؑ! علم افضل ہے یا مال؟ آپ نے جواب دیا علم۔ اس نے پوچھا اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا کہ علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کافروں کی۔ پھر دوسرے نے سوال کیا۔ کہ علم افضل ہے یا مال؟ فرمایا علم۔ اس نے کہا کس وجہ سے؟ فرمایا کہ علم تیرا نگہبان ہے۔ اور مال کا تو نگہبان ہے۔ پھر تیسرے نے سوال کیا۔ کہ علم افضل ہے یا مال؟ آپ نے فرمایا علم۔ اس نے پوچھا کیونکر؟ فرمایا علم کے بہت سے دوست ہیں اور مال کے بہت سے دشمن۔ پھر چوتھے نے یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا علم۔ اس نے پوچھا کس طور پر۔ فرمایا کہ اگر مال میں سے کچھ دیتے ہیں تو کم ہو جاتا ہے۔ اور علم میں سے جو کچھ خرچ کرتے ہیں کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔ پانچویں نے یہی سوال کیا اور وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ مال والے کو بخیل و شوم کہتے ہیں۔ اور علم والے کی تعظیم کرتے ہیں۔ چھٹے نے سوال کیا۔ اور وجہ پوچھی۔ فرمایا کہ مال کی چوروں سے نگرانی کی جاتی ہے۔ اور علم محتاج نگہبانی نہیں ہے۔ ساتویں نے سوال کیا تو فرمایا۔ کہ علم دل کو روشن کرتا ہے اور مال دل کو سیاہ کرتا ہے۔ آٹھویں نے سوال کیا۔ تو فرمایا۔ کہ مال کا حساب ہے اور علم بے حساب ہے۔ نویں نے سوال کیا تو فرمایا کہ علم آخرت میں ساتھ لیجاتے ہیں اور مال کو دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں۔ دسویں نے سوال کیا۔ تو فرمایا کہ علم دار بندگی کا دعویٰ کرتا ہے بلکہ علم کی وجہ سے خاص بندہ بن جاتا ہے۔ اور مالدار فرعونی کا دعویٰ کرتا ہے یعنی خدا بنتا ہے۔ اور فرعون بے سامان کہلاتا ہے۔ بس یہ جواب سنتے ہی سب کے سب آنحضرتؐ کے قدم مبارک پر جھک گئے۔ اور ہر ایک نے کہا کہ آپ بالکل سچے ہیں۔ اور آپ کی حدیث برحق ہے۔ یہ کہکر سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ کے دستِ مبارک پر بیعت طریقت کی۔ سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم۔

## بارہ اماموں کے نام

اوّل امام امیرالمومنین جناب مرتضیٰ علی علیہ السلام۔ دوسرے امام جگر بند مصطفٰے ابو محمد حسن مجتبیٰ

Marfat.com

السلام۔ تیسرے امام حضرت امام حسین علیہ السلام۔ چوتھے امام حضرت امام زین العابدینؓ پانچویں امام حضرت امام محمد باقرؓ۔ چھٹے امام حضرت امام جعفر صادقؓ۔ ساتویں امام موسیٰ کاظمؓ۔ آٹھویں حضرت امام علی رضاؓ۔ نویں حضرت امام محمدؓ کنیت ابو جعفر و لقب تقیؓ۔ دسویں امام حضرت علی یعنی حضرت نقیؓ۔ گیارھویں امام حضرت عسکری۔ بارھویں امام حضرت محمدؓ لقب امام مہدی آخر الزماں۔

## عشرہ مبشرہ کے نام

(۱) حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ (۲) حضرت عمر بن خطابؓ۔ (۳) حضرت عثمان بن عفانؓ۔ (۴) حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ (۵) حضرت طلحہؓ۔ (۶) حضرت زبیرؓ۔ (۷) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ۔ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ (۹) حضرت سعیدؓ۔ (۱۰) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان حضرات پر آتش دوزخ حرام ہے۔ کیونکہ ان کے بہشتی ہونے کی خبر مخبر صادق یعنی حضورؐ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

## زمانۂ خلافت

خلافت خلفائے راشدین ۳۰ برس تک رہی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ دو برس تین ماہ دس روز تک خلیفہ رہے۔ حضرت عمرؓ دس برس چھ ماہ چھ روز تک خلیفہ رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بارہ برس گیارہ ماہ پندرہ یا بیس دن تک خلیفہ رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین برس نو ماہ آٹھ دن تک خلیفہ رہے۔ ان کے شہید ہونے کے بعد حضرت امام حسنؓ نے پانچ مہینے اکیس دن خلافت کر کے عہد خلافت کے دن پورے کر دیئے۔ اور اس کے بعد ہی ترک خلافت فرمائی۔

## محققانہ خلاصہ حیات جناب سرور کائنات علیہ السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت ۹ ربیع الاول سنہ ۱ فیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو مکہ معظمہ میں ہوئی۔ لیکن ولادت کی تاریخ عام طور سے ۱۲ - ربیع الاوّل مشہور ہے۔

آنحضرت کا سب سے پہلا نکاح بی بی خدیجہؓ کے ساتھ ۵۹۵ء میں ہوا۔ اور ان کی زندگی بھر آنحضرت

Marfat.com

نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے چھ اولادیں پیدا ہوئیں جن کے نام یہ ہیں۔ حضرت قاسمؓ، حضرت عبداللہؓ جن کا لقب طیب۔ طاہر تھا۔ حضرت زینبؓ، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثومؓ۔ اور حضرت فاطمۃ زہراؓ۔ ۱۱ ؁ کو آپ پر غار حرا میں سب سے پہلی وحی نازل ہوئی۔ غار حرا مکہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس غار کا عرض پونے دو گز اور طول ۴ گز بتایا جاتا ہے۔ آنحضرت نے دوسری وحی کے بعد سے نبوت کا کام شروع کر دیا۔ آپ کو ۱۹ ؁ء میں بمقام مکہ معظمہ معراج ہوئی۔ ۲۰ ؁ء میں حضرت خدیجہؓ و حضرت ابو طالب کی وفات مکہ میں ہوئی لہذا اس سال کو اسلام میں عام الحزن کہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم ۱۵ ؁ء کو معہ اپنے خاندان بنی ہاشم کے شعب ابو طالب میں محصور ہوئے۔ آپ نے ۲۲ ؁ء کو مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی۔ ۲۹ ؁ء میں فتح مکہ ہوئی۔ اور اسلام تمام عرب میں پھیلنا شروع ہو گیا۔ ۳۰ ؁ء میں اسلام غیر ممالک تک پہنچ گیا۔ اور خدا کے دین میں فوجوں کی فوجیں داخل ہونے لگیں ۳۲ ؁ء مطابق ۱۰ ؁ ہجری۔ ۲۔ ربیع الاول کو آنحضرت کا وصال مبارک ہوا۔ وصال کے وقت آنحضرت کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔

آپ اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بیگانہ تھے۔ آپ کی طرز زندگی ہی بچپن سے لیکر وفات تک نہایت سادہ تھی۔ آپ اس قدر حالات مختلفہ میں سے ہو کر گذرتے ہیں۔ کہ ایک انسان کی زندگی میں اس قدر مختلف حالات کا جمع ہونا مشکل ہے۔ یتیم ہونیکی حالت ایک انسان کی انتہائی بیکسی کی حالت ہے۔ اور بادشاہ ہونیکی حالت اس کی انتہائی طاقت ہونیکی حالت ہے۔ آپ یتیمی کی حالت سے نکل کر بادشاہت پر پہنچتے ہیں۔ مگر آپ کی ضروریات خورونوش، لباس و رہائش جس قسم کی حالت یتیمی میں تھی وہی بادشاہت کی حالت میں رہی بلکہ بادشاہت کی حالت میں دنیا کی آسائشوں کو اور بھی کم کر دیا ہے۔ بادشاہت کو چھوڑ کر فقیر ہو جانا اس قدر دشوار نہیں جس قدر بادشاہ ہو کر انسان فقیر کی زندگی بسر کرے۔ مال و دولت اس کے قبضہ میں ہو اور اسے اپنے صرف میں نہ لائے۔ اور اس مال و دولت کو نہایت فیاضی کیساتھ دوسروں

ہر وقت وہ چیزیں آنکھوں کے سامنے ہوں۔ جو فطرتِ انسانی کو اپنا غلام بنا لیتی ہیں۔ مگر کوئی چیز اس کے لئے لالچ کا موجب نہ ہو سکے۔ اس زمانہ میں جب آپ مدینہ اور اس کے ارد گرد کی بادشاہت حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کے گھر کا سامان ایک چارپائی جس پر کھجور کی موٹی چٹائی بچھی ہوئی ہے اور ایک پانی کی ٹھلیا ہے۔ آپ بعض وقت فاقہ سے رات کاٹتے ہیں۔ گھر میں کئی کئی دن تک کھانا پکانے کے لئے آگ نہیں جلتی۔ کھجوروں پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر آپ اپنی آسائش کے لئے مال کے خواہاں ہوتے۔ تو نہ صرف بیت المال سے آپ جس قدر چاہتے لے سکتے۔ بلکہ آپ کے جاں نثار ہر ایک چیز حاضر کرنے کے لئے تیار تھے مگر آپ کی نظر دنیا کی ان حقیر چیزوں سے بہت بلند تھی۔

آپ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے آخری خطبہ میں بھی عورتوں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے۔ آپ نے تنگ خیالی کے دائرہ کو بالکل ختم کر دیا۔ یعنی آپ کی ولادت سے قبل دنیا کی ہر قوم کو بجائے خود یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالےٰ کی خاص محبوب اور پیاری ہے۔ اور دیگر مذاہب و اقوام ناری ہیں۔ اور ہماری سرزمین دیوی دیوتاؤں کا مرکز ہے۔ ہماری ہی زبان خدا کی خاص زبان ہے۔ بابل ہو کہ مصر۔ یونان ہو کہ ایران۔ عرب ہو یا عجم۔ شام ہو یا روم۔ انگلستان ہو یا ہندوستان۔ کوئی ملک بھی اس تنگ خیالی سے مبرا نہ تھا۔ مگر آنحضرت نے یہ سبق پڑھایا کہ دنیا کی تمام قومیں خدا کی نظر میں یکساں ہیں۔ نہ عرب کو عجم پر۔ نہ عجم کو عرب پر فضیلت ہے۔ نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر کوئی تقدم حاصل ہے۔ ساری زمین خدا کی ہے۔ تمام قومیں ایک خدا کی مخلوق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم سب ایک ہی باپ (آدم) کی اولاد ہو وہ مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ لہٰذا تم سب مٹی سے بنے ہو۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ انسان اور قوموں کا امتیاز رنگ و روپ ملک و قوم سے نہیں ہے بلکہ صرف تقویٰ اور نیکوکاری سے ہے۔ اس تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ قوموں اور ملکوں کی فضیلت کی فطری اور پرانی داستانیں فراموش ہو گئیں اور دنیا کی قومیں ایک سطح پر آ گئیں۔ مساواتِ انسانی کا رستہ صاف ہو گیا۔ بنی اسرائیل جن کو اپنے خداو

Marfat.com

تعالیٰ کے کنبہ میں ہونیکا ناز تھا۔ وحی محمدی نے ان کی اس حیثیت کے تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور کہا۔ یا بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ (ترجمہ) بلکہ تم بھی خدا کی مخلوقات میں سے بشر ہو۔ بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ نبوت اور پیغمبری ہمارے گھر کی ہے اور ہمارے ہی خاندان کی وراثت ہے جس طرح آریہ ورت کا دعویٰ ہے۔ کہ خدا کی بولی صرف ہمیں کے رشیوں اور منیوں نے سنی۔ اور خدائی علم صرف وید مقدس کے اوراق میں محفوظ ہے۔ اسی طرح دوسری قوموں کو بھی اپنی اپنی جگہ پہ ایسا ہی خیال تھا۔ آنحضرت نے اس تخصیص کو رحمت عامہ اور عدل و انصاف کے بالکل خلاف بتایا۔ اور یہ تعلیم دی کہ روئے زمین کے ہر ملک و قوم میں اور ہر زبان میں پروردگار کی طرف سے اسکی راہ دکھانے والے۔ اسکی آواز پہنچانے والے اور انسانوں کو غفلت سے بیدار کرنے والے پیغمبر یا نائب پیغمبر آئے اور یہ سلسلہ نبوت آنحضرت کی بعثت تک جاری رہا۔

ہندوستان کے رشیوں اور منیوں نے آریہ ورت کی باہر کی دنیا کو خدا کی آواز سننے کا کبھی مستحق نہ سمجھا ان کے نزدیک پرم ایشور صرف آریہ ورت کی ہدایت اور رہنمائی چاہتا تھا۔

زردشت نے پاک نژادانِ ایران کے سوا سب کو یزدان کے جلوۂ نورانی سے محروم کر رکھا تھا۔ بنی اسرائیل اپنے خاندان کے سوا اور کہیں کسی رسول کی بعثت کا خیال تک نہ لاتے تھے۔ مگر محمد الرسول اللہ صلعم نے آکر بتا دیا۔ کہ خدا کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ اس کی رہنمائی کے لئے ملک قوم اور زبان کی خصوصیت نہیں اُس کے عدل و انصاف کی نگاہ میں۔ عرب۔ عجم۔ روم۔ شام۔ افریقہ امریکہ۔ انگلستان اور ہندوستان سب برابر ہیں۔ آنحضرت کی ہمہ بین آنکھوں نے ہر قوم اور ہر زبان میں خدا کا نور دیکھا۔

ابیات۔

بسیار نظر کردم در کعبہ و بتخانہ — در دیدہ نمی آید جز جلوۂ جانانہ

جلوۂ یار نمودار ہر اک شان میں ہو — صوفی ورہ میں ہندو میں مسلمان میں ہو

اور ہر قوم میں ہادی اور پیغمبر تسلیم کئے۔ قرآن شریف کی یہی تعلیم ہے۔

اور ہر قوم کے لئے ایک رسول ہے۔ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ

Marfat.com

اور ہر قوم کے لئے ایک رہنما آیا۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

اور ہم نے پہلی قوموں میں کتنے نبی بھیجے۔

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝

اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اُسی قوم کی زبان میں تاکہ وہ ان کو بتا سکے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِمْ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۝

جو لوگ اللہ اور اُسکے رسولوں کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں میں فرق نکالیں (کیا فرق، یعنی کہتے ہیں کہ ہم بعضوں کو مانتے ہیں اور بعضوں کو نہیں مانتے) اور چاہتے ہیں کہ نکالیں درمیان اس کے کوئی راہ۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَالِكَ سَبِيلًا۔

اُن میں سے کسی کو اجر ملیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہو۔

يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا الرَّحِيمًا ۝

ایک یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا دوسرے پیغمبروں کو جھٹلا کر بھی یہودی کہلایا جا سکتا ہے۔ ایک عیسائی اور تمام پیغمبروں کا منکر ہو کر بھی عیسائی رہ سکتا ہے۔ ایک ہندو تمام دنیا کو ملیچھ راکھشش شودر اور چنڈال کہکر بھی پکا ہندو رہ سکتا ہے۔ ایک زرتشتی تمام جہان کو سحر طلسمات کہہ کر اور حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) جھوٹا کہکر بھی دینداری کا دعوےٰ کر سکتا ہے لیکن ایک مسلمان اپنے محمد الرسول اللہ سے پیشتر کے تمام انبیا پر اسی طرح ایمان رکھنا فرض جانتا ہے جس طرح کہ خاتم پر۔ بلکہ کسی رسول کا انکار کرنے سے ہر مسلمان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص اسوقت تک محمدی ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ ابراہیمی۔ موسوی۔ عیسوی۔ ایرانی۔ اور ہندی نہ بن لے۔ اور کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت حقانیت راستبازی اور معصومیت کا اقرار نہ کرے۔ اور یہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ہر ملک و قوم کو اپنی ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور سب رسولوں کا ماننا ایسا ضروری ہے

Marfat.com

جیسا کہ خدا کا ماننا اسلام میں پیغمبروں کی کوئی محدود تعداد نہیں ہے۔ صرف طبری کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا مبعوث ہوئے۔

قرآن میں صرف انھیں انبیا کے نام ہیں جن سے عرب مانوس تھے یا اُن کے ہمسایہ یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں جن کے تذکرے تھے۔

قرآن شریف میں بعض ایسے انبیا کا ذکر بھی ہے جن سے یہود و نصاریٰ واقف بھی نہ تھے۔ مثلاً۔ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام وغیرہ۔ اور بعض ایسے تھے جن کو وہ جانتے تو تھے لیکن ان کو پیغمبر تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ مگر وحی محمدی صلعم نے اُن سب کو پیغمبر تسلیم کیا ہے۔ اور تعلیم محمدی کے اصول کے مطابق یہ یقین کرنا ضروری ہے۔ کہ دنیا کی بڑی بڑی قوموں اور ملکوں میں جیسے چین۔ ایران۔ مصر۔ شام عرب۔ عجم۔ ہندوستان۔ وغیرہ میں بھی محمد صلعم سے پہلے انبیا مبعوث ہو چکے ہیں اس لئے تمام قومیں اپنے جن بزرگوں کی عزت و عظمت کرتی ہیں اور اپنے دین و مذہب کو انکی طرف منسوب کرتی ہیں۔ ان کی صداقت و راستبازی کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ اسی بنا پر بعض علماء نے ہندوستان کے رامچندر جی۔ سری کرشن جی۔ بدھ جی مہاراجگان اور خواجہ زردشت کو بھی پیمبر تسلیم کیا بہر حال امکان میں تو شک نہیں۔

مگر قرآن پاک میں انبیا کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو وہ جن کے ناموں کی اُس نے تصریح کی ہے۔ اور دوسرے وہ جن کے نام اُس نے بیان نہیں کئے۔

لہذا جن انبیا کے نام قرآن شریف میں مذکور ہیں تمام مسلمانوں کو اُن پر نام بنام ایمان لانا چاہیے اور جن کے نام قرآن میں مذکور نہیں ہیں۔ انکی نسبت صرف یہ اجمالی ایمان کافی ہے۔ کہ اُن قوموں میں بھی خدا کے فرستادہ پیغمبر آئے۔ خدا نے ہدایت سے کسی قوم اور کسی خطہ کو محروم نہیں رکھا۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ اُن کے نام نہیں معلوم۔ اس قسم کے انبیا جن کے نام گو قرآن میں مذکور نہیں ہیں۔ مگر وہ آنحضرت سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور اُن کے متبعین ان کو نبی یا اوتار کا درجہ دیتے ہیں۔ بس اُن کی پہچان

Marfat.com

اور صداقت کا قرآن شریف نے یہ معیار قرار دیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دی ہو اور خدا پرستی کرائی ہو۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (ترجمہ) ہم نے تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں بھیجا جس کو وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ بس مجھی کو پوجو۔ بس جس بزرگ اور جس ہادی قوم کی تعلیم اس آیت قرآن کے مطابق ہے۔ بیشک وہ ہر مسلمان کے لئے واجب التعظیم ہے اس لئے وہ تمام رہبران انسانی۔ اور رہنمایان عالم جو دنیا میں کسی مذہب کے شارع ہوں اور جن کی تبلیغ و تعلیم توحید سے رغبت اور بت پرستی سے نفرت رکھتی ہو۔ اور اُن کی زندگی اس تعلیم کے شایان شان ہو۔ ان کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنی قوم کے رسول و پیغمبر نہیں تھے۔

# تمام رہبرانِ عالم میں آپ کن وجوہ سے ممتاز ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥

دنیا میں بہت مصلح آئے۔ ہر ملک اور ہر زمانہ میں آئے لیکن کئی ایک امور ہیں جو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر ممتاز کرتے ہیں ان امور میں سب سے پہلی بات آپ کی حیرتناک کامیابی ہے جس کا اعتراف دوست و دشمن کو یکساں ہے چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں قرآن کے عنوان پر جو مضمون ہے اس میں ذیل کے الفاظ ہیں۔ یہ اعتراف آنحضرت کے متعلق موجود ہے کہ "آپ دنیا کے تمام انبیا اور مذہبی اشخاص میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں" یہ اعتراف بلا وجہ نہیں یہ بالکل سچ ہے کہ دنیا میں کوئی مصلح نہیں آیا جس نے اپنی قوم کو اس گری ہوئی حالت میں پایا ہو۔ جس میں آنحضرت صلعم نے ملک عرب کو پایا۔ یہ لوگ نہ مذہب کے صحیح اصول سے واقف تھے۔ نہ سیاسیات کے نہ تمدن کے نہ معاشرت کے۔ وطن ان کے اندر تھا نہ اُن کے تعلقات بیرونی لوگوں سے کچھ تھے نہ ان کوئی اتحاد و اتفاق تھا نہ ایک قوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض ہر پہلو سے یہ قوم اصلاح طلب

Marfat.com

تھی۔ اور خطرناک جہالت میں مبتلا تھی۔ صرف یہی نہیں یہودی اپنا پورا زور ان کی اصلاح میں صرف کر چکے عیسائی پورا زور لگا چکے۔ اور دونوں ایسے ناکام ہوئے کہ کسی ایک امر میں بھی ملک کے اندر اصلاح پیدا نہ کر سکے حنفیت کی اندرونی تحریک بھی پیدا ہو کر ختم ہو چکی۔ تب آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا اور چند ہی سال کے عرصہ میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر کے دکھایا کہ ملک عرب کے آسمان و زمین بدل گئے ذلیل سے ذلیل بت پرستی اور توہم پرستی سے نکال کر توحید کے اس بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیا جس پر نہ اس سے پہلے کوئی قوم پہنچی اور نہ بعد میں پہنچ سکے گی۔ پھر اس توحید کے لئے ایسا جوش کہ دنیا کے ممالک میں چاروں طرف نکل گئے اور دور دور کے کونوں میں جا کر ندائے حق کو بلند کیا۔ خدا کی عبادت میں ان لوگوں کا مقام تمام راہبوں اور دنیا سے کنارہ کشی کر لینے والوں سے بڑھکر تھا۔ اس لئے کہ وہ دن کو کاروبار میں گذارتے ہوئے اللہ اکبر کی صدا سنکر دیوانہ وار خدا کے حضور جا کھڑے ہوتے تو راتوں کو بیداری میں گذارتے ہوئے عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے۔ وہ دنیا میں ہونے کے باوجود دنیا سے قطع تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے جو لذت اور جو خشوع خضوع ان کو عبادت میں حاصل ہوتا تھا۔ وہ کسی گوشہ نشین زاہد کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر روحانیت کے لحاظ سے عبادت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کھڑے تھے۔ تو دنیوی نقطۂ نگاہ سے بھی اس اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے تھے جس پر انسان مشکل سے پہنچ سکتا ہے۔ یعنی دنیا کے وہ عظیم الشان فاتح بنے۔ اور بڑی بڑی سلطنتیں ان کے سامنے یوں گرتی چلی گئیں۔ کہ گویا ان کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی۔ پھر فاتح ہی نہ تھے۔ بلکہ فتح کے بعد ہر ملک کا ایسا انتظام قائم کیا کہ پچھلے لوگوں کی غفلت کے باوجود بارہ صدیوں تک اس سلطنت کو کچھ نقصان نہ پہنچا غرض وہ زاہدوں میں سب سے بڑے زاہد اور فاتحوں میں سب سے بڑے فاتح ہوئے۔ اور ان دونوں باتوں کے باوجود تیسری بات جس میں انہوں نے کمال کر دکھایا وہ علم تھا۔ انہوں نے زہد و فتوحات کیا تھ ساتھ علم کو ایسا کمال پر پہنچایا کہ آج انہی کی بدولت دنیا علم کے نور سے منور ہے۔ غرض حضرت نبی کریم صلعم نے ملک عرب کو جس حالت میں پایا جس سے بڑھکر گری ہوئی حالت کسی ملک کی متصور نہیں ہو سکتی اور دنیوی اور روحانی ترقی کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچایا جس سے آگے کوئی مقام نہیں

Marfat.com

اور یہ سب کچھ بیس برس کے عرصہ میں ہو گیا۔ اس میں یہ بھی دکھانا مقصود تھا کہ آپ کی تعلیم قوائے انسانی کی کل شاخوں پر مشتمل ہے۔ اور دنیا کی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج آپ کی تعلیم میں نہیں جس طرح سب سے بڑا طبیب وہ نہیں جو سب سے بڑھکر دعوی کرے۔ بلکہ وہ ہے جو سب سے زیادہ بیماروں کو اچھا کرے۔ اسی طرح سب سے بڑا وہ نہیں (جیسا کہ بعض کا خیال ہے جو سب سے بڑھکر دعوے کرے) بلکہ وہ ہے جو سب سے بڑھکر اصلاح کرے اور یہ وہ بات ہے جو محمد رسول اللہ کو دنیا کے کل انبیاء اور کل مصلحین کا سرتاج بناتی ہے۔

دنیا میں ہر ایک نبی ایک قوم کی اصلاح کے لئے آیا۔ وہ نور اور ہدایت لایا۔ مگر صرف ایک خاص قوم اور خاص ملک کے لئے۔ اس کے دنیا میں آنیکی غرض انسانوں کا تزکیہ نفس تھا۔ مگر انھیں کا جن کی طرف وہ بھیجا گیا۔ لیکن محمد الرسول صلعم کل دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ وہ نور اور ہدایت جو آپکو دیا گیا۔ ایک قوم کے لئے نہ تھا بلکہ دنیا کی کل قوموں کے لئے تھا۔ تزکیہ نفوس کے لئے آپ کی عقدہمت کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ تمام دنیا کو اپنے اندر شامل کر لیا یہی وہ بات ہے جس کی طرف آیت مندرجہ عنوان میں توجہ دلائی گئی ہے اسی قسم کی اور آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔

لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ نَذِيرًا ۝ اور فرمایا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ پھر فرمایا۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ پھر فرمایا قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا مصلحت الٰہی کا یوں تقاضا ہوا کہ جس وقت نسل انسانی مختلف ملکوں میں علیحدہ علیحدہ پڑتی ہوئی تھی اور قوموں کے باہمی میل جل کے ذرائع بہت کم تھے۔ ان کی ضروریات اور خیالات بھی محدود تھے۔ تو اس نے ہر قوم کی اصلاح کے لئے ایک نبی بھیجدیا یا بعض قوموں میں کئی کئی نبی بھی بھیجدیئے۔ ان انبیائے نے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق ان قوموں کی اصلاح کی۔ مگر جس طرح وہ قوم محدود تھی۔ اسی طرح ان کا عقدہمت بھی اسی دائرہ کے اندر تھا۔ اور نہ صرف مکان کے لحاظ سے بلکہ زمانہ کے لحاظ سے بھی انکی قوت قدسی کا دائرہ ایک جگہ کر ختم ہو جاتا۔ جہاں یا جب دوسرے نبی کی ضرورت پیش آتی لیکن جہاں اس طریق سے اللہ تعالے نے کل عالم ربوبیت روحانی کا سامان کر دیا۔ اس کے ساتھ

Marfat.com

ہی انسانوں کی تنگ ظرفی کی وجہ سے ہر قوم میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے فلاں خاص قوم کو ہی اپنی مہربانی کے لئے چن لیا ہے۔ اور دوسری کسی قوم کو اس نعمت سے حصہ نہیں ملا پس یہ ایک خطرناک قومی تفریق پیدا ہو گئی۔ اور ملکی حد بندیوں نے تعلقات انسان کے اندر ایسی قیود پیدا کر دیں کہ ہر ایک قوم اپنے سوائے دوسروں کو ہیچ سمجھنے لگی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے یوں مقدر فرمایا کہ تمام انبیاء کے آخر پر ایک نبی بھیجے جو کل قوموں کی طرف مبعوث ہو۔ اور جس کی قوت قدسی جس طرح مکان کے لحاظ سے ساری زمین پر محیط ہو۔ اس طرح زمانہ کے لحاظ سے اس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہو۔ اس لئے جب قومی نبیوں کا دائرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منتہی ہو گیا اور حضرت عیسیٰ کو بھی یہی کہنا پڑا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ تو رحمۃ للعالمین کا ظہور دنیا میں ہوا۔ انبیاء سابقین کی مثال ایسی تھی جیسے ایک اندھیری رات میں مختلف مکانات میں مختلف چراغوں کی روشنی ہو۔ ان کا وجود تاریکی کے اندر ایک شمع نور افگن تھا۔ مگر جس طرح چراغ ایک کمرہ کے اندر ہی روشنی دے سکتا ہے۔ اسی طرح ان کے نور ہدایت ان کی قوت قدسیہ کا دائرہ ہی اسی قوم کے اندر محدود تھا۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم کا ظہور اقدس آفتاب عالمتاب کا طلوع ہے جس کے باعث دنیا کے چاروں کونوں میں روشنی پہنچ جاتی جس کی شعاعیں زمین کے ہر کونہ کو منور کر دیتی ہیں۔ انبیائے عالم سب روشن چراغ تھے۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم آفتاب عالمتاب تھے۔ چراغ کی روشنی ایک مکان کے اندر محدود ہوتی ہے۔ اور ایک وقت کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حالت ان انبیاء کی تعلیم کی تھی۔ آفتاب کل عالم کو روشن کرتا ہے۔ اور اس کی روشنی قیامت تک اس عالم کو منور کرتی رہے گی یہی کیفیت محمد الرسول اللہ کی تعلیم کی ہے۔ بس یہ دوسری بات ہے جو آپ کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔

دنیا میں کوئی ترقی بغیر ایک قید لگانے کے ممکن نہیں۔ اس لئے ہر قوم نے اپنی قوم کی ترقی ہی کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ لیکن اگر آپ بھی انھیں لوگوں کا اتباع کرتے۔ تو آپ کے آنے کی اصل غرض ہی پوری نہ ہوتی۔ آپ کے آنے کی بہت سی اغراض میں سے ایک غرض قومی اور

Marfat.com

ن بیدد لوکر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا تھا۔ اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اور غور کیا جائے تو قومی اور ملکی قیود مصنوعی قیود ہیں پس ایک فطری مذہب مصنوعی قیود کو قائم نہ رکھ سکتا تھا۔ اگر اور مذاہب کے افراد کو اکٹھا کر کے ایک قوم بنانا تھا۔ تو اسلام کی غرض قوموں کو اکٹھا کر کے نسل انسانی کا ایک اتحاد پیدا کرنا تھا۔ اس لئے اسلام کی تعلیم نے قومی قیود کو اسی طرح توڑ کر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی ہے۔ جس طرح مختلف مذاہب نے شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کی بنیاد رکھی تھی۔ وہ بھی ایک بڑا کام تھا جو پہلے انبیا کے سپرد کیا گیا۔ مگر یہ کام اس سے بدرجہا اعلیٰ ہے۔ بلاشبہ شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کا پیدا کرنا ایک بہت بڑا کام ہے۔ مگر قومی تفریقوں کو دور کر کے نسل انسانی کی وحدت کا پیدا کرنا ایک نہایت دشوار امر ہے لیکن قومی تفریقوں کو دور کر کے نسل انسانی کی وحدت کے پیدا کرنے کے سامنے ہیچ ہے۔ یہ تیسری خصوصیت ہے۔ جو نبی کریم صلعم کو تمام انبیا میں ممتاز کرتی ہے۔ اور بھی بیشمار خصوصیات ہیں جن کی ان صفحات میں سمائی نہیں۔

خوشتر آن باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید با حدیث دیگراں

# آنحضرت کی بابت اُن غیر مذہب پیشواؤں کے خیالات اور رائیں جو اسوقت موجود ہیں

# رسول اکرم مصلح اعظم

از راج کماری مادھوری صاحبہ بی۔ اے۔ ایڈیٹر رسالہ مادھوری الہ آباد

ہر پیغمبر لازمی طور پر ایک ریفارمر ہوتا ہے۔ ایک پیغمبر کی ضرورت ہی اس وقت ہوتی ہے کہ جب دنیا سے حق و صداقت مفقود ہو کر ظلم و عدوان کی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور جب لوگ اپنے خالق اور اپنے

Marfat.com

۔۔۔۔۔۔۔۔ مالک کو بھول کر پیکر ہائے محسوس کی پرستش اور عبادت کرنے لگتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک مصلح تھے۔ اور واقعات کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ آپ دنیا کے مصلح اعظم تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہاتما گوتم بدھ کے متعلق بھی اسی قسم کے دعوے کئے جاتے ہیں اور بہت سے لوگ ان دونوں بزرگوں کو دنیا کے سب سے بڑے مصلح قرار دیتے ہیں۔ ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کے مصلح ہونے سے بھی انکار نہیں ہے۔ اور دنیا پر انہوں نے اپنے وقت میں جو کچھ احسان کیا ہے اس کا بھی دل سے اعتراف ہے لیکن اگر ذرا دقیق نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ "مصلح اعظم" کا خطاب سب سے زیادہ جس مقدس ہستی پر پھبتا ہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حقیقت یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے مشن میں کامیاب ہی نہ ہوئے اور مذہب عیسوی کی جو کچھ ترقی ہوئی وہ آپ کے بعد آپ کے معتقدین کی کوششوں کی رہین منت ہے۔ اس لئے مصلح اعظم کا خطاب تو صرف اسی بنا پر ان سے واپس لیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی قوم کی اصلاح کرنے میں کامیاب بھی نہ ہو سکے۔ اور ان کی مدت حیات میں کوئی ان کی تعلیمات کی طرف متوجہ ہی نہ ہوا۔ ان کے مصلح اعظم نہ ہونے کے اور وجوہ بھی ہیں اور وہ یہ کہ ان کی تعلیمات میں جہاں بہتر سے بہتر اور پسندیدہ سے پسندیدہ اجزا موجود ہیں وہاں بعض ایسی چیزیں بھی ملتی ہیں جن کے متعلق یہ کہنا پڑے گا کہ وہ اس دنیا کے انسانوں کے لئے نہیں تھیں۔ ان کا یہ حکم کہ "اگر تمہارے داہنے گال پر کوئی طمانچہ مارے تو تم بایاں گال بھی اس کے سامنے کر دو" یہ ایک ایسا حکم ہے جس کی پابندی شاید خود ان کے لئے بھی دشوار ہی ہوتی۔ اور یہ تو یقینی ہے کہ ایک بھی عیسائی خواہ وہ مذہب کا کتنا ہی سچا عاشق کیوں نہ ہو اس حکم کی تعمیل ہرگز نہیں کر سکتا۔

مہاتما بدھ کا مشن نسبتاً بہت زیادہ کامیاب رہا اور انھوں نے اپنی کوششوں کا نتیجہ اپنی زندگی ہی میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا لیکن جہاں تک تعلیمات کا تعلق ہے ہیں ان کے ارشادات میں بھی بہت سی ایسی ہی باتیں ملتی ہیں جو انسانوں کے لئے ناقابل عمل ہیں یا کم سے کم ایسی ہیں کہ

Marfat.com

دو اقران پر عمل درآمد کیا جائے تو دنیائے انسانی کو ترقی کے کئی زینے نیچے کی طرف آ رنے پڑیں گے۔ حضرت عیسیٰ اور مہاتما بدھ دونوں کی تعلیم کا اصل اصول "رہبانیت" یا دنیا سے ترک تعلق ہے۔ اور بد قسمتی سے یا خوش قسمتی سے انسان صرف اسی لئے پیدا ہوا ہے کہ اسی دنیا میں رہے اور اپنے گرد و پیش کی چیزوں سے تعلقات رکھے دونوں کی تعلیم میں "رحم" کرنے کی تلقین بدرجہ اتم کی گئی ہے لیکن رحم کی افراط فی الحقیقت ظلم کا دوسرا نام ہے۔ ایک ڈاکو پر رحم کرنے کے معنے اسکے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ ہم بہت سے نیک اور اچھے لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں جنھیں وہ لوٹیگا۔ رحم کے استعمال کو صحیح اور مناسب اسی وقت تک کہا جا سکتا ہے کہ جب تک وہ انصاف پر غالب نہ آئے اور اس معاملہ میں شاید کسی مذہب کی تعلیم بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو اپنے پیروؤں کو نہایت سختی کے ساتھ حکم تو دیتا ہے انصاف کرنے کا لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتا دیتا ہے کہ خدا معاف کر دینے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اس کے معنے یہی نکلتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے پر ظلم نہ ہوتا ہو تو ہمیں ضرور رحم ہی کرنا چاہیے۔ لیکن ایک شخص پر رحم کر کے دوسروں پر ظلم کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لحاظ سے بھی سب سے زیادہ کامیاب مصلح تھے کہ آپ کی تعلیمات کو آپکی زندگی ہی میں عالمگیر شہرت اور مقبولیت حاصل ہو گئی اور اس لحاظ سے بھی کہ آپ کی تعلیمات کا مقصد انسان کو "فرشتہ" یا کوئی اور چیز بنانا نہ تھا بلکہ "انسان کامل" بنانا تھا۔ آج مہذب اور متمدن دنیا اپنی ترقیوں اور کامیابیوں پر جس قدر چاہے ناز کرے۔ لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اگر دنیا میں اسلام اور پیغمبر اسلام کا ظہور نہ ہوا ہوتا تو علم و فن اور تمدن و تہذیب سب یورپ کے تنگ نظر اور نفس پرست عیسائی راہبوں اور پادریوں کے ہاتھوں کبھی کے فنا ہو چکے ہوتے اور آج دنیائے انسانی ترقی کی اتنی اونچی منزل پر پہنچنے کی بجائے پستی اور ذلت کے غار میں پڑی ہوتی۔ دنیا سے غلامی اور شہنشاہی کو مٹا کر مساوات قائم کرنا اور دنیائے انسانی کی آدھی آبادی یعنی فرقہ نسواں کو ذلت اور غلامی کے گڑھے سے نکال کر مردوں کے پہلو بہ پہلو بٹھانا اسلام کے لئے

Marfat.com

کارہائے نمایاں ہیں کہ جن پر تمدن مدت العمر ناز کریگا، اور حصول علم ہر مسلم مرد و عورت پر فرض کر دینا اور علم کی تلاش میں انھیں ساری دنیا میں مارے مارے پھرنے کا حکم دینا اسلام کے ایسے کارنامے ہیں کہ جن کے احسان سے تہذیب کبھی سر نہیں اٹھا سکتی۔ یونان کے علوم و فنون مردہ ہو چکے تھے اور عیسائی پادریوں کے فتوے کے مطابق ہر وہ شخص کافر تھا جو دینیات کے محدود علم کے علاوہ کسی اور علم کی طرف توجہ کرے۔ اگر مسلمان اندلس کو فتح نہ کرتے اور یونانی علوم کو عربی زبان میں منتقل کرنے کی مبارک کوشش نہ کی جاتی تو بوثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ انسان آج موٹروں اور ہوائی جہازوں میں اڑتے پھرنے کی بجائے پھر اسی "دور سنگین" میں پہنچ گیا ہوتا کہ جب پتھروں سے بنی ہوئی گپھائیں اس کا مکان تھیں اور پتھروں کے نوکدار اور دھاردار ٹکڑے اس کے تیشے اور بسولے۔ دنیا والے بھول جائیں مگر دنیا اسلام کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتی کہ اس نے انسانی کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیا۔ اور تہذیب و تمدن کو پھر ترقی کے راستہ پر لگا دیا۔

# تن دودھ سے تری اور

(از شری میاں ترلوک چند صاحب پوری بی۔ اے شملوی)

ہے سنسار کار تیرے اس ہند و داس کو تیرے ملنے کی آسا نے بیاکل بنا رکھا ہے۔ دیکھنے میں کشل پر دکھ ہو ل رہے جیون پران اپنے رد ہے کی کرو کرندن کس پر کار سنوں آؤ۔ آؤ۔ میری اکولت اکانگشا کی پیاس بجھاؤ۔ آؤ کیوں مرے و کہت رو ہے پر پر بھو شوک کی شلا دہرتے ہو تمہاری شکتی اسیم ہے کیا تم اتنا بھی نہ کرو گے۔ کہ میرے پاس آؤ پر بھو میں نے تمھیں اپنے سامنے کیڑا کرتے کبھی نہ دیکھا۔ ہاں ایکبار تمھیں سپنے میں دیکھا تھا۔ آہا کیا بھوبن موہن روپ تھا کیسی الوک چھا تھی پرنتو وہ مورتی اسی پرکار جھلک دکھا کر چھپ گئی جس پرکار بجلی بادلوں میں اپنی مانا پرکٹ کو جھانک کر پھر بادلوں کی اوٹ ہو جاتی۔ آؤ میں تمھیں من مندر میں جاؤنگا شردھا آسن پر بٹھاؤنگا۔ کرشن گوالے کی سوگند تمھارے لئے "مارنے وہ ہے ہوئے دودھ سے دھو دونگا۔ تمہارے پاؤں کی دھون پیوں گا اور اپنے

Marfat.com

ہے عرب دیش کے راج کمار ......... سوبھاگ پر گھمنڈ کروں گا۔

پریم پیارے تم الکیشن ہو تمہارے داس کیوں لکیشن میں رہیں تم سرو دیش ہو ہم دوسروں کے داس بنکر کیوں رہیں۔ پوجیہ تم جگت داتا ہو تمہارے نام لیوا دوسرے کے آگے کیوں ہاتھ پھیلائیں دیکھو میرے رشی مندر میں پردیش کرنیوالے دیکھو میں تمہارا داس ہوں میری لاج رکھنا تجھے تم پربان ہے۔ یہ مان ترسکار کی اگنی میں جلنے نہ پائے اس سنسار کے رہنے والوں نے اتیاچار رکھا ہے دہرم پر ادہرم کی بھاری مار ہے آؤ اور دکھاؤ کہ پتھر میں نہیں چمک ہیرے میں ہے۔ جھوٹ میں نہیں ہیما سچ میں ہے۔

بھری سبھا میں ستی سادھوی کرشنا کی لاج رکھوانے والے چنتامنی کے من کی اندھیری گھی میں اپنی پوتر سکھشا کے پھول برسانے والے تیرا یہ داس بھی شترؤں کے جال میں پھنسا ہے گیان کا دیا بجھ گیا ہے۔ ہے پربھو ہے مادھو دیکھنا یہ چکور چندر مان کو تیاگ کر پٹ بیجنے کی اور درشٹی نہ لائے گیان کو چھوڑ کر اگیان پر دھیان نہ دے، بدی ایسا ہی ہوا تو ہمارا کیا ہے لوگ باگ تمھیں پر کٹاکش کرینگے کہ ایسے نکتی مان کے داس اور ان کے یہ درbhاگ۔ دوش ہمارا ہی سہی پر تو ...... کیا کہوں

نین دو ڈھمرے تری اور

# حضرت محمدؐ صاحب

(از مسز لکھوتی جین صاحبہ ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب)

حضرت محمدؐ صاحب کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے تو نوحؑ کی عمر بھی ناکافی ہے۔ اور تمام دنیا کی سیاہی اور کاغذ بھی اگر اس مضمون پر ختم کر دیئے جائیں۔ تو میری اپنی رائے بہ لفظِ مضمون سے پورا پورا انصاف نہیں ہوگا۔ میں ایسا کہنے میں کسی قسم کی مبالغہ آمیزی نہیں کر رہی ہوں بلکہ یہ میرے دلی جذبات ہیں۔

جس محترم رشی نے عرب جیسے ملک کو روحانی روشنی سے منور کر دیا۔ جس نے دنیا کے

Marfat.com

تمام انسانوں میں ایک نئی روح پھونکدی ان کے متعلق کچھ لکھنا مجھ جیسی ابلاکی شکتی سے باہر ہے۔

بلاشک وشبہ اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ حضرت محمدؐ صاحب کا درجہ دنیا کی ممتاز ہستیوں میں بلند ترین ہے۔ انھوں نے جو کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ اور اپنی شخصیت سے اس دنیا میں جو نہ مٹنے والا اثر ڈالا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ نہ محض اسلام کے پیروؤں میں بلکہ غیر مسلموں میں بھی محبوب ہیں۔

حضرت محمدؐ صاحب سے پہلے تمام ملکوں کی سوسائٹی میں عورت کا کوئی درجہ نہ تھا۔ اور وہ محض شخصی جائداد سمجھی جاتی تھی۔ حضرت محمدؐ صاحب نے ان کو مردوں کے برابر حقوق عطا کئے۔ والدین خاوند اور بھائی کی جائداد میں اس کا حصہ مقرر کیا۔ اور مجھے تو یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ عورتوں کو جو آزادی آج حاصل ہے۔ اس کا بیج حضرت محمدؐ صاحب کے دست مبارک سے ہی بویا گیا تھا۔ اور اسلئے دنیا کی عورتیں جتنا بھی ان کا شکریہ ادا کریں۔ تھوڑا ہے۔

## فیس ازم اور کمیونزم

آج دنیا بھر کی سیاسیات نے کمیونزم و فیس ازم کا بہت چرچہ ہے۔ اور کیپٹل ازم کے برخلاف بہت پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اور اس میں شک بھی کوئی نہیں ہے۔ کہ بہت سی مجلسی بیماریاں اسی کیپٹل ازم کی بدولت ہیں۔ اور اگر آج یہ جاتا رہا تو امن اور شانتی کا راجیہ ہوجائے۔ سب سے پہلے کیپٹل ازم کے برخلاف آواز حضرت محمدؐ صاحب ہی نے اٹھائی۔ اور سود کا لینا دینا یکقلم موقوف کردیا۔ اور اس کو گناہ قرار دیا۔ آجکل جو فیس ازم کا طریق حکومت ہے اسکے بانی بھی حضرت محمد صاحب ہی تھے۔

انہوں نے اسلام میں خلافت کی بنیاد ڈالی جسمیں خلیفۃ المسلمین ڈکٹیٹر ہوتے تھے۔ اس میں حضرت صاحب نے فیس ازم و کمیونزم کو اس خوبی سے ملایا ہے۔ کہ بڑے بڑے سیاستداں بھی حیران ہیں۔ حضرت محمدؐ صاحب اول درجہ کے انصاف پسند تھے۔ اور انصاف کے مقابلہ میں کسی کی رورعایت

Marfat.com

کرتے تھے۔ عدل و انصاف کی جو مثال انھوں نے قائم کی ہے۔ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ملنی نہایت دشوار ہے۔ اپنے نزدیک سے نزدیک اور عزیز سے عزیز رشتہ دار کو قانونی سزا دینے میں انھوں نے کبھی تامل نہیں کیا۔ اسلام کی ایک اور بڑی خوبی جس کی دنیا کو سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اس میں اونچ نیچ کا برتاؤ بالکل نہیں ہے۔ خدا کے سب بندے یکساں ہیں۔ ہر ایک آدمی اپنے اپنے عمل ہی سے چھوٹا بڑا ہے۔ اور کوئی دوسرا مذہب انسانی اخوت اور مساوات کے اصول پیش نہیں کرتا۔

بعض گمراہ آدمی یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اسلام میں (tolerance) نہیں ہے۔ اور شاید یہ حضرت محمد صاحب کی تعلیم کی وجہ سے ہو۔ مگر ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ حضرت محمد صاحب نے امن و امان کی مکمل تعلیم دی ہے۔ اور ان کی اپنی زندگی اس قسم کے ہزار ہا واقعات سے پُر ہے۔ انھوں نے اپنے دشمنوں کے مذہب میں کبھی دخل نہیں دیا۔

میری خواہش ہے۔ کہ حضرت محمد صاحب کی یہ تعلیم دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلے۔ اور امن و امان کا راج ہو۔ ان کی زندگی ہمارے لئے مشعلِ ہدایت ہے اور ہم اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کی زندگی سے متذکرۃ الصدر چند واقعات سے ہم کچھ سبق لیکر ملک اور قوم کی خدمت کریں۔

# سُنبل دیپ کا کلنگی اوتار یعنی عرب کا شیام سُندر

(از پنڈت گوپال کرشن صاحب بی۔ اے ایڈیٹر بھارت سماچار بمبئی)

رشی محمد صاحب کی زندگی پر جب ہم وچار کرتے ہیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ایشور نے ان کو سنسار سدھار کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ان کے اندر وہ شکتی موجود تھی جو ایک گریٹ ریفارمر اور ایک مہاپرش میں ہونی چاہیے آپ نے عرب کے چرواہوں کو جو ظلم و ستم کے عادی ہے۔ انسان کامل بنایا ان کے اندر رحم و کرم حلم و تواضع اور محبت اور پریم کے جذبات پیدا کئے۔

Marfat.com

وہ جاہل اور وحشی تھے۔ پرنتو چند روز میں ان کو حکمرانی کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچا دیا۔ وہ اپنے بھائیوں کا خون بہانا ایک معمولی کام سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت محمد صاحب کی تعلیم سے ایسے دیالو ہو گئے کہ دنیا کی کھوئی ہوئی امن و سلامتی کو دوبارہ قائم کر دیا اور خود امن و شانتی کے محافظ بن گئے۔

حضرت محمد رحمدل بھی تھے۔ اور سخت مزاج بھی اگر ایک غریب پریشان حال اور یتیم کو دیکھکر آپ کو رحم آجاتا تھا تو ایک ظالم اور امن کے دشمن کے مقابلہ میں آپ سخت مزاج تھے۔ اور اس کے لئے آپ کے پاس رحم نہیں تھا۔ ایشور نے ان کے ہردے کو پوتر بنایا تھا۔ وہ بہت دیالو تھے، پرنتو انصاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ عرب کے فاتح اعظم تھے لیکن مفتوح اقوام کے لئے رحیم و کریم تھے۔ جن لوگوں نے آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر ظلم کیا تھا۔ اگر آپ چاہتے تو ان کو سولی پر لٹکا دیتے۔ لیکن آپ نے ان کے گناہ معاف کر دیئے۔ اور ان سے انتقام نہیں لیا۔ یہ ایسا تاریخی واقعہ ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ آپ کے جیون چرتر میں یہ عجیب بات نظر آتی ہے کہ امن و شانتی کے دشمن کو آپ نے کبھی معاف نہیں کیا۔ اسی طرح اپنے ذاتی دشمن سے کبھی بدلہ لینے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ لیکن بدلہ لینے کو ناجائز نہیں بتلایا کیونکہ ایسا کرنا نیچر کے خلاف تھا۔ آپکے رحم و کرم کی یہ کیفیت تھی کہ آپ سخت سے سخت باتیں نہایت شانتی سے سن لیتے تھے۔ آپ کے جیون میں ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی۔ کہ اپنے دشمن کا آپ نے ویسا ہی سخت جواب دیا ہو۔

آپ کی غریب پروری کا یہ حال تھا کہ کبھی کوئی بھکشک آپ کے دروازہ سے محروم نہیں گیا۔ یہانتک کہ اگر آپ کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا۔ تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نام سے قرض لیلو جس وقت میرے پاس ہوگا ادا کر دوں گا۔

آپ کے کیریکٹر کے متعلق کبھی آپکے دشمن نے بھی کوئی شبہ ظاہر نہیں کیا۔ اور سب آپ کو پوتر منش سمجھتے تھے۔ دنیاوی جیون بھی آپ کا سندر تھا۔ آپ اپنی معاش کے واسطے خود محنت

Marfat.com

رہتے۔ اور دوسروں کو بھی محنت کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے حضرت مسیح کی طرح تمام عمر سنیاس کا اپدیش نہیں دیا۔ بلکہ دنیا میں رہنے اور دنیا کو برتنے کے ایسے زرّین اصول بتائے جن میں عزت ہے اور شانتی ہے۔

آپ کے پیدا ہونے سے پہلے عرب میں اسی طرح مورتی پوجا ہوتی تھی جس طرح ہندوستان میں ہوتی ہے۔ آپ کی تعلیم سے مورتی پوجا مٹ گئی اور ایشور بھگتی کا دھیان پیدا ہوا۔ اور یہ آپ ہی کی کرپا تھی۔ کہ عرب کے ظالم ڈاکو اعلیٰ درجہ کے مہنت اور سوامی بن گئے۔ آپ نے عربوں کے اندر یہ بات پیدا کر دی کہ وہ ایک ہی سمے میں آتما کی سدھار کا کام بھی کرتے تھے۔ اور جنرل کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے۔ آپ نے استریوں کی مظلومیت کا خاتمہ کیا۔ آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ان کے کچھ حقوق نہ تھے۔ ان کی مظلومیت حد سے گذر چکی تھی۔ آپ نے ان کو عزت دی اور ان کے حقوق مقرر کئے۔ اور ان کو مساوات کا تاج پہنایا۔ آپ کے جیون میں سب سے زیادہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ اگر آپ چاہتے تو لاکھوں روپیہ جمع کر سکتے تھے۔ اور شاندار مکانات بنوا سکتے تھے۔ لیکن آپ نے اپنے بچوں اور استریوں کے لئے کوئی سرمایہ جمع نہیں کیا۔ اور بالکل سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک چمکتی ہوئی تعلیم آپ کی یہ ہے کہ آپ نے امیر و غریب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔ آپ کے آنے سے پہلے غریبوں کو جانور سے بدتر سمجھا جاتا تھا۔ ان کے کچھ حقوق نہ تھے۔ آپ نے ان کو عزت دی۔ آپ نے فرمایا غریبوں کے پہلو میں بھی ایک دل ہے جو اچھے سلوک سے خوش ہوتا ہے اور برے سلوک سے ناخوش۔ یہ غریب نوازی کی تحریک آج بھی زندہ ہے۔ آپ مساجد میں جا کر دیکھئے وہاں آپکو امیر غریب ادنیٰ و اعلیٰ اور راجہ و بھکشک سب ایک ہی صف میں نظر آئیں گے۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جن کو سمجھدار آدمی پسند کرتے ہیں۔ اور ان کی عزت کرتے ہیں۔ بولو شری محمدؐ کی جے۔

# محمدؐ کی امتیازی شان

(مصر کے پادری لیف رائے کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

میں اپنے اس مضمون میں محمدؐ کی حیات اور آپ کی رسالت کے ان گوشوں پر تبصرہ کرنا چاہتا ہوں جو میرے علم کے مطابق ابتک بالکل اچھوتے ہیں۔ اور جن کی طرف مجھ سے پہلے کسی کی نظر نہیں گئی۔ اس لئے کہ ہر سیرت نگار نے آنحضرت کی تاریخ حیات اور بلاغت قرآن کے اعجاز سے بحث کرنے پر اکتفا کی ہے۔ میں قرآن کی بلاغت اور محمدؐ کے شرف کا انکار نہیں کرتا۔ اور اس شرف و اعجاز رسالت کو جو جو کامیابیاں حاصل ہوئیں ان سے بھی مجھے انکار نہیں لیکن ان کامیابیوں کے سلسلہ میں یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کی غیر معمولی شخصیت ہی کام کر رہی تھی۔

وہ شخصیت جس نے اپنے سرکش دشمنوں کو رام کرنے میں عجیب وغریب حذاقت و فطانت کا ثبوت دیا ہے۔ اس لئے اس موقع پر یہ بھی مناسب ہے کہ محمدؐ کی شخصیت کی تحلیل اور تجزیہ کیا جائے کیونکہ یہ ہی سب سے زیادہ توجہ کے قابل نکتہ ہے۔ رہا قرآن اور اس کا معجزہ ہونا۔ تو ائمہ سلف اور خصوصًا محمدؐ نے اس کی بلاغت کو پوری قوت کے ساتھ ثابت کر دیا ہے۔

میرا بنیادی مقصد اس وقت یہ ہے کہ میں محمدؐ کی نبوت کو ثابت کروں جس کا انکار ایک بالکل ہی جاہل کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس موضوع پر سیر حاصل بحث کے بعد ان مسیحی نوجوانوں کو جن کے دل آنحضرت کی عظمت و حرمت سے خالی ہیں، انھیں آپ کی شخصیت کے اعتراف پر مجبور کر دوں گا۔

کبھی، بلکہ جب کبھی، مجھے کسی مسلمان شخص یا مسلمان جماعت کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا اور بالقصد یا بلا قصد آدم سے لیکر اس وقت تک کے تمام انبیا میں سے کسی ایک کا ذکر آگیا تو میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی استہزائی یا معترضانہ جملہ کسی کے منہ سے نکلا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا

لا اسلام اپنے متبعین کو تمام انبیا کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ کہ مسلمان بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ دینی تعلیمات اور رسول کے حکموں کے پرستار ہیں۔ اس عمل میں بوڑھے اور جوان جاہل اور عالم سب برابر ہیں۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی اور مجھے ناقابل بیان صدمہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ نجات دہندۂ عالم محمدؐ کا ذکر کسی مسیحی مجلس میں آیا تو یک بیک نفرت و حقارت کے ساتھ پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ غیظ و غضب اور جہالت کا اظہار زبانوں سے ہونے لگتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قریش کا یہ سردار گویا افریقہ کا خونخوار درندہ ہے جس کا ذکر قوت سامعہ پر ناگوار اثر ڈالتا ہے۔

مسلمان مسیح کا احترام کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی رسالت کا معترف اور آن پر درود و سلام بھیجتا ہے البتہ اس میں اس کو شک ہے کہ مسیحیت ویسی ہی پاک و صاف حالت میں ہم تک پہنچی ہے۔ جس حالت میں اس کی حضرت مسیح نے نشر و اشاعت کی تھی بخلاف ایک مسیحی کے وہ حضرت محمدؐ کی نبوت کا انکار کرتا ہے۔ ان کی کسی فضیلت کا معترف نہیں۔

مسیحیوں کی ایک کثیر جماعت کی نظر میں محمدؐ کی شخصیت ایک بدوی سے زیادہ نہیں جو اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے وقت کا منتظر ہو۔ اور جس نے تلوار کو حصول مقصد کا ذریعہ بنایا ہو یہاں تک کہ اُسے استقلال حاصل ہو گیا۔ اور ملک اس کا مطیع ہو گیا۔ اس لئے محمد صلعم نہ تو رسول تھے نہ ان پر وحی آتی تھی لیکن اس انکار نے محمدؐ کی عظمت کے میدان کو اور مستحکم کر دیا اس لئے کہ قرآن جس روحانیت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور جن عبرت آموز قصوں کو بیان کرتا ہے۔ وہ توریت و انجیل کی تعلیم سے بالکل مختلف نہیں ہیں۔ یہ وہی چیز ہے جو عرب کے یہود و نصاریٰ کی زبان سے بھی نکل چکی ہے۔ اور محمدؐ اور آپ کی رسالت کے بارہ میں بھی یہ اظہار سنگدلی ہے۔ کوئی نئی بدعت نہیں بلکہ آپ کے زمانہ کے قریش اور غیر قریش مخالفین نے بھی اس قسم کی باتیں کہی تھیں۔ اس لئے آجکل کے عیسائیوں کا انکار کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ایک چیز کی تکرار اور اعادہ ہے۔ ہم ان کے خیال کی تردید نہ کرتے اگر ہمیں یہ نہ معلوم ہو جاتا کہ ان میں تاریخ رسالت سے واقفیت رکھنے والے

Marfat.com

عرب ہیں۔ بلکہ سارے عالم مسیحی میں دس سے زیادہ نہ ہوں گے۔ اور یہ دس بھی تقریباً تمام کی تمام جماعت متعلین سے متعلق ہوں گے۔ اور اگرچہ ہم ان کو اپنا مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔۔۔ کیونکہ ان میں سے بعض ایسے ہی ہیں۔ جن کی علمیت پر نفسانیت کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور اس لئے انہوں نے ازراہ تکبر نجات دہندۂ شرق سیدِ عرب محمدؐ کی عظمت ہی کا انکار کر دیا۔ ہمیں مغالطہ میں ڈالنے کے لئے کوئی مسلمانوں کی طرف سے یہ معذرت پیش کر سکتا ہے کہ ان پر حضرت مسیح کی رسالت کا اعتراف واجب وضروری ہے۔ جس کی قرآن بھی تائید کرتا ہے۔ بخلاف مسیحی کے کہ اس کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ مسیحیت کی حدود سے آگے قدم بڑھاتے ہوئے ایسی نبوت کا اعتراف کرے۔ جو انجیل کی بنیاد کو منہدم کرتی ہو۔ اصولی عقائد میں اس سے اختلاف رکھتی ہو۔ اور وہ اس کے ساتھ انجیل سے متاخر بھی ہے۔ اور ہر ایک اپنے آخری مذہب کو تمام شریعتوں کا جامع سمجھتا ہے۔ پس جسطرح مسلمان حضرت محمدؐ کے سوا کسی اور کی نبوت ورسالت کے معترف نہیں ہو سکتے تو اسی میں کیا مضائقہ ہے اگر مسیحی عیسیٰؑ کے بعد ہر ایک نبی کا انکار کریں۔ لیکن اس کی حیثیت ایک منطقی مغالطہ سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اس خیال کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو بالکل ہی کھوٹا ثابت ہوگا۔ اس دعویٰ کو سمجھنے کے لئے پہلے ہم نبوت کی تعریف کرینگے پھر اس کی تحلیل عقلی نبوت ہمارے نزدیک ایک مختصر لیکن جامع الفاظ میں اس وصف کو کہتے ہیں جس کے فہم سے عقل بشری قاصر ہو اور جو امکان کی حدود سے نکل کر ایک عجیب اعجازی شان اختیار کرے۔ پھر اسی کیساتھ دعوت توحید اور ہدایت کرنے میں اپنے آپ کو فنا کر دے۔ اب سوال ہوتا ہے کہ کیا محمدؐ اپنی دعوت میں یا آپ کی دعوت روح نبوت کے لحاظ سے مذکورہ بالا تصریحات کے سوا کوئی اور شان رکھتی ہے۔

اگر یہ لوگ کوئی مذہب رکھتے ہی ہوں تب بھی کس قدر حیرت انگیز کرشمہ ہے کہ ایک ان پڑھ انسان دعویٰ رسالت کے ساتھ اُن کے قلب کو نشانہ بناتا ہے۔ اُن کے مذہب کو ختم کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ اُن کے سامنے اس زور وشور سے گویا ہوتا ہے کہ اُن کی زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں اور موت کی بازی لگا کر اُن کے ذاتی فخر وغرور شرافت اور کورانہ تقلید کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ کیا یہ

Marfat.com

سمجھنا چاہیے کہ محمد کس طرح اور کس صورت سے کامیاب ہوئے۔

حضرت محمدؐ صرف اپنی بلاغت کی وجہ سے کامیاب نہیں ہوئے۔ نہ صرف اعجاز بلاغت قرآن کی وجہ سے۔ اگرچہ کسی حد تک اعجاز قرآن اور اس کی بلاغت کو اثر اندازی میں دخل ضرور رہا ہو لیکن اس حیرت انگیز انقلاب کو صرف بلاغت کا رہین منت نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے عرب کی سرزمین نے امرأ القیس، قس، اور ابن ابی الصلب جیسے شعراء پیدا کیے۔ اسی خاک سے امیر المومنین علیؑ، سحبان، جاحظ، ابن المقنع، متنبی، معری اور بہت سے لوگ تھے۔ مگر ان لوگوں نے دنیوں میں وہ بات پیدا نہ کی۔ جو محمدؐ نے پیدا کر دکھائی۔ ان کی فصاحت نے وہ اثر پیدا نہ کیا۔ جو محمدؐ نے جس نے عقلوں کو سرگرداں اور ذہنوں کو متحیر بنا دیا۔

رَبِّ محمدؐ کی قسم۔ محمدؐ کی کامیابی کا راز ان کی شخصیت میں مضمر ہے۔ جس کا مثل عرب کی حدود علم میں نہیں ملتا۔ ان کی کامرانی میں وہ روح کارفرما تھی جس کی قوت و تاثیر کے سامنے تمام قوتیں ہیچ ہیں۔ بلاغت ایک عطیہ الٰہی ہے۔ جس میں بعض اوقات بہت سے لوگ مساویانہ حصہ پاتے ہیں۔ اور یہ نعمت بہت سے لوگوں کو دی بھی گئی ہے۔ مگر وہ اس عظمت سے یقیناً محروم ہیں جو محمدؐ کو حاصل ہے۔ خدا نے اس عظیم الشان نعمت کے خلعت سے محمدؐ کو نوازا جس کے نتیجہ میں آپ فخر شوق اور فاتح عالم بنے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ کہ محمدؐ کی رسالت بلاغت کی رہین منت ہے۔ اس لئے کہ ہر عربی بلیغ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہر بلیغ نبی نہیں ہو سکتا۔ اور کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ عرب محمدؐ کی بلاغت سے متاثر ہو کر ان کے مطیع ہو جاتے۔ اگر اس بلاغت کے سوا آپ اپنی غیر معمولی شخصیت کے حامل نہیں ہوتے۔

بلاشبہ محمدؐ زبان عربی میں ایک پاکیزہ کلام لائے تھے۔ لیکن اگر آپ کی مقبولیت کو اسی کا معلول قرار دیدیں۔ تو پھر ان قوموں کی اطاعت اسلام کے متعلق کیا کہا جائے گا کہ جو عرب نہیں تھیں۔ اور جن کو کلام کی بلاغت و فصاحت سے اثر پذیری کا کوئی موقع حاصل نہیں تھا۔ لیکن کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے لوگوں نے اسلام کا حلقۂ اطاعت خوشی سے اپنی گردنوں

Marfat.com

میں نہیں ٹالا تھا۔ بلکہ وہ اس لئے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے کہ وہ مجبور تھے۔ اگرچہ اس قسم کا اعتراض تاریخ سے جہالت و ناواقفیت کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ لیکن پھر بھی اگر اس اعتراض کو تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ وہی لوگ جو کل تک اپنی پوری قوت کے ساتھ اسلام کا مقابلہ کرتے تھے۔ آج اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کیلئے تیار ہیں ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں۔ جو علم کے اثرات اور اس کی قوت کا انکار کر سکے۔ اسی طرح آج کوئی تمدن جدید کی درخشانی و تابانی کا بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن کیا دور حاضر کی بڑی سے بڑی مادی طاقت یا کسی وسیع ترین گہوارۂ علمی کے بس میں یہ بات ہے کہ کسی ان پڑھ تہذیب و تمدن سے بالکل ہی ناآشنا جماعت کو بیس سال کی حقیر مدت میں مدنیت اور تہذیب کا خوگر بنا دے تو پھر تعجب ہوتا ہے کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے ساتویں صدی مسیحی ایک امی شخص نے اس قدر مشکل کام کیسے انجام دیدیا۔ کیا اسے اسباب و علل کا نتیجہ قرار دے سکتے ہیں کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ یا ایک معجزہ ہے جو طاقت بشری کے احاطۂ امکانی سے خارج ہے۔ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ عرب اپنی وحشت و بربریت کے ساتھ ساتھ راہزن۔ خونخوار سخت دل اور اپنے رئیس کے فرمانبردار تھے۔ ان میں بہت کم اتفاق رائے ہوتا تھا۔ صنعت و حرفت اور علوم سے انھیں کوئی لگاؤ نہ تھا۔ ہر چیز کا سطحی مطالعہ کرتے تھے۔ فکر میلانات۔ اطاعت سے یکسر معرا تھے ایسی قوم کو ایک امی نے بےنظیر نظم و اتفاق تہذیب و تمدن۔ اجتماعیات و عمرانیات اور علوم و ادب کا والہ و شیدا بنا دیا ہے۔ یہ ایک ایسی مثال ہے۔ جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ بہر حال کسی جاہل قوم میں تہذیب و علم محمد کا رہین منت ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر محمد اور قرآن اس قوم کے پاس نہ آتا تو اپنی ہستی کو فنا کر بیٹھتی۔ اور اس میں دوسری قومیں ہرگز ہرگز جذب نہ ہوتیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جس دن یہ روحانیت اس میں نہ ہوگی اس دن خدا ہی جانے وہ کس حال میں ہوگی۔ نپولین اور سکندر کیا کسی نے بھی اپنی نیں سے پردۂ عدم سے نکال کر ایک قوم کو منصۂ شہود پر لا کھڑا کیا۔ ان میں سے کسی نے ایک وحشی اور جاہل قوم کو مہذب اور

Marfat.com

...فرینا یا۔ یہی وجہ ہے کہ سکندر کے مرتے ہی اس کی فتوحات کا حلقہ سکڑنے لگا۔ اس کے رعب و دبدبہ کی پرچھائیاں محو ہونے لگیں۔ یہ ہی نپولین کا حشر ہوا۔ زندگی کے آخری لمحات میں جبکہ وہ دنیا کو الوداع کہہ رہا تھا وہ اپنی آنکھوں سے اپنی عظمت کے بت کو ریزہ ریزہ ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا لیکن محمدؐ.... ہاں محمدؐ انہوں نے اس حالت میں دنیا سے کوچ کیا۔ کہ ان کی رسالت کا قدم اب تک مصروف راہ پیمائی ہے۔ رسالت کی کرنیں اپنے مرکز سے نکل نکل کر برابر مصروف ضوفشانی ہیں۔

## محمدؐ انسانیت کا نجات دہندہ ہے

(مشہور عالم ادیب مسٹر برناڈ شاہ کے خیالات)

مسٹر جارج برنارڈ شاہ انگلستان کا وہ مایۂ ناز فلسفی ہے جس کی شہرت کا آجکل ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ وہ ایک ملحد شخص ہے لیکن حضور سرور کائنات کی سوانح حیات اور فلسفہ زندگی نے اُسے بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ مسٹر جارج برناڈ شاہ فرماتے ہیں:۔

"میں نے ہمیشہ محمدؐ صلعم کے مذہب کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا کیونکہ اس کے اندر حیرت انگیز زندگی پائی جاتی ہے۔ میرے نزدیک محمد صلعم کا مذہب ہی ایک ایسا مذہب ہے جسکے اندر ہر زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنیکی صلاحیت موجود ہے۔

بلاشبہ دنیا کو چاہیئے کہ میرے جیسے بڑے آدمیوں کی پیشینگوئیوں کی از حد قدر و منزلت کرے۔ چنانچہ محمد صلعم کے مذہب کی نسبت میری پیشین گوئی یہ ہے کہ امروز فردا میں یورپ اسی کو قبول کریگا۔ اگر میں نے اس حیرت انگیز انسان حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میری رائے یہ ہے۔ کہ محمدؐ کو حضرت عیسیٰ اور عیسائیت کا مخالف نہیں بلکہ عالم انسانیت کا نجات دہندہ سمجھا جانا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر محمد صلعم جیسا

Marfat.com

آدمی موجودہ دنیا کا ڈکٹیٹر بنجائے تو اُسے موجودہ دنیا کی ان تمام الجھنوں کو سلجھا دینے میں ایسی کامیابی ہوگی کہ دنیا کو جس امن و شادمانی کی اس قدر ضرورت ہے وہ امن و شادمانی دنیا کو حاصل ہو جائے گی۔

گو دورِ حاضرہ کا یورپ تو بہت ہی ترقی کر گیا ہے۔ لیکن انیسویں[۱۹] صدی میں یورپ نے اتنی ترقی حاصل نہیں کی تھی اس وقت بھی یورپ کے اندر کارلائل اور گوئٹے۔ اور گبن جیسے ایماندار مفکرین موجود تھے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی حقیقی قدر و قیمت پہچان لی تھی اور اسلئے ان کے زمانہ سے اسلام کے ساتھ یورپ کے طرزِ عمل میں ایک خوشگوار تبدیلی شروع ہو گئی تھی مگر دورِ حاضرہ کے یورپ کو محمد صلعم کے مذہب کے ساتھ زیادہ سے زیادہ انسیت ہوتی جا رہی ہے بیسویں[۲۰] صدی تک یورپ کے قدم اس معاملہ میں اور زیادہ بڑھ جائینگے۔ اور یورپ اپنی الجھنوں کو سلجھانے کے باب میں محمد صلعم کے مذہب کی فائدہ رسانی کو محسوس کریگا۔

خیر یہ تو آئندہ کی بات ہے۔ لیکن اس وقت بھی میرے بہت سے ہم قوموں اور دوسرے یورپین لوگوں نے محمد صلعم کا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اور اس طرح یورپ نے اسلام کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا شروع کر دیا ہے۔

# آنحضرت کی صداقت پر ڈاکٹر کولیر ایل ایل ڈی کے خیالات

ڈاکٹر ڈبلیو۔ ایف کولیر۔ ایل۔ ایل۔ ڈی انگلستان کے بہت نامور ادیب اور مورخ ہیں جن کی تصانیف میں ہسٹری آف انگلش لٹریچر۔ ہسٹری آف دی برٹش ایمپائر گریٹ ایونٹس آف ہسٹری وغیرہ۔ بہت ممتاز کتابیں ہیں۔ انہوں نے حضور سرورِ کائنات کی نسبت ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر کولیر لکھتے ہیں کہ اسلام کے جلیل القدر بانی ۵۷۱ء میں مکہ کے اندر پیدا ہوئے ان کی زندگی کے چالیس سال کاروبار میں بسر ہوئے۔ اس کے بعد ۶۱۱ء میں انہوں نے

دیا اور اپنے مقصد حیات کا اعلان کیا وہ آن الدین کی اولاد تھے جن کا تعلق محافظین کعبہ یعنی قبیلہ قریش سے تھا۔ جو شریف و نجیب ہونے میں مسلّم تھا۔ جب انہوں نے اپنے دین کی تبلیغ کی تو خود اُن کے قبیلہ کے اندر اس قدر جوش و اشتعال پیدا ہوا کہ اگر وہ بعجلت مکّہ سے ہجرت نہ کرتے تو اُن کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاتا۔ اس ہجرت کی تاریخ ۱۶ جولائی ۶۲۲ء سے اسلامی تاریخ کا سنہ ہجری شروع ہوتا ہے۔ مکّہ سے ہجرت کر کے محمد صلعم نے مدینہ میں پناہ لی۔ وہاں وہ مذہب کے نظریئے بیان کرتے کرتے ایک پر زور و پرجوش جنگ آزما بن گئے۔ اور انہوں نے اس سلسلہ میں اعلان کیا کہ تلوار جنت اور دوزخ کی کنجی ہے۔ جس سے آپ کا منشا لفظاً یہی تھا کہ اگر تلوار حق و صداقت کی خاطر اٹھائی جائے تو تلوار اٹھانے والے کو جنت کا حقدار بناتی ہے۔

اور اگر بجا ذاتی اغراض اور بدی کی خاطر اٹھائی جائے۔ تو دوزخ کا سزاوار بناتی ہے حنین کی زبردست جنگ میں جس میں کامیابی حضرت محمد صلعم ہی کو ہوئی۔ انھیں ایک طرف اہل قریش اور دوسری طرف یہودیوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ پھر موتہ کے مقام پر بازنطینی افواج کو شکست فاش دی۔ ۶۲۹ء میں انہوں نے مکہ پر قبضہ کیا۔ اور کعبہ کے فرش پر تین سو ساٹھ بتوں کو پاش پاش کیا۔ اس کے کچھ دن بعد اُن کے ایک صحابی نے عقبہ پر قبضہ کیا اور وہ خود دمشق جا رہے تھے۔ کہ انھیں دعوت اجل کی اطلاع ہوئی چنانچہ مدینہ واپس چلے گئے اور ۶۳۲ء میں وفات پائی۔

# محمد عربی کی تعلیمات کے بے نظیر اثرات

## ایک موجودہ جرمنی مستشرق ڈاکٹر ہیلے کے خیالات

ڈاکٹر جوزف ہیلی لکھتے ہیں۔ عالم انسانیت کی تاریخ نے ہر مذہب کے اثر قبول کیا ہے۔ اور تمام نبیوں اور رسولوں اور بانیانِ مذاہب نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوم کی تہذیب

Marfat.com

وتمدن کی تعمیر میں حصہ لیا ہے لیکن عالم انسانیت کی تاریخ پر حضرت محمد صلعم کے پیش کردہ مذہب نے نہایت سرعت کے ساتھ جو اثرات براہ راست مترتب کئے ان کی نظیر دنیا کا کوئی دوسرا مذہب نہیں پیش کر سکا۔

اس کے علاوہ ایک اور نمایاں خصوصیت (حضرت) محمد (صلعم) کو یہ حاصل تھی کہ ان کو جو اثر و اقتدار حاصل ہوا ویسا اثر و اقتدار کسی دوسرے بانیٔ مذہب کو اپنے زمانہ میں اپنی قوم پر حاصل نہیں ہوا۔ لہٰذا ایک ایسی قوم کے نشو و نما کو جس نے اسلام کے ذریعہ تمام دنیا میں ایک نئی تہذیب و تمدن پھیلایا۔ اس وقت تک سمجھنا غیر ممکن ہے۔ جب تک کہ ان کی تعلیمات پر غور نہ کر لیا جاوے۔ جن تعلیمات نے اس تہذیب و تمدن کو پیدا کیا۔ پھر ان تعلیمات کو اس شخص کی ذات سے جدا رکھنا ہی بے سود ہے۔ جس نے وہ تعلیمات پیش کیں۔ اس لئے پیغمبر اسلام کی شخصیت اور ان کی تعلیمات اور پھر ان کی سیاست اور اس کے بعد ان کی قوم کا ذہنی ارتقاء یہ ساری چیزیں آپس میں کچھ اس قدر گھلی ملی ہوئی ہیں کہ کسی کو دوسری چیزوں سے جدا کر کے زیر نظر نہیں لایا جا سکتا۔

قدیم سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ جب سب سے پہلے پیغمبر اسلام نے غیبی پیغام سنا تو آپ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اس پیغام سے جو غیر معمولی ہیجان پیدا ہوا۔ جب وہ فرو ہوا تب ان کو ایک دوسرا پیغام پہنچا کہ اے چادر میں لپٹے ہوئے اٹھ اور صرف اپنے رب کی عظمت بیان کر اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی سے محفوظ رہ اور زیادہ لینے کی غرض سے احسان نہ کر اور اپنے رب کے لئے صبر کر۔ اگر قدیم سوانح نگار ان آیتوں کو سب سے پہلی وحی اور حضرت محمد صلعم کی نبوت کی ابتدا قرار دیتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اسلامی سیرت نگاروں کے نقطۂ خیال سے آنحضرت کی کل زندگی اسی پیغام کی تفسیر تھی وہ اپنی قوم کے لئے نظیر اور عظمت خداوندی کے علمبردار اور قوانین عفت نفس کے حامل اور مسلمانوں میں معاشری مساوات کے بانی مبانی ہوئے پھر جہاں تک اسلام کی دینی عبادت یعنی نماز یا نماز باجماعت کا تعلق ہے یہ طریقہ عبادت انتہائی

جماعت اسلام قدیم ہے غالباً اس طریقہ عبادت کی ابتدا یہودیت اور عیسائیت سے ہوئی اور چاہے ایسا ہو یا نہ ہو۔ اس طریقہ عبادت کو مسلمانوں میں خاص وقعت و اہمیت حاصل ہوئی نماز کی حرکتوں یعنی رکوع و سجود کے صحیح طور پر ادا کرنے کی خواہش کی بنا پر نماز باجماعت کی ابتدا ہوئی اور اسی طرح نماز باجماعت کی ابتدا ہوئی اور اس طرح نماز باجماعت کو کسی ایک فرد کی امامت میں ادا کیا جانے لگا۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر خود پیغمبر صلعم ہی امامت کرتے ہوں گے ہر شخص جس نے کبھی مسلمانوں کو باقاعدہ صفیں بنا کر ایک حیرت انگیز تنظیم و دبدبہ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا ہے وہ اس منظم عبادت کی تربیتی قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی ذہن نشیں رکھنا چاہیئے کہ اس طرح منظم عبادت کی ابتدا اُن مغرور و سرکش لوگوں میں ہوئی تھی جنہوں نے اپنی عمر میں کبھی کسی کے سامنے۔ سر تسلیم خم نہیں کیا تھا۔ اور جو اطاعت و فرماں برداری کے احساس ہی سے عاری تھے۔ اس بات کے ذہن نشین کرنے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ حضرت محمد صلعم نے انھیں منظم عبادت کی جو تعلیمات دی تھیں اس منظم عبادت کے ضابطوں کی تکمیل کو عربوں کی تربیت میں کس قدر دخل و اہمیت حاصل تھی اور اس لئے بجا طور پر کہا گیا ہے کہ مسجد اسلام کی اوّلین تربیت گاہ ہے اس کے علاوہ حضرت محمد صلعم نے نماز باجماعت کے ذریعہ مسلمانوں میں عصبیت اور مساوات انسانی کا احساس پیدا کیا۔ حضرت محمدؐ کے زمانہ تک عربوں میں عصبیت کا تخیل بھی نرالا تھا۔ اس کا تعلق صرف قبیلہ اور خاندان سے تھا۔ ہر شخص کو صرف اپنے خاندان اور نسل اور طاقت و قوت پر ناز تھا۔ چنانچہ وہ ہر ایک کو اپنے سے کمتر سمجھتا تھا۔ اور کمتر اور کم حیثیت لوگوں سے نفرت کیا کرتا تھا۔ لیکن حضرت محمد صلعم نے جب ان میں ایسا اتحاد اور مساوات قائم کردی کہ امیر و غریب سب برابر ہو گئے۔ اور خاندان اور قبیلہ کی تنگ دیواریں مسمار ہو گئیں تو عرب قوم سے انتشار و تفریق اُٹھ گئی۔ نمازِ باجماعت کے علاوہ معاشری مساوات کا نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ مسکینوں اور محتاجوں کی امداد و دستگیری نے ایک مذہبی فرض صورت اختیار کرلی یعنی مسلمان اس معاملہ میں آزاد نہ رہیں کہ خیرات کرے یا نہ کرے بلکہ زکوٰۃ

Marfat.com

کا ادا کرنا ہر مسلمان کا دینی فرض ہو گیا۔ چنانچہ زکوٰۃ بیت المال کے اندر جمع ہونے لگی اور باقاعدہ طور پر خرچ ہونے لگی۔

# تصوّف

تصوّف متصف ہونا اخلاق آلہیہ کے ساتھ۔ حضرت خواجہ جنیدؒ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصُوُّفُ هُوَ تَصْحِیْحُ الْجَنَانِ یعنی پاک کرنا اپنے قلب کو کدورات و خیالات غیر اللہ سے۔ تصوّف وہ علم ہے جس میں بذریعہ ہدایت نور نبوت و تعلیم سرور کائنات علیہ السلام۔ حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات و صفات۔ اور اسرار علم لدنی۔ وصول الی اللہ کے طریقے۔ اور جملہ لوازمات سلوک طریقت کے اصول۔ رموز معرفت و حقیقت بیان کیے جاتے ہیں۔ غرض اور غایت اس علم کی انسان کامل بننا اور متخلق بہ اخلاق اللہ اور متصف بہ اوصاف اللہ ہونا ہے۔ واضح رہے کہ قرآن پاک حدیث شریف۔ صحابہ کرام۔ تابعین۔ تبع تابعین کے کلام میں صراحتًا اور اشارتًا اس حقیقی علم یعنی تصوف کے اصول و رموز بہ کثرت موجود ہیں۔ اور خیر القرون میں اسکی تعلیم و تلقین بہت کثرت سے تھی۔ مگر اس وقت تک تصوف اور صوفی لقب مشتہر نہ تھا۔ بلکہ اُن ہر سہ قرون میں صحابی۔ تابعین۔ اور تبع تابعین سے بہتر کوئی خطاب نہ تھا۔

# صوفی

صوفی۔ صوف۔ سے ماخوذ ہے۔ زمانہ سابق میں اہل باطن غایت انکساری سے صوف کا لباس پہنتے تھے۔ اور لفظ صوف کے معنے لغت میں پشم گوسفند کے ہیں۔ اور تصوف اسی سے ماخوذ ہے۔ اور مجازاً صوفیاء کرام کے اعمال و افعال و معارف کو تصوف کہتے ہیں۔ یا یہ کہ تصوف صوف سے ماخوذ ہے۔ بفتح ص مہملہ لغتًا یعنی یکسو ہونے اور روگردانی کرنے کے ہیں۔ پس جبکہ ماسوی اللہ سے یکسوئی و روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے اعمال۔ افعال۔ اور معارف کو تصوف

Marfat.com

ہیں اور صوفی لغت میں مخلص کے معنے میں بھی آیا ہے وہ سب کے سب مخلص ہی ہوا کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفی۔ صُوفہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ ایک قوم اہل تجرد اور بنی مضر میں سے تھی۔ ایام جاہلیت میں خانہ کعبہ اور خلق اللہ کی خدمت محض اللہ کے واسطے پر کرتے تھے۔ بعض کا مقولہ ہے کہ صوفیہ منسوب ہے طرف اصحاب صُفّہ کے۔ صُفّہ مسجد نبوی میں ایک چبوترہ تھا جو صُفّہ کے نام سے موسوم تھا۔ اصحاب صُفّہ ان فقراء مہاجرین کو کہتے ہیں جو رسول علیہ السلام کے زمانہ میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے تھے۔ اور صُفّہ اُن کی رہائش کے لئے مختص تھا۔ اس وجہ سے وہ اصحاب صُفّہ کہلاتے تھے۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں ان کی رہائش کے لئے کوئی اور مکان مقرر نہ تھا۔ مسجد کے صُفّہ میں رات دن بسر کرتے تھے اور جمال مصطفوی سے استفادہ حاصل کرنا ان کا مدعائے دلی تھا۔ وہ حضور کی صورت دیکھکر جیتے تھے۔ ان میں سے جو جو باہوش تھے۔ وہ جنگل سے لکڑیاں لاتے اور اُن کو بیچکر کھجوریں۔ خرمے خریدتے۔ اور بقدر قوت لایموت سب کو تقسیم کر دیتے تھے۔ اصحاب صُفّہ حضور اکرم سے انواع و اقسام کے علوم حاصل کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ستّر اہل صُفّہ کو دیکھا کہ وہ ایک چادر سے نماز پڑھتے تھے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بشارت سنادی تھی کہ تم جنت میں میرے ساتھ رہو گے۔

معتبر روایات سے ثابت ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر حق تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے۔ اس وقت آپ جبہ صوف۔ سراویل صوف اور صوف کی کملی پہنے ہوئے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ صوفیہ اُس پرانے خرقہ سے عبارت ہے۔ جو از کار رفتہ یعنی بیکار ہو گیا ہو۔ لہذا صوفی اپنے نفس کی شکستگی کی وجہ سے اُن کو جوڑ کر ستر پوشی کرتے تھے۔ اور اسی پر قناعت کرتے تھے۔ صوف پوشی اختیار کرنے سے اُن حضرات کے یہ معنے نہ تھے۔ کہ ان کو کوئی خصوصی لباس قرار دیں تاکہ پہچانے جائیں۔ بلکہ ایسا لباس پہننے سے اُن کی اصل غرض یہ تھی۔ کہ نفس کشی اور دنیا کی نیت ترک ہو جائے۔ بلکہ صوف کے ساتھ بھی مقید نہ رہے۔ جو کچھ بسر ہوا اس سے ستر پوشی کی۔ اہل حق کی اصطلاح میں صوفی وہ ہے جس نے منجملہ اوصاف باطنی کے اپنے خیال کو صحیح اور دل کو

Marfat.com

غیر حق سے صاف کیا قلب کو خواہش نفسانی سے پاک کیا۔ اور اعیان ثابتہ یعنی مراتب ستہ کے حقائق کو جانا۔ اپنے آپ کو پہچانا۔ تعینات عالم کو مظاہر حق جانا۔ بعد تحصیل علوم دین کے بجاآوری اوامر میں مصروف اور اجتناب نواہی میں مشغول رہے۔ صوفی اس کو کہتے ہیں جس کا قلب مصفیٰ زبان سچی، چشم پرنم۔ دل خدا کی محبت سے لبریز ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح رابطہ ہو۔ وعدہ کا پکا۔ عفو خلائق شعار ہو۔ سب بندگان خدا کے ساتھ محبت رکھے۔ کبر۔ عجب۔ نخوت۔ حسد۔ حب دنیا۔ حب جاہ وغیرہ ان بری خصلتوں کو ترک کردے۔ خودبین نہ ہو۔ دوسروں کی نسبت بدگمان نہ ہو بدبین نہ ہو۔ بخیل نہ ہو۔ خلق اللہ کا فائدہ مدنظر رکھے۔ ضعیفوں کی مدد کرے۔ اپنے چھوٹوں پر شفقت کرے۔ راحت پر شکر۔ مصیبت پر صبر۔ اور نفس پر جبر کرے۔ صوفی وہ ہے جو اپنی ہستی کو ذات مطلق کی ہستی میں محو کردے۔ اور اس قدر مستغرق ہو جائے۔ کہ اپنی ہستی اور معشوق کی ہستی کی مطلق خبر نہ رہے۔ لہذا اس حالت میں ادب و آداب کا لحاظ بھی باقی نہیں رہتا جیسے حضرت سلطان الدنیا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے ایسی حالت میں دریافت فرمایا تھا مَنْ اَنْتَ عَائِشَۃُ عَائِشَہ یعنی اے عائشہ تم کون عائشہ ہو۔ جواب دیا بنتِ صدیق۔ پھر حضور نے پوچھا من الصدیق جواب دیا صِهْرُ مُحَمَّدٍ پھر حضرت نے فرمایا مَنْ مُحَمَّدٌ پس حضرت صدیقہ نے خیال کیا کہ آنحضرتؐ اس وقت اس عالم میں نہیں ہیں۔ علماء باطن کہتے ہیں کہ اگر حضرت صدیقہ پھر کہتیں کہ محمد الرسول اللہ تو حضورؐ فرماتے مَنِ اللّٰہُ۔

قرون ثلاثہ میں بھی علم حقائق ثابت ہے۔ علوم طریقت۔ رموز حقیقت صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ثابت و متحقق تھے۔ اگرچہ اس قرن میں کوئی صوفی نہیں کہلاتا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ نبی کریم علیہ السلام کے علم باطن کی ترویج فرماتے رہتے تھے۔ بعض شریعت کی خدمات ادا کرتے تھے اور جہاد وغیرہ کی تیاریوں میں کوشاں رہتے تھے۔ بعض سلطان الدنیا علیہ السلام کے باطنی علم کے مراتب تعلیم دیتے تھے۔ یہ خدمات خلفائے راشدین سے لی جاتی تھیں۔ خصوصاً مولائے کائنات یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حذیفہ بن الیمان۔ سلمان فارسی۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبید اللہ

ابن عباس، ابوہریرہ، انس بن مالک وغیرہم رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ اور دوسرے قرن میں یعنی تابعین کے زمانہ میں بھی علم باطن کی وافرسعی فرماتے تھے۔ جیسے حضرت امام زین العابدین امام محمد باقر، محمد بن حنیفہ۔ کمیل بن زیاد۔ اور حسن بصری وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

قرن ثالث میں۔ حامیانِ باطن میں سے۔ امام جعفر صادق۔ امام موسیٰ کاظم۔ اور ائمہ اہل بیت سفیان ثوری۔ مالک بن دینار۔ محمد بن سماک۔ حبیب عجمی۔ شیبان راعی اور داؤد طائی وغیرہم رضی اللہ تعالےٰ عنہم تھے۔ ان کے بعد علوم باطنی کی۔ بایزید بسطامی، ابومحمد سہیل تستری۔ حارث بن اسد محاسبی۔ بشر حافی۔ سید الطائفہ جنید بغدادی۔ ابوحفص حداد۔ اور ابوسلیمان دارانی وغیرہم رضی اللہ عنہم تھے جنہوں نے تعلیم باطن میں بلیغ کوشش فرمائی۔

قرن اوّل میں آنحضرت صلعم کی صحبت کافی تھی۔ اس زمانہ میں صحابہ کے لقب سے کوئی اور لقب بہتر نہ تھا۔ اس کے بعد قرنِ ثانی میں۔ تابعین کے لقب سے اور کوئی اشرف لقب نہ تھا، قرن ثالث میں علی ہذا تبع تابعین کے لقب سے اور کوئی لقب اعلیٰ نہ تھا۔ ان کے بعد فرقہائے مختلفہ ظہور میں آئے۔ اور انواع واقسام کی بدعتیں شروع ہوئیں، ہر ہر فریق نے زہد کی نئی صورتیں اختیار کیں جہلا میں سے اکثر طالب جاہ دنیا پیدا ہوئے۔ اُس وقت جو لوگ اہل سنت والجماعت کے خواص تھے اپنے دلوں کو غفلت وبدعت سے نگاہ رکھتے تھے۔ اور حفظ انفاس حق تعالےٰ کے ساتھ رکھتے تھے (یعنی جن کا کوئی سانس خدا کی یاد سے خالی نہ ہوتا تھا) صوفی کے نام سے مشہور ہوئے آن میں سب سے پہلے جن کو **صوفی** کا خطاب ملا وہ سید ابوہاشم محمد بن احمد تھے جن کا انتقال ۱۱۵ھ میں ہوا۔ اسکے علاوہ زمانہ قدیم سے ثابت ہے کہ ہر زمانہ میں ہادی مصلح اور رہنما آئے جن کو نبی، پیغمبر، رسول، ولی، اوتار، رشی، منی، راہب کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور موجودہ زمانہ کے رادھا سوامی مت کے پیشوا یعنی سوامی انندسروپ صاحب کا بھی اتفاق ہے کہ پیر و مرشد کی ضرورت ہے۔

# پیر و مرشد۔ ہادی۔ رہبر۔ گرو کی ضرورت اور اُس کی پہچان

کائنات کی وسعت اس کے عوالم کا شمار۔ اس کے اندر مقیم ارواح کا حساب۔ اس کے نظام کا

Marfat.com

حال اور اس کے مالک و حکمران کی شان و شوکت حشمت و عظمت کا بیان سنتے ہی ہر حساس انسان کے ہوش اڑ جاتے ہیں، وہ سوچتا ہے، میں ایسی کیا؟ اور میری بساط کیا! کل کائنات کے مقابلہ میں یہ نظام شمسی ایک تل کے دانہ سے بھی کم حیثیت رکھتا ہے۔ اور نظام شمسی کے تمام عوالم کے مقابلہ میں یہ زمین ایک رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی ہے اور روئے زمین پر جتنے ذی روح آباد ہیں ان کے شمار کے مقابلہ میں۔ انسان مٹھی بھر بھی نہیں ہیں۔ پھر ان حقیر انسانوں میں سے میں صرف ایک ہوں۔ کل پانچ فٹ سات انچ لمبا۔ گوشت پوست استخوان کے قالب میں مقید۔ زمین سے بنا ہا، کرۂ ہوا سے دبا۔ قوانین قدرت کا پابند، خواہشات کا غلام بے بال و پر کا طائر محض آنکھ، کان، ناک، وغیرہ کی قوتوں کی امداد۔ یعنی ان تین ناپوں کے اندر محدود عقل کے بوتے پر کیا کر سکتا ہوں؟ میں کیا؟ اور میری بساط کیا؟ یعنی چادر اوڑھ کر چپ چاپ ایک گوشہ میں لیٹ جانا چاہیئے۔ اپنا پہچاننا، باطن کی سیر، روح کا دیدار، سچی نجات لازوال سرور لاثانی زندگی۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن کا ذکر کرنا میرے لئے "چھوٹا منہ بڑی بات" ہے۔ ذات باری کے مقابلہ۔ نہیں نہیں کسی عالم کے والی کے مقابلہ۔ نہیں نہیں آفتاب و ماہتاب تک کے مقابلہ میں میری حیثیت ایک مچھر یا پسو سے زیادہ نہیں ہے۔

مجھے ان قید میں رکھنے والی قوتوں پر بھی فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔ مجھے کبھی آنکھ، ناک، کان وغیرہ کی قوتوں کی حد سے باہر کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ قید میں پیدا ہوا۔ قید میں پلا اور قید ہی میں مروں گا۔ لیکن تصوف ایسے پژمردہ دل۔ افسردہ خاطر انسان کو مژدہ دیتا ہے۔ کہ "اے نادان تو ایسا بد حیثیت و بد نصیب نہیں ہے۔ اول تو اپنی حقیقت سن لے۔ پھر کوئی رائے قائم کرنا۔ تو اسی ذات مطلق کے جوہر کا ایک ذرہ ہے۔ جس کی صفات و آفرینش کا حال سنکر تو اس قدر مایوس ہو گیا ہے۔ تیری قدرت، تیری قابلیت اور تیری بزرگی بھی بے پایاں ہے۔ اگرچہ پانچ فٹ سات انچ تیرا جسم ہے۔ گوشت، پوست اور استخوان تیرا پیرہن ہے۔ مگر تو ان سے علیحدہ جوہر ہے تو نہ زمین سے بنا ہا ہے۔ نہ کرۂ ہوا سے دبا ہے۔ خواہشات کا غلام تیرا نفس ہے۔ بے بال و پر کا جانور

Marfat.com

تیری روح یعنی جیو آتما ہے۔ تو درحقیقت روحانیت مجسم۔ سر درد عشق مصور ہے تیری قدرت لاتناہی، تیرا علم لامتناہی۔ تیرا سرور لامتناہی ہے۔ آفتاب۔ ماہتاب نہیں نہیں۔ کل مادی کائنات کی تیرے سامنے کیا حقیقت ہے؟ تو اس ذات باری کی ایک شعاع ہے۔ جو اوصاف آفتاب کے۔ وہی ایک شعاع کے۔ ابھی مجھے اپنی اصلی ہیئت کی خبر نہیں۔ بادشاہ کا بیٹا چمار کے ہاں پرورش پاکر اپنی اصل و حقیقت بھول گیا ہے۔ اٹھ آنکھ، کان، ناک بند کر۔ چشم باطن کھول۔ اپنی طاقت اور اپنے جد امجد کی قدرت کا جلوہ دیکھ۔ آگے قدم بڑھا۔ اور اپنے وطن پہنچکر اپنی آبائی بزرگی کا لطف حاصل کر۔

یہ مژدہ جانفزا سنتے ہی فہیم انسان کا رواں رواں حرکت میں آجاتا ہے۔ اس کا پژمردہ دل ایکدم شگفتہ ہو جاتا ہے۔ اور کچھ تامل کے بعد اس کے دل سے آواز نکلتی ہے۔ کیا میں اپنی طاقت سے اندرونی آنکھ کھول سکتا ہوں؟ کیا میں اپنے بوتے سے آگے قدم بڑھا سکتا ہوں؟ کیا میں اپنی طاقت سے آنکھ، ناک، کان بند رکھ سکتا ہوں۔

علمائے ظاہر کی طرف سے ان سوالوں کا جواب تو محض دو لفظی ہے۔ یعنی ہرگز نہیں۔ مگر علمائے باطن کا مژدہ سنو۔ اور صبر سے سنو۔ اس میں تمہاری بہبودی مضمر ہے۔ اس کے سمجھ لینے سے تمہارے دل کے سب وسوسے دور ہو جائینگے۔ اور تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ کہ آئندہ کیا کرنا چاہیئے۔ اور اس پر عمل کرنے سے تم بہت جلد اپنی حقیقت کو پہچان کر شاہراہ حقیقت پر گامزن نظر آؤ گے۔ تو سنو۔ جب انسان دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ تو کیا اپنے لئے کوئی بندوبست کر کے آتا ہے؟ ہرگز نہیں سب انتظام قدرت ہی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ ماں باپ کے دل میں بچہ کی خواہش و محبت قدرت ہی پیدا کرتی ہے۔ بچہ کی پرورش کے لئے ماں کے خون کو قدرت ہی دودھ بناتی ہے۔ بچہ کے چلنے پھرنے، کھیلنے کودنے کے لئے زمین، سانس لینے کے لئے ہوا۔ دیکھنے بھالنے کے لئے روشنی کا بندوبست بھی قدرت ہی کرتی ہے۔ ماں باپ دو فرشتے ہیں جو قدرت کی جانب سے اس غرض سے متعین ہیں کہ بچہ کو پیدا کریں۔ پالیں بڑھائیں۔ اور انسان بنائیں۔ یہ سب سہولتیں اور امدادیں

Marfat.com

پاکر ہی بچہ انسان بنتا ہے۔ اگر قدرت کی طرف سے ایسا مکمل انتظام نہ ہوتو اول تو بچے اس دنیا میں قدم رکھنے ہی نہ پائیں اور اگر کوئی بچہ قدم رکھ بھی لے۔ تو وہ بھوکا رہکر یا کسی بیماری کے جراثیم کا شکار ہوکر یا کسی درندہ کا نوالہ بنکر ملکِ عدم کی واپسی کا سفر اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اور اگر بالفرض کوئی بچہ ان حوادث سے زندہ بچ بھی جائے۔ تو بلا قدرت کے سامان روشنی۔ آگ۔ پانی، مٹی۔ لکڑی، لوہے وغیرہ کو استعمال میں لائے بغیر زندگی کا کیا لطف اٹھائیگا؛

واضح ہو کہ پروردگار عالم نے جیسے عالمِ ارواح کے اس زمین پر جسم انسانی اختیار کرنے۔ اور اس سے مستفیض ہونے کے لئے اپنی قدرت سے سب ضروری سامان مہیا فرمائے ہیں۔ ایسے ہی ان کے دوسرے عالم میں رسائی اور انسانی جسم سے بہتر جسم حاصل کرنے کے لئے بھی اسباب بہم پہنچائے ہیں چونکہ اس دنیا میں مادہ کا غلبہ ہے۔ اس لئے اس کی طرف سے یہ انتظام ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً دنیا میں اس قسم کی ارواح کی آمد ہوتی ہے جو معمولی ارواح کے مقابلہ میں بہت زیادہ روحانی ہوتی ہیں جن پر مادہ کا غلبہ نہو سکے ایسی ارواح دنیا میں تشریف فرما ہوکر انسانوں کی توجہ دنیا کی بے ثباتی و بدحیثیتی کی طرف مبذول کراتی ہیں اور انھیں درجاتِ علوی حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ جو لوگ ان کے کلام اور تلقین پر یقین کرتے ہیں۔ وہ انھیں جسم انسانی کے اندر پوشیدہ قوتوں کے راز۔ اور ان کے بیدار کرنے کی ترکیب بتلاکر مناسب تعلیم دیتی ہیں۔ جیسے ماں بچہ کو چٹکی بجاکر توجہ قائم کرنا۔ ہاتھ پکڑ کر اٹھنا۔ بیٹھنا۔ اور چلنا پھرنا۔ سکھاتی ہے۔ اور جیسے ماں باپ بچہ کو تربیت دیکر اسے ایک دن اپنا سا انسان بنا لیتے ہیں ایسے ہی وہ اپنے روحانی بچوں کو اپنی روحانی مدد سے باطن میں توجہ قائم کرنا۔ چلنا پھرنا۔ چڑھنا اترنا۔ یعنی سانس کے ذریعہ سے آمد و رفت۔ عروج و نزول سکھاتے ہیں۔ اور جیسے تربیت دیکر اُسے ایک دن اپنا سا انسان بنا لیتے ہیں۔ ایسے ہی وہ ان روحانی بچوں کو ایکدن اپنی طرح ہر قسم کی قیدوں سے آزاد پوری طرح بیدار۔ اور ازلی وطن میں واپسی کے قابل بناکر روحانیت کی اعلیٰ منزل پر پہنچاتی ہیں یہی ارواح، رسول۔ نبی پیغمبر۔ اولیاء، درویش، فقیر، رشی، منی۔ سادھو، سنت، مہاتما کے ناموں سے موسوم ہیں۔ یہ ارواح وہ مقدس ارواح ہیں جو قدرت کی جانب سے دنیا میں ہر قسم

Marfat.com

استعداد کو بڑھانے اور انہیں علوی عوالم میں پہنچانے اور ایک اصلی روحانی صورت رونما ہونے یعنی صفات باری کے حضور میں باریاب کرانے کے لئے ممد ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ علم و فن کا بہت زور ہے اور اس کی مدد سے انسان نے بہت سی قدرت کی طاقتوں مثلاً آگ بجلی کو قابو میں کر لیا ہے اس لئے اکثر لوگوں کا گمان ہے۔ کہ فقرا، اور اولیا کی روحانی رسائی اور علوی مقامات کی نسبت جو کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ سب لغو ہے۔ کیونکہ وہ لوگ نہ تو اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ نہ علوم متداولہ سے آشنا تھے۔ اُن کے نزدیک اگر طاقت ہے تو سائنس میں ہے۔ اگر تحصیل کے قابل کوئی علم ہے تو سائنس ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ بزرگوں کے پیروؤں نے کچھ جوش عقیدت اور کچھ نافہمی سے ان کے متعلق ایسی بعید از عقل کرامتیں مشہور کر رکھی ہیں جن کا نقص پکڑ لینا آجکل کے تعلیمیافتہ اصحاب کے لئے ایک معمولی بات ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دن بدن پیشواؤں سے لوگوں کا عقیدہ کم ہو رہا ہے۔ اور فقرا، اولیا اور علم روحانی دنیا میں بدنام ہیں۔ اس کے علاوہ خود غرضوں اور سیاہ دلوں نے بزرگان دین کا ظاہری لباس و روبہ اختیار کر کے ایسا طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے کہ سچے مذہب کے عاشقوں کے لئے خالق کونین کا نام تک زبان سے نکالنا دشوار ہو رہا ہے۔ نیز اکثر لوگ دیگر ممالک کے علمار کی ایسی تصانیف پڑھ کر جن میں دراصل دین عیسوی کی بگاڑی ہوئی تعلیم پر حرف گیری کی گئی ہے۔ مذہب اور خدا ہی سے متنفر ہو رہے ہیں۔ انھیں یہ خیال نہیں آتا کہ ان علمار کا اعتراض مذہب کے متعلق اس خاص تعلیم کی بنا پر ہے جو انھوں نے اپنے ملک میں پادری صاحبان کے توسط سے حاصل کی ہے۔ اور یہ کہ پادریوں کی غلط سلط باتوں کے لئے حضرت مسیح و خدا کو ذمہ دار گردانا کیونکر جائز و درست ہو سکتا ہے اس لئے تصوف ہر شوقین متلاشی کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ بزرگان دین کی سوانح عمریوں اور واعظان مذہب کے ظاہری لباس کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔ اور اپنی توجہ پیشواؤں کی ذاتی تلقین اور ان کی رفتار و گفتار کی جانب رکھیں۔ ہر مذہب میں دو قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ (۱) ضروری (۲) غیر ضروری ضروری باتوں کے متعلق جملہ بندگان دین کی تلقین یکساں ہے۔ یعنی سب ہی ان باتوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ البتہ

Marfat.com

غیر ضروری باتوں کی نسبت ان کی تلقینات میں اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ وجہ یہ کہ ہر ایک بزرگ اپنے وقت میں کچھ ایسی باتیں رائج کرتا ہے جو زمانہ اور ملک کی ضروریات سے متعلق ہوتی ہیں۔ اور ان کا مذہب یعنی روحانی تلقین سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً روزہ کا رکھنا تندرستی نیز ذکر و فکر کے وقت طبیعت کی موزونی کے لئے ایک نہایت مفید عمل ہے۔ مسلمان آنحضرت صلعم کی تعلیم کے زیر اثر روزہ کے پابند ہیں۔ (کیونکہ روزہ ان پر فرض ہے) اور چونکہ عرب میں کھجور کا پھل عام ہوتا ہے۔ اس لئے اس ملک میں روزہ افطار کرنے کے لئے خشک کھجور کا استعمال مروج ہوا لیکن اگر کسی ایسے ملک کے باشندے جہاں کھجور دستیاب نہیں ہوتی اس بات پر زور دیں کہ روزہ رکھنا تب ہی درست ہوگا جب اس کے افطار کے لئے خشک کھجور استعمال کی جائیں تو یہ مذہب کی ایک غیر ضروری بات کو غیر ضروری اہمیت دینا ہے۔ اس لئے ہر متلاشی کو چاہیئے کہ ضروری و غیر ضروری باتوں میں تمیز کرے۔ اور بزرگان دین کی اپنے کلام میں فرمائی ہوئی باتوں پر غور کرے۔ ان کی اور ان کی تعلیم کی نسبت رائے قائم کرے۔ متلاشی کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ کسی رہنما کی پہچان کیونکر کرے۔ دنیا میں ہزاروں گندم نما جو فروش فقیر و ولی کہلاتے ہیں۔ اور سادہ لوحوں کو اپنے دام میں پھنسا کر پریشان کرتے ہیں۔ متلاشی سچے اور جھوٹے رہنماؤں میں تمیز کیونکر کرے؟ لیکن اس مشکل کا حل اتنا دشوار نہیں ہے جتنا کہ خیال کیا جاتا ہے۔ متلاشی یاد رکھے کہ ریاکار رہنما ہمیشہ حریص دنیا ہوتا ہے۔ فقر اور کار روبار کسی دنیوی غرض کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اور سچا رہنما ہمیشہ اپنے مالک کے عشق میں محو اور دنیا سے بے نیاز رہتا ہے۔ اور رہنمائی کے فرائض محض اپنے محبوب کی خدمت کے طور پر ادا کرتا ہے۔ اسلئے اگر متلاشی اپنے مقصد یعنی تلاش حق پر جما رہے گا تو اسکی صحبت چند ہی دنوں میں ریاکار کے لئے وبالِ جان ہو جائے گی۔ برخلاف اس کے سچا رہبر اس کے عشق اور درد کی زیادہ سے زیادہ قدر کریگا۔ طالب کو اتنا خیال رکھنا چاہیئے کہ رہبر کی تلاش کے سلسلہ میں جلد بازی سے کام نہ لے۔ کیونکہ بسا اوقات فقراء دادلیار اپنی روش میں دو ایک باتیں ایسی رکھ لیتے ہیں جسے دیکھکر دنیا دار

رہنما کی صحبت سے دور رہیں۔ متلاشی کے لئے مناسب ہوگا کہ جہاں کہیں رہنما کی موجودگی کی اطلاع ملے نہایت ذوق وشوق سے دل کا پیالہ دنیاوی خواہشات کی آلائش سے پاک کرکے حاضر ہو۔ اور ہفتہ عشرہ ان کی صحبت میں رہ کر دیکھے کہ اس کے پیالہ میں کیا چیز داخل ہوئی ہے۔ اگر ان کی صحبت کے اثر کا نتیجہ دنیا سے نفرت اور اپنے مالک کے دیدار کی تڑپ میں ترقی ہو تو یقین لائے کہ کسی صاحب کمال سے ملاقات ہوئی ہے اور اگر نتیجہ برعکس ہو تو دامن جھاڑ کر اپنے گھر واپس جائے۔

شروع میں متلاشی کے لئے یہ پہچانیں کافی ہیں۔ رہنما کی اصلی اور پوری پہچان رفتہ ہی رفتہ آتی ہے کیونکہ جیسے کسی ماہر علم کی قابلیت کا اندازہ لگانے کے لئے اپنے اندر اس علم کی کسی قدر ماہیت لازمی ہے ایسے ہی فقراء اولیاء کی اعلیٰ روحانیت کا اندازہ لگانے کے لئے بھی اپنے اندر کسی قدر روحانی بیداری ضروری ہے۔ ابتدائی آزمائش کے بعد متلاشی کو چاہیئے کہ ایک سعادت مند فرزند کی طرح ان کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔ گوش ہوش سے ان کے کلام سنے اور وقت نکال کر ان پر غور کرے اور جب وہ مہربان ہو کر اسم اعظم یا کلمہ کے ذکر کی تعلیم سے بہرہ اندوز فرمائیں۔ تو دل وجان سے اسے قبول کرے اور اس کے برکات سے مستفیض ہو۔ اس کی برکت سے دن بدن اس کی اندرونی صفائی ہوتی جائیگی اور وقتاً فوقتاً رہنما کی اعلیٰ روحانیت بفضل وکرم کے اندرونی تجربات حاصل ہو کر اسے مذہب کی دشوار گزار گھاٹیوں پر چڑھنے کی ہمت ہو جائے گی اور کچھ عرصہ کے بعد ہر قسم کے وسوسے اور فکر ہٹ کر اسے دنیا سے بے نیازی ہو جائے گی۔ اور عشق الٰہی کا سرور دل میں محسوس ہونے لگے گا۔ رہنما کے قدموں میں سچی محبت پیدا ہو کر ہر قسم کے دنیوی تعلقات سے نجات اور ذات باری سے زیادہ سے زیادہ نزدیکی حاصل ہوتی جائے گی۔ ایک دن آئیگا کہ اسے اپنی ذات اور رہنما کی ذات اور ذات مطلق کی ذات ایک نظر آئے گی۔ اور یہ وہ دن ہو گا۔ جب اسے اصلی رہنما کی پوری پہچان آئیگی

"**سلطان الاذکار۔ یا سرت شبد یوگ**۔ یہ جو صوفیاء میں عملی شغل رائج ہے۔ اس کو صوت سرمدی یعنی آواز ذات کو کہتے ہیں یعنی جو آواز پیدائش خلق سے قبل موجود تھی۔ اور خلق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی رہے گی۔ اور خلق میں الآن کما کان موجود ہے۔ یہ آواز بے جہت ہے۔ نہ

Marfat.com

زیر و بالا ہے۔ زمین ویسار ہے اس آواز کی دریافت بہت مشکل ہے کیونکہ آوازیں تین قسم کی ہیں ایک یہ کہ دو چیزوں کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان آواز کو آواز **محدث** اور **مرکب** کہتے ہیں (یعنی آہٹ) دوسری آواز جو بغیر حرکت دو چیزوں کے اور بغیر ترکیب الفاظ کے عنصر آتش اور باد کے یا بطون انسان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس آواز کو **بسیط** اور **لطیف** یعنی اناہت کہتے ہیں تیسرے ایک آواز بحید اور بے جہت ہے جس کو صوت سرمدی اور سر حق کہتے ہیں۔ یہ آواز صحرا میں خالی حجرے میں۔ بانسوں میں۔ اور انبوہ خلائق میں ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ دف۔ ڈھول۔ اور نقارہ پر بھی غالب آتی ہے۔ کیونکر غالب نہ ہو کہ یہ تمام آوازوں کی اصل ہے اور تمام آوازیں اسی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ کسی وقت اور کسی حالت میں **اس آواز** کو وقفہ اور فنا نہیں۔ اور اکثر اہل شغل اس آواز کی دریافت میں حیران رہتے ہیں بجز کاملین کے اور کسی کو اس آواز کی خبر نہیں۔ جبکہ یہ آواز ذات مطلق کی ہے اور صفات کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ تو جب تک کہ صفات کو دور نہ کرے اس آواز سے مطلع نہ ہوگا چنانچہ مولانا روم قدس سرہ نے بھی فرمایا ہے ؎

لب خموش و دل پر از آوازہ ۔۔۔ بر لبش قفل است در دل رازہ

ہر شخص جانتا ہے کہ ہر قوت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ یعنی ظاہر و باطن۔ جب کوئی طاقت پوشیدہ ہوتی ہے تو انسان کو اس کا کوئی علم نہیں ہو سکتا۔ وہ غیر متشکل ولاموسوم رہتی ہے۔ جب وہ کارکن ہوتی ہے تب ہی انسان کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اور جب کوئی طاقت کارکن ہوتی ہے۔ اس کا پھیلاؤ دھار کی صورت میں نمودار ہوتا ہے یعنی ان کی دھاریں چاروں طرف پھیل کر اپنا دائرہ بناتی ہیں اور ایسی ہر دھار رواں رہتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ جہاں کوئی طاقت کارکن ہے۔ وہاں آواز کی دھن بھی موجود رہتی ہے۔ دیکھئے آفتاب کی شعاعوں کے ذریعہ جو قوت شمسی کرۂ ہوا میں بکھر کر روئے زمین پر اترتی ہے اس سے بھی آواز پیدا ہوتی ہے۔ مگر ہمارے کان یہ لطیف آواز سننے سے قاصر ہیں۔ مگر یہ آواز ہوتی ضرور ہے۔ واضح ہو کہ نہ صرف قوت سامعہ بلکہ ہمارے تمام حواس کی پہنچ کا دائرہ محدود ہے۔ دیکھو ہم اپنی آنکھوں سے پانی کے ایک قطرہ کو صاف و شفاف دیکھتے ہیں

Marfat.com

[illegible] جب اس کا معائنہ خوردبین سے امتحان کرتے ہیں تو اس کے اندر صدہا جراثیم متحرک پاتے ہیں بعینہ ہمارے جسم میں ناتیم قوت روحانی کی دھاروں سے متعدد دھنیں پیدا ہوتی ہیں جنہیں ہمارے کان سننے سے قاصر ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص شغل کر کے اپنی لطیف روحانی قوت سامعہ پیدا کرے تو اس کے ذریعہ اسے ضرور لطیف و روحانی آوازوں کا تجربہ حاصل ہوگا۔ اسی اصول کے مطابق مشرب سلطان الاذکار کا پیرو ان روحانی قوتوں کو بیدار کرنیکی کوشش کرتا ہے جب کسی شاغل کو یہ آوازیں سنائی دینے لگتی ہیں۔ تو اس کے اندر نمایاں تبدیلی رونما ہوتی ہے کیونکہ یہ ایک قانون قدرت ہے۔ کہ ہر آواز اپنے مخزن کا اثر لئے رہتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی عورت کی چیخ و پکار سنکر ہمیں فوراً محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی شدید تکلیف میں مبتلا ہے۔ بیٹے کی موت پر ماں کی گریہ و زاری سنتے ہی ہم سمجھ جاتے ہیں کہ اس کے دل پر کوئی صدمہ عظیم پہنچا ہے۔ اسی طرح وہ لطیف روحانی آوازیں جو شاغل سلطان الاذکار کو باطن میں سنائی دیتی ہیں۔ اپنے پیدائشی مقامات کے اوصاف کا اثر لئے ہوتی ہیں۔ لہذا ان آوازوں کے ساتھ تعلق ہوتے ہی شاغل کے اندر ان تمام آوازوں کے پیدائشی مقامات کے اوصاف کا اثر سرایت کر جاتا ہے اور اسے یکلخت ایک عجیب قسم کا سکون اور صفائی قلب حاصل ہوتی ہے۔ اور کچھ عرصہ گذرنے پر علوی اصوات کے زیر اثر اس کے روحانی حواس بیدار ہونے پر اسے روحانی کائنات نظر آنے لگتی ہے جس سے اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

ہمارا جسم انسانی بظاہر محض پوست، گوشت و استخوان کا پلندہ ہے۔ مگر صانع حقیقی نے اس کے اندر مختلف الانواع علوی قوٰی رکھے ہیں۔ جسم کے ان مقامات کو جہاں ان باطنی قوتوں کے مرکز قائم کئے گئے ہیں لطائف کہتے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ حالت بیداری انسان کی سمجھنے بوجھنے دیکھنے سننے وغیرہ کی جملہ حرکات اس کے اندر دماغ میں واقعی مختلف مرکزوں کے کارکن ہونے پر ہی بن پڑتی ہیں۔ ان مرکزوں میں تو صرف اسی قسم کی حرکتیں ظاہر کرنے کی اہلیت ہے مگر باطنی لطائف کی قابلیت اعلیٰ سے اعلیٰ ہے حتیٰ کہ ایک لطیفہ ایسا ہے جس کے جاری

Marfat.com

ہونے پر انسان کو خدا کا ایسے ہی دو بدو دیدار ہوتا ہے. جیسے ان مادی آنکھوں کے بیدار ہونے پر مادی عالم کے آفتاب کا ہوتا ہے. جب آفتاب حقیقت صوفی کے بطون میں طلوع ہوتا ہے تو سالک بیاختہ کہنے لگتا ہے۔ اشعار

ذرّہ ام لیکن زمہرِ آنجناب — آفتابم آفتابم آفتاب
چو غلامِ آفتابم ہمہ آفتاب گویم — نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
خورشیدِ رخت چو گشت پیدا — ذرّاتِ دو کون شد ہویدا

اور ایک لطیفہ ایسا ہے جسکے جاری ہونے پر شاغل کو اعلیٰ روحانی یعنی مادی حدود سے بالا بے جہت لطیف جوہر کا تجربہ ہوتا ہے اور یہ امر مسلّمہ ہے کہ ان لطائف میں اعلیٰ ترین لطیفہ جاری ہونے پر انسان کو ذات مطلق کا بے پردہ دیدار ہوسکتا ہے. لہٰذا اس مشرب میں جو اشغال تعلیم دیئے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد یہی ہے کہ شاغل کی روح درجہ بدرجہ اندرون باطنی لطائف کو بیدار کرکے انسانی قالب کا پورے سے پورا فائدہ اٹھائے اور لطیف اور روحانی عوالم کی خلقت کا تجربہ حاصل کرے. بالآخر خالق مطلق کے دیدار سے شرف اندوز ہو۔

یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ شغل سلطان الاذکار کا عمل ایسا آسان نہیں جیسا کہ مضمون ہذا سے ظاہر ہونے کا امکان ہے. نفس امارہ کی تحریک اور ناسوتی خیالات اس شغل کی کمائی میں بھی ویسے ہی مزاحم ہیں جیسے کہ دوسرے مختلف اشغال میں. مگر شاغل کی امداد کے لئے اس ضمن میں ایک خاص انتظام ہے. یعنی صوفیوں کے ہاں وہ ایسے طریقہ عمل سکھائے جاتے ہیں. جن کے ذریعے وہ ان خللوں سے بہت کچھ نجات پا سکتا ہے. یہ ذکر و فکر کے عمل ہیں. ذکر کا مقصد اپنے باطن میں ایک خاص اسم اعظم کا ورد ہے. اور فکر کا باطن میں روحانی شکل کا تصور. شاغل کو یہ بھی تلقین کی جاتی ہے کہ اپنے خورد و نوش اور چلن میں میانہ روی کا لحاظ رکھے. مسکرات اور گوشت وغیرہ اشیا سے قطعاً پرہیز کرے. اور محتاط رہے کہ جو غذا استعمال میں آئے حق و حلال کی کمائی سے حاصل کی ہوئی ہو. اور صاف ستھری ہو. اور مقدار میں نہ بہت زیادہ

...نی کم کر دن بھر کھانے کی چیزوں کے خواب آتے رہیں، اور جسم کمزور ہو جائے۔ علاوہ بریں اسے دنیوی غیر ضروری امور سے بھی کنارہ کش رہنا ہوگا، اور نامعلوم صحبت سے تو اسے سخت گریز کرنا ہوگا مناسب ہے کہ امور متعلقہ زندگی سے فارغ ہونے پر جو وقت بچے اسے یا تو اندرونی شغل کی کمائی میں لگائے یا فقراء و عاشقان مولیٰ کی صحبت یا اولیاء کی مقدس تصانیف کے مطالعہ میں صرف کرے تاکہ نفس کو ناپاک و متحرک ہونے کا کم موقع ملے۔ ان ہدایات پر عمل پیرا ہونے سے سالک کا کام چل نکلتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ نئی روحانی طاقت حاصل ہونے پر اس کی جملہ مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ ایک دن اس کی روح آواز کی ڈور پکڑ کر ذات مطلق سے متحد ہو جاتی ہے۔

# خدائے برحق

"خدا ہے" یہ یقین اس رسوخ سے انسان کے دل میں جاگزیں ہے، اور یہ عقیدہ ایسا قدیم و عالمگیر ہے کہ ہمیں خواہ مخواہ اس فاضل فلسفی (ارسطو عدالک) کی داد دینی پڑتی ہے جس نے انسان کی تعریف قائم کرتے ہوئے اسے "اوّل اوّل متلاشی حق" مخلوق قرار دیا۔ بہر حال یہ صحیح ہے کہ سب انسان خدا کی نسبت یکساں خیال نہیں رکھتے۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک اعلیٰ و بالاترین پوشیدہ قوت یا لامعلوم کبریائی عنصر کی موجودگی کے متعلق اعلیٰ و ادنیٰ ہر طبقہ کے انسان متفق الرائے ہیں۔ کیا روشن دماغ سائنس دان و فاضل فلسفی جنھیں انگلستان کی رائل سوسائٹی جیسے نامی ادارات میں دخل ہے اور جن کی زندگی کا بیشتر حصہ دقیق و عمیق مسائل کی چھان بین ہی میں صرف ہوتا ہے۔ اور کیا جنوبی افریقہ کے وہ پست قامت بادیہ نشین جو ایسے تنگ و تاریک جنگلوں میں بود و باش رکھتے ہیں۔ جہاں زمانہ حال کی تہذیب کی شعاع اب تک نہیں پہنچ سکی۔ اور جو اپنی زندگی کا ۹/۱۰ ذو بٹا دس حصہ محض شکم پری کے متعلق و ہندوں میں صرف کرتے ہیں، سب کی زندگی میں ایسے لمحے آتے ہیں۔ جب ان کا دل اس بالاترین پوشیدہ

Marfat.com

قوت کے جلال کے سامنے سربسجود ہونیکی آرزو کرتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ان جنگلیوں کو ذات باری کی ان صفات کی کوئی سمجھ نہیں ہو جو مہذب انسانوں نے قرار دی ہیں لیکن اس امر کا انھیں احساس ضرور ہے کہ ان کی زندگی، آسائش اور خورش اور پوشش کا انتظام کسی غیبی قوت کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ ہم لوگ ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے ہیں۔ جو روحانیت اور حقانیت سے معمور ہے۔ اس لئے ہمیں توقع ہے۔ کہ اپنے ان سادہ لوح بھائیوں کے رجو ہم جیسے خوش نصیب نہیں ہیں) خیالات کا مذاق اڑائیں۔ بہرکیف ہمیں تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ بھائیوں کے سادہ دلوں میں بھی طلب حق اسی پیمانہ میں مضمر ہے۔ جیسی کہ ہمارے دلوں میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہرچند انسان کو مخلوقات میں نہایت بلند مرتبہ حاصل ہے۔ لیکن تاہم اس کے اندر فطرت حیوانی غالب ہے۔ اس لئے جب کبھی کسی وجہ سے اس کی فطرت حیوانی کی کارروائیاں مسدود یا کمزور ہو جاتی ہیں تو اسکی روحانی فطرت زور دکھاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نامہذب افراد جن کی زندگی کا بیشتر حصہ شکم پروری کے کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ نیز مہذب اصحاب جن کے ضمیر ہمیشہ دنیاوی خواہشات سے گرانبار رہتے ہیں معبود برحق کی جانب اسی وقت مخاطب ہوتے ہیں جب کسی جسمانی تکلیف خوف حسرت یا کسی دوسری وجہ سے ان کے نفس کی آزادانہ حرکت یک گونہ ساکن ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ سالکین اور شاغلین روحانی شغل کے ذریعہ اپنے نفس و حواس کو پورے طور سے حالت سکون میں لاکر علی التواتر خدا کا تصور کر سکتے ہیں۔ سطور بالا قلم بند کرتے وقت ہم اس امر واقع کو نظرانداز نہیں کر سکتے کہ دنیا میں ہمیشہ ہزاروں ایسے انسان موجود رہے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو خدا کی ہستی کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ اس مختصر تحریر میں یہ ناممکنات سے ہے کہ ان کی بے اعتقادی کے وجوہ کی چھان بین کی جا سکے یا ان کے خیالات کے اوصاف و نقائص کا بیان ہو سکے مگر اس قدر ضرور گذارش کیا جا سکتا ہے۔ کہ زیادہ تر اصحاب کا خدا کی ہستی سے انکار کا باعث یہ ہے کہ وہ خدا کو اس صورت و ڈھنگ سے دیکھنے و محسوس کرنے سے قاصر ہیں جس صورت و ڈھنگ سے وہ دنیوی اشیا کو جن کی ہستی کے وہ قائل ہیں دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ لیکن یہ پوزیشن

Marfat.com

یہ لوگ بے پردہ فرض کرتے ہیں کہ دنیا میں فقط انھیں اشیاء کا وجود قائم ہے۔ جن تک ظاہری حواس خمسہ کی پہنچ محدود ہے۔ اور ہر حس کا دائرہ مقرر و فعل مخصوص ہے۔ انھیں یہ علم نہیں کہ ان کے وجود کے اندر کچھ اور بھی قوتیں پوشیدہ ہیں جو فی الحال خفتہ ہیں۔ مگر جو حواس خمسہ کی قوتوں کے مقابلہ میں کہیں افضل ہیں۔ ایسے احباب کا علم حواس خمسہ کے تجربات اور ان کی بنیاد پر قائم اور دلائل عقلی پر موقوف رہتا ہے۔ اور علم باطن کی روحانیت سے وہ قطعی بے بہرہ ہوتے ہیں تصوف سکھاتا ہے کہ انسان کے لئے خدائے برحق کا دیدار ویسا ہی ممکن ہے۔ جیسا کہ آنکھ والے کیلئے سورج کا جلوہ دیکھ لینا۔ مگر اس کے لئے اوّل ہمیں اس چشم باطن کا پتہ لگانا ہوگا جس کے ذریعہ خدا کا دیدار ہو سکتا ہے۔ اور پھر اسے بیدار کر کے ان نورانی شعاعوں کیساتھ وابستہ کرنا ہوگا۔ جو کل موجودات کی جان ہیں۔ عام لوگ اس حس کا ذکر تو کرتے ہیں۔ اور اس کو چشم باطن نقطۂ سویدا۔ چشم تحیر وغیرہ ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ مگر معدودے چند ہی ایسے ہیں جو منعم حقیقی کے اس افضل ترین عطیہ کے استعمال سے باخبر ہیں۔ یا اس کی قدر کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ نفس امارہ کی سفلی یا بیرونی حرکات ایسی زور آور ہیں۔ کہ بہتوں کو وہ ابتدائی شغل تک ناممکن العمل معلوم ہوتا ہے۔ جو انسان کی روحانی طاقت کو سلب ہونے سے محفوظ رکھکر اسے دیدار حق کے اہل بنانے کے لئے ضروری ہے۔ واضح ہو کہ جس طرح سورج کی منتشر شعاعیں آتشی شیشہ کے وسطی نقطہ پر مجتمع ہو کر شہ زور ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی روحانی اشغال کے عمل سے جسم انسانی میں دریائے روحانیت کی معمولی لہروں کا اندرونی مرکز پر اجتماع ہونے سے وہ بنہایت زور آور ہو جاتی ہیں۔ اور جب شاغل مرکز مخصوصہ پر کافی مقدار میں یکسوئی توجہ حاصل کرنیکا اہل ہو جاتا ہے تو اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس کے اندر تحصیل علم کی ایک نئی قوت بیدار ہو رہی ہے۔ بعدہٗ اس نئی قوت کے ذریعہ آسے ایسے اندرونی احساسات ہوتے ہیں کہ اس کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ شغل کامیابی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ اور ہمت پیدا ہوتی ہے۔ کہ اگلے روحانی مقام یا مرکز کی طرف قدم بڑھائے۔ ہر نئے مرکز کے بیدار ہونے پر اس کے اندر ایک نئی قوت ادراک نمودار ہوتی ہے

Marfat.com

جو پہلے مرکز کی قوتِ ادراک سے قطعی مختلف اور افضل ہوتی ہے اور یہ تجربہ حاصل ہونے پر وہ محسوس کرتا ہے کہ نئی منزل پر رسائی افضل تر و بیشتر روحانی شخصیت کی بیداری کا موجب ہو رہی ہے۔ بالآخر ایک دن یہ نوبت آجاتی ہے۔ کہ اس کے اندر وہ روحانی مرکز بیدار ہو جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ دیدارِ حق ممکن ہے۔

ہمارے ہر حس کے ذمہ ایک مخصوص کام ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ہر حس میں پانچ اُمہات عناصر یعنی حواس خمسہ میں سے جو خمسہ عناصر کی لطیف اشکال ہیں۔ ایک اُم عناصر مقیم ہے۔ مثلاً آنکھ میں آتش یا نور کی اُم عناصر رکھی ہے۔ اس لئے ہم آنکھوں کے ذریعہ صرف روشنی یا اشکال ہی کو دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اُس مرکز میں جس کے ذریعہ دیدارِ حق حاصل ہوتا ہے۔ روح کی نہایت لطیف شکل عنصر مقیم ہے۔ اور اس مرکز کے بیدار ہو جانے پر جب اس کا کل روحانیت کے مخزن (یعنی) خداوند تعالیٰ سے رونما ہونے والی کسی روحانی لہر کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ تو فی الفور اس مرکز میں حرکت پیدا ہو کر ذاتِ حق کا اس طرح دیدار ہو جاتا ہے۔ جس طرح ظاہری آنکھوں کی معرفت آفتاب کی شعاعوں کے ذریعہ آفتاب کا دیدار ہو جاتا ہے۔

اور قرآن شریف کے مضامین سے بھی رہبر کی تلاش کرنی واجب بلکہ فرض ہے۔ چنانچہ پروردگار عالم کلام اللہ شریف میں ارشاد فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (ترجمہ) اے ایمان والو! اور اے متقیو! اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ پھر مجاہدہ کرو۔ بیشک تم فلاح پاؤ گے۔"

آیت مندرجہ عنوان میں جو وسیلہ کا لفظ ارشاد ہوا ہے۔ اس میں علمائے اسلام کا اختلاف ہے۔ بعض علمائے ظواہر وسیلہ سے نبی اکرم صلعم مراد لیتے ہیں۔ اور یہ محض اُن کی ذاتی رائے ہے۔ مگر علمائے تصوف یعنی صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وسیلہ سے پیر و مرشد مراد لیتے ہیں۔ اس جگہ رہبری کے معنے صادق آتے ہیں۔ پس صوفیائے کرام سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں لفظ وسیلہ سے بجز ہادی کے اور کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس آیۂ مبارک میں پروردگار عالم کن لوگوں سے مخاطب ہے تو ہر منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی مخاطبت ایمان والوں سے ہے۔ اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آمنوا میں اس وقت تک کسی شخص کا شمار ہو ہی نہیں سکتا جب تک جناب سرور کائنات علیہ السلام کو اپنا وسیلہ ...... نہ گردانے۔ دوسرے یہ گمان ہو سکتا تھا کہ وسیلہ سے شاید پرہیزگاری اور نیکو کاری مراد ہوگی۔ لیکن ذات باری نے اس کو بھی واتقوا اللہ کہہ کر صاف کر دیا ہے۔ یعنی آمنوا سے ایمان والو اور واتقوا اللہ سے اتقا کرنے والوں سے تخاطب ہے۔ لہٰذا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰه کے صاف معنے یہ ہیں کہ اے ایمان والو۔ اور اے پرہیزگارو۔ وابتغو۔ وسیلہ تلاش کرو یعنی پیرومرشد کو تلاش کرو جو حصول الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ پس وابتغوا امر ہے۔ اور امر بی صاف وجوب کے معنے دے رہا ہے۔ یعنی ہر ایمان والے پر پیرومرشد کی تلاش واجب ہے۔ نہیں نہیں بلکہ فرض ہے۔ کیونکہ یہ نص قرآنی ہے پس اس میں تاویل کی گنجائش باقی نہیں۔ پس قرآن شریف کی اس آیت مبارکہ سے بھی پیرومرشد کی ضرورت اور اس کی تلاش فرض ہے

# بیعت

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ ترجمہ اے محمدؐ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تحقیق اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔" بیعت کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بیعت اسلام (۲) بیعت جہاد۔ (۳) بیعت طریقت یعنی اپنی پہچان کے ذریعہ سے اللہ نور السموات والارض کا اسی دنیا میں مشاہدہ (۴) بیعت توبہ۔

بیعت اسلام۔ اسلام قبول کرنے کے وقت لی جاتی ہے اور فرض ہے۔ بیعت جہاد۔ نبی اکرم صلعم اور صحابۂ کرام جہاد کے وقت لیتے تھے۔ اور یہ سنت ہے۔ بیعت طریقت۔ اسرار حقیقت کے طالب سے لی جاتی ہے۔ اور حضور سرور عالم صلعم نے یہ بیعت اکثر صحابہ کرام سے لی ہے۔ اور بعض عورات سے

Marfat.com

اس طرح یہ بیعت لی ہے کہ سب سے پہلے کسی ظرف میں پانی منگوا کر حضور اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر نکال لیتے تھے۔ اس کے بعد اس عورت کو (جو بیعت ہونا چاہتی تھی) حکم فرماتے کہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈالو۔ پس عورت کو اس احتیاط کے ساتھ بیعت فرماتے تھے۔ (از صحیحین) لہٰذا بیعت طریقت واجب ہے۔ بعض بزرگان دین اس بیعت کو فرض کہتے ہیں۔ اور استدلال میں یہ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (ابن ماجہ) (ترجمہ) جو شخص بلا بیعت کئے ہوئے مرا وہ جہالت کی موت مرا۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ۔ (صحیح بخاری) طلب کرنا علم الٰہی کا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ بیعت طریقت سنت موکدہ ہے۔ مگر خدا کے چاہنے والوں کے لئے فرض ہے۔ بیعت توبہ جب کوئی اپنے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ اس سے بیعت استغفار لی جاتی ہے۔ اور یہ مستحب ہے۔

# آداب شیخ

(۱) جب مرید اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو تو۔ ہر وقت شیخ کے جمال پر نظر رکھے۔ اور عاشق کی طرح اس کا منہ تکتا رہے۔ یا اگر کھڑا ہے تو اپنے پیروں پر نظر رکھے۔ اور جب تک شیخ حکم نہ دے کھڑا رہے۔ جب حکم ملے تو بیٹھے۔ اگر بیٹھے تو اپنے سینے پر نظر رکھے۔ (۲) شیخ کے سامنے اور کسی سے بات چیت نہ کرے۔ شیخ کے روبرو دوڑ کر نہ چلے۔ (۳) جب شیخ کے سامنے حاضر ہو تو اپنا سر سرزمین پر رکھے۔ کیونکہ تمام خواجگان کا یہی دستور تھا۔ اور اب تک سلسلہ میں جاری ہے۔ (۴) اگر مرید کوئی چیز لایا ہے تو سامنے ادب سے رکھ دے۔ اور اگر کوئی متبرک شے لایا ہے تو اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر شیخ کے روبرو نہایت ادب سے پیش کرے۔ (۵) مرید کو چاہیئے کہ شیخ کے پیشہ اور اس کی ظاہری حالت کی طرف متوجہ نہ ہو۔ بلکہ اس کی باطنی نعمت اور فیضان کو مد نظر رکھے جو اللہ برتر نے اسے عطا فرمائی ہے۔ (۶) اگر شیخ کے پاس ظاہر میں دولت دنیا اور وجاہت کچھ نہ ہو

Marfat.com

حقیر جانے۔ بلکہ آخرت کا اور معرفت کا بادشاہ سمجھے۔ (۷) زمانہ بھر میں کسی کو اپنے شیخ کی برابر نہ تصور کرے۔ اگر کسی کو مثل شیخ سمجھے گا تو بھی مشرک ٹھیرے گا۔ (۸) ہر مرید کمال صدق ویقین کے ساتھ حاضر و غائب اپنے شیخ کا تابع فرمان رہے تاکہ اس کی نورانی شعاعیں مرید کے دل کو جگمگا دیں۔ اور انوار الٰہی کا مشاہدہ کرے۔ ورنہ تمام عمر محروم رہے گا۔ (۹) مرشد سے نہایت ادب کے ساتھ باہستگی مختصر کلام کرے اور وہ بھی نہایت ضروری۔ قصہ ہائے دراز اور غیر ضروری باتیں ہرگز نہ کرے۔ (۱۰) مرید کو چاہیئے کہ کوئی کلمہ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالے کہ جس سے مرشد کی کسی پہلو سے سبکی یا حقارت کی طرف خیال منتقل ہو سکے۔ (۱۱) نہ کسی اور سے اپنے شیخ کی برائی کو سننا روا رکھے۔ (۱۲) شیخ جو کچھ فرمائے اُسے غور سے سُنے۔ اور تامل کرے تاکہ حقیقت کے نکات دل پر کھلیں۔ (۱۳) اگر شیخ سماع کے موقعہ پر اشارات کے ذریعہ سے کچھ تعلیم کرے تو ہمہ تن محو ہو کر اس پر غور کرے اور ہر اشارہ کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ حضرات اہل چشت کا سماع کے وقت ایک اشارہ طالب صادق کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ دوسرے سلاسل کے طالب چالیس سالہ مجاہدات وریاضات سے بھی نہیں پہنچ سکتے۔ (۱۴) اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے۔ اپنے پیر کی طرف پشت نہ کرے۔ تاکہ قابل فیض وبرکاتِ الٰہی ہو۔ (۱۵) شیخ کی آمد ورفت کے وقت کھڑے ہو کر تعظیم دینا نہایت ضروری ہے۔ (۱۶) مقام نشست گاہِ شیخ پر ہرگز نہ بیٹھے۔ (۱۷) جو آداب شیخ کے روبرو بجا لاتا ہے۔ وہی پیچھے بھی بجالائے۔ مثلاً شیخ مرید کے ہاں تشریف لاویں اور جس مقام پر تشریف فرما ہوں اس مقام کا بھی احترام واجب ہے۔ (۱۸) شیخ کے برابر چلنا کمال بے ادبی ہے۔ اور اس کے سایہ پر قدم رکھنا نہایت گستاخی ہے۔ (۱۹) پیر و مرشد کے حضور میں عاجزوں کی طرح دوزانوں ہو کر اور سر جھکا کر بیٹھے۔ اور ادھر ادھر نہ دیکھے۔ ورنہ فیضان سے محروم رہے گا۔ (۲۰) مرشد کی طرف کبھی پاؤں نہ کرے۔ بلکہ اس کے مکان۔ مقام۔ مزار۔ اور شہر کی طرف بھی پاؤں نہ کرے۔ (۲۱) شیخ کے تمام اطوار وافعال پر راست وصواب کا یقین رکھے۔ (۲۲) شیخ کے کسی فعل پر کسی طرح کا شبہ واعتراض نہ کرے۔ اگر اتفاقیہ کوئی وسوسہ پیدا ہو جائے تو اسی وقت دور کرے اور سچے دل سے توبہ کرے۔ اور

Marfat.com

حضرت خضرؑ اور جناب موسیٰؑ کے قصوں کی طرف جو قرآن میں ہیں محمول کرے۔ تاکہ ایمان درست ہو جائے۔ ورنہ دونوں جہان میں ٹھکانا نہیں رہے گا۔ (۲۳) مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر کے سوائے کسی دوسرے پیر کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (۲۴) مرید اپنے پیر کو معصوم نہ سمجھے۔ اگر اس سے خلاف شرع بھی کوئی بات سرزد ہو تو اپنے اعتقاد میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دے۔ کیونکہ اگر پیر سے کوئی لغزش بھی ہو جائے تب بھی وہ درجہ ولایت سے نہیں گرتا۔ انبیاء علیہم السلام سے بھی لغزشیں ہوئی ہیں۔ مگر وہ درجہ نبوت سے نہیں گرے۔ اور نبی کے نبی ہی رہے۔ اسی طرح لغزش سے توبہ کرتے ہی ولی اپنی ولایت پر قائم رہتا ہے۔ (۲۵) اکثر شیخ اپنے مریدوں کا امتحان لینے کی غرض سے اپنی عجیب عجیب صورتیں ظاہر کرتے ہیں۔ تاکہ مریدوں کے عقیدہ کی جانچ ہو جائے۔ (۲۶) اگر ایک مرید نماز روزہ اذکار اور اشغال میں مشغول ہے۔ اور دوسرا شیخ کے مشاہدہ اور تصور میں تو یہ دوسرا ہی افضل ہے۔ کیونکہ اس نے اصل کام کو اختیار کیا ہے۔ (۲۷) اگر شیخ امرد یا کسی عورت پر مبتلا ہو جائے۔ تو مرید کو بد اعتقاد نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ یہ سمجھے کہ پیر نے اسکے چہرہ میں تجلی ذات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اسلئے اس کا مبتلا ہو گیا ہے۔ نہ کہ امرد و عورت کا۔ کیونکہ بعض وقت عالم قدس میں ایک صورت نظر آتی ہے۔ اور پھر جب ویسی صورت دنیا میں آ کے دکھائی دیتی ہے تو وہ دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ لہذا مرشد لوگ دنیوی صورت کے مبتلا نہیں ہوتے بلکہ وہ اسی صورت قدسی کے مبتلا ہو کر ذات اقدس کی طرف ترقی کرتے ہیں۔ مگر ان باتوں میں پیر کا اتباع کرنا قطعی ناجائز ہے۔ اگر اس فعل میں مرید شیخ کا اتباع کرے گا تو برباد ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اگر اتفاقاً کوئی مرید اس بلا میں گرفتار ہو جائے۔ تو شیخ کو چاہیے کہ فوراً اپنے مرید کی دستگیری کر کے اعلیٰ کی طرف متجاوز کر دے۔ (۲۸) مرید کو امرد کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ خصوصاً اس امرد سے جو خوش شہرہ اور خوش گلو ہو حذر کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی مجلس میں ایسا امرد قوال ہو۔ تو وہاں ہرگز نہ جائے۔ اگر چلا گیا ہے۔ تو واپس آئے۔ اور اگر واپس نہ آ سکے تو اپنی نظر جھکائے بیٹھا رہے۔ مگر منتہی جن کی نظر میں شجر، حجر، خوش شہرہ، بدصورت، عام

..۔ سب یکساں ہیں۔ انہیں سب کچھ زیبا ہے۔ (خلاصہ تصوف صفحہ ۹ مصنفہ حضرت گیسو دراز بندہ نواز۔ (۲۹) شیخ کی صحبت کو صحبت رسول اللہ صلعم سمجھے اور تمام عبادات پر صحبت شیخ کو ترجیح دے۔ اور جو کچھ شیخ تعلیم کرے اسے گوش ہوش سے سُنے۔ یا جو کچھ نکاتِ معرفت بیان فرمائے یا اشارتاً سمجھائے۔ اسکے سمجھنے کی بلیغ کوشش کرے۔ اور جو کچھ قصہ یا حکایت شیخ کی زبان سے سنے اُسے اپنی حالت سے مطابق کرے تاکہ فہم اور بصیرت زیادہ ہو۔ (۳۰) شیخ کی صحبت میں بیٹھکر بہمہ وجوہ اسی کی طرف متوجہ رہے تاکہ عجیب وغریب مشاہدے پیش نظر ہوں۔ (۳۱) شیخ کی بغیر اجازت کے کلام نہ کرے۔ تاکہ صاحب شعور ہو۔ (۳۲) پیر کی خدمت دل وجان اور ہاتھ پاؤں سے بجالائے اور شکر کرے کہ پیر و مرشد کی عنایت سے اس خدمت کی مجھے توفیق عطا ہوئی ہے۔ (۳۳) ہر وقت پیر کی درازی عمر کے لئے دعا کرتا رہے۔ اگرچہ مرید کی دعا سے کیا ہوتا ہے۔ مگر اس بات سے مرید کے خلوص کا پتہ چلتا ہے۔ (۳۴) ہر وقت پیر کا نام زبان پر جاری رکھے کیونکہ پیر کے نام میں بھی نہایت اثرات ہیں۔ جیسے شعر

چھوڑ بیٹھے سب عمل حب کے مذاق
پڑھتے یا محبوب یا محبوب ہیں

(۳۵) مرید کو چاہیئے کہ شیخ کی بلا اجازت کوئی کام نہ کرے۔ (۳۶) شیخ کی اولاد کا احترام واجب ہے۔ اور اس کے خویش واقربا۔ بلکہ خادم کو بھی۔ دوسری مخلوق سے بھی برتر اور بزرگ جانے۔ اور ہمیشہ مخلص اور عقیدت مند بنا رہے تاکہ اہل فضل اور عزت میں داخل ہو۔ (۳۷) شیخ کے دوست اور محبوں کو دوست رکھے اور عزیز جانے۔ اور اس کے دشمنوں سے ہمیشہ بچتا رہے۔ (۳۸) پیر و مرشد کے فرمودہ پر ہمیشہ عمل کرتا رہے۔ اور کسی حالت میں اُسے نہ چھوڑے۔ (۳۹) شیخ کی صحبت اور حضوری اگر میسر ہو تو اُسے دونوں جہان کی نعمت سے افضل جانے۔ بلکہ شیخ کی حضوری کو ورد و وظائف پر ترجیح دے تاکہ راہ وصال اور علم الوہیت میسر ہو۔ (۴۰) شیخ کی شفقت اور مرحمت پر مغرور نہ ہو۔ اس کی ہیبت وخوف سے کسی وقت دل کو خالی نہ رکھے۔ (۴۱) اگر شیخ اپنی ظاہری صورت اور ظاہری حالت مرید کو بگاڑ کر دکھائے تو مرید کو بھی ہے جو ذرہ برابر ملال اور خطرہ نہ آنے دے۔ بلکہ

Marfat.com

دل وجان سے اس کا اخلاص مند بنا رہے۔ ورنہ بدگمان مرید ہمیشہ تنزلات اور ہلاکت میں پڑا رہے گا۔ اور کبھی اسے خلاصی حاصل نہ ہوگی۔ (۴۲) مرید کو چاہیئے کہ شیخ کے آگے اور پیچھے یکساں رہے اور کسی طرح ریاکاری کو دخل نہ دیوے۔ تاکہ دولت سرمدی پاوے۔ (۴۳) مرید کو چاہیئے کہ اپنا ظاہر باطن یکساں رکھے اور دل وزبان میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دے تاکہ دل منور ہو اور حقائق میسر ہوں (۴۴) شیخ کی خدمت اپنی طاقت اور حوصلہ کے موافق کرے۔ تاکہ طبیعت پر ملال نہ آنے پائے۔ اور جو کچھ میسر ہو دل وجان سے اس کے روبرو پیش کرے۔ (۴۵) شیخ کے سامنے اپنا فخر علمی ونسبی کبھی ظاہر نہ کرے اور دنیوی فوائد کا اس سے ہرگز طالب نہ ہو۔ تاکہ رحمت اور نعمت الٰہی سے محروم نہ رہنے پاوے (۴۶) جب مرید شیخ کی خدمت میں سے اٹھکر چلے تو اس کی طرف پشت نہ کرے۔ کیونکہ جس طرح دل شیخ کی طرف متوجہ ہے چہرہ بھی متوجہ رہے۔ جو شخص شیخ کی خدمت میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ اور کاروبار کے واسطے بار بار آمد ورفت رکھتا ہے۔ اس سے ہر وقت یہ اہتمام نہ ہوسکیگا۔ مگر اس کو بھی اتنا ضرور چاہیئے کہ پیر کے سامنے دو قدم الٹا چل کر پشت کرے پہلے ہی قدم میں پشت نہ کرنا چاہیئے (۴۷) شیخ کے سامنے بیٹھکر اونگا نہ کرے۔ اگر نیند کا غلبہ ہے تو اس کی نظر سے چھپکر کسی گوشہ میں سورہے۔ شیخ کے سامنے ہر چیز کی تلاوت موقوف رکھے۔ اسی کے چہرہ کی تلاوت میں مشغول رہے بلکہ یہ سمجھے کہ۔ شعر

مصحفے روئے تو ما راہست قرآنے دگر　　عاشقاں رادین دیگر ہست وایمانے دگر

تاکہ مشاہدہ ذات نصیب ہونے لگے۔ (۴۸) مرید کو اس بات کا یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ جس جگہ کوئی طالب صادق سینکڑوں برس کے ریاضت اور مجاہدوں سے نہیں پہنچ سکتا۔ پیر ایک بات بلکہ ایک ادنیٰ اشارہ میں اس جگہ پہنچا سکتا ہے۔ (۴۹) مرید کو چاہیئے کہ ہر وقت پیر کا نام ورد زبان رکھے۔ اور اس کے تصور کے لئے کوئی وقت مقرر نہ کرے۔ بلکہ کسی وقت تصور شیخ سے خالی نہ رہے۔ (۵۰) مرید ہر وقت پیر کو غیب کے مشاہدہ میں سمجھے اور اپنے وجود عنصری پر شیخ کی تجلی کا تصور کرے۔ اگر ایسا کرتا رہے گا تو یقیناً ایک دن پیر اس کی صحبت میں سامنے آجائے گا۔

Marfat.com

مرید اپنے آپ کو ہمیشہ پیر کی حراست میں خیال کرے اگر اس شغل کی مداومت کریگا
تو چند دن میں جدہر دیکھے گا پیر ہی پیر نظر آنے لگیگا۔ اور ایسی حالت ہو جائے گی کہ مرید
اپنی زبان سے کہنے لگیگا۔ شعر

جدہر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں تجھی کو نہاں اور عیاں دیکھتا ہوں

تصویر تو می بینم بر سر در و دیوارے (دیگر) اے پردہ نشین گشتی رسوا سر بازارے

(۵۲) امور بشری میں ہر مرید اپنے پیر کو اپنے مثل بشر تصور کرے۔ اور امور الٰہی میں شیخ کو پیغمبر
کی مثل جانے۔ (۵۳) پیر کی مجلس کو مرید مجلسِ حق تصور کرے۔ اور بغیر ضروری کام کے
اس مجلس سے باہر نہ جائے۔ (۵۴) جب پیر مرید کی طرف دیکھے تو مرید اپنی نظر نیچی کرے۔ پیر
کی آنکھوں سے کبھی آنکھیں نہ ملائے۔ اگرچہ پیر کا مرتبہ سمجھنا نہایت دشوار ہے۔ جس کو خدا توفیق
دیتا ہے۔ وہی حقیقت شیخ کو جانتا ہے۔ لیکن رسمی مرید کو بھی کم سے کم اتنا اعتقاد رکھنا ضروری
چاہیئے۔ کہ پیر جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ (۵۵) اگر نماز کی جماعت تیار ہو۔ اور
پیر کسی کام کا حکم دے۔ تو پہلے پیر کا حکم بجالانا واجب ہے۔ کیونکہ جماعت دوبارہ بھی مل سکتی ہے۔
لیکن اس قضا کی پیر ادا نا ممکن ہے۔ (۵۶) امام مالک کا مذہب ہے۔ کہ اگر کوئی شخص خدا کی
جناب میں گستاخی کرے۔ تو اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہی۔ لیکن حضور سرور کائنات صلعم کی شان
میں اگر کوئی شخص گستاخی کریگا تو وہ قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہو گی۔ اسی طرح
شیخ بھی اپنے مریدوں کے گروہ میں بمنزلہ نبی کے سمجھا جاتا ہے۔ لہذا یہی احکام اس کے لئے بھی
صادق آتے ہیں۔ (۵۷) جو شخص اشارتاً یا صراحتاً اپنے پیر کی توہین کرتا ہو تو تم کو اس سے قطعی
بیزار ہو جانا چاہیئے۔ جیسے زاہد شیطان سے۔ اور محبان حضرت علی کرم اللہ وجہہ یزید سے نفرت
کرتے ہیں۔ اسی طرح تم کو اپنے پیر کے دشمن سے نفرت کرنا چاہیئے۔ اگر تم اس سے نفرت نہ کرو گے
تو بےغیرت کہلاؤ گے۔ (۵۸) پیر کو ایک استاد یا معلم کی برابر سمجھنا قطعی غلطی ہے۔ بلکہ درحقیقت
مرید عاشق اور پیر معشوق ہوتا ہے۔ لہذا اور کسی کو اپنے پیر کی برابر سمجھنا اس مشرب میں شرک کہلاتا ہے

Marfat.com

بلکہ اپنے تمام عزیز و اقارب اور اپنے جان و مال سے بھی زیادہ اپنے پیر سے محبت ہونی لازم ہے۔ ورنہ مومن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے۔ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے۔ کہ اے عمر! جس وقت تک تم کو اپنی جان سے زیادہ میری محبت نہ ہوگی مومن نہیں ہو سکتے۔ (۵۹) اگر کوئی مرید اپنے پیر کی خدمت میں کچھ صرف کرے اس کا شکریہ بجا لائے اور پیر کا اپنے اوپر احسان سمجھے۔ اور اگر پیر و مرشد مرید کی نذر قبول کرے، تو اس کو بھی شیخ کی عین عنایت سمجھے۔ (۶۰) جس مجاہدہ کا پیر حکم دے اس کو مرید نعمت تصور کرے۔ (۶۱) اگر پیر خوبصورت ہے۔ اور مرید اس کے حسن ظاہری پر فریفتہ ہو جائے تو یہ اس کی بیحد خوش نصیبی ہے اور حصول الی اللہ کا راستہ بہت نزدیک ہے۔ اور صحیح تو یہ ہے

ہر کہ کرد ذاتِ مرشد را قبول ہم خدا در ذاتش آید ہم رسولؐ

(۶۲) مبتدی مرید شیر خوار بچہ کی مانند ہے۔ اگر چہ شیخ سے جدا ہو گا ہلاک ہو جائے گا۔ (۶۳) مرید کو ہر حالت میں یہ کوشش کرنا چاہیئے۔ کہ پیر پر اس کا بار نہ پڑنے پائے۔ بلکہ پیر کا بار اٹھانے کی خود کوشش کرے۔ اور سمجھے کہ پیر جیسے دین کے معاملات میں اس کا محتاج نہیں اسی طرح دنیا کے معاملات میں بھی مستغنی ہے۔ (۶۴) شیخ کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہ جائے۔ کیونکہ جو خالی ہاتھ جائے گا خالی واپس آئیگا۔ اگر کچھ میسر نہ ہو تو دو چار پھول ہی پیر و مرشد کی نظر گذرانے۔ اور اگر پھول بھی نہ مل سکیں تو کسی درخت کی خوبصورت پتیاں ہی پیر کے سامنے پیش کرے۔ اگر مرید کی نذر یا ہدیہ شیخ قبول کرے۔ تو اس کو شیخ کی کمال مہربانی تصور کرے (۶۵) نماز پڑھنے میں اپنے شیخ کو دائیں یا اپنے آگے امام تصور کرے۔ یا اپنے سجدہ کی جگہ۔ یا اپنے دل میں یا حاضر و ناظر خیال کرے۔ تو بھی اچھا ہے۔ (۶۶) تصور شیخ کی ترکیب یہ ہے کہ اپنے آپ کو شیخ کے روبرو حاضر تصور کرے۔ یا اپنے دل میں شیخ کا خیال جمائے۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ شیخ کی صورت بنجائے تاکہ بیساختہ کہہ اٹھے ؎

صورت میں میری اپنا نقشہ جما رہا ہے خود ہو رہا ہے ظاہر مجھ کو چھپا رہا ہے

Marfat.com

صورت پہ میری غیر آئینہ کر نہ ہو وہ تو — میرا نشان مجھ میں اے یار کیا رہا ہے

اس کو برزخ شیخ کہتے ہیں۔ اور یہی فقہ اور حدیث سے جائز ہے۔ لیکن خدا جسے درویش بنانا چاہتا ہے اس کو اس تصور کی توفیق عطا کرتا ہے۔ یہ تصور نہ مراقبہ ہے نہ مکاشفہ۔ بلکہ معائنہ اور مشاہدہ ہے۔ (۶۷) مرید خواہ کتنی ہی ریاضت و عبادت کرے اور خواہ کتنے ہی مجاہدے کرے مگر اپنی عبادت کو کبھی شمار میں نہ لائے۔ بلکہ یہ سمجھے کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ (۶۸) مرید کو چاہیئے کہ پیر کی صحبت اور اس کے دیدار کو عبادت سمجھے۔ اپنے آپ کو بالکل اسی کے سپرد کر دے اپنی سعادت اس کی رضامندی میں جانے۔ (۶۹) پیر کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ ورنہ تمام اعمال صالحہ اس کے محو ہو جائینگے۔ (۷۰) مرید شیخ کے ہاتھ پر بک گیا تو اس کا روئنگٹا روئنگٹا بک چکا۔ اور وہ اپنی عقل و رائے کا بھی مالک نہ رہا۔ لہٰذا وہ اپنی رائے کو بھی شیخ کے حکم کے سامنے معطل جانے۔ تاکہ اپنے نفس کا مرید نہ رہے۔ (۷۱) مرید کو چاہیئے کہ جو برتن خاص طور سے پیر کے استعمال میں رہتے ہوں انھیں اپنے استعمال میں نہ لائے۔ (۷۲) پیر کی جائے نماز پر کبھی پاؤں نہ رکھے۔ اور شیخ جس جگہ وضو کرے وہاں وضو نہ کرے۔ (۷۳) مرید کو چاہیئے کہ پیر کی بغیر اجازت کوئی ذکر و شغل یا ورد وظائف اختیار نہ کرے۔ بلکہ جو کچھ شیخ بتائے اور جتنا بتائے۔ اتنے ہی کی مداومت کرے۔ کسی غیر کے بتائے ہوئے اذکار کی طرف کبھی متوجہ ہونا چاہیئے۔ (۷۴) پیر کی کسی ادنیٰ حرکت پر بھی اعتراض نہ کرے۔ ورنہ محروم رہ جائے گا۔ (۷۵) پیر و مرشد ظل رسول اللہ صلعم ہے۔ (۷۶) شیخ جمیع صفات محمدیہ کا منبع ہے۔ لہٰذا اس کے آداب میں شمہ بھر کمی نہ کرنی چاہیئے۔ (۷۷) پیر سے کسی کرامت کا ظہور نہ چاہے۔ یہ کام مومنوں کا نہیں ہے۔ البتہ کافروں نے انبیاء علیہم السلام سے معجزہ طلب کئے تھے۔ (۷۸) جو خطرہ قلب میں آوے فوراً پیر سے کہہ دے۔ (۷۹) اپنی کوئی بات پیر سے نہ چھپائے۔ (۸۰) کسی کو اپنے پیر پر ترجیح نہ دے۔ بلکہ کسی کو پیر کی برابر سمجھنا ہی ارادت کے خلاف ہے۔ (۸۱) اگر مرید کو بظاہر کسی اور جگہ سے فیض پہنچا ہو۔ تو اس کو بھی اپنے پیر ہی کی جانب سے سمجھے۔ اور دراصل پیر ہی کا

Marfat.com

ذریعہ حصول ہے۔ اپنی کمی استعداد اور خطا فہمی کے سبب سے وہ اس فیضان کو دوسرے کی جانب سے سمجھتا ہے۔ (۴۲) اگر مرید نماز فرض ادا کر رہا ہو۔ اور شیخ پکارے تو بہ آواز بلند لبیک کہے اور نیت توڑ کر فوراً حاضر خدمت ہو۔ اس موقع پر حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک روز حضرت شیخ الاسلام والمسلمین یعنی حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرید مولانا بدر الدین اسحاق کو آواز دی جو اس وقت نماز میں مشغول تھے انہوں نے حضرت بابا صاحب کی آواز سنتے ہی بلند آواز سے نماز ہی میں لبیک کہا۔ اور نماز کی نیت توڑ کر فوراً حاضر خدمت ہو گئے۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ رسول کریم صلعم کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک صحابی کو آواز دی وہ نماز میں مشغول تھے اس وجہ سے دیر ہوئی۔ جب حاضر خدمت ہوئے۔ تو پوچھا کہ دیر کیوں ہوئی۔ عرض کیا کہ بندہ نماز میں مشغول تھا۔ فرمایا۔ جب رسول خدا بلائے تو فوراً جواب دینا چاہیے۔ بعد ازاں محبوب پاک نے فرمایا کہ شیخ کا فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ (از فوائد الفواد)

(۴۳) روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی مرید سے دریافت کیا۔ کہ کیا تم پیر کو انبیاء کے برابر جانتے ہو۔ اُس نے کہا عقیدہ تو جو کچھ ہے وہی ہے۔ مگر میں بزرگوں میں تفریق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نبی کریم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ یعنی پیر اپنے مریدوں میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ اور اس حدیث سے ہی جس کو میں آگے بیان کرتا ہوں۔ اس میں بھی علماء کے لفظ سے علمائے تصوف کی طرف اشارہ ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ یعنی میری امت کے عالم بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہوں گے۔"

(۴۴) عوارف میں لکھا ہے اَلشَّیْخُ صُوْرَۃٌ یَسْتَشِفُّ مِنْهَا الْمُطَالِبَاتُ الْاِلٰهِیَّۃِ یعنی تم کو جو کچھ خدا سے طلب کرنا ہے شیخ سے طلب کرو۔ اور جو الٰہیت تم چاہتے ہو وہ شیخ کی صورت سے تم کو نصیب ہو گی۔ نیز جن باتوں کے تم خدا سے طالب ہو۔ مثلاً لطف و کرم

غضب جلال وجمال. رد قبول۔ ان سب کو شیخ ہی کی طرف سے سمجھے (۵) جو شئے پیر کی مدنظر ہو مرید کا اُس پر نظر ڈالنا سخت بے ادبی ہے۔ اور گناہ عظیم ہے۔ بلکہ پیر کی بیویاں اور لونڈیوں کو بھی اپنی مائیں سمجھے۔ اگر پیر کا انتقال ہو جائے تو بھی اس کی منکوحہ سے نکاح قطعی حرام ہے۔

# خلافت

(از سیرت نظامی صفحہ ۶۰)

خلافت کے متعلق بھی کچھ توضیح اور تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لہذا گذارش ہے کہ جوامع الکلم میں لکھا ہے۔ کہ حضرت رسول خدا صلعم سے خلافت دو طرح پر جاری ہوئی ہے۔ ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ ظاہری خلافت کو صغریٰ اور باطنی کو کبریٰ کہتے ہیں۔ خلافت ظاہری تو امید دنیوی اور انتظام ملکی سے تعلق رکھتی ہے۔ جو اُمت کے بہت سے افراد کو ملتی چلی آئی ہے۔ اور بعد جناب رسالتماب صلعم کے حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ۔ پھر جناب مولا علی رضی اللہ عنہم امور ظاہری کی انجام دہی کے واسطے تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ مگر خلافت باطنی خاص جناب امیر علیہ السلام یعنی مولا علیؓ کے حصہ میں آئی۔ چونکہ جناب رسالتماب صلعم کو حکم تھا۔ کہ راز باطنی بلا طلب کسی شخص پر ظاہر نہ کریں۔ اس وجہ سے آنحضرت کو بے حد فکر اور قلق رہتا تھا۔ کہ جو آتا ہے ظاہری مسائل کا سوال کرتا ہے۔ اتنی مدت ہو گئی۔ مگر آج تک راز باطن کا کوئی طالب صادق اس وقت تک نہیں آتا۔ شاید یہ راز قبر میں اپنے ساتھ ہی لیجاؤں گا۔ (لہذا صوفیہ کرام میں ابتک یہی سنت جاری ہے۔ کہ وہ بجز طالبان صادق کے کسی پر اسرار باطن کو ظاہر نہیں کرتے) الغرض ایک روز جناب مولا علیؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے کیونکہ آپ کے دل میں اس روز یہ غیبی خیال پیدا ہوا۔ کہ ہم نے آنحضرت سے اس وقت تک ظاہری شریعت کے احکام تو حاصل کیے۔ اور ان میں حضور صلعم کے احکام کی اطاعت اور مطابعت بھی کی۔ مگر اب تک اسرار حقیقت یعنی راز باطن سے کچھ

Marfat.com

واقف نہ ہوئے۔ لہذا اس علم کا معلوم کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنا یہی معروضہ پیش کیا۔ جس کو سنتے ہی خواجۂ عالم صلعم از حد شگفتہ ہو گئے۔ اور فرمایا کہ الحمد للہ میرے باطنی خزانہ کا اہل اور لائق پیدا ہوا۔ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا اے علی! مجکو اللہ کا حکم تھا کہ میں بغیر دریافت اسرار باطن کسی پر ظاہر نہ کروں۔ اب اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ تمہارے دل میں ان کی سچی طلب پیدا ہوئی۔ اور یہ نعمت اور دولت تمہارے ہی نصیب میں تھی۔ اے علیؓ! یہ علم سربستہ اور گوش بگوش ہے۔ اور انشاء اللہ یہ علم تمہارے ذریعہ سے قیامت تک جاری رہیگا۔ پھر آنحضرت نے اسرار حقیقت جناب مولا کو تعلیم فرمائے۔ پس جناب امیر علیہ السلام سے وہی اسرار حقیقت تمام صوفیائے کرام کو سینہ بسینہ پہنچے۔ کیونکہ اسرار باطن کے وہی وارث تھے اور ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔

اسی مضمون کے متعلق حضرت مخدوم العالم شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رضی اللہ عنہ خیر المجالس میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ صوفیائے کرام کی متابعت عین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے۔ لہذا سالک کو صوفیائے کرام کے احوال۔ اقوال۔ اخلاق۔ آداب۔ اور عقائد سے ضرور واقفیت پیدا کرنا چاہیئے۔ اور سلوک میں ان کے قدم بقدم چلنا چاہیئے۔ تاکہ بہت جلد منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ مشائخین عظام نے خلافت کی سات قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) اصالتاً (۲) اجازتاً (۳) اجمالاً۔ (۴) وراثتاً۔ (۵) حکماً۔ (۶) تکلفاً (۷) کسباً۔ ان ساتوں خلافتوں کی یہ تعریف ہے۔
(۱) اصالتاً خلافت یہ ہے کہ کوئی بزرگ اپنے کسی لائق مرید کو اللہ کے حکم سے اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کرے۔ اس خلافت کو اصلاح صوفیہ میں خلافت الٰہیہ کہتے ہیں۔ (۲) اجازتاً خلافت یہ ہے کہ شیخ اپنے مرید کو کام کے قابل دیکھکر برضا ورغبت اپنا خلیفہ کرے۔ جیسے کہ تمام مشائخ میں رسم دستور ہے۔ اور اس خلافت کو خلافت رضائی بھی کہتے ہیں۔ (۳) اجمالاً خلافت یہ ہے کہ ایک بزرگ کسی کو بغیر خلیفہ بنائے انتقال کر گئے۔ پھر اُن کے بعد ان کے مریدوں یا قوم نے کسی مرید کو ان کی جگہ جانشین کر دیا۔ اور یہ رسم عام طور پر عام لوگوں میں جاری ہے۔ مگر مشائخ کے نزدیک

Marfat.com

[illegible] خلافت کو خلافت افترائی کہتے ہیں اور اس کو نہیں مانتے۔ (۴) وراثتًا خلافت یہ ہے کہ ایک شخص نے اس عالم سے رحلت فرمائی۔ اور کسی کو اپنا خلیفہ یا جانشین نہیں کیا۔ پھر ان کے ورثاء میں سے ایک شخص جو سب سے زیادہ اہل اور لائق تھا ان کا جانشین بن بیٹھا۔ اس خلافت کو بھی مشائخین منظور نہیں فرماتے۔ ہاں اگر باطن میں اس جانشین کو شیخ نے حکم فرمایا ہو تو درست ہو جائے گی۔ کیونکہ احکام طریقت میں صوفیائے کرام کے نزدیک امر باطن جائز ہے۔

(۵) حکمًا خلافت یہ ہے۔ کہ ایک بزرگ نے وفات پائی۔ پھر ان کے مریدان و معتقدان میں خلافت اور جانشینی کے متعلق نزاع ہوا۔ اور یہ معاملہ بادشاہ اسلام کی عدالت میں پہنچا۔ اور بادشاہ نے اپنے حکم سے ایک لائق اور فائق شخص کو جانشین مقرر کر دیا۔ اس طرح کی خلافت بمصداق آیت اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ جائز ہے اور حضرت سلطان المشائخ نے فوائد الفواد میں اسی مضمون کے متعلق یہ حدیث قدسی منقول ہے۔ قُلُوبُ الْمُلُوكِ بِيَدِي اللّٰهُ۔ یعنی خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جس طرف میں چاہتا ہوں بادشاہ کا دل راغب کر دیتا ہوں۔ لہذا بادشاہ عادل کی رغبت خداوند تعالےٰ کی پسندیدگی ہے۔

(۶) تکلفًا خلافت یہ ہے کہ مرید نے اپنے خلیفہ بننے کے واسطے خود پیر سے فرمائش کی ہو۔ یا کسی اور کی سفارش سے مجبور ہو کر اس کو خلیفہ کر دیا ہو تو یہ خلافت بھی ناجائز ہے۔

(۷) کسبًا خلافت یہ ہے۔ اگر مرید کا کسب یعنی اذکار و اشغال تزکیہ نفس اور قوت باطنی ترقی کر گئی ہو اور شیخ کو اس بات کا کامل یقین ہو جائے کہ میرے مرید نے تمام مدارج تکمیل حاصل کر لی تو اسکو خلافت عطا فرمائے۔ یہ خلافت ہر اعتبار سے جائز ہے خلافت عطا کرنے کے سابق سے دو طریقے چلے آتے ہیں سب سے پہلا اور پرانا طریقہ تو یہ ہے کہ پیر و مرشد اپنے مرید کو اپنے ہاتھ سے خرقہ خلافت پہنائے۔ اور دستار خلافت اپنے ہاتھ سے مرید کے سر پر باندھے۔ اور اگر خرقہ خلافت نہ ہو تو صرف دستار بندی ہی کافی ہے۔ لیکن یہ کام مشائخین کی موجودگی میں مستحسن ہے۔ دوسرے بذریعہ خلافت نامہ کے تحریری خلافت عطا کی جاتی ہے جس پر شیخ کے دستخط یا مہر لازمی ہے۔

Marfat.com

# تعلیم تصوف

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب آلٰہی رضی اللہ عنہ راحت القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ درویشی پردہ پوشی ہے۔ اور خرقہ پہننا اس کا کام ہے جو عیوب کو چھپاوے اور کسی کے آگے ظاہر نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ شقی وہ ہے جو اپنا مال راہ خدا میں صرف کرے۔

خرقہ معراجیہ۔ حضرت رسول خدا صلعم کو معراج کی رات جو خرقہ عطا ہوا تھا۔ اسے خرقہ معراجیہ کہتے ہیں۔ چنانچہ۔ ایک دن آنحضرت نے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو اپنے قریب بلا کر فرمایا کہ مجھے پروردگار سے یہ خرقہ ملا ہے۔ اور حکم ہوا ہے۔ کہ تم میں سے کسی ایک کو یہ خرقہ دوں۔ اب میں تم سے ایک بات پوچھوں گا۔ اور جو اس کا صحیح جواب دیگا اس کو یہ خرقہ دوں گا۔ لہٰذا سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر! اگر میں یہ خرقہ تمھیں دوں تو تم اس کا کیا حق ادا کرو گے؛ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ خرقہ مجھے عنایت ہو تو میں صدق اختیار کروں گا۔ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کروں گا۔ اور جو کچھ میرا اساس البیت ہے اور جس کا میں مالک ہوں۔ سب راہ خدا میں صرف کردوں گا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عمرؓ! اگر یہ خرقہ میں تمھیں عنایت کروں تو تم کیا کرو گے؛ عرض کی کہ عدل کروں گا۔ بندگان خدا سے انصاف سے پیش آؤں گا۔ اور مظلوموں کی داد دوں گا۔ پھر حضرت عثمانؓ غنی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اگر یہ خرقہ تمھیں عنایت ہو تو تم کیا کرو۔ عرض کیا۔ کہ اتفاق سے مل جل کر کام کروں۔ اور جو حق ہو اسے بجا لاؤں۔ حیا اختیار کروں۔ اور سخاوت کروں۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے علی۔ اگر یہ خرقہ میں تمھیں دوں۔ تو تم کیا کرو؛ اس سوال کے بعد ہی آپ کے چہرہ مبارک پر آثار وحی ظاہر ہوئے اور حضورؐ نے نزول وحی کی وجہ سے کچھ توقف فرمایا۔ بس اسی موقعہ پر حضرت مولانا شمس تبریز نے یہ شعر کہا ہے۔ ؎

Marfat.com

جبریل کہ آید زبر خالقِ اکبر — درپیش محمد شد و مقصود علی بود

بس آپ کو جس وقت نزول وحی سے فراغت ہوئی تو حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں پردہ پوشی کرونگا اور بندگان خدا کے عیوب پوشیدہ رکھوں گا یعنی کسی پر ظاہر نہ کرونگا بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے علی! یہ خرقہ تمھیں دیتا ہوں کیونکہ مجھے خداوندگار کا حکم یہی ہے۔ جو ابھی بذریعہ وحی کے معلوم ہوا ہے۔ کہ یاروں میں سے جو یہ جواب دیگا۔ یہ خرقہ اسے دینا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔ حضرت محبوب پاک غریب نواز فرماتے ہیں۔ کہ ۱۶۔ ماہ شعبان بروز جمعرات ۵۵۶ ہجری کو حضرت شیخ الاسلام والمسلمین یعنی حضرت بابا فرید الدین زہد الانبیا کی پائے بوسی کا شرف نصیب ہوا۔ اس صحبت میں شیخ بدرالدین غزنوی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی۔ مولانا شرف الدین۔ قاضی حمید الدین ناگوری اور بھی چند اصحاب حاضر خدمت تھے۔ بابا صاحب غریب نواز نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو شخص میرے پاس آئے امیر ہو خواہ غریب اُسے محروم نہ رکھنا۔ جو کچھ حاضر ہو اُسے دینا۔ پھر فرمایا جو شخص میرے پاس آئے اور کوئی چیز نہ لائے۔ مجھپر واجب ہے کہ میں اسے کچھ دوں۔ پھر آبدیدہ ہو کر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ عمدۃ الابرار تاج الاتقیا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہم کی یہ رسم تھی کہ ہر شخص کو جو خانقاہ میں آتا کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔ اور اگر خانقاہ میں کچھ موجود نہ ہوتا۔ تو اپنے خادم شیخ بدرالدین غزنوی کو فرماتے کہ پانی تو ہے۔ پانی ہی کا ایک جام لے آؤ اور اسے پلاؤ۔ اگر کچھ نہ ہو تو پانی ہی دیا کرو تا کہ آنے والا بخشش اور عطا سے خالی نجائے۔

پھر فرمایا جس قدر دنیا میں مشغول ہوگا اسی قدر حق سے دور ہوگا۔

پھر ارشاد ہوا۔ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ کی زبانی سنا ہے۔ کہ جب تک انسان دنیاوی زنگار محبت کی صیقل سے اپنے دل کو پاک وصاف نہیں کرتا۔ اللہ اللہ کے ذکر سے اُنس نہیں کرتا۔ اور ماسوائے اللہ سے اپنے تخیل کو صاف پاک

Marfat.com

نہیں کرتا وہ خدا کا کبھی یگانہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ یہ سارے حجاب اٹھا نہیں ہرگز ہرگز خدا رسیدہ نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا دل مردہ بھی ہوتا ہے اور زندہ بھی۔ چنانچہ کلام اللہ میں لکھا ہے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا یعنی دنیاوی مشاغل سے دل مرجاتا ہے فَاَحْیَاہُ بِذِکْرِنَا الْمَوْتٰی یعنی اسے ذکر الٰہی سے زندہ کرو۔ جب دل دنیوی لذتوں اور شہوتوں اور لذیذ غذاؤں کے اکل و شرب میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو غفلت کا اثر ہونا لازمی ہے۔ اور خواہشات و لذات کا اس پر غالب آنا ضروری ہے۔ پس ہر طرف سے دل میں خطرات آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جو دل کو سیاہ کرتے ہیں۔ خدا کے خیال کے سوا اور ہر خیال دل کو سیاہ کرتا ہے۔ جب دل سیاہ ہوتا ہے تو اسی کو مردہ کہتے ہیں۔ یعنی محجوب دل جس پر دنیاوی خیالات کے پردے پڑ جاتے ہیں وہی دل مردہ کہلاتا ہے۔ یا یوں سمجھو۔ جیسے کہ جس زمین میں شوریت زیادہ ہو جاتی ہے تو وہ بیج کو قبول نہیں کرتی اور وہ زمین مردہ کہلاتی ہے۔ یعنی بنجر۔ اسی طرح جس دل کو ذکر حق تعالےٰ سے رغبت نہیں ہوتی وہ اسی زمین کے مطابق ہے۔ جو زمین بیج کو قبول نہیں کرتی۔ اس لئے ذکر حق حق ہے اور سب باطل ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ ذکر حق کے سوا نہ کچھ سنے اور نہ کچھ کرے۔ کیونکہ سننا اور حرکت کرنا زندوں کا کام ہے نہ کہ مردوں کا۔ لیکن جس وقت انسان کے دل سے دنیوی تعلقات دور ہو جاتے ہیں۔ اور ہوائے نفسانی مٹ جاتی ہے۔ اس وقت وہ ذاکر بنتا ہے۔ اور ایسا ہی دل ذکر کے نور سے زندہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی کی کتاب (عمدہ) میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ اس راہ کا اصول ذکر دل کی صلاحیت ہے۔ اور یہ صلاحیت اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ باطن تمام مذمومات دنیوی یعنی غل و غش۔ حسد و تکبر بخل۔ اور حرص اور لالچ سے پاک کرے۔ اور دل مذموم کو تمام تخیلات سے صاف کرے۔ وہی صوفی کہلانے کا مستحق ہے۔ اور درویشی کا جوہر ہی اسی عالم پر ظاہر ہوتا ہے۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔

Marfat.com

...کی طرف توجہ شروع کی۔ اور مال و مرتبہ اور حب جاہ چاہی۔ وہ درویش
نہیں بلکہ طریقت کا مرتد ہے۔ کیونکہ دنیا سے روگردانی کا نام فقر ہے۔ فقیر کو اہل دنیا سے راہ و رابطہ
امراء و روساء سے میل جول رکھنا۔ اور بادشاہوں یا نوابوں کے ہاں آنا جانا۔ یا ان کو اپنے ہاں
بلانا قطعی حرام ہے۔ پھر اسی موقع پر فرمایا کہ (حرائق) میں لکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ شاہ عراق تین
سال تک بیمار رہا۔ خواجہ شہاب تستری کو بلایا تاکہ دعا کریں۔ جب آپ آئے۔ تو اس کے چہرہ پر
ہاتھ پھیرا جس سے مرض فوراً دور ہو گیا۔ اور واپس چلے آئے۔ اس ایک گھڑی کے کفارے میں جو
بادشاہ کے پاس صرف ہوا سات سال تک اہل دنیا سے میل جول قطع کر دیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ
اس بارہ میں مشائخ طریقت فرماتے ہیں۔ کہ فقراء کے لئے دنیا کی صحبت زہر قاتل ہے۔ اس سے
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دولتمند آدمیوں سے جس قدر پرہیز کیا جائے۔ اسی قدر خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی
ہے۔ اہل دنیا کی محبت جس قدر ان کے دل میں ہوگی اسی قدر نقصان ہوگا۔ اس واسطے اہل
طریقت کا یہ مذہب ہے کہ درویش کے دل میں ذرہ بھر بھی اہل دنیا کی محبت نہ رہے۔

اس کے بعد ذکر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ درویش
کو ذکر میں ایسا فرو ہونا چاہیئے۔ کہ اس کے بدن کا ہر ایک رونگٹا زبان بنجائے۔ چنانچہ
اسرار العارفین میں لکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ خلوص باطنی سے خواجہ ابو سعید ابو الخیر ذکر الٰہی میں
مشغول تھے۔ آپ کے ہر مسام سے خون جاری ہو گیا۔ نیز کہتے ہیں۔ کہ اہل بیت میں سے کسی
نے لکڑی کا پیالہ شیخ صاحب کے بازو تلے رکھدیا۔ جب خون سے پیالہ بھر گیا۔ تو رکھنے والے
نے پی لیا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس راہ میں سب سے
بڑا اصول حضوری دل ہے۔ اور حضوری دل حلال لقمہ کھائے بغیر۔ اور اہل دنیا سے پرہیز بغیر
حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مشائخ طبقات فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص حرام کا لقمہ کھائے۔ اور اہل دنیا
بادشاہوں۔ نوابوں۔ امیروں اور رئیسوں سے دور نہ رہے۔ اس کے لئے گدڑی پہننا جائز نہیں
ہے صرف کی گدڑی پہننا انبیاء۔ ابدال۔ اور اوتاد کا کام ہے۔ گدڑی کی قدر و منزلت جو شخص

Marfat.com

ابراہیم خلیل اللہ۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد اسی موقعہ پر فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی۔ اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سُنا ہے کہ انہوں نے یہ روایت کسی کتاب میں پڑھی تھی کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں چشت میں خواجہ مودود چشتی کی خدمت میں دس سال رہا۔ ہر وقت حاضر خدمت رہتا تھا۔ لیکن کبھی نہ دیکھا کہ آپ کسی دنیادار امیر یا کسی بادشاہ کے ہاں تشریف لے گئے ہوں۔ سوائے جمعہ کی نماز کے۔ پھر فرمایا جب درویش بادشاہوں اور امیروں کے پاس جاوے تو اس کی گدڑی چھین لینی چاہیئے۔ اور جو کچھ اسباب درویشی اس کے پاس ہوں وہ بھی لے لینا چاہیئے اور اس سے کہہ دینا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو درویشی سے خارج سمجھے۔ اور اگر اس کے بعد بھی وہ نہ مانے۔ تو اس کی گدڑی اور جامہ آگ میں جلا دینا چاہیئے۔ اسلئے کہ جب درویش اہل دنیا سے میل جول کرے تو سمجھو کہ وہ درویش نہیں یہ جھوٹا مدعی ہے۔ میں نے بعض مشائخ طریقت کو دیکھا ہے۔ کہ جب انھیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہ صوف کی گدڑی پہن کر۔ اور گردن میں زنجیر ڈال کر بارگاہ الٰہی میں مناجات کرتے ہیں۔ اور اسی گدڑی کو اپنا شفیع بناتے ہیں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔

پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ جو صوف پہنے اُسے مرغن لقمہ نہیں کھانا چاہیئے۔ اور نہ اہل دُنیا سے میل جول رکھنا چاہیئے۔ اور جو ایسا کرتا ہے تو وہ انبیا اور اولیا کے لباس میں خیانت کرتا ہے۔

پھر اسی موقع پر فرمایا کہ میں نے اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ خواجہ ذوالنون مصری کا ایک مُرید بادشاہ کے ہاں آمد و رفت رکھتا تھا۔ اور اُسے وہاں سے بطور وثیقہ کے کچھ ملتا تھا۔ خواجہ نے اُسے بلا کر گدڑی وغیرہ چھین لی اور جلا دی۔ اور سخت ناراض ہو کر فرمایا۔ کیا تو انبیا اور اولیا کے لباس کو خبیث آدمیوں میں پھراتا ہے۔ اور اسے دِکھا کر دُنیا کمانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہی وہ لباس ہے جسے تو پہنکر اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ امام مالک

Marfat.com

[illegible] جب نماز کا وقت آتا تو دو کرتے اتار دیتے اور درمیانی کرتے سے نماز ادا کرتے۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا۔ کہ ظاہری پیراہن (یعنی اوپر کا کرتہ) ریا و رسم کی وجہ سے آلودہ تھا ہوا اور باطنی پیراہن یعنی سب سے نیچے والے کرتہ میں حرص و حسد وغیرہ کی بو آتی ہے۔ اور درمیانی پیراہن ان دونوں سے خالی ہے۔ بس اس سے نماز ادا کرتا ہوں۔

پھر جب ستائیسویں رجب ۶۵۵ھ کو شرف قدمبوسی حاصل ہوا۔ تو شیخ جمال الدین متوکل اور دوسرے عزیز یعنی شمس دبیر اور نجم الدین بیٹھے تھے۔ شب معراج اور اس کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ماہ رجب کی ستائیسویں رات بڑے مرتبہ والی رات ہے۔ کیونکہ اس رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا تھا۔ جو شخص اس رات کو جاگتا ہے گویا وہ شب اس کی شب معراج ہوتی ہے۔ اور اس شب میں جاگنے والے کو معراج کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ اور اس کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اس رات میں سو رکعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ درود لے بعد ازاں سجدہ میں سر رکھکر جو دُعا کرے انشاء اللہ قبول ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ معین الدین سنجری یعنی خواجہ غریب نواز قدس سرہ سے سُنا ہے۔ کہ معراج کی رات رحمت کی رات ہے۔ جو اس رات میں جاگے گا۔ امید ہے کہ رحمت سے محروم نہ رہے گا۔

اس کے بعد بدر الدین غزنوی نے عرض کیا کہ اہل سماع کی بیہوشی کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا جس روز سے انہوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی آواز سُنی ہے۔ اُسی روز سے بیہوش ہیں۔ اور وہی بیہوشی ان میں آجتک باقی چلی آتی ہے۔ بس جب سماع سُنتے ہیں تو اسی بیہوشی کا غلبہ ہوتا ہے۔ جو ہیں دوست کا نام سنتے ہیں۔ حرکت۔ حیرت۔ ذوق۔ اور بیہوشی ان پر طاری ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ معرفت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جبتک دوست کی شناخت حاصل نہ ہوگی۔ خواہ ہزار سال عبادت کرے ذوق طاعت سے محروم رہے گا۔ جبتک اپنی شناخت نہ ہوگی۔ دوست کی شناخت نہیں ہو سکتی اور

Marfat.com

جب تک دوست کی شناخت نہ ہوگی کسی عبادت میں لذت حاصل نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ عشق مجاز میں جب تک آدمی کسی کو نہیں دیکھتا۔ اس کا عاشق نہیں ہوتا۔ جب تک دوست کے دوستوں سے دوستی نہیں کرتا۔ دوست سے آشنائی نہیں حاصل ہو سکتی۔ بس طریقت اور حقیقت میں یہی حکمت ہے۔ کہ جب تک اللہ تعالےٰ کی شناخت حاصل نہیں ہوتی۔ یا جب تک اسکے اولیاء سے تعلقات مضبوط نہیں کیے جاتے۔ ہرگز ہرگز طاعت اور عبادت میں ذوق حاصل نہیں ہوتا۔

اس کے بعد محمد شاہ گویا جس نے اوحد کرمانی کے روبرو سرود پر گایا تھا۔ اس روز مع اپنی چوکی کے حاضر خدمت ہوا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ شیخ جمال الدین ہانسوی۔ اور شیخ بدرالدین غزنوی بھی حاضر خدمت تھے۔ لہٰذا حضرت شیخ الاسلام نے محمد شاہ کو حکم دیا۔ کہ سماع شروع کرو۔ جب سماع شروع ہوا تو شیخ الاسلام جگہ سے اٹھے اور رقص کرنے لگے۔ چنانچہ سات شبانہ روز رقص فرماتے رہے۔ ساتویں روز جس وقت بابا صاحب غریب نواز کو ہوش آیا اور تو بہتا قوال یہ غزل گا رہے تھے۔ غزل۔

ملامت کردن اندر عاشقی راست ‏ ‏ ‏ ملامت کے کند آنکس کہ بیناست

نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد ‏ ‏ ‏ نشان عاشقی از درد پیداست

نظامی تا توانی پارسا باش ‏ ‏ ‏ کہ نور پارسائی شمع دلہاست

اس کے بعد سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا اہل سماع وہ گروہ ہے۔ کہ جب وہ سماع اور تحیر میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت لاکھ تلواریں بھی ان کے سر پر ماری جائیں۔ تو انھیں مطلق خبر نہیں ہوتی۔ وہ جس وقت عالم تحیر اور دوست کی خواہش میں متحیر ہوتے ہیں۔ اس وقت انھیں کسی کے آنے جانے کی بھی خبر نہیں رہتی۔ اس وقت اگر ہزار اول بادشاہ اس مکان میں آئیں جہاں سماع ہو رہا ہے۔ اور وہ متحیر ہیں۔ تو انھیں مطلق خبر نہیں ہوتی

پھر مقراض کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ سیر العارفین میں لکھا ہے۔ کہ جب کوئی مسلمان کسی پیر کا مرید ہونا چاہے۔ تو پہلے غسل کرے۔ اور اگر ہو سکے تو تمام

Marfat.com

... اگر رات بھر نہ جاگ سکے تو جمعرات کے روز چاشت کے وقت یا پیر یعنی دو شنبہ ... اللہ کے پیارے اور نیک بندوں کو جمع کرے۔ قبلہ رُخ سجادے پر بیٹھے پہر دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ اسکے بعد مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر متبرک آیات پڑھ کر دم کرے ... پڑھنے سے پیشتر مرید سے کہے کہ وہ استغفار پڑھے۔ پھر قبلہ رو ہو کر مقراض ہاتھ میں لے اور تین مرتبہ با آواز بلند تکبیر پڑھے۔ جس طرح نمازی نماز سے قبل تکبیر کہتے ہیں۔ اسی طرح کہے تاکہ فرشتے مدد کے لئے آئیں۔ جب تکبیر سے فارغ ہو تو ایک مرتبہ کلمہ توحید پڑھے۔ اور اکیس مرتبہ درود شریف اور اکیس مرتبہ استغفار۔ جب ان سے فارغ ہو تو مقراض لیکر سامنے کا یعنی پیشانی کا ایک بال کترے اور کہے۔ کہ اے بادشاہ! یہ تیری درگاہ سے بھاگا ہوا بندہ تھا۔ اب تیری غلامی میں آنا چاہتا ہے۔ تیرا حلقہ بگوش غلام بننا چاہتا ہے۔ یہ کہکر ایک بال دائیں طرف کا اور ایک بال بائیں طرف کا کترے پھر ان تینوں کو ملا دے۔ اس بارے میں خواجہ حسن بصری کا قول سب سے زیادہ قابل وثوق ہے۔ انہوں نے حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت فرمائی ہے۔ کہ اسی طرح مقراض چلانا درست ہے۔ اسکے بعد میں نے پوچھا کہ مقراض چلانا کس نے شروع کیا؟ فرمایا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تلقین سے نیز فرمایا کہ ایک روز حبیب عجمی اور خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہما بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے آکر کہا۔ میں فلاں کا مرید ہوں۔ پوچھا تیرے پیر نے کیا کہا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ میرے پیچھے مقراض چلائی اور کچھ نہ کہا۔ دونوں حضرات فریاد کرا ٹھے۔ وہ خود گمراہ ہے۔ اور گمراہ کرنے والا ہے جس نے بالکل غلط اور اصول کے خلاف مقراض چلائی ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ پیر میں اس قدر قوت باطنی ہونی چاہیئے۔ کہ جب کوئی مرید ہونے کے لئے اس کے پاس آئے۔ تو نور معرفت اور اپنی ذاتی قوت سے اسکے سینے کو زنگار سے صاف کرے تاکہ دل میں کوئی کدورت نہ رہے۔ اور آئینہ کی طرح صاف و روشن ہو جائے۔ ورنہ کبھی کسی کو بیعت ... خود گمراہ ہے وہ کسی کی رہبری کیا کرے گا۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص اہل سلوک کے طریقے کے مطابق (جو طریقہ مندرجہ بالا بیان ہو چکا ہے) مقراض چلانا نہیں جانتا تو وہ شخص بھی گمراہ ہے۔ اور نیز وہ بھی گمراہ ہے جو اس کا مرید ہو۔

بعد ازاں شیخ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جس روز بشر حافیؒ نے توبہ کی اور پشیمان ہو کر خواجہ جنید بغدادیؒ کی بارگاہ کا رخ کیا۔ اور آن کے ہاتھ پر توبہ کی۔ انہیں خرقہ اور مقراض کی رسم سکھائی۔ اس کے بعد خواجہ بشر حافیؒ واپس چلے آئے اور زندگی بھر لکڑی کی نعلین ہی استعمال کی۔ پوچھا۔ کہ جوتی کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا میری کیا مجال ہے کہ بادشاہ کے فرش پر جوتی پہنے پھروں اور نیز یہ بھی فرمایا۔ کہ جس روز میں نے اللہ تعالے سے آشنائی شروع کی تھی۔ یعنی جس روز بیعت کی تھی اس روز میں ننگے پاؤں تھا اب مجھے جوتی پہنتے شرم آتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اہل سلوک نے فرمایا ہے کہ جو پیر اہل سنت والجماعت کے طریق پر کار بند نہیں۔ اسکے اقوال۔ افعال۔ حرکات۔ اور سکنات۔ حدیث اور قرآن مجید سے مطابقت نہیں کرتے وہ اس راہ میں راہزن ہے۔ جس طرح دھوئیں سے آگ کا ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرید سے پیر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بہت سے مرید گمراہ بھی ہوتے ہیں۔ اس کا یہ سبب ہوتا ہے کہ جس کا پیر کامل نہیں ہوتا۔ اس کا مرید بھی ناقص رہتا ہے۔ اور جس کو مکمل شیخ مل جاتا ہے۔ وہ مرید کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ پس مرید سے پیر کا پتہ چلتا ہے۔ جیسے کہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ یعنی بیٹا اپنے باپ کا بھید ظاہر کرتا ہے۔ ایسے ہی مرید اپنے پیر کا بھید ظاہر کرتا ہے۔

اس واسطے مقراض ایک سِرِّ الٰہی ہے۔ اس بھید سے کوئی واقف نہیں۔ اگرچہ بعض نے کہا ہے کہ مقراض سے قطع علائق مراد ہے۔ پس مقراض میں اس قدر راز ہیں کہ آن کو ہر شخص نہیں جان سکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راہ میں۔ بغیر ذکر، فکر، مجاہدے، مراقبے۔ محنت، مشقت، ریاضت اور عبادت کے کام نہیں چل سکتا اور نہ اثر پیدا ہوتا ہے۔ نہ لذت۔ پھر فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں مومن کے دل کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ لیکن لوگ دل کی اصلاح سے غافل ہیں۔ اس واسطے گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔ سلوک کا اصل اصول بھی دل ہے۔ پیغمبر خدا صلعم فرماتے ہیں۔ مومن کا دل

Marfat.com

پھر فرمایا کہ جس درویش کو ذرہ بھر بھی روشنی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ اور وہ کسی کو مرید کرنا چاہتا ہے۔ یا جسے خود مقراض اور خرقہ کی رسم سے واقفیت نہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہے اور مرید کو بھی گمراہ کرے گا۔ درویش کو واقف راز۔ اور صاحب قوت ہونا ضروری ہے تاکہ مقراض اور خرقہ کی رسوم میں اہل سنت والجماعت کے خلاف نکرے۔ درحقیقت درویش وہی ہے جو اعیان ثابتہ سے بخوبی واقف ہو۔ اور جس کے حق الیقین پر وحدت الوجود طاری اور ساری ہو۔ اور درویش کو مقراض اور خرقہ کی رسوم سے بخوبی آگاہی ہو۔ پھر فرمایا کہ مرید کے سر پر مقراض چلانے سے پہلے اسے غسل کرانا ضروری۔ اور اپنے ہاتھ سے کچھ مٹھائی بھی اس کے منہ میں کھلانی مناسب ہے۔ اور یہ نیت کرے کہ الٰہی! اپنے اس بندہ کو اپنی راہ کی طلب کے ذوق سے شیریں کام رکھنا۔ پھر اگر خلوت کے لائق ہے۔ تو خلوت کرے نہیں تو سکوت۔

پھر فرمایا کہ بیرالعارفین میں دیکھا ہے کہ خلوت چالیس روز کی ہوتی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ستر روز کی اور بعض کی رائے میں ننانوے دن کی۔ لیکن تو اترسے چالیس روز کی خلوت ثابت ہوتی ہے مگر طبقہ جنیدیہ میں بارہ سال کی۔ اور بصریہ کے نزدیک بیس سال کی خلوت صحیحہ ہے۔ خلوت سے اہل سلوک کا اصل مطلب یہ ہے کہ نفس امارہ کو مغلوب کیا جائے اور اس نفس کے کتے کو اس طور سے باندھ کر رکھا جائے۔ بعض مشائخ طبقات کے مذہب میں مراقبہ ہی خلوت ہے۔ وہ سوائے مراقبہ کے اور کچھ نہیں کرتے۔ جب سالک خلوت میں بیٹھنا چاہے تو اپنے پیر کا کوئی کپڑا پہنے۔ تاکہ پیرو مرشد کے ملبوس کی برکت سے تجلی ذات آنکھوں کے سامنے آجائے۔ کیونکہ خرقہ دینے کا اصل مطلب یہی ہے۔ بعض مشائخ طبقات مثلاً خواجہ فضیل بن عیاض اور خواجہ حسن بصری رحمت اللہ علیہما لکھتے ہیں۔ کہ پیر کو چاہیئے کہ پہلے مرید کے سر پر ہاتھ رکھے۔ اور پھر ذکر تعلیم کرے۔ ذکر کے بہت سے اقسام ہیں۔ مگر تین طریقے عام ہیں۔ اول۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ دوئم۔ سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

Marfat.com

و اللہ اکبر۔ سوئم یا حیُّ یا قیُّومُ۔ اگر پہلا ذکر اختیار کرے تو ذبار لا الٰہ الّا اللہ جب تعلیم شیخ نے کہے۔ اور دسویں مرتبہ محمد الرسُول اللہ کہے۔ اور اگر دوسرا ذکر پسند ہو تو اکیس مرتبہ سبحان اللہ الخ کا ذکر کرے۔ اور اگر تیسرا ذکر اختیار کرے تو بیس مرتبہ یا حیُّ یا قیُّومُ پڑھے لیکن بلند آواز سے۔ تاکہ پاس بیٹھنے والے بھی اس سے حظ اُٹھائیں۔ اور بہرہ ور ہوں۔ لیکن اس قدر بلند آواز نہ ہونے پائے کہ ہمسایہ سُنیں۔ یا ریاکاری مدنظر ہو۔ پھر فرمایا اس قدر ذکر کرے کہ ذاکر کے جسم کا ہر رونگٹا زبان بنجائے۔

## اشعار

دُھن رے دُھنئے اپنی دُھن — سن دُھن۔ سن دُھن۔ سن دُھن۔ سن
ابھی تو جب دُھنکی جائے — سگری تانت بجے تُن۔ تُن
نیرا پیا تو سہاگنی ہے — تو بھی کر لے کوئی گُن
جو تو ہر کو چاہے فریدا
آنکھ۔ کان۔ مُنہ کرے سن

(یعنی اسرار مصنف ہیں)

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز شرح اسرار میں لکھتے ہیں کہ ذوالنون مصری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ دایہ کی طرح ہوتا ہے۔ اور مرید بچہ کی طرح دایہ سے مراد ماں سے ہے جو بچہ کو دودھ پلاتی ہے۔ لہذا بچہ جب ماں یا دودھ پلائی سے علیحدہ رہے گا۔ تو دو چار روز میں فوت ہو جائے گا۔ لہذا سالک کو شیخ سے کبھی جدا نہ ہونا چاہیئے۔ اور شیخ کو چاہیئے کہ اگر مرید کا نفس بدخوئی کرے تو اسے بچہ کی طرح بہلائے۔ یعنی ذکر کی طرف مشغول کرے۔ اور کبھی قرآن شریف پڑھنے کا حکم دے۔ اور کبھی ایسا ذکر تعلیم کرے کہ جس سے تجلی ذات کا مرید کو مشاہدہ ہونے لگے۔ پس جس وقت مشاہدہ ہونے لگیگا۔ تو مرید کا نفس ہرگز بدخوئی نہیں کریگا۔ اور تجلی کے مشاہدہ میں خود کو خود بخود مشغول کریگا۔ پھر فرمایا کہ فقیر کے لئے دولتمندوں کی صحبت سے بڑھکر کوئی چیز مضر نہیں۔ جب فقیر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو اس کے دینی اور دنیاوی کام خود بخود بنتے چلے جاتے ہیں۔

Marfat.com

پھر فرمایا شیخ کو واجب ہے کہ مرید کو صحبت ملوک اور اہل دُنیا سے دور رہنے کی ہدایت کرے۔ نیز یہ بھی ہدایت کرے کہ مرید شہرت، ثروت، اور حُبِّ جاہ کا طالب نہ بنے۔ بات زیادہ نہ کہے۔ بے ضرورت زبان سے لفظ نہ نکالے ہمیشہ سچ اختیار کرے۔ اور جھوٹ سے متنفر رہے۔ کیونکہ جھوٹ تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔

بعدازاں ارشاد فرمایا کہ ابوبکر شبلی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ راہِ قبول کے چلنے والوں کی یہ علامت ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ جمعرات کی رات کھڑے ہو کر گذارے۔ یعنی شب جمعہ خواہ ذکر میں، خواہ تلاوت میں۔ خواہ نماز میں، خواہ مراقبے میں۔ لیکن افضل یہی ہے کہ نماز میں رات گذارے۔ پس یہی معراج کی صعنت ہے۔ اور اسی سے مرید کو عروج ہو سکتا ہے۔ نماز وہی نماز ہے جو خلوص کے ساتھ ادا کی جائے۔ اگر بغیر حضور قلب کے ایک رکعت بھی ادا کی جائے گی تو وہ دائرہ نماز سے باہر ہو جائے گی۔ کیونکہ ارشاد فرمایا ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ اسی موقعہ پر بعض اصحاب سلوک ارشاد فرماتے ہیں۔ اشعار

این نمازِ تو کند آخر تباہ — فکرِ باطل را کند رویش سیاہ

چوں شوی استادہ از بہر نماز — دل بود در گاؤ خرائے حیلہ ساز

## دیگر

ہزار سال عبادت کند نمازی نیست — کسیکہ عشق نہ دارد خدا اش راضی نیست

سلوک کا اصل ریاضت ہے اور اس کا ثمرہ مشاہدۂ ذات۔ ذات مطلق کی تجلیات کا مشاہدہ اسی دنیا میں چشم سر سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جس نے دنیا ہی میں خدا کو نہیں دیکھا وہ آخرت میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ بہت ضرورت ہے کہ طالب صادق تمام صحبتوں کو ترک کرے۔ سب سے افضل تو یہ ہے کہ صحبت شیخ میں رہے۔ ورنہ ذکر کو اپنا رفیق طریق بنائے۔ اور نماز میں صدق وصفا کے ساتھ حضوری کی کوشش کرے۔

اصحاب تابعین اپنے آثار میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن فقراء کو وہ درجے ملیں گے۔ کہ

Marfat.com

تمام لوگ یہ آرزو کرینگے۔ کہ کاش! ہم بھی دنیا میں فقیر ہوتے۔ تاکہ ہمیں بھی یہ مرتبے حاصل ہوتے۔ اور مریضوں کو بھی وہ درجے عطا ہوں گے کہ سب لوگ یہی خواہش کریں گے کہ افسوس ہم بھی دنیا میں بیمار ہوتے۔ تو یہ مرتبے حاصل کرتے۔ ؎

عاشقی پیداست از زاری دل  نیست بیماری چو بیماری دل

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے بدخشاں کا سفر کیا تھا۔ اسی نواح میں شہر کے باہر ایک غار میں ایک ولی اللہ رہتے تھے جن کا نام عبدالواحد تھا۔ اور شیخ ذوالنون مصری کے مرید تھے جب میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ بحد لاغر ہو رہے ہیں۔ اُن کا ایک پاؤں غار میں ہے۔ اور دوسرا غار سے باہر بس ایک پاؤں پر کھڑے عالم تحیر میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے ہیں۔ میں نے نزدیک جاکر سلام کیا۔ فرمایا ٹھیر جا۔ میں ٹھیر گیا۔ پس تین دن کے بعد۔ وہ عالم صحو میں آئے تو فرمایا! میرے نزدیک نہ آنا ورنہ جل جائے گا۔ اور دور بھی نہ جانا کیونکہ دور جانے میں تجھ پر وحشت کا اثر ہو جائے گا۔ اب وہیں کھڑے کھڑے میری سرگذشت سن۔ میں ستر سال سے اس غار میں مقیم ہوں۔ ایک عورت کو دیکھکر میرا دل مائل ہوا۔ اور میں نے غار سے باہر آنا چاہا۔ تو غیبی آواز آئی۔ کہ اے مدعی! تیرا تو یہ وعدہ تھا کہ ہمارے سوا تو کسی طرف مائل نہ ہوگا۔ چھری تو پاس ہی تھی۔ یہ آواز سنتے ہی اس پاؤں کو کاٹ کر پھینکدیا۔ کیونکہ یہ پاؤں ہوائے نفسانی کے سبب غار سے باہر رکھا گیا تھا۔ اب اس واقعہ کو تقریباً تیس سال گذرے ہیں اُس وقت سے اس وقت تک عالم تحیر میں ہوں۔ اور ڈرتا ہوں۔ کہ قیامت کے دن یہ منہ نبی اکرم صلعم کو کیوں کر دکھاؤں گا۔ اسی حالت میں شرمندہ ہوں۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ میں وہیں رہا شام کے وقت کچھ دودھ اور کچھ کھجوریں تھال میں رکھکر اُس کے پاس لائے۔ میں نے گنیں تو تعداد میں دس تھیں۔ فرمایا۔ اے فرید! میرے پاس روزانہ پانچ کھجوریں آیا کرتی تھیں۔ آج دودھ بھی روز سے دوگنا ہے۔ یہ فرماکر پانچ کھجوریں اور نصف دودھ مجھے عطا کیا اور فرمایا اس سے افطار کر۔ جب اس بزرگ نے دودھ اور کھجوریں میرے سامنے رکھیں۔ اور میں آپ

Marfat.com

بلایا۔ اور میں نے اور اس بزرگ نے روزہ افطار کیا۔ اور وہ بزرگ پھر عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ دوسرے دن بادشاہ یا خلیفہ مع اپنی فوج کے اس غار پر آکر کھڑا ہو گیا۔ تو حضرت عبدالواحد نے اس سے پوچھا تیری کیا حاجت ہے؟ خلیفہ نے کہا۔ سیستان کا حاکم خراج نہیں دیتا۔ اب میں اجازت طلب کرتا ہوں۔ کہ اس پر چڑھائی کروں۔ مسکرا کر ایک لکڑی سیستان کی طرف پھینکدی۔ اور فرمایا میں نے سیستان کے مالک کو مار دیا ہے۔ خلیفہ یہ سنکر واپس چلا گیا۔ چند روز گذرنے پائے تھے کہ خلیفہ کے آدمی سیستان سے بہت سا مال لیکر آئے اور بیان کیا کہ حاکم سیستان دربار عام میں تخت پر بیٹھا حکم دے رہا تھا کہ دیوار میں سے ایک لاٹھی نمودار ہوئی۔ اور اس کی گردن پر لگی جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا لکڑی مارتے وقت یہ آواز آئی کہ یہ ہاتھ شیخ عبدالواحد بدخشانی کا ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں اس واقعہ کے بعد چند روز وہاں قیام کیا۔ پھر اجازت لیکر واپس چلا آیا۔

گیارہویں ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف نصیب ہوا۔ تو فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر کے دن پورے ہوئے۔ تو ایک روز مستانہ وار راہ میں ٹہل رہے تھے ملک الموت سے ملاقات ہوئی۔ سلام کیا۔ سلام کا جواب ملا۔ پوچھا تو کون ہے؟ کہا ملک الموت اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام شوق دیدار الٰہی کی وجہ سے بیخود تھے۔ اسکے چہرہ پر ایسا طمانچہ مارا کہ وہ سامنے سے بھاگ گیا۔ اور کہا کہ میں پھر نہیں آؤں گا۔ یہ وہی مقام تھا جس مقام پر پہنچکر اُمّتِ محمدی صلعم کے ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎

درمجلسِ گدایاں مرسل چہ کار دارد      جبرئیل با ملائک در باں شماست مارا

پس ملک الموت نے اپنے مقام پر آکر سجدہ کیا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ بارِ الٰہا! تو نے مجھے ایسے شخص کے پاس بھیجا تھا۔ کہ اگر میں اسکے پاس سے بھاگ کر چلا نہ آتا۔ تو شاید ہلاک ہو جاتا اس وقت خطاب ہوا کہ اے ملک الموت! اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ تجھے معلوم ہو جائے۔ کہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے درمیان میں کسی غیر کو دخل نہیں۔ صرف ہم جانتے ہیں یا ہمارے دوست۔

Marfat.com

میانِ عاشق و معشوق رمزیست     کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

دوسرے روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز شوق ادا کر کے قبلہ رو بیت المقدس میں ہو بیٹھے۔ اُس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر سلام کیا۔ اور آنحضرت کے ہاتھ میں ایک بہشتی سیب دیکر غائب ہو گئے۔ جونہی بنا ہی نے وہ سیب سونگھا۔ اور اس سیب سے دوست کی خوشبو دماغ میں پہنچی۔ تو از خود اپنی روح جسم سے نکال کر دوست پر قربان کر دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ فرما کر حضرت شیخ الاسلام پر اس قدر رقت طاری ہوئی۔ کہ آپ روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ اور بعض یارانِ طریقت کو تو شبہ ہو گیا کہ شاید حضور کی روح بھی جسم خاکی سے پرواز کر گئی جب ہوش میں آئے تو زبان مبارک سے یہ شعر فرمایا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند     کاں جا ملک الموت نہ گنجد ہر گز

اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مولانا نظام الدین! طالب کو ہر حالت میں مطلوب کے عشق و محبت۔ ذوق و دید۔ اور یاد میں مصروف رہنا چاہیئے۔ ہر گھڑی۔ ہر روز۔ ہر لحظہ۔ اور ہر ساعت اسی کے عشق میں رہے تاکہ ان لوگوں میں سے ہو جائے۔ جو اس سے پیشتر گذرے ہیں۔ پھر اسی موقع پر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ ایک جوان واصل حق حالت نزع میں تھا۔ جب اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوا۔ تو ملک الموت نے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ڈھونڈا۔ لیکن وہ جوان نہ ملا۔ بلکہ اس کا پتہ اور نشان ہی نہ پایا۔ تو اپنے مقام پر آکر سجدہ میں سر رکھدیا اور عرض کیا کہ پروردگار! مجھے وہ جوان نہیں ملتا۔ حالانکہ اس کا نام بھی تختی سے مٹ گیا ہے۔ حکم ہوا کہ فلاں جنگل میں جاؤ ہمارا نوجوان دست بیخودی کے ساتھ جنگل میں موجود ہے۔ جب ملک الموت نے اس جنگل میں جا کر اس کی تلاش کی۔ تو وہاں بھی نہ پایا۔ تو عرض کیا کہ بار الٰہا! اس کا وجود یہاں لا موجود ہے۔ ارشاد ہوا کہ اے ملک الموت جو لوگ ہماری محبت میں اپنی ہستی کو مٹا دیتے ہیں۔ تو اُن کی جان قبض نہیں کی

Marfat.com

...یں دیکھ سکتا ہے اور نہ پا سکتا ہے۔ وہ ہماری محبت میں اس طرح جان دیتے ہیں کہ تمہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ یہ فرما کر شیخ الاسلام زار زار روئے اور پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

ندکوئی تیغ عاشقاں چناں جان ہند کان جا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

# کنز الاذکار

قولہ تعالےٰ۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ۔ یعنی اللہ کا ذکر کرو۔ کھڑے ہو کر۔ بیٹھ کر۔ اور لیٹ کر۔ (یعنی کھڑے ہو جب بھی۔ بیٹھے ہو جب بھی۔ اور لیٹے ہو جب بھی یا اٹھتے۔ بیٹھتے۔ اور لیٹتے۔)

چنانچہ صحیح بخاری کی یہ حدیث اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن جعفر سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔ کہ جناب رسالت مآب فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حدیث شریف اَتِیْ بِالذِّکْرِ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ وَالْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَالْمَرَضِ وَالصِّحَّۃِ وَالسِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ یعنی رات دن اللہ تعالےٰ کا ذکر کرو۔ خشکی میں بھی اور تری میں بھی۔ سفر میں بھی اور حضر میں بھی۔ امیری میں بھی اور غریبی میں بھی۔ مرض میں بھی اور صحت میں بھی۔ پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی۔ (یعنی ذکر خفی بھی اور جلی بھی)

# ذکر

ذکر کی جمع اذکار ہے اور اس کی ضد نسیان ہے۔ ذکر وہ شے ہے جسکے توسل سے مطلوب کی یاد جاری رہتی ہے۔ لہذا انسان کے جملہ اقوال و افعال و حالات بشرطیکہ وحق ذکر ہیں اور غفلت کی صورت میں ضلالت اور گمراہی کہلاتے ہیں۔ چنانچہ ذکر کے سات اقسام ہیں۔ (۱) ذکر قلب

Marfat.com

(۲) ذکر لسان۔ (۳) ذکر روح۔ (۴) ذکر سر۔ (۵) ذکر خفی۔ (۶) ذکر اخفی۔ (۷) ذکر اخفی الاخفیٰ۔

(۱) **ذکر زبان**۔ اسی کو ذکر لفظی بھی کہتے ہیں یعنی زبان سے الفاظ ادا کرنا۔ اور ترتیب الفاظ کی رعایت رکھنا۔ دل سے اسکے معنے کی طرف متوجہ ہونا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ذکر جہر دوسرے ذکر خفیؔ۔ یعنی ایسے آہستہ سے الفاظ ادا کرنا۔ کہ اور کوئی آواز نہ سن سکے۔

(۲) **ذکر قلب**۔ یعنی مطلوب کے اسم کا مطالعہ کرنا۔ بلا رعایت ترتیب الفاظ۔

(۳) **ذکر روح**۔ اس میں مطلوب کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

(۴) **ذکر سر**۔ اس ذکر میں مطلوب کی حضوری رہتی ہے۔ اس حالت حضوری میں ذاکر یہ تمیز رکھتا ہے کہ میں ذاکر ہوں اور میرا مطلوب مذکور ہے جو حاضر ہے۔

(۵) **ذکر خفیؔ**۔ یہ وہ ذکر ہے جس میں مطلوب کی حضوری غالب ہو جاتی ہے۔ اور ایسی محویت طاری ہو جاتی ہے کہ اپنی خودی تک مٹ جاتی ہے۔ یعنی نہ ذاکر کا پتہ چلتا ہے نہ مذکور کا صرف ذکر کی لذت باقی رہجاتی ہے۔

(۶) **ذکر اخفیٰؔ**۔ یہ ذکر ہے کہ مطلوب کی حضوری اس درجہ غالب ہو جائے۔ کہ ذکر۔ ذاکر۔ مذکور میں تمیز بالکل اُٹھ جائے۔ اور لذت ذکر بھی مفقود ہو جائے۔ صرف علمِ لذت کا احساس باقی رہجائے۔

(۷) **ذکر اخفیٰ الاخفیٰ**۔ (اس ذکر میں ذکر۔ ذاکر۔ مطلوب۔ لذتِ ذکر۔ علمِ لذتِ ذکر۔ سب کچھ درمیان سے اُٹھ جائے۔ صرف مطلوب ہی مطلوب رہ جائے۔

بعض صوفیائے کرام ذکر کی چار طریقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایکؔ یہ کہ زبان ذاکر ہو اور دل غافل۔ دوسرےؔ یہ کہ زبان ذاکر ہو اور دل بھی متوجہ ہو۔ لیکن کبھی کبھی دل غافل ہو جاتا ہے۔ مگر زبان سے برابر ذکر جاری رہتا ہے۔ تیسرےؔ یہ کہ زبان و دل دونوں سے ذکر جاری رہے۔ مگر کبھی کبھی دونوں غافل ہو جاتے ہیں۔ چوتھےؔ یہ کہ زبان غافل اور دل ذاکر ہو۔ یہی ذکر کا انتہائی مقام ہے۔ اس مرتبہ میں ذاکر اپنے دل کی آواز سنتا ہے۔ ذکر کے یہ بیس آداب ہیں۔

Marfat.com

# آداب ذکر

حضرات صوفیہ کرام کے نزدیک آداب ذکر بیس ۲۰ ہیں ذکر شروع کرنے سے پہلے جو پانچ آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ یہ ہیں (۱) توبہ (۲) طہارت (۳) اطمینان قلب و سکون جسم۔ (۴) استمداد شیخ یعنی پیر و مرشد کی مدد جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اگر شیخ سے مدد نہ چاہی جائے گی تو ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ (۵) استمداد شیخ کو بعینہ استمداد رسول اللہ صلعم سمجھنا اور استمداد رسول اللہ صلعم کو استمداد اللہ جل شانہ سمجھنا لازم ہے۔

بارہ آداب جو بوقت ذکر ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ یہ ہیں۔ (۱) چہار زانو بطریق ہدایت شیخ بیٹھنا۔ (۲) دونوں ہاتھ دونوں زانو پر رکھنا۔ (۳) ذکر کے مقام یعنی حجرہ یا گوشہ تنہائی کو معطر رکھنا۔ (۴) پاک و صاف لباس پہننا۔ (۵) تاریکی حجرہ۔ (۶) دونوں آنکھیں بند رکھنا (۷) کان کے دونوں سوراخ محکم بند کرنا (۸) برزخ شیخ قائم رکھنا۔ یعنی اپنی صورت میں شیخ کو دیکھنا اور یہ سمجھنا

اشعار

صورت میں میری اپنا نقشہ جما رہا ہے
خود ہو رہا ہے ظاہر مجھکو چھپا رہا ہے

صورت پہ میری تیرا کیونکر نہ ہووے دھوکہ
میرا نشان مجھ میں اے یار کیا رہا ہے

بس دراصل تصور شیخ یہ ہے اور سب باطل ہے۔ (۹) ہمت خدا کی طرف رکھنا یعنی متوجہ ہونا (۱۰) ظاہر و باطن کی سچائی۔ (۱۱) اختصار یعنی موجود حقیقی کے ساتھ مراقب ہونا۔ (۱۲) کلمہ طیبہ کے معنے کو ہر بار ذہن میں رکھکر تمام کائنات کے ساتھ اپنی بھی نفی کرنا اور ذات حق کا اثبات۔ لہذا یہ شرط بھی ضروری ہے۔ بغیر اس کے کامیابی قریب ناممکن ہے۔ اب ذکر کے بعد جو تین آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ یہ ہیں۔ (۱) ذکر کے بعد دیر تک ساکت اور خاموش رہنا۔ (۲) حبس نفس یعنی روک روک کر سانس لینا (۳) جب تک ذکر کی گرمی جسم سے زائل ہو جائے ٹھنڈا پانی نہ پینا۔ اور ٹھنڈی ہوا میں نہ نکلنا۔ اور بعض بزرگان دین ذکر [illegible]

Marfat.com

حبس دم کو بطریق خاص ضروری سمجھتے ہیں اور عجیب و غریب فوائد فرماتے ہیں۔ ذکر میں یہ آداب ملحوظ رکھنے ضروری ہیں۔ اگر شیخ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہ ذکر فنا بقا بطریق مذکورہ بالا کیا جائیگا تو پہلے ہی دن لذت شروع ہو جائے گی۔ اور اگر لذت نہ پاوے تو خیال کرے کہ آداب کے کسی رکن میں کمی رہ گئی۔ لہذا فوراً پھر شروع کرے۔ انشاء اللہ تعالےٰ فوراً لذت پاوے۔

**ذکر کلمہ طیبہ** سے **وصل** مراد ہے کہ ماسوا اللہ سے قطع تعلق کرنا یعنی تمام مخلوقات کی طرف توجہ نہ کرنا۔ اور بیرنگی محض میں فنا ہونا جس کا پہلا درجہ بیخودی ہے۔ اس درجہ میں تمام حواس غائب ہو جاتے ہیں جو موت کے مشابہ ہے۔ مگر موت میں حضور نہیں ہے۔ اور اس میں حضور ہی حضور ہے جب عارف اس مقام کی سرحد پہ پہنچتا ہے۔ تو ولایت اس کے حوالہ ہوتی ہے۔ گو یہ حالت اسکی ایک ساعت ہی کے لئے ہو۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب **قول جمیل** میں۔ اور حضرت خواجہ بندہ نواز رحمت اللہ علیہ **خاتمہ تصوف** صفحہ ۱۲۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ علم باطن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ خاص طور پر ممانعت تھی کہ یہ علم پوشیدہ رکھا جائے۔ جب تک کہ کوئی طالب صادق آپ سے دریافت نہ فرمائے۔ چنانچہ جیسے بیان ہو چکا ہے کہ ایکدن حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے علم باطن آنحضرت صلعم سے نہایت شوق سے دریافت کیا۔ اور آنجناب نے انھیں تعلیم فرمایا۔ اور اس علم باطن کے ساتھ ہی **ذکر ذوالحلقتین** اس طرح تعلیم فرمایا۔ حضورؐ نے سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مربع بیٹھنے کا حکم دیا۔ یعنی (آلتی پالتی) پھر فرمایا جیسے میں کہوں اور کروں ویسے ہی تم بھی کہتے اور کرتے جاؤ۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے خود ایک مرتبہ جس طریقہ سے ذکر کیا۔ اس کو حضرت علیؓ نے دیکھا پھر حضرت علیؓ نے ذکر کیا اور جناب رسالتمآب نے دیکھا۔ اسی طرح تین تین مرتبہ ذکر کیا اور کرایا گیا۔

**ذکر ذوالحلقتین** اسکے معنے دو حلقوں والے ذکر کے ہیں۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذکر کا طریقہ مولا علی کرم اللہ وجہہ کو اس طرح تعلیم فرمایا۔ کہ **لآ اِلٰہَ** کی ضرب پہلے دہنے

Marfat.com

۔۔۔ اور یہ تصور کرو کہ تمام ماسوی اللہ کو دل سے نکال کر باہر پھینک رہا ہوں۔ اور سر کو بائیں کندھے سے دائیں کندھے کی طرف جھکاتے ہوئے لاؤ۔ (بس یہ ایک حلقہ ہوا) پھر سر اور گردن کو ذرا پشت کی طرف جھکاتے ہوئے بائیں کندھے کی جانب لاؤ۔ (یہ دوسرا حلقہ ہوا) اور یہ یقین کرو کہ ان دونوں حلقوں میں دنیا و عقبیٰ کو لپیٹ کر پس پشت ڈال رہے ہو اور اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دہنی قلب پر لگاتے وقت یہ خیال کرو کہ اللہ کا نور اس ضرب کے ساتھ ساتھ دل میں داخل ہو رہا ہے۔ اور پھر اس نور مطلق کی تجلی کو اپنے دل میں شاہدہ کرو۔

اگر آداب ذکر ملحوظ رکھکر یہ ذکر کیا جائے گا۔ تو سالک کو یقینی طور پر تجلی ذات کا اپنے دل میں مشاہدہ ہوگا۔ یہ تجلی بعینہٖ ویسی ہی تجلی ہوگی جیسی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر دیکھی تھی اور بیہوش ہو گئے تھے۔ ؎ شعر

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات　　　تو عینِ ذات می نگری در تبسمی

یہ امتیاز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت ہے۔

درحقیقت ذکر کی حقیقت کا انکشاف اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک یہ عقیدہ نہ ہو۔ اور علم الیقین کے ساتھ نہ ہو کہ تمام کائنات میں اللہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں ہے۔

یعنی لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی تمام کائنات میں اللہ کے سوا اور کچھ موجود نہیں ہے۔ بغیر اس عقیدہ کے ذکر کی اصلیت ذاکر کے ذہن پر طاری نہیں ہو سکتی۔ اگر اس عقیدہ سے ذکر کیا جائیگا۔ تو ذاکر کو اصل لذت حاصل ہوگی۔ صرف زبان سے لفظوں کا ہزاروں مرتبہ کہنا۔ اور تسبیح کے دانوں پر گن گن کر سوا سوا لاکھ مرتبہ ذکر کرنا اس فہم کے بغیر بالکل بیکار اور قطعی بیسود ہے۔ چنانچہ آیت مندرجہ عنوان کی رو سے اللہ کا ذکر ہر مسلمان پر فرض ہے۔

**لسان** - زبان کو کہتے ہیں۔ اور اس کا مقام منہ میں ہے۔ صرف زبانی ذکر کو ذکر لسانی کہتے ہیں جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

**قلب** - کا مقام بائیں چھاتی کے دو انگل نیچے ہے۔ اور رنگ اس کا زرد ہے۔

Marfat.com

روح۔ کی جگہ قلب کے مقابلہ میں دائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے۔ اور رنگ اس کا سفید ہے
سر۔ کا مقام بائیں پستان کے دو انگل اوپر ہے۔ اور رنگ اس کا سبز ہے۔
خفی۔ کا مقام سر کے مقابلہ میں دائیں پستان کے دو انگل اوپر ہے۔ اور رنگ اس کا سیاہ ہے۔
اخفیٰ۔ کی جگہ پیشانی میں مابین دونوں ابرو کے واقع ہے اور رنگ اس کا بیرنگ ہے۔ اور بعض کا مقولہ ہے کہ اخفیٰ کا رنگ سرخ زردی مائل ہے۔
اخفیٰ الاخفیٰ۔ کا مقام سر میں ام الدماغ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اخفیٰ الاخفیٰ کا مقام لامکان ہے۔ لیکن کثرت رائے ام الدماغ کی طرف ہے۔ اور میرے خیال میں بھی یہی درست ہے کیونکہ اکثر ذاکرین کو میں نے اس مقام کا ذکر کرتے دیکھا ہے۔ اور اپنے پیر و مرشد کے ارشاد سے خود بھی کیا ہے۔ اس مقام کے ذکر میں۔ ذکر، ذاکر، اور مذکور۔ اور حتیٰ ذکر۔ ہوش و حواس۔ بلکہ بندگی اور خدائی باقی نہیں رہتی۔ سب سے پہلے اس مقام میں انوار سیاہ ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ مقام اس تاریکی کا ظل ہے۔ جو تخلیق کائنات سے قبل تھی اور اس کے بعد سالک مقام احدیت میں پہنچکر ذات مطلق سے واصل ہو جاتا ہے یہ وہ مقام ہے۔ جہاں ہوش و حواس عقل و فہم کی رسائی نہیں ہے۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ اپنے ایک جلیل القدر نوازش نامہ میں مولانا حسام الدین ملتانی کو تحریر فرماتے ہیں:۔
"اکثر صوفیائے کرام کا اتفاق ہے۔ کہ مضغہ کے تصفیہ کے واسطے پورا کلمہ طیبہ کا ذکر یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر کافی ہے" اور یہ مقام شریعت ہے۔
**تصفیۂ فواد** یہ مقام طریقت ہے، اس کے واسطے صرف ذکر نفی اثبات یعنی لا الٰہ الا اللہ کا ذکر بہتر ہے۔ (لا الٰہ کو نفی اور الا اللہ کو اثبات کہتے ہیں)
**تصفیۂ قلب** کے واسطے (کہ مقام حقیقت ہے)، صرف ذکر اثبات الا اللہ کافی ہے
تصفیۂ روح میں صرف اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

تصفیہ سر میں (کہ مقام قرب ہے) ذکر ھُو مناسب ہے۔
تصفیہ خفی میں (کہ مقام وصل ہے) حبس دم کے ساتھ ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ زیبا ہو
تصفیہ اخفیٰ میں (کہ مقام وحدت ہے) ذکر ھُوَ الْمَوْجُوْدُ بہتر ہے۔
تصفیہ اخفی الاخفیٰ یا انا میں (کہ مقام سکوت ہے) اس مقام پر انوار سیاہ محیط ہوتے ہیں
لہٰذا صرف تصور لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ بے حرکت دل وزبان انسب ہے۔

# کلموں کا بیان اور ترجمہ

اول کلمہ طیب

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اوّل کلمہ کا ترجمہ

اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔

دوم کلمہ شہادت

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

ترجمہ

میں گواہی دیتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلعم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

سوم کلمہ تمجید

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

ترجمہ

اللہ پاک ہے۔ اور سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اللہ بڑا ہے۔ اور کسی کو گناہوں سے بچنے کی طاقت نہیں اور نیک کام کرنے کی قوت نہیں۔ مگر اللہ بزرگ وبرتر کی مدد سے۔

چہارم کلمہ توحید

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ

ترجمہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں تمام راج اسی کا ہے۔ اور سب تعریف

Marfat.com

| | |
|---|---|
| حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًاؕ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِؕ بِیَدِہِ الْخَیْرُؕ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌؕ | اسی کے لئے ہے اور خود وہ زندہ ہے جو کبھی نہ مرے گا وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ ہمیشہ ہمیشہ بزرگی اور بخشش والا اسی کے ہاتھ میں نیکی ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ |
| **پنجم کلمہ ردِّ کفر** | **ترجمہ** |
| اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِہٖ تُبْتُ عَنْہُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْکِذْبِ وَالْبُھْتَانِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْمَعَاصِیْ کُلِّھَا اَسْلَمْتُ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ | اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جان بوجھکر کسی شئی کو تیرا شریک کروں۔ اور بخشش طلب کرتا ہوں تجھ سے اس گناہ کی جس کو میں نہیں جانتا اور توبہ کی میں نے اُس سے اور بیزار ہوا میں کفر و شرک و جھوٹ و بہتان اور فحش اور سب گناہوں سے اور اسلام لایا میں اور کہتا ہوں لا الہ الا اللہ۔ |
| **صفتِ ایمانِ مجمل** | **ترجمہ** |
| اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِؕ | میں اللہ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور اسکے سب حکم قبول کئے زبان سے اقرار کر کے اور دل سے یقین کر کے |
| **ایمانِ مفصل** | **ترجمہ** |
| اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ | میں اللہ پر ایمان لایا اور اسکے سب فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور اس کے سب پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر اور سب نیکی بدی اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر بھی ایمان لایا۔ |

اذکار و اشغال کے بیشمار طریقے ہیں۔ اگر ان سب کو لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے گی اس وجہ سے چند ضروری ذکر و شغل اور اُن کے طریقے لکھتا ہوں۔ جو خود میں نے کئے ہیں

## ذکر نفی اثبات

نفی اثبات کے ذکر کو ذکر فنا لقا، اور آور دو بُرد بھی کہتے ہیں۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں لا الہ کو نفی۔ اور الا اللہ کو اثبات کہا جاتا ہے۔ ذکر کرنیکا طریقہ یہ ہے۔ کہ ایک حجرہ میں جسمیں روشنی نہ ہو اس میں مربع بیٹھے۔ یعنی آلتی پالتی۔ اور دائیں پاؤں کے انگوٹھہ اور اس کی برابر والی انگلی سے بائیں پاؤں کے گھٹنے کی جڑ والی رگ (یعنی رگ کیماس) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلے کیونکہ اس رگ سے دل کا تعلق ہے اور اس کے دبانے سے قلب میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ نشست میں قبلہ رو بیٹھنا لازم ہے۔ اور بیٹھنے میں کمر کو بالکل سیدھا رکھنا چاہیئے۔ دونوں ہاتھ دونوں زانو پر رکھنے ضروری ہیں۔ حجرہ تاریک اور دونو آنکھیں بند رکھنا ہی ضروری ہیں۔ اس کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھکر تین مرتبہ کلمہ طیبہ اور ایک بار کلمہ شہادت پڑھے۔ بعدہٗ بائیں زانو کے قریب اپنی پیشانی کو لیجائے اور وہاں سے خوش لحنی کے ساتھ باواز بلند خواہ آہستہ لا الہ شروع کرے اور سر کو دائیں زانو کے اوپر سے پھراتا ہوا دائیں مونڈھے تک لائے۔ سانس کو اتنا روکے کہ جتنے عرصہ میں تین ضربیں لگ سکتی ہوں اس کے بعد سر کو تھوڑا سا پیچھے کی طرف کج کرکے یہ تصور کرے کہ میں نے تمام خطرات ماسوی اللہ کو نکال کر پس پشت ڈالدیا۔ بعدہ بائیں مونڈھے تک سر کو لائے اور بائیں چھاتی کی طرف رُخ کرکے۔ اور سر جھکا کر فضا دل پر الا اللہ کی ضرب لگائے۔ اور یہ تصور کرے۔ کہ میں نے اللہ کو اپنے دل میں بھر لیا۔ سب سے پہلے اس ذکر کو دوسو مرتبہ کرے۔ اس کے بعد چار سو بار صرف ذکر اثبات مجرد۔ یعنی الا اللہ کرے لیکن اس طرح سے کہ دائیں کندھے کی طرف سر کو لیجا کر پوری قوت سے دل پر الا اللہ کی ضرب لگائے۔

## ذکر اسم ذات۔ یعنی اللہ

سر کو دائیں کندھے کی طرف لاکر یعنی لطیفہ روح کی طرف رُخ کرکے پہلے اللہ۔ یعنی

Marfat.com

پہلے لفظ اللہ کی (ہ) کو پیش سے پڑھے۔ اور پہلی ضرب لطیفہ روح پر لگائے۔ جو دائیں چھاتی یعنی دائیں پستان کے دو انگل نیچے واقع ہے۔ اور دوسرے لفظ اللہ کے حرف (ہ) کو ساکن رکھے۔ اور قلب پر اس کی ضرب لگائے۔ لہٰذا اب اس ذکر کی صورت اَللّٰہُ اللّٰہ ہو گی۔ یعنی لطیفہ روح پر اَللّٰہُ کی ضرب لگائے۔ اور لطیفہ قلب پر اَللّٰہ کی اور اس اسم ذات کو چھہ سو دفعہ کرے۔ بس اسی کو بارہ تسبیح کا ذکر کہتے ہیں۔ یہ ذکر مخصوص طریقہ سے تہجد گذاروں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ تہجد والوں کیلئے اس ذکر کا یہ طریقہ ہے کہ تہجد کے وقت بارہ رکعت نفل دو دو رکعت کی نیت سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھے اس کے بعد یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ۔ یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ۔ یعنی یا اللہ میرے دل کو غیر کے خیال سے پاک کر دے اور میرے دل کو اپنے نور سے ہمیشہ کے لئے روشن فرما دے۔ یا نور یا نور یا نور" اس کے بعد توبہ و استغفار پڑھے۔ پھر تین مرتبہ یہ درود شریف پڑھے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔ اس کے بعد حسب طریقہ مذکور ذکر کرے۔

اگر حبس دم کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔ تو تمام خطرات ہی دفع ہوتے جائینگے۔

## خطروں کا بیان

خطرے چار قسم کے ہوتے ہیں۔ جو نماز اور ذکر کے وقت آتے ہیں۔

۱۔ خطرۂ شیطانی۔ ۲۔ خطرۂ نفسانی۔ ۳۔ خطرۂ ملکی۔ اور ۴۔ خطرۂ رحمانی۔

(۱) **خطرۂ شیطانی**۔ تکبر۔ حسد۔ عداوت۔ غیظ۔ غضب۔ اور خطرات ماسوی اللہ وغیرہ

Marfat.com

(۲) خطرہ نفسانی خواہش طعام۔ شہوت نفس۔ حرص ذخیرہ (یعنی روپیہ پیسہ اور تمام اشیا جمع کرنیکی خواہشیں) خواہش آرائش۔ خواہش شہرت۔ خواہش ریبائش۔ ہوس زیست حب جاہ وغیرہ وغیرہ۔

(۳) خطرہ ملکی۔ میں ثواب کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں جیسے رغبت عبادات۔ خواہش زہد وپارسائی۔ آرزوئے صوم وصلوۃ مزید یعنی دائم الصوم اور قائم اللیل ہونیکی آرزو تمنائے صلوۃ شب یعنی تہجد کی خواہش۔ ہوس شب بیداری وغیرہ وغیرہ۔

(۴) خطرہ رحمانی۔ اخلاص ومحبت۔ اور دیدار الٰہی کا ذوق شوق بڑھتا ہے۔ اور عشق الٰہی تک پہنچاتا ہے۔ پس بائیں زانو کا سر شیطانی خطرے کے دفع کا محل ہے۔ کیونکہ بائیں جانب مقام شیطان ہے یعنی خناس کا مقام ہے۔ اور داہنے زانو کا سر خطرہ نفسانی کے دفعہ کا موضع ہے کیونکہ بہکانے میں ہمیشہ نفس وشیطان دونوں کی شرکت رہتی ہے۔ اور داہنا کندھا خطرہ ملکی کے دفع کا مقام ہے۔ (جو داہنا کاتب ہے) اور دل کی فضا خطرہ رحمانی کا مقام ہے۔ جس کو ذکر قلب حاصل ہوجاتا ہے۔ اس کی یہ علامت ہے کہ ذاکر اپنے ذکر کو اپنے قلب کی آواز سے سنتا ہے بعض اوقات وہ آواز شور وغل سے دب جاتی ہے۔ اور جب پختہ ہوجاتی ہے تو تمام شور وشغب بلکہ توپوں کی آواز پر بھی حاوی آجاتی ہے۔ بعض وقت تمام چیزوں سے یا مخصوص اشیاء سے اپنے ذکر کو ذاکر سنتا ہے۔

## ذکر روح

جن کو ذکر روح حاصل ہوجاتا ہے۔ ان کی یہ نشانی ہے۔ کہ وہ تمام چیزوں سے تسبیحات مخصوصہ سنتے ہیں اور سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی وجود کو فاعل حقیقی نہیں جانتے۔ یعنی ان کے حس یقین پر وحدت الوجود طاری ہوجاتا ہے۔ حضرت احمد بن غیلانی مکی فرماتے ہیں۔ کہ

Marfat.com

ذکر قلب میں حضورِ حق اور حضورِ خلق برابر ہے۔ اور ذکر روح میں حضورِ خلق کی نسبت حضورِ حق کو غلبہ ہے۔

## ذکر نفی اثبات معہ ضربات

نوٹ۔ ان تمام اذکار میں قواعد مذکورہ جو ذکر نفی اثبات میں بیان کئے جا چکے ہیں انہیں پر عمل ہوگا۔

**ذکر یک ضربی** یہ ہے۔ کہ ناف کے قریب سے سانس کو کھینچکر۔ یعنی لَا اِلٰہَ کو کھینچکر دائیں کندھے تک لیجائے پھر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب فضائے دل پر لگا کر لذت حاصل کرے۔

**ذکر دو ضربی**۔ یہ ہے کہ دائیں کندھے پر لَا اِلٰہَ کی ایک ضرب لگائے اور بائیں کندھے پر دل کی فضا میں دوسری ضرب۔ جب نو بار کہہ چکے تو دسویں بار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرے۔

**ذکر سہ ضربی**۔ پہلی لَا کی ضرب دائیں کندھے پر۔ دوسری اِلٰہَ کی ضرب سر کے اوپر یعنی آسمان کی طرف۔ اور تیسری اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دل پر لگا کر تجلیات کا مشاہدہ کرے۔

**ذکر چہار ضربی**۔ ایک تنگ و تاریک مکان میں قواعد مذکورہ کی پابندی کے ساتھ بیٹھکر اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں زانو کے سرے مضبوط پکڑے۔ اور اسی طرح رگِ کیماس کو پکڑے (جس کا پہلے ذکر آچکا ہے) تاکہ دل میں حرارت پیدا ہو جائے۔ اور وہ چربی جو دل کے گرداگرد خناس کہلاتی ہے پگھل جائے)

(حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ فوائد الفوائد کے صفحہ ۵۹ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ خناس وہ دیو ہے جو ہمیشہ فرزند آدم کے دل پر ہوتا ہے۔ جب انسان ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہے تو ذکر کی حرارت سے اس کا دفع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور کثرت ذکر سے بالکل فنا ہو جاتا ہے)۔ اس کے بعد خواہ جہر کے ساتھ خواہ خفی چہار ضربی ذکر اس طریقہ سے کرے۔ کہ لَا کی ضرب بائیں زانو سے شروع کرے۔ اور اِلٰہَ کی دوسری ضرب داہنے مونڈھے پر لگائے پھر اِلَّا کی تیسری

Marfat.com

ضرب بائیں کندھے پر لگائے۔ اور اللہ کی چوتھی ضرب زور سے فضار دل پر لگائے۔ اور مکمل لذت حاصل کرے۔

**ذکر پنج ضربی۔** مذکورہ بالا طریقے سے کلمہ طیبہ کی پہلی ضرب دائیں طرف۔ دوسری ضرب بائیں طرف۔ تیسری ضرب سر اٹھا کر آسمان کی طرف۔ چوتھی ضرب فضار دل پر۔ اور پانچویں ضرب آگے کی طرف نیچے کو اترتی ہوئی لگائے۔

**ذکر شش ضربی۔** اُسے کہتے ہیں، جو شش جہت۔ یعنی چھہ طرفوں میں منقسم ہو۔ یعنی اوپر، نیچے، آگے، پیچھے، دائیں، بائیں۔ کلمہ طیبہ کو مذکورہ بالا قاعدہ سے چھہ ضربوں کے ساتھ کرے۔

**نوٹ:۔** ان تمام اذکار میں سے ہر قسم کے ذکر کو کم سے کم پانچسو مرتبہ اور زیادہ سے زیادہ پانچہزار مرتبہ تک کرنیکی اجازت ہے اور اوسط درجہ گیارہ سو مرتبہ ہے۔

**ذکر نفی اثبات** کی ایک اور نئی ترکیب یہ ہے۔ کہ چت لیٹ کر اس طرح کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے چت لیٹے۔ دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کو اور ایڑیوں کو ملائے رہے۔ دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر انگلیوں کو کشادہ رکھے لَآ اِلٰہَ کی ضرب دائیں طرف اور اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب بائیں طرف لگائے۔ اس ذکر کو سوتے وقت صرف ایک سو مرتبہ کرنا چاہیئے۔ اور جاگتے وقت پانچسو مرتبہ۔

**ذکر جبروتی۔** لَآ اِلٰہَ کو دل سے خوب کھینچتا ہوا اوپر کی طرف لیجائے۔ یعنی آسمان کی طرف اور پھر اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب دل کی فضا پر لگائے اس ذکر کی تعداد بھی صرف پانچسو دفعہ کی ہے۔ یا جس قدر ذوق بڑھتا جائے۔ ذکر کو بڑھاتا جائے۔

## اذکارِ قُرب

**اَنَا فِیْہِ ھُوَ فِیْہِ۔** اسکے یہ معنے ہیں۔ کہ میں اسمیں ہوں وہ مجھہ میں ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل کی طرف سر جھکا کر اَنَا کہے۔ پھر اوپر کی طرف سر اٹھا کر فِیْہِ کہے۔ اور ھُوَ کی ضرب بائیں کندھے پر لگاتا ہوا منہ جھکاتا ہوا قلب کی طرف فضار قلب پر فیہ کی ضرب

Marfat.com

لگائے۔ پھر مقام قرب کی لذت حاصل کرے۔ اس ذکر کو بھی صرف ایک سَو دفعہ سے شروع کرنا چاہیئے۔ اگر ذوق ترقی کرے تو حسب استعداد شوق رفتہ رفتہ بڑھاتا جائے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا۔ لَا اِلٰہَ کی ضرب دائیں کندھے پر۔ اِلَّا کی ضرب بائیں کندھے پر اور اَنَا کی ضرب فضاء دل پر لگائے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا کے یہ معنے ہیں۔ کہ میرے سوا کوئی اللہ نہیں ہے اس ذکر کو بھی ایک سَو مرتبہ بیٹھکر کرنا چاہیئے۔

اَنَا اَنْتَ اَنَا۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ میں تو ہوں۔ تو میں۔ اَنَا کی ضرب دہنِ قلب پر لگائے اَنْتَ کی ضرب دائیں کندھے پر۔ دوسرے اَنْتَ کی ضرب اوپر یعنی فضاء آسمان کی طرف۔ اور دوسرے اَنَا کی ضرب دل پر لگائے۔ اس ذکر کو بھی ایک سَو مرتبہ کرنا چاہیئے

اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا۔ اس ذکر کو اس طرح کرنا چاہیئے کہ اِنِّیْ کہکر پہلی ضرب دائیں مونڈھے پر لگائے اور اَنَا اللہ کی دوسری ضرب بائیں کندھے پر لگائے پھر لَا اِلٰہَ کی تیسری ضرب لطیفہ روح پر لگائے۔ اور اِلَّا اَنَا کی چوتھی ضرب دہنِ قلب پر لگائے اس ذکر کو بھی ایک سَو مرتبہ کرنا چاہیئے۔

ھُوَ ھُوَ ھُوْ۔ پہلے دائیں کندھے کی طرف منہ کرکے ھُوَ کہے۔ پھر بائیں کندھے کی طرف ھُوَ کہے۔ اس کے بعد ھُوْ کی ضرب دل پر لگائے۔ اس کو بھی ایک سَو دفعہ سے شروع کرنا چاہیئے۔

**ذکر مشیِ اقدام۔** اگر تیز چل رہا ہو۔ تو ہر قدم کے اٹھانے اور رکھنے پر اِلَّا اللہ کہتا چلا جائے۔ یعنی دایاں قدم جب اٹھا کر کہے۔ تو اِلَّا اللہُ کہے۔ اور بایاں قدم جب رکھے تو اِلَّا اللہ یعنی لا، کو ساکن کرکے دل پر ضرب لگاتا ہوا چلے۔ اور اگر آہستگی سے چل رہا ہو۔ تو دایاں پاؤں رکھنے کے وقت لَا اور بائیں پر اِلٰہَ اور پھر دائیں پر اِلَّا اور بائیں پر اللہ کہتا ہوا چلے۔ اس میں سے جو رفتار کہ مناسب ہو وہی مناسب ہے۔

**ذکر پاس انفاس** یہ ہے۔ کہ جب اندر کا سانس لیا جائے۔ تو لَا اِلٰہَ کہے اور جب

Marfat.com

ہر سانس لے تو لا اللہ کہے۔ لیکن اس طرح سانس سے کہے۔ کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی خبر نہ ہو۔

**اسم ذات کا پاس انفاس**۔ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگا کر منہ بند کرے۔ اور جب اندر کا سانس لے۔ تو لفظ اللہ ادا کرے اور سانس کو اتنا روکے۔ کہ پیٹ و سینہ سانس سے بھر جائے۔ اور یہ خیال کرے۔ کہ اللہ تمام باطن میں محیط ہے۔ اور اس کے بعد سانس کو آہستہ سے باہر لاتے ہوئے ھُوْ کہے۔ یعنی اندر کے سانس میں اَللہُ اور باہر کے سانس میں ھُوْ کہنا چاہیئے۔ بس اس کو اللہ ہُو یعنی اسم ذات کا پاس انفاس کہتے ہیں۔ مندرجہ بالا دونوں پاس انفاس قیدِ شمار سے باہر ہیں۔

## اذکار سینہ بسینہ

اس سلسلہ عالیہ نظامیہ میں چند ذکر سینہ بسینہ چلے آتے ہیں۔ یعنی جب مرید ریاضتوں چلہ کشیوں۔ اور مجاہدوں سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ پورا تصفیہ حاصل ہو جائے یعنی تصفیہ اور تزکیہ مکمل ہو جائے۔ تو شیخ کو چاہیئے کہ ذاکر کی حسب ضرورت۔ اور حسب استعداد اذکار ذیل میں سے تعلیم کرے۔

**ذکر معیت** اگر سالک کو ذات وصفات کے مشاہدہ میں کچھ کمی محسوس ہوتی ہو۔ تو یَامَعِیُّ یَامَعِیُّ یَامَعِیُّ یَاھُوْ یَاھُوْ یَاھُوْ تعلیم کرتے ہیں۔ (اس ذکر کی تعداد شمار صرف ایک سو دفعہ ہے) اور یہ طریقہ ہے کہ اس ذکر کے وقت دو زانو بیٹھے۔ (یعنی نماز کے قاعدہ کی نشست) مگر اس طرح کہ ہر دو سرین ہر دو قدم سے باہر نکلے رکھے۔ یعنی دونوں سرین کو زمین پر رکھے۔ اور دائیں ہاتھ سے بایاں بازو۔ اور بائیں ہاتھ سے دایاں بازو خوب مضبوط پکڑے۔ اور چھ ضربیں ان کلمات بالا کو کہے۔ یعنی پہلی ضرب یَامَعِیُّ کی دہنے قدم اور دہنے زانو کے درمیان لگائے۔ دوسری یَامَعِیُّ کی ضرب آسمان کی طرف تیسری یَامَعِیُّ کی ضرب بائیں قدم اور بائیں زانو کے درمیان۔ چوتھی یَاھُوْ کی ضرب

Marfat.com

جگر پر۔ پانچویں یاھُوْ کی ضرب لطیفہ سر پر۔ اور چھٹی ضرب یاھُوْ خوب زور و قوت کیساتھ فضاء دل پر لگائے۔ اور یہ خیال کرے کہ ھُوْ سے مراد احدیت مطلقہ ہے۔ جو معدوم الاشارہ ہے اس ذکر کے دوران میں عطر کا استعمال مفید ہے۔ اور اگر تھوڑا سا زعفران دودھ میں ملا کر پیا جائے تو بہت بہتر ہے۔ اور کبھی اس ذکر کو تین کلموں اور تین ضربوں پر اختصار کرتے ہیں۔ اور ھُوْ ھُوْ یَا مَعِیَّ پر ختم کرتے ہیں۔

## ذکر تجلی انانیت

اس ذکر کا بیان اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے۔ لیکن اس کا یہ دوسرا طریقہ نہایت لطیف ہے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اس کا یہ طریقہ ہے۔ کہ آسمان کی طرف سر اٹھا کر اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کہے۔ پھر داہنے کندھے کی طرف منہ پھیر کر لَا اِلٰہَ کہے اور اِلَّا اَنَا کی ضرب فضاء دل پر لگا کر اس لذت سے بہرہ اندوز ہو جو بیان سے باہر ہے۔ اس ذکر کو ایک سو مرتبہ کرنا چاہیئے۔

دوسرا ذکر معیت۔ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا۔ اس کا بھی ایک طریقہ بیان ہو چکا ہے لیکن دوسرا طریقہ اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ اس ذکر کو چار ضربوں کے ساتھ اس طرح کرے کہ لَا کی پہلی ضرب دائیں کندھے پر۔ اور اِلٰہَ کی دوسری ضرب آسمان کی طرف سر اونچا کر کے اِلَّا کی تیسری ضرب بائیں کندھے پر۔ اور اَنَا کی چوتھی ضرب قلب کے منہ پر لگا کر تجلیات ذات کا مشاہدہ کرے۔ اس ذکر کو بھی ایک سو دفعہ کرنا چاہیئے۔

یَاھُوْ یَا مَنْ ھُوْ۔ اس ذکر کو بھی چار ضربوں کے ساتھ ایک سو دفعہ اس طرح کرتے ہیں کہ یَاھُوْ کی پہلی ضرب آسمان کی طرف۔ پھر یَا کی دوسری ضرب دائیں کندھے پر مَنْ کی تیسری ضرب بائیں کندھے پر۔ اور ھُوْ کی چوتھی ضرب قلب کے منہ پر لگانا چاہیئے۔ اس ذکر کا خاص وقت آخر شب ہے۔

لَا ھُوْ اِلَّا ھُوْ اس ذکر کو بھی عشاء کے بعد یا نماز فجر سے قبل دو ضربوں کے ساتھ صرف

Marfat.com

یہ دفعہ اس طرح کرنا چاہیئے۔ کہ سر کو نیچے قلب کی طرف جھکا کر لا ھو کہتا ہوا دائیں کندھے کے اوپر لیجائے اور یہ خیال کرے۔ کہ ماہیت ماسوی اللہ کو دل سے نکال کر پس پشت ڈالدیا پھر الا ھو کہکر دل پر ضرب لگانا چاہیئے۔ اس ذکر میں حبس دم کا طریقہ عمل میں لائے۔

**ذکر مقام احدیت**۔ یعنی یا ھو کا ذکر اس طرح کرنا چاہیئے کہ یا کہکر سر کو آسمان کی طرف اونچا کرے۔ اور ھو کی ضرب دل پر لگائے۔ اس ذکر کو بھی پانچسو دفعہ بعد عشا یا قبل نماز فجر کرنا چاہیئے۔

**ذکر اسم ذات**۔ یعنی یَا اَللّٰہُ ھُوْ۔ اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ یا کہکر آسمان کی طرف کھلی آنکھوں سے ٹکٹکی لگا کر دیکھے اور حبس دم کئے رہے۔ پھر اَللّٰہُ ھُوْ کی ضرب دل کے منہ پر لگائے۔ اس ذکر کو جنگل میں بیٹھکر بجز اوقات زوال کے ہر وقت کر سکتے ہیں۔ اور آبادی میں بعد تہجد کے کرنا چاہیئے۔ اس کی تعداد شمار ایک سَو دفعہ سے شروع ہوتی ہے۔ اور پانچسو دفعہ اس کا اوسط درجہ ہے۔ لیکن ذوق وشوق بڑھنے سے بیشمار ہو جاتا ہے۔

**ذکر دفع امراض**۔ اس طرح کرنا چاہیئے کہ دائیں طرف یَا اَحَدُ۔ بائیں طرف یَا صَمَدُ آسمان کی طرف یَا وِتْرُ اور دل پر یَا مُحْصِیْ کی ضرب لگائے۔ تو انشاء اللہ تعالے ذاکر صحت یاب ہو جائے گا۔ اس ذکر کو بھی ضرورت کے وقت ایک سَو دفعہ کرنا چاہیئے۔

**ذکر کشف حقائق**۔ جس وقت جہاں ہو۔ وہیں مربع بیٹھکر اوپر کی طرف آگے کو منہ کر کے یَا اَحَدُ کہے۔ پھر یَا صَمَدُ کی فضاء دل پر ضرب لگائے۔ اس ذکر کو دو سَو دفعہ کرنا چاہیئے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ اس ذکر کو ذکر معیت مذکورہ بالا کے طریقہ سے چار ضربوں کے ساتھ صرف ایک سَو دفعہ کرنا چاہیئے۔ ھُوْ ھُوْ لَا ھُوْ اِلَّا ھُوْ اس ذکر کو جنگل میں ہر وقت کر سکتے ہیں لیکن بستی میں اس کا خاص وقت بعد تہجد ہے۔ اور مذکورہ بالا شش ضربی ذکر کے طریقہ پر صرف ایک سَو دفعہ کرنا مناسب ہے۔

**ذکر کشف الملکوت**۔ اس ذکر میں کشف ارواح ہو جاتا ہے۔ اور ملائکہ بھی نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

اُن سے گفتگو بھی ہوتی ہے۔ مگر پانچ ہفتہ کے بعد لیکن اس ذکر میں برزخ شیخ قائم رکھنے کی اشد ضرورت ہے اگر برزخ شیخ قائم نہ ہوگی تو خطرہ جان ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ دائیں طرف سُبُّوحٌ بائیں طرف قُدُّوسٌ قبلہ کی طرف منہ کر کے۔ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحِ۔ اس ذکر کو عشاء کے بعد دو زانو بیٹھکر پانچسو مرتبہ کرنا چاہیئے۔

ذکر ھُوْ۔ کا یہ طریقہ ہے۔ کہ سانس کی ہر ایک آمد و رفت کے ساتھ لفظ ھُوْ کہے اور اس قدر کہے کہ آپ ھُوْ ہو جائے۔ اس کا بھی وقت عشاء کے بعد اور شمار بیشمار ہے۔

**ذکر کشفِ ارواح**۔ اس ذکر سے ہر ایک روح کا حال منکشف ہوتا ہے۔ خواہ وہ کسی شخص کی روح ہو۔ اور کوئی مزار ہو۔ اس کی ترکیب یہ ہے۔ کہ مربع بیٹھکر سب سے پہلے اکیس دفعہ بسم اللہ شریف پڑھکر۔ اکیس بار یَا رَبُّ آسمان کی طرف منہ کر کے کہے۔ پھر دائیں طرف منہ کر کے یَا رُوحُ کہے۔ اور بائیں طرف دل کی فضاء پر یَا رُوحُ الرُّوحِ کی ضرب لگائے مگر استمداد شیخ اور تصور شیخ سے غافل نہ رہے۔ ورنہ نقصان اٹھائیگا۔ اس طرح سے بخوبی انکشاف ہو سکتا ہے۔ اور اس ذکر کو گیارہ سو مرتبہ کرنا چاہیئے۔ اور کم سے کم پانچ سو مرتبہ بھی کرتے ہیں۔

**ذکر کشفِ قبور** یعنی یَا نُوْرُ اِكْشِفْ لِیْ عَنْ حَالِهٖ اگر کسی مزار سے استفادہ حاصل کرنا ہو یا اگر کسی صاحب مزار کا یہ حال معلوم کرنا ہو کہ وہ عذاب میں ہیں۔ یا ثواب میں۔ تو اس ذکر کے ذریعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ مگر تصور شیخ اس قدر مضبوط اور کامل ہونا چاہیئے۔ کہ برزخ شیخ یقینی طور پر قائم رہے اور شیخ کو پشت پناہ بنائے رہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے۔ کہ مزار پر جاکر صاحب مزار کے چہرہ کے مقابل بیٹھے۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے یَا نُوْرُ کہے۔ اور اِكْشِفْ لِیْ کہکر دل پر ضرب لگائے اور عَنْ حَالِهٖ کہکر مزار پر ضرب لگائے تو صاحبِ مزار کی روح سامنے آجائے گی جس سے روحانی استفادہ ہوگا۔ اور اگر کسی معمولی انسان کی حالت معلوم کرنی ہو تو اپنے دل کے بجائے اِكْشِفْ لِیْ کی ضرب قبر پر لگائے تو صاحب قبر کا کل حال

Marfat.com

ان ذکر کی تعداد بھی پانچ سو بار ہے

# اشغال

**شغل نصیرہ**۔ اس شغل سے دل کے وسواس اور خطرے دور ہو جاتے ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ صبح یا شام کے وقت قبلہ رو دو زانو بیٹھ جائے۔ اور دل کو یکسو کر کے دونوں آنکھوں کی نظر ناک کی چونچ پر جمائے مگر پلک نہ جھپکنے دے۔ اور اس دید میں ایک غیر معین نور کا تصور رکھے شروع شروع میں آنکھوں سے پانی بہیگا۔ اور کچھ درد بھی محسوس ہوگا۔ مگر رفتہ رفتہ عادت ہو جائیگی

**شغل محمودہ**۔ اس کا یہ طریقہ ہے کہ نظر کو دونوں بھوؤں کے اس طرح جما جائے جو ناک کے اوپر اور پیشانی کے نیچے واقع ہے۔ یہ ذرا مشکل ہے۔ مگر فائدہ بہت ہے۔ ان اشغال سے ذکر اور نماز میں خطرے نہیں آنے پاتے۔ بس دفع خطرات کا یہ مجرب علاج ہے۔ ہندو فقراء کے ہاں بھی اسی طرز کے دو اشغال ہیں جن کو "ترکٹی" اور "بھرکٹی" کہتے ہیں۔

**سلطان الاذکار**۔ اس شغل کو ہندو فقرا کے یہاں "اجپا جاپ" یا "سرت شبد" کہتے ہیں۔ اسکے بہت سے طریقے ہیں۔ لیکن سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ۔ ؎

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند　　　گر نہ بینی نور حق بر ما بخند

اور دوسرے شعر میں بھی سیاح عالم قدس یعنی حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اسی سلطان الاذکار کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ ؎

بر لبش قفل است در دل رازہا　　　لب خموش و دل پر از آوازہا

آنکھ۔ کان۔ منہ۔ موند کے نام نرنجن لے　　　شعر　　　بہیتر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

اور شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے اشعار میں سلطان الاذکار کی اسی طرح تعلیم فرماتے ہیں۔ ؎

جو تو ہر کو چاہے فریدا آنکھ۔ کان۔ منہ کر بس　　　ابھی تو جب دھنکی جائے۔ سگر ہی تانت بجے تن تن

مگر اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آنکھ۔ کان۔ منہ ہاتھ کی انگلیوں سے بند کر کے سانس کو

Marfat.com

ناف کے نیچے سے کھینچے اور دماغ تک لیجائے۔ بس وہیں سانس کو روکے رکھے۔ اور لطیفہ اخفیٰ جو اُمّ الدِّماغ کہلاتا ہے اس پر دل کی آنکھ لگائے۔ تو اُس تجلی کا مشاہدہ کرے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر دیکھی اور جس کو دیکھکر وہ بیہوش ہو گئے تھے) اور جب حبس دم کی طاقت کم ہونے لگے۔ تو ناک کی راہ سے رُک رُک کر سانس کو چھوڑے۔ اور بعض فقرا اس شغل کو بغیر حبس دم کے بھی کرتے ہیں۔ "سلطان الاذکار" میں بیس قسم کی مختلف آوازیں آتی ہیں جن کے لکھنے کی ممانعت ہے۔ لیکن میں رفاہِ عام کی غرض سے کچھ نہ کہنے کی برابر کچھ کہتا ہوں۔ اس شغل کے شاغل کو سب سے پہلے اوپر سے پانی گرنے کی مبہم آواز سنائی دیتی ہے بلکہ ہر آدمی کو کان بند کرنے کے بعد ایسی ہی آواز سنائی دیتی ہے۔ لہٰذا شاغل کو اس آواز کی طرف ایسا مشغول ہونا چاہیئے کہ ایک سیکنڈ غفلت نہ ہونے پائے۔ جب اس میں استحکام ہو جائے۔ تو تھوڑی سی انگلی ڈھیلی کر کے یہ اندازہ کرے۔ کہ عالم کے شور سے وہ آواز بند تو نہیں ہوتی اگر بند ہو جائے تو ابھی مشق بڑھائے۔ اگر بند نہ ہو تو رفتہ رفتہ یہ عادت ڈالے کہ بغیر انگلیوں کے بند کئے وہ آواز سنائی دینے لگے۔ اور بازار کا شور بھی مزاحم نہ ہو سکے۔ بلکہ وہ آواز تمام آوازوں پر غالب ہو جائے۔ اور شاغل ایسی لذت پائے جو بیان سے باہر ہے پس یہیں سے "صوت سرمدی" "ندائے غیب" یا "آکاش بانی" شروع ہوتی ہے۔ اور وہ صدا سنائی دیتی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر سنی تھی۔ اس وقت شاغل کالانبیاءِ بنی اسرائیل کہلانیکا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور پھر شاغل کو رفتہ رفتہ بیسوں آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور ان میں آوازوں میں سے کوئی نہ کوئی صرور قائم ہو جاتی ہے۔ جو شاغل کو مرغوب ہوتی ہے۔ "صوت سرمدی" کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل ہوتی تھی۔ اور اولیاء اللہ کو اسی کے ذریعہ سے الہام ہوتا ہے۔ کسی وقت بعض انبیا علیہم السلام کی سمجھ میں جب وحی کے الفاظ پورے طور پر نہیں آئے ہیں تو اس کے سمجھنے کے لئے دوسری وحی کا انتظار کیا گیا ہے۔ ایسے ہی جب اولیاء اللہ کی سمجھ میں الہام غیبی کے الفاظ نہیں آتے تو وہ اُس وقت تک پریشان

Marfat.com

ہیں جس وقت کہ دوسرے الہام کے ذریعہ سے نہ ارشادات صاف طور پر سمجھ میں نہ آجائیں۔ بس اللہ اور اس کے دوستوں کے درمیان میں بات چیت کرنیکا یہ طریقہ ہے جو صدقہ ہے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک نعلین کا۔

چنانچہ سیّاحِ عالم قدس یعنی حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کو صدائے نَے مرغوب تھی۔ اور خواجہ حافظ شیرازیؒ کو صدائے جَرَس یہ دونوں آوازیں بھی منجملہ انہیں میں آوازوں کے ہیں

چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند ۔۔۔ وز جدائی ہا شکایت می کند

اور خواجہ حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

کس ندانست کہ منزل گہہ آں یار کجاست ۔۔۔ ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

میرے خیال میں ناظرین ہذا ان مندرجہ بالا اشعار کا اب بخوبی مفہوم سمجھ لیں گے۔ کہ نَے اور جَرَس سے ان بزرگوں کا کونسی نَے اور کس جرس کی طرف اشارہ ہے؟

# شغل تصور شیخ

سب سے پہلے اپنی نظر میں اپنے مرشد کی ایسی صورت جمائے۔ کہ آنکھ بند کرنے کے بعد سوائے مرشد کے کچھ نظر نہ آئے اور رفتہ رفتہ وہ صورت اس قدر مستحکم ہو جائے کہ پیر و مرید کے باہم بات چیت ہونے لگے۔ بعدہٗ برزخ شیخ ایسی قائم ہو جائے۔ کہ خود صورت مرشد بنجائے۔ حتیٰ کہ خیال دوئی بھی مٹ جائے۔ اور خود یکتا ہو جائے۔ یعنی عین الیقین کے ساتھ خود ہی شیخ ہو جائے بس اسی کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ اور اسی کی برکت سے فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ تک رسائی ہو جاتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ اپنی صورت آئینہ میں یا آفتاب میں اچھی طرح دیکھکر نظر میں رکھے۔ اگر آئینہ میں دیکھے گا تو اسے شغل آئینہ کہا جائے گا اور اگر آفتاب میں دیکھیگا تو اس شغل کو شغل آفتاب کے نام سے تعبیر کیا جائے گا یہ شغل جبّہ و دستار سے باہر ہے۔ جس کو شیخ سے میسّر آتا ہے۔ اسی کو

Marfat.com

اس کی لذت آتی ہے۔ جو تحریر و تقریر سے باہر ہے۔ یہ شغل حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کو تعلیم فرمایا تھا۔ اور اس وقت تک اہل سلوک اس کے شاغل ہیں۔
اور اشغال درونی و اسرار باطنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہوئے ہیں۔ اور آن سے سب بزرگان یعنی چاروں خاندان اور چودہ خانوادوں میں واسطہ بواسطہ چلے آتے ہیں۔ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حق تمام مریدوں اور تمام خانوادوں پر ثابت ہے

## چار خاندان

خاندان نقشبندیہ[۱]۔ سہروردیہ[۲]۔ چشتیہ[۳] قادریہ[۴]

## چودہ خانوادے

(۱) اول زیدیان۔ جو کہ حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ (۲) عیاضیان خواجہ فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ (۳) ادہمیان حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم رحمت اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ (۴) ہبیریان جو خواجہ ہبیرۃ البصری سے جاری ہے۔ (۵) چشتیان حضرت خواجہ ممشاد علوی دینوری سے منسوب ہے۔ (۶) عجمیان خواجہ حبیب عجمی رحمت اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ (۷) طیفوریان حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمت اللہ علیہ سے جاری ہے۔ (۸) کرخیان خواجہ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ سے جاری ہے۔ (۹) سقطیان۔ خواجہ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ سے جاری ہے۔ (۱۰) جنیدیان۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے جاری ہے۔ (۱۱) گازرونیان۔ حضرت خواجہ ابو اسحق گازرونی سے منسوب ہے۔ (۱۲) طوسیان۔ حضرت شیخ علاء الدین طوسی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ (۱۳) سہروردیان۔ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے (۱۴) فردوسیان حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے منسوب ہے۔

## تلاوت وجود

واضح ہو کہ وجود انسانی۔ یعنی جسم انسانی میں سات چیزیں موجود ہیں۔ (۱) علامت خاک جس کا مقام تلی ہے۔ اس مقام کا سردار جبریل ہے۔ علامت اس کی گوشت و پوست و استخوان

...ل - اور حق ہے

۲۔ علامت باد - مقام اس کا شُش یعنی پھیپڑہ ہے ۔ سردار اس کا اسرافیل ہے - ہلنا - کانپنا اور موت و گرمی کے وقت سانس پھولنا - انگڑائی - ڈکار - ہوائے شکم یعنی گوز کا سرزد ہونا اس سے متعلق ہے۔

۳۔ علامت آتش - مقام اس کا زہرہ یعنی پتّا ہے - اس مقام کا سردار عزرائیل ہے کھانا - پینا - سونا - کاہلی سستی - ملوکی - اور ہاتھ پیر کے کھنچنے کا اس سے تعلق ہے۔

۴۔ علامت آب - مقام اس کا جگر واستخوان ہے - اس مقام کا سردار میکائیل ہے - اس سے پیشاب - براز - خون - آب منی - آب دہن - آب چشم یعنی آنسو یا ہمیشہ آنکھوں سے پانی بہنے کا مرض - کانوں کا پانی یعنی چرک گوش وغیرہ کا اس سے تعلق ہے۔

۵۔ علامت روح - اس کو روح طبعی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں - یہ ناف سے تعلق رکھتی ہے اور رگوں میں غذا پہنچاتی ہے - کھانے سے قوت پاتی ہے - تکالیف جسمانی - کھانا - اور لذت آرام حاصل کرنا - اٹھنا - بیٹھنا - چلنا - پھرنا - دیکھنا - جستجو کرنا - اسی کے سبب سے ہوتا ہے - اس کا عین الیقین سے مشاہدہ کرنیوالا ولی اللہ ہوجاتا ہے یعنی نزدیکی خدا حاصل ہوتی ہے لیکن استمداد شیخ کی اشد ضرورت ہے۔

۶۔ علامت نور - اس کو روح حیوانی کہتے ہیں - اس کا مقام دل میں ہے - اس میں ترقی کی خواہش پائی جاتی ہے - اور سب اعضا کو زندہ رکھتی ہے - اس سے خیال - فکر - تصور - وہم - خوف سرور اور غم کا تعلق ہے - اس کے مشاہدہ سے طالب واصل حق ہوتا ہے - بلکہ کوشش کرنے سے عین حق ہوجاتا ہے جیساکہ ارشاد ہے۔ ؎ شعر

چشم دل چوں باز شد معشوق را در خویش دید  ‌‌ عینِ دریا گشت چوں بیدار شد چشم حباب

(ترجمہ) آنکھ دل کی جب کھلی معشوق اپنے میں ملا  ‌‌ بلبلہ جب جاگ اٹھا خود عینِ دریا ہوگیا

۷۔ علامت ذات - اسے روح انسانی کہتے ہیں - اس کا مقام - مغز سر یعنی امّ الدماغ ہے کہ اصطلاح صوفیہ میں اخفی الاخفی سے تعبیر کرتے ہیں - کہنا - سننا - سونگھنا - دیکھنا - عقل

Marfat.com

تمیز۔ لذت زبان کا اس سے تعلق ہے۔ جو اسرار مغز میں ہیں وہی دل میں بھی ہیں جیسے کہ اللہ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک ہیں۔ ویسے ہی مغز و دل بھی ایک ہیں۔ مغز یعنی مقام اخفیٰ الاخفیٰ مقام ذات ہے۔ دل مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سوائے اِن کے ایک اور چیز بھی بدن میں پائی جاتی ہے جس کا نام نفس امّارہ ہے مگر وہ جنسیت نہیں رکھتا۔ درحقیقت۔ آگ جو اربعہ عناصر سے ہے اُسی نے نفس امّارہ کا خطاب پایا ہے۔ اس کو خدائے تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آدمی کے بدن میں داخل کیا ہے۔ اگر اسے داخل نہ کرتا تو خواہشات یعنی کھانے پینے کی خواہش یعنی بھوک پیاس وغیرہ نہیں ہوتیں۔ تو خواہش شہوانی بھی نہیں ہوتی۔ پس پیدائش انسانی کی غرض مفقود ہو جاتی۔ اسلئے جسم انسانی میں آگ کا داخل کرنا نہایت ضروری تھا۔ اکثر جاہل فقرا اپنے عضوِ تناسل کو لوہے کے چھلوں سے جکڑ کر بیکار کر دیتے ہیں۔ یا اور ذرائع سے معطل کر دیتے ہیں۔ وہ کسی طرح واصل حق ہونیکے مستحق نہیں کیونکہ نامرد کبھی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن قوت شہوانی کو ایسا مغلوب کرے کہ ناجائز صرف نہ ہو۔ اور جائز صرف میں بھی احتیاط شرط ہے۔ اور اس کے مغلوب کرنے کی تدابیر میں کوشش کرے۔ یعنی ذکر فکر اور مراقبہ میں محویت بڑھائے۔ تاکہ اس مشغولیت سے شہوت کی قوت اس طرف مصروف ہو جائے۔ چنانچہ ذکر خفی تمام عبادات سے بقول حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہے۔ حدیث اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الذِّکْرُ الْخَفِیُّ۔ پس اس کی برکت سے انسان خواہشاتِ نفسانی پر غلبہ پا سکتا ہے اور اُسے اپنے قابو میں کر سکتا ہے۔ ذکر خفی کی حقیقی لذت اس وقت محسوس ہوتی ہے۔ جب سالک کے تمام عضو عضو اور رونگٹے رونگٹے سے اللہ اللہ سنائی دیتا ہے۔ گویا عاشق سر سے لیکر پیر کے انگوٹھے تک مجسم ذکر اللہ ہو جاتا ہے اسی مقام کے درویش کی بابت مولانا علیہ الرحمۃ کا یہ مقولہ صادق آتا ہے۔ ابیات۔

کسے گوید کہ عاشق بے نماز است | وجودِ عاشقاں کلّی نماز است
نمازِ زاہداں سجدہ سجود است | نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است

Marfat.com

# شغل ازخود رفتن

شعر

اے طائرِ افلاکی بگذار تنِ خاکی ۔ رو بر درِ محبوب بے شو محرمِ اسرارے

اصطلاح صوفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں "ازخود رفتن" کے معنی "روحِ خود از جسدِ خاکی برآوردن" کے ہیں یعنی بذریعہ شغل خاص الخاص کے اپنی روح کو اپنے جسم خاکی کے باہر لیجانے اور پھر واپس لے آنیکے ہیں۔ اس کا طریقہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ اور میں اس شغل کی تعلیم نہایت احتیاط برتتا ہوں میرے ایک مرید اور خلیفہ ڈاکٹر نورالدین دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کا سال پیوستہ دہلی محلہ چیڑیلان میں اسی شغل کی برکت سے وصال ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے مکان پر مجھے گانا سنا رہے تھے جب شعر مندرجہ عنوان پر پہنچے تو ان کا مرغِ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کی شہادت کے واقعات کو دہلی کے اکثر اخباروں نے لکھا تھا۔ اور حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے ہفتہ وار منادی میں شہیدِ قوالی کے عنوان کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں تحریر فرمایا تھا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ میرے عقیدے میں ڈاکٹر کو شہادت کا درجہ حاصل ہوا۔ لہذا اس قدر سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ شغل نفی اثبات کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ لَا اِلٰہَ کہتے ہی روح جسم کو چھوڑ کر پرواز کرتی ہے اور عالمِ بالا کی سیر میں مشغول ہو جاتی ہے۔ اور اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ پھر جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ بس اس شغل کا شاغل مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی لذت حاصل کر کے زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ جب اس شغل کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تو سالک کو اپنی موت و زیست پر پورا پورا اختیار رہتا ہے اور اکثر اس شغل کے شاغل پر حالت سماع میں بھی یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے صاحب حال کے کسی عضو کو پکڑنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جب روح جسم میں واپس آئیگی تو جسم کے اس عضو میں سرایت نہیں کر سکیگی۔ اور وہ عضو ہمیشہ کے لئے بیکار ہو جائیگا۔ ؎

شعر

وصلِ دلبر کیا ہے؟ ازخود رفتگی ۔ جب ہوا بیخود تو خود جانانہ ہے

چنانچہ عاشقوں کو اپنی موت و زیست پر اختیار حاصل ہو جانے کے چند واقعات حضرت محبوب

Marfat.com

آپ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ نے اپنی کتاب راحت القلوب میں حضرت بابا گنجشکر فرید الدین رحمت اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھے ہیں۔ اور ہر واقعے کے اختتام پر یہ شعر تحریر فرمایا ہے۔ ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند      کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

لہٰذا ڈاکٹر نور الدین مرحوم نے اس شغل کی پانچ برس متواتر مشق کی تھی۔ اور نہایت جلد طیر و سیر کرنے لگے تھے۔ چنانچہ ہمارے بزرگوں اور اکابر اولیاء اللہ نے بھی اس شغل کی تکمیل کی ہے۔ اور وہ بھی اس شغل از خود رفتن کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص اُس وقت تک درجۂ ولایت پر نہیں پہنچ سکتا جب تک اِس شغل کی تکمیل نہ ہو جائے۔ **اشعار**

زرہِ ہوس بتو کے رسم نفسے زخود نہ رمیدہ من
ہمہ حیرتم بکجا رَدم بہ رہت سرے نہ کشیدہ من

نہ بری گماں کہ یعنی بخدا رسیدہ باشی    دیگر    تو زخود نرفتہ بیروں بکجا رسیدہ باشی

نگہے جہاں روی تو۔ قدمے زخود بروں آ    دیگر    کہ زخویش چوں گذشتی ہمہ جا رسیدہ باشی

تو بہار است ز آلائشِ تن پاک برآ    دیگر    ہمچو گل آ و زخود پیرہنِ خاک برآ

اے طائر افلاکی بگذار تنِ خاکی    دیگر    رو بر درِ محبوب شو محرم اسرارے

از خود اے بیخبر اکنوں چو شدی پیر برآ    دیگر    جمع کن خاطر و چوں روغن ازیں شیر برآ

آسماں سلسلۂ پائے سبک روحاں نیست    دیگر    ہمچو آواز ازیں حلقۂ زنجیر برآ

چوں نفس از الفتِ دل پا تو افشردہ بگِل    دیگر    رلشۂ وحشت ثمرے از قفس دانہ برآ

اشک کش تا کجا ساغر ناموس حیا    دیگر    شیشہ بہ بازار شکن اندکے از خانہ برآ

**شغل میت**۔ سلطان الاذکار کی ایک قسم کو شغلِ میت بھی کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چت لیٹ کر دونوں پاؤں کے انگوٹھے باہم باندھ لیے جائیں اور یکسو ہو کر حبس دم کیا جائے ناف کے نیچے سے اللہ کے لفظ کو سانس کے ساتھ کھینچا جائے۔ اور اُمّ الدماغ میں سانس کو روک کر "صورت سرمدی" کا تصور کیا جائے اور جب سانس ختم ہونے لگے تو ھُو کہکر ناک کے راستے سے چھوڑ دیا جائے۔

Marfat.com

# سلطان الاذکار معہ صوت سرمدی

(از رن مست خاں صاحب ترولوی)

اجپا جاپ جپے جو بھائی ہر کا درشن بیگ وہ پائے

پہلے دھیان ترکٹی پر باندھ ہو اونگ کنول میں چت کو لائے ؛ چت کی اولٹ لگن کو بیدھے ہردے دھیان لگائے

(ہر کا درشن بیگ وہ پائے)

اونکھنی چندا اومیں چندا سورج یہ دو میں .. ؛ سندر موتی سے گیان سرت ہو انہد ساتھ سنائے

(ہر کا درشن بیگ وہ پائے)

انہد میں گیان مٹ جاوے سو ہنگ پورن برہم ہو جاوے ؛ تاسے آگے کہا کہے مستا ایک ہی ایک لکھائے

(ہر کا درشن بیگ وہ پائے)

(ایضًا) (کیا ہی مزا ہے دیکھو سادھو انہد باجا بجتا ہے)

اس انہد میں لاکھوں باجے جن کو عارف سنتا ہے ؛ اس انہد کو جو کوئی سن لے رعیت سے شاہ بنتا ہے

(کیا ہی مزا ہے دیکھو سادھو انہد باجا بجتا ہے)

پہلے دل میں چندا ودبھے جگمگ جگمگ کرتا ہے ؛ اس چندا کے پرکاشوں کو برلا کوئی لکھتا ہے

(کیا ہی مزا ہے دیکھو سادھو انہد باجا بجتا ہے)

(ایضًا) (ہر ہر کرے اور گورو کو دیکھے اس کو ملتا پیارا ہے)

نام نرنجن کا مدھ پیوے دھیان گرو مدھ وارا ہے ؛ پاک رسول کا عاشق ہو کر دیکھے سکھ متوارا ہے

(ہر ہر کرے اور گورو کو دیکھے اس کو ملتا پیارا ہے)

سب مستا ہردے کے اندر سکھ گورو سے اس کا منتر ؛ بنا گرو یہ گیان نہ آوے نگرا سر کو دھنتا ہے

کیا ہی مزا ہے دیکھو سادھو انہد باجا بجتا ہے

الکھ نکھے اد سب کو میٹھے اس نے گیان سنوارا ہے ؛ پٹ بھیتر کے چت سے کھولے پھر کیا صاحب نیارا ہے

کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے

آنکھ کان منہ بند کرا دو انہد شبد کو صاف سناؤ ؛ دونوں میں ایک تار ملاؤ تب دیکھو گلزارا ہے

Marfat.com

دکر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے)

تر کٹی محل میں وِدیا سارا گہن گہن گرجین بجن نگارا ۔ لاکھ برن سورج اُجیارا جتور کنول اُکارا ہے

دکر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے)

سادھ سو ہے جن گڈھ لینا نو در وازے پر گھٹ چینا ۔ دسواں کھل جائے جٹ دینا جہاں قفل رہا مارا ہے

دکر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے)

سہس اٹھاسی دیپ رچائے ہیرے پنّے محل جڑائے ۔ مرلی بجت اکھنڈ صدائے۔ سوہنگ دھن جھنکارا ہے

دکر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے)

سوہنگ حد تجے جب بھائے ست لوک میں تن چل آئے ۔ اُلہت سوہنگ تہاں دُھکائے ۔ جاکا وار نہ پارا ہے

دکر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے)

تا پر اگم محل اک ساجا۔ اگم پُرش تا ہی کو راجا ۔ کھرب سنکھ رُوم یک لاجا۔ ایسا اگم آپارا ہے

دکر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے)

تا پر الکھ لوک ہی بھائی پُرش انامی تہاں رہائی ۔ جو پہنچے گا جانے واہی کہن سُنن سے نیارا ہے۔

دکر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے)

## تلاوت وجود بطریق مجمل بذریعہ لطائف

(از مولانا مغربی قدس سرہ)

رباعی

از بادۂ حسن خویش مستی کردم ۔ گلگشت بہار باغ ہستی کردم

رفتم بطواف کعبۂ دل کانجا ۔ خودرا دیدم وخود پرستی کردم

اگرچہ شغل ازخود رفتن اس سے پہلے مجملاً بیان کرچکا ہوں۔ لیکن اس اجمال کی یہ تفصیل ہے۔ کہ سالک کو چاہیے کہ ابتدا میں لفظ کا اللہ کے ساتھ روح طبیعی کو زیر ناف سے کھینچکر ناک کے ذریعہ سے باہر نکالے۔ اور ہوا کے ساتھ شامل کرے۔ ابتدا میں طالب حق پر غنودگی سی طاری ہوگی

Marfat.com

... میں نکل جاتا ہے پھر ہوا میں وہ روح سیر کرتی ہوئی مقام آتش میں آئیگی جہاں اس کو اندھیرا دکھائی دیگا۔ تو وہاں سے گھبرا کر فوراً باہر نکلے گی کیونکہ وہاں ایک لمحہ نہیں رہ سکتی پھر وہاں سے پانی کے مقام پر آئیگی۔ اور وہاں اُسے اپنی اصلی صورت دکھائی دیگی کہ وہ اصل وجود خاکی وہی ہے جو اس مقام پر ہمیشہ رہتا ہے۔ بعدہٗ دل کے نزدیک پہنچیگی اور پھر دل سے مغز میں یعنی اُمّ الدِماغ۔ یا خفیٰ الاخفیٰ میں۔ اس وقت سالک کو نزدیکی حق حاصل ہوتی ہے۔ اور اس مشق سے رفتہ رفتہ روح طبیعی جسم انسان سے بالکل باہر ہو کر عالمِ بالا کی سیر کرتی ہوئی عرش اعظم تک پہنچ جاتی ہے۔ اس مقام پر پہنچکر قطرہ اصل دریا ہی ہو سکتا ہے بس اسی کو قرب ذات کہتے ہیں۔ جو شخص اس شغل میں کامل ہے وہی ولی اللہ کہلانے کا مستحق ہے۔ کیونکہ خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اس مقام پر نہ پہنچا ہو۔ اس کو مرید ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ یہ مقام مخصوص ہے۔ اور خاص الخاص شغل کہلاتا ہے۔ جو شیخ کی عنایت سے میسر آتا ہے ؎

قطرہ اندر بحر گردد ناپدید  کئے تواں اور اجدا از بحر دید

اس شغل کی بدولت آدمی صاحب کمال و صاحب مقام ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں سالک کو سماع سے بہت زیادہ رغبت ہو جاتی ہے۔ اور اکثر سماع میں جب اس مقام کا آدمی وصل کا مضمون سنتا ہے تو اس کی روح جسم سے فوراً باہر آجاتی ہے اور اس کو مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا کی لذت نصیب ہوتی ہے۔ خواہ دو منٹ یا دو گھنٹہ ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔ اس عرصہ میں روح عرش و کرسی و لوح و قلم کی سیر کر آتی ہے۔ بلکہ کونین کی سیر کر کے واپس آجاتی ہے۔ یہ صدقہ ہے۔ خاکِ نعلین صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

**شغل سکوت۔** سالک کو چاہیئے کہ تمام خیالات کی آلائش سے اپنے آپ کو پاک کر کے بالکل ...... خاموش بطریق مراقبہ بیٹھے۔ اور یہ خیال کرے کہ میں نہیں ہوں وہ ہے۔ اس مختصر شغل سے بندہ عالم شہادت سے مقام احدیت تک عروج کرتا ہے۔

**دوسرا طریقہ شغل آئینہ کا** یہ ہے کہ آئینہ کو اپنے مقابل رکھکر غور سے اپنی صورت کو دیکھے۔

Marfat.com

اور اس قدر مشق کرے کہ پلک نہ جھپکنے پائے) اور اپنے عکس کو اس معنی کیساتھ مشاہدہ کرے کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور اپنی صورت کو حق تعالیٰ کی صورت جانے۔ پھر مشاہدات عجیبہ سے مشرف ہو۔

## بیخود شدن ؎

ہے بیخودی ہی جس سے ہوتا ہے وصل حاصل — غائب جو آپ ہو پاوے حضور تیرا

از حضرت مولانا نیاز بے نیاز قدس سرہٗ۔

### غزل

مجھے بیخودی یہ تو نے بھلی چاشنی چکھائی — کسی آرزو کی دل میں نہیں اب ہی سمائی
نہ حذر ہے نے خطر ہے۔ نہ رجا ہے نے دعا ہے — نہ خیال بندگی ہے۔ نہ تمنائے خدائی
نہ وصال ہے نہ ہجراں۔ نہ سرور ہے۔ نہ غم ہے — جسے کہئے خواب غفلت سو وہ نیند مجکو آئی
نہ مکیں ہے۔ نے مکاں ہے۔ نہ زمیں ہے نے زماں ہے — دِل بینوا نے میرے وہاں چھاؤنی ہے چھائی
نہ مقامِ گفتگو ہے۔ نہ محلِ جستجو ہے — نہ وہاں حواس پہنچیں نہ خرد کو ہے رسائی
من و تو اٹھے جہاں ہوں میں سیں وہاں کہاں ہوں — جو دوئی کے تھے لوازم سو رہائی اُن سے پائی
یہاں میں رہا ہوں جب تو سخن نیاز بولوں — سنو گے زبانِ نَے سے وہی جو کہیگا نائی

اس شغل بیخودی کی تکمیل اُس وقت ہوتی ہے۔ جب اپنی ہستی کا احساس بالکل مٹ جاتا ہے

# مراقبات

**مراقبہ**۔ مراقبہ بضم میم وفتح قاف۔ لغت میں مراقبہ کے معنے امید رکھنا اور کسی چیز کی حفاظت کرنے کے ہیں۔ اور گردن جھکانے کو بھی مراقبہ کہتے ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ مراقبہ رقبہ سے ماخوذ ہے۔ رقبہ کے معنے گردن کے ہیں، چونکہ مراقبہ میں قلب کی طرف گردن جھکائی جاتی ہے اور اسی طرح تلاوت و سجود بھی کی جاتی ہے۔ بعض کا مقولہ ہے کہ مراقبہ لفظ رقیب سے ماخوذ ہے۔ اور رقیب کے معنے پاسبان اور نگہبان کے ہیں۔ لہٰذا قلب کی خیالاتِ غیر سے مراقبہ کے ذریعہ سے نگرانی کی

Marfat.com

... مراقبہ کہتے ہیں مراقبہ حضوری قلب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی جناب میں دل سے حاضر ہونا ہے۔ تمام مراقبوں میں باوضو ہونا۔ دوزانو۔ قبلہ رو ہوکر بیٹھنا۔ اور قلب کو تمام خطرات کی آلائش سے پاک کرنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے آنکھ بند کرکے قلب کیطرف اسم ذات کا مراقبہ کرنا چاہیئے۔ (یعنی لفظ اللہ کا مراقبہ) اس سے طمانیت قلب اور تسکین کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

پھر تمام مراقبوں کا طریقہ لکھتا ہوں تاکہ طالبان صادق کو کسی قسم کی دقت نہ ہونے پائے جاننا چاہیئے کہ تمام مراقبوں کا صرف یہ ایک ہی طریقہ ہے۔ یعنی دوزانو۔ باوضو اور قبلہ رو ہوکر بیٹھنا چاہیئے۔ اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھکر قلب کی طرف گردن جھکانی چاہیئے۔ اسم ذات کا تصور اس طرح جائے کہ میں اپنے دل میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ اس سے نفس کی شرارت کم ہوتے ہوتے بالکل جاتی رہتی ہے۔ اور اگر ناگہانی خطرات کی کثرت ہو تو۔ اسمائے صفات امہات یعنی یاسمیع۔ یا بصیر۔ یا علیم کا تصور اپنے پیر و مرشد کے تصور میں کرے۔ یعنی سمیع سے سماعت شیخ۔ بصیر سے۔ بصارت شیخ اور علیم سے علم شیخ کی طرف مشغول ہوجائے۔ تو چشم بصیرت اور بصر ایک ہوجائیگی اور جب خوب مشق ہوجائیگی تو آنکھ بند کرنے اور سر جھکانے کی بھی ضرورت باقی نہ رہیگی۔

تو ہاں مراقبہ کی چار قسمیں ہیں (۱) مراقبہ ناظرہ۔ (۲) مراقبہ حاضرہ۔ (۳) مراقبہ جمع۔ (۴) مراقبہ جمع الجمع۔

(۱) مراقبہ ناظرہ۔ یہ ہے کہ سالک یقین کرے کہ حق سبحانہ تعالیٰ میری صورت پر ظاہر ہے۔ اور اللہ کے افعال کا میں آلہ ہوں۔ مخلوق پر فیضان آلہی کا وسیلہ بھی سالک ہی ہوتا ہے۔ مخلوق کی حاجت روائی بھی سالکان طریقت سے ہوتی ہے۔ اور یہی لوگ مسند ارشاد کے وارث ہوتے ہیں۔ (یہ قرب نوافل ہے) جو عبد کی ذات کے فنا ہوجانے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) مراقبہ حاضرہ۔ یہ ہے کہ سالک یقین کرے۔ کہ میں اللہ تعالےٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہوں اسی کے کان سے سنتا ہوں۔ اسی کے پاؤں سے چلتا ہوں۔ (یہ قرب نوافل ہے)

(۳) مراقبہ جمع۔ ذرہ ذرہ میں حق سبحانہ تعالےٰ کا مشاہدہ کرنے کو مراقبہ جمع کہتے ہیں۔

Marfat.com

(۴) **مراقبہ جمع الجمع** - یعنی خلق کو حق میں اور حق کو خلق میں دیکھے۔ یعنی سالک حق اور خلق کو ایک دیکھے۔ ایک جانے کسی قسم کی دوئی اور نسبت غیریت باقی نہ رہے پس اسکو مراقبہ جمع الجمع کہتے ہیں

**مراقبہ معیت** - صوفیہ کرام کے ہاں یہ مسئلہ معیت مشہور مسئلہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ یعنی اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔ کیونکہ اس کی ذات سے اسکے صفات واسمار کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتے ہیں۔ اور اسماء وصفات کے ظہور ہی کا نام کائنات ہے۔ لہٰذا ذات جملہ موجودات کے ساتھ موجود ہے اس مراقبہ سے غیریت اور دوئی مٹ جاتی ہے۔

**مراقبہ دیدار الٰہی** - اسکی بھی نشست کا وہی طریقہ ہے۔ چنانچہ اس آیت اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى کا تصور کرے۔ (ترجمہ) کیا جانتا نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ پس مراقبہ میں یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اللہ مجکو دیکھ رہا ہے۔ جب اس کی مشق بڑھ جائے تو پھر یہ تصور کرنا چاہیئے کہ اللہ کو میں دیکھ رہا ہوں۔

**مراقبہ قرب خاص** - اس میں آیت وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کا تصور کیا جاتا ہے۔ (ترجمہ) ہم انسان کی رگ جان سے بھی قریب تر ہیں" اس مراقبہ میں ذات الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور سالک جوشِ مسرت میں بیاختہ کہنے لگتا ہے۔ غزل

آئینہ ام کہ عکسِ رُخِ یار درمن است — یعنی شہودِ طلعتِ رُخسار درمن است

آئینہ دارِ رازِ نہانِ ازل منم — آن مظہرم کہ ایں ہمہ اسرار درمن است

مقصودِ آفرینش و سرِ قدم منم — زاں روظہورِ جملہ آثار درمن است

(آں مرکزم کہ مطلع الانوار درمن است)

حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس اللہ سرہ کشکول کلیمی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جوگ کی چوراسی بیٹھک ہیں۔ اور ہر ایک بیٹھک میں ایک خاص نفع ہے۔ مگر شیخ بہاء الدین قادری قدس سرہ نے ایک جامع بیٹھک اختیار کرلی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مربع بیٹھے۔ دونوں پاؤں اکٹھے کرے۔ بائیں پاؤں کی ایڑی خصیتین کے نیچے رکھے۔ داہنا پاؤں اسکے پاس رکھے۔ اس کے بعد سر ین رکھے اور سانس ناف سے اوپر کی طرف کھینچے۔ اور ناف کو پشت کیطرف سمیٹ کر منہ بند کرے۔ زبان تالو سے

Marfat.com

[illegible] مراقبہ میں مشغول ہوجائے اور یہ فکر کرے کہ اُو ہی ہے۔ اور بھوک [illegible] ترک کرے۔ اگر تین روز پیہم اس مراقبہ کو بے طعام و بیخواب کرتا رہے گا۔ تو ایسی بیخودی اور بیہوشی طاری ہوگی۔ جسکے باعث سالک پر پردہ ہائے غیب کھل جائینگے۔ اس کے بعد اگر تین روز میں اس کی تکمیل نہ ہو تو سونے اور کھانے پینے کے بعد پھر تین دن تک اس مراقبہ میں مشغول ہوجائے۔ انشاءاللہ ضرور کامیابی ہوجائیگی پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ مراقبہ مشاہدہ اور معائنہ کے یہ طریقے ہیں۔

## مراقبہ

نماز کی بیٹھک بیٹھے۔ اور علیم۔ سمیع۔ اور بصیر کو شیخ کی صورت کیساتھ ملاحظہ کرے۔ اور ہر حال کا التزام کرے۔ تو اتحاد شیخ سے۔ سمیع۔ علیم۔ بصیر کے اوصاف سے متصف ہو جائیگا۔

**مشاہدہ**۔ مذکورہ طریقہ پر بیٹھکر دل کی طرف رُخ مائل کرے۔ آنکھ بند کر کے باطنی آنکھ سے دل کی طرف دیکھے۔ اور تصور شیخ کے ذریعہ سے خدا کے دیکھنے کا تصور کرے تو یقیناً جلوۂ ذات کا مشاہدہ ہوجائیگا۔

**معائنہ**۔ جب مذکورہ بالا دونوں مراقبوں میں استقامت حاصل ہوجائے۔ تو پھر اسی بیٹھک پر بیٹھکر آسمان کی طرف نظر کرے۔ اور صاحب نزع کی طرح آنکھ بند کر کے یہ تصور کرے کہ روح قالب سے نکل کر آسمانوں کے اوپر پہنچے۔ اور حق تعالےٰ کو دیکھنے لگے۔ اگر سالک اس پر مستقیم ہوجائے گا۔ تو ایک سبز دھاگہ ظاہر ہوگا۔ جس کا ایک سرا عرش اعظم پر ہوگا۔ اور دوسرا سرا اس کے دل میں نظر آئے گا۔ بس اس دھاگہ کا رشتہ قائم کر کے عبد معبود سے جا ملیگا۔

**مراقبہ الٓمٓ**۔ سالک کو چاہیئے کہ اسکے ہر سہ حروف سے علیحدہ علیحدہ لذت حاصل کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو ہو کر دو زانو بیٹھ جائے۔ اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھکر گردن جھکائے الف سے اپنے دل میں اللہ کا خیال جمائے۔ ل سے رسول اللہ کا۔ اور م سے مظہر مخفی یعنی صفات ذات کا ایک خیال کرے۔ اور تینوں حرفوں کو اپنے وجود میں حرکت دے۔ یعنی روح کو اللہ کی ذات جانے۔ وجود کو رسول سمجھے۔ اور جسم کو مظہر یعنی صفات اللہ جانے۔ چندروز

Marfat.com

میں بہت سی لذت حاصل ہو سکتی ہے۔

حروفِ مقطعات اللہ جل مجدہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہیں بلکہ خاص اشارات ہیں جنکو بجز جناب رسالت مآب کے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ چنانچہ اس موقعہ پر خداوند عالم کی زبان سے سننا مناسب ہے کہ وہ اپنے حبیب نبی کریم صلعم سے اسطرح خطاب فرماتا ہے۔

**شعر**

من و تو ہر دو طریق سخن ایجاد کنیم تاکہ اغیار نہ فہمند زبانِ من و تو

پس وہ یہی حروف مقطعات ہیں۔ مگر بعض عرفائے سلسلہ جن پر اسرار الٰہی اور رموزِ نبوی کا انکشاف ہوا ہے انھوں نے حروف ابجد کے ذریعہ سے الم کے جو معنے بیان فرمائے ہیں وہ بھی استغفار سے خالی نہیں ہیں۔

بحساب ابجد (ا) کا ایک عدد ہے (ل) کے تیس عدد ہیں۔ اور (م) کے چالیس۔ لہذا اس کا حل یوں فرمایا ہے کہ ذات یکتا نے۔ یعنی اللہ نے تیس پارے۔ چالیس سال والے پر نازل کئے۔ وہ یہی کتاب ہے (یعنی قرآن) اس میں کچھ شک شبہ نہیں ہے۔ یعنی اللہ تبارک تعالےٰ نے تیس پارے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے۔ وہ یہی کتاب ہے۔ اسمیں کچھ شک شبہ نہیں ہے۔ (یعنی قرآن) یہ متقیوں کو ہدایت کرتا ہے یعنی راہ دکھاتا ہے پرہیزگاروں کو جو غیب ایمان لائے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

# وحدت الوجود کے مراقبے

(۱) اسی طریقہ سے بیٹھکر وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کا مراقبہ کرنا چاہیئے۔ یعنی میں تمہاری ذات میں ہوں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ (۲) اس مراقبہ میں بھی مذکورہ طریقہ سے بیٹھکر اس آیت کا مراقبہ کرنا چاہیئے اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (ترجمہ) تم جدہر رخ کرو اسی طرف خدا کی ذات ہے۔ (۳) اسی طریقہ سے بیٹھکر اس آیت کا مراقبہ کرنا چاہیئے وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (ترجمہ) میں نزدیک تر ہوں طرف تمہارے تم سے۔ لیکن تم نہیں دیکھتے ہو۔ (۴) مذکورہ بالا طریقہ سے بیٹھکر اس آیت کا مراقبہ کرنا چاہیئے۔ آیت كَانَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ

Marfat.com

...اللہ کی ذات ساری کیفیات ہی ہے (۵) مذکورہ بالا طریقہ سے بیٹھکر اس آیت کا مراقبہ کرنا چاہیئے۔ آیت وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط (ترجمہ) اور اللہ کی ذات ہر شئے کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (۶) اسی طرح سے بیٹھکر اس آیت کا مراقبہ کرنا چاہیئے۔ آیت ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم۔ (ترجمہ) اللہ جیتا جاگتا اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔

**مراقبہ ھُوَ۔** یہ تخلیہ کی حالت میں اس طرح کیا جاتا ہے۔ کہ آنکھیں کھول کر سامنے کی ہوا یا اوپر کی خالی فضا کو دیکھتے ہیں۔ اور پلک نہیں جھپکنے دیتے۔ اس عمل میں حرارت عشق اور آنکھ میں ایک عجیب اثر حیرت پیدا ہو جاتا ہے۔ مراقبہ ھُوَ کا ایک دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک تاریک حجرے میں آنکھیں کھول کر خلاء کو دیکھتے ہیں اور نظر کو جما کر پلک کو جھپکنے نہیں دیتے۔

**تم ہی ہو میں نہیں ہوں۔** اس مراقبہ کو بھی اسی طریقہ سے بیٹھکر کرنا چاہیئے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ ہی ہے میں نہیں ہوں اس سے بہت جلد نفس مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور مشاہداتِ قرب ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

**مراقبہ کا فلسفہ،** مراقبہ کا مقصد یہ ہے کہ مراقبہ تصور کی ایک ورزش ہے جو شخص اس ورزش کا عادی ہو جاتا ہے۔ وہ احساس کی تسکین سے کبھی محروم نہیں رہتا۔

# انوارِ غیبی

جو انوار ذکر۔ شغل اور مراقبہ کی حالت میں سالک پر وارد ہوتے ہیں اُن کے مختلف رنگ ہیں یعنی سُرخ۔ سفید۔ سبز۔ نیلے۔ پیلے اور سیاہ ہوتے ہیں۔

اگر داہنے کندھے کے متصل نور ظاہر ہو۔ تو داہنے کرام کاتب کا ہے۔ جو اعمالِ حسنہ لکھنے پر مامور ہے۔ اور اگر کندھے کے متصل نہ ہو اور رنگ اس کا سُرخ یا سبز ہو۔ تو وہ نور پیر و مرشد کا ہے۔ اور جو نور سیاہ یا نیلا بائیں جانب سے ظاہر ہو وہ تجلیٔ نفس ہے۔ اور اگر زرد رنگ کا نور بالکل سامنے سے ظاہر ہو تو وہ قلب کا نور ہے۔ اور اگر سفید نور سامنے سے ظاہر ہو تو

Marfat.com

وہ تجلی روحی ہے۔ اور اگر سفید رنگ قدرے مائل بہ سبزی ظاہر ہو۔ اور اس میں کسی قدر خنکی بھی پائی جائے جسکے دیکھنے سے دل میں سرور پیدا ہو۔ اس کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھنا چاہیئے۔ اور جو نور بیرنگ اور بے جہت وارد ہو۔ یا انوار سیاہ طاری ہوں وہ ذات مطلق کی تجلیاں سمجھے۔ اگر بائیں کندھے کی جانب ملا ہوا معلوم ہو تو وہ نور بائیں کرام کاتب کا ہے اگر ملا ہو تو شیطان کا فریب ہے۔ اور اگر ایسے ہی بائیں طرف کوئی صورت ظاہر ہو تو بھی شیطانی وسوسہ ہے۔ اگر اوپر یا پیچھے سے ظاہر ہو۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ نور نگہبان فرشتوں کا ہے اور اگر نور ظاہر ہو اور کسی جہت میں نہ ہو۔ اس سے خوف پیدا ہو۔ زوال کے بعد حضور باقی نہ رہے تو جاننا چاہیئے کہ شیطان کا فریب ہے۔ اور اگر ظہور کے وقت حضور ہو۔ اور زوال کے بعد فراق اور اشتیاق ہو تو مطلوب کا نور سمجھنا چاہیئے۔ اور اگر سینہ کے اوپر ناف کے اوپر سے ظاہر ہو تو شیطان کا وسوسہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اگر دل کے اوپر سے ظاہر ہو تو دل کی صفائی سے مراد لی جاتی ہے۔ لیکن طالب صادق کو ان انوار پر نازاں ہو کر مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔

جسم انسان میں روح مثل آفتاب کے ہے۔ اور نفس بمنزلہ ماہتاب۔ اسی واسطے کہا ہے۔ کہ جب سالک نور مثل آفتاب کے دیکھے تو سمجھے کہ یہ نور روح کا ہے۔ اور جب نور مثل ماہتاب کے دیکھے تو خیال کرے کہ ظہور نفس ہے لیکن اس پر قانع نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ نور ذات حقیقی سے مستفیض ہونیکی کوشش میں سرگرداں رہے۔ اور ذات مطلق کے نور کو مشاہدہ کرنے کی کوشش کرنے میں مصروف رہے۔

## نماز عاشقین

جب کوئی مہم پیش آئے۔ تو چار رکعت نماز عاشقین اس طریقہ سے پڑھنا چاہیئے۔ کہ اول رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو دفعہ یَا اَللّٰہُ دوسری میں یَا رَحْمٰنُ تیسری میں یَا رَحِیْمُ چوتھی میں یَا وَدُوْدُ سو سو دفعہ پڑھے انشاء اللہ کامیابی حاصل ہوگی۔

**تہجد کی نماز۔** تہجد کی بارہ رکعت ہیں۔ چنانچہ دو دو رکعت کی نیت باندھنا چاہیئے۔ اور ہر دو رکعت

Marfat.com

اور دو رکعت میں آیت الکرسی خالدون تک ایک بار۔ اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور پہلے اوّل رکعت میں سورۂ اخلاص بارہ مرتبہ پڑھتے ہیں۔ اور پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ کم کرتے جاتے ہیں۔ یہ نماز سب نوافل سے افضل ہے۔ کیونکہ اس سے اخلاص پیدا ہوتا ہے اور ریا دور ہو جاتا ہے۔ اس کا وقت ۳ بجے شب ہے۔

## نماز استخارہ

عشاء کی نماز کے بعد سوتے وقت دو رکعت نفل پڑھکر سو دفعہ یَا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ اور سو دفعہ یَا رَشِیْدُ اَرْشِدْنِیْ اور سو دفعہ یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ اور سو دفعہ یَا هَادِیْ اِهْدِنِیْ اور اوّل وآخر درود شریف پڑھے۔

## نماز قضائے ہزار حاجت

حیرت الفقہاء میں امام نجم الدین نسفی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ نماز حضرت خضر علیہ السلام نے تعلیم کی ہے۔ وہ دو رکعتیں ہیں۔ جس وقت جی چاہے پڑھیں مگر شب جمعہ کو پڑھنا افضل ہے طریقہ یہ ہے۔ کہ پہلی رکعت میں دس دفعہ قُلْ یَاۤ اَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری میں دس دفعہ سورہ اخلاص پڑھے۔ پھر بعد سلام کے سجدہ میں سر رکھکر درود شریف پڑھکر دس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور دس دفعہ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور دس دفعہ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنَا پڑھے پھر اپنی ہر ایک حاجت چاہے جتنی یاد آئیں کہے کہ یا اللہ میری ہزار حاجتیں دینی اور دنیاوی پوری کر انشاء اللہ پوری ہونگی۔

## نماز صلوٰۃ القلب

دل کی صفائی کے لئے چار رکعت بہ نیت صلوٰۃ القلب پڑھے۔ ہر ایک رکعت میں ایک ایک دفعہ سورہ اخلاص دل سے پڑھے۔ نہ زبان سے انشاء اللہ پہلے ہی دن سے دل کی

Marfat.com

صفائی شروع ہو جائیگی۔

## صلوٰۃِ عاشقان

نماز عشق کی نیت سے ایک رکعت پڑھی جاتی ہے۔اس کا یہ طریقہ ہے کہ سورہ فاتحہ شروع کرکے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی تکرار کرے۔ کہ بیخود ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو صراط الذین سے شروع کرکے سورہ فاتحہ تمام کرے۔ اس کے بعد سورہ قدر پڑھے۔ یعنی اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ کو تین دفعہ کہے۔ پھر سورہ تمام کرکے اور التحیات پڑھکر سلام پھیرے۔ یہ نماز سالک کو ایک سال میں ایک مرتبہ ضرور پڑھنی چاہیئے۔ اور اگر ایک مرتبہ سالانہ نہ پڑھ سکے تو مدت العمر میں ایک مرتبہ ضرور پڑھنی چاہیئے۔ اسکے پڑھنے سے خدا کی محبت میں کچھہ اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

# اوراد و وظائف

**تسبیح فاطمہؓ** کثیر البرکات ہے۔ اسکے فیوض و برکات احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ اس کا ورد سب اوراد سے سہل ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا چاہیئے۔ اگر پانچوں وقت کی نماز میں نہ پڑھ سکے۔ تو ایک وقت کی نماز میں اس ورد کو ضرور رکھے۔ یعنی نماز فجر کے بعد۔ یا نماز عشاء کے بعد۔ یہ ورد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ زہرا رضی اللہ عنہا کو تعلیم فرمایا تھا۔

### وردِ اسماء سبعہ

اسماء مرقومہ ذیل حضرت سیدنا و مولانا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی ملتزم ہے آپ نے ہر اسم کے بعد ایک توجہہ مقرر کی ہے۔ جو اسم کے ننّو یا نسو بار پڑھنے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اس کے برکات بیشمار فرمائے ہیں۔ پہلا اسم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک لاکھہ بار پڑھے۔ اِکی

[illegible] یا پانچ سیکنڈ کے بعد پڑھی جائیگی، یہ ہے۔ اِلٰھِیْ اَظْھِرْ عَلٰی ظَاھِرِیْ سُلْطَانَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحَقِّقْ عَلٰی بَاطِنِیْ بِحَقَائِقِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

**دوسرا اسم۔** اَللّٰہُ۔ اَللّٰہُ۔ اَللّٰہُ ایک لاکھ بار پڑھے اور توجہ اس کی یہ ہے۔ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ۔ یَا اَللّٰہُ دُلَّنِیْ بِکَ عَلَیْنَا وَرْزُقْنِی الثَّبَاتَ عِنْدَ وُجُوْدِکَ مَا اَکُوْنُ مُنَادِیًا بَیْنَ یَدَیْکَ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ۔ اِلٰھِیْ بِعَظْمَتِکَ وَجَلَالِکَ وَارْزُقْنِیْ حُبَّکَ یَا اَللّٰہُ۔ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ۔ اِلٰھِیْ اِجْعَلْ قَلْبَ عَبْدِکَ الضَّعِیْفِ مَظْھَرًا لِّذَاتِکَ وَمَنْبَعًا لِّاٰیَاتِکَ۔ یَا اَللّٰہُ۔ یَا اَللّٰہُ۔ یَا اَللّٰہُ۔

**تیسرا اسم** حَیُّ۔ حَیُّ۔ حَیُّ۔ ایک لاکھ دفعہ پڑھے اور توجہ اس کی یہ ہے۔ یَا حَیُّ یَا حَیُّ یَا حَیُّ اَحْیِنِیْ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَاسْقِنِیْ مِنْ شَرَابِ مُحَبَّتِکَ اَعْذَبَہٗ وَاَطْیَبَہٗ یَا حَیُّ یَا حَیُّ یَا حَیُّ۔ اِلٰھِیْ حَقِّقْ حَیَاتِیْ بِکَ یَا حَیُّ یَا حَیُّ یَا حَیُّ۔ اِلٰھِیْ اَظْھِرْ نُوْرَ حَیَاتِکَ فِیْ حَیَاتِیْ یَا حَیُّ یَا حَیُّ یَا حَیُّ اَحْیِ رُوْحِیْ بِکَ حَیٰوۃً۔

**چوتھا اسم۔** وَاحِدُ۔ وَاحِدُ۔ وَاحِدُ۔ ایک لاکھ دفعہ پڑھے۔ اس کی توجہ یہ ہے:۔
یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ اِجْعَلْنِیْ مُوَحِّدًا بِنُوْرِ وَاحِدَانِیَّتِکَ مُؤَیَّدًا بِالشُّھُوْدِ فِیْ وَحْدَانِیَّتِکَ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ اَلّٰتِیْ اَنْتَ الْمُتَوَحِّدُ فِیْ ذَاتِکَ بِالْوُھِیَّتِکَ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ۔ اِلٰھِیْ اَنْتَ الْمُتَوَحِّدُ فِیْ ذَاتِکَ بِاَوْحَدِیَّتِکَ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ۔

**پانچواں اسم** عَزِیْزُ۔ عَزِیْزُ۔ عَزِیْزُ۔ ایک لاکھ بار پڑھے اور توجہ اس کی یہ ہے:۔
یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ اِجْعَلْنِیْ بِعِزَّتِکَ مِنَ الْاَعِزِّیْنَ بَیْنَ یَدَیْکَ یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِاَعْمَالِ الْاَعِزِّیْنَ لَدَیْکَ یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الْاَعِزِّیْنَ یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ۔

Marfat.com

چھٹا اسم۔ وَهَّابُ۔ وَهَّابُ۔ وَهَّابُ یہ اسم ایک لاکھ بار پڑھے اور توجہ اس کی یہ ہے
یَا وَهَّابُ یَا وَهَّابُ یَا وَهَّابُ هَبْ لِی مِنْ جَزِیْلِ هِبَاتِكَ مَا یُبَلِّغُنِیْ اِلٰی مَرْضَاتِكَ
یَا وَهَّابُ یَا وَهَّابُ یَا وَهَّابُ۔ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ
یَا وَهَّابُ یَا وَهَّابُ۔

ساتواں اسم۔ وَدُوْدُ۔ وَدُوْدُ۔ وَدُوْدُ۔ ایک لاکھ بار پڑھے۔ اور توجہ اس کی
یہ ہے۔ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ اِجْعَلْ قَلْبِیْ وَدًّا لَكَ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ
یَا وَدُوْدُ اِلٰهِیْ اَعْطِنِیْ وُدًّا فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ
یَا وَدُوْدُ اِلٰهِیْ اَكْفِنِیْ شَرَّ مَنْ كِفَایَتُهٗ بِیَدِكَ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ۔ یَا وَدُوْدُ۔

دیگر۔ اس دعا کو امام ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے اَللّٰهُمَّ یَا وَدُوْدُ
یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اَسْئَلُكَ
بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ مَلَاءَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ وَبِقُدْرَتِكَ الَّتِیْ قَدَرْتَ بِهَا عَلٰی
جَمِیْعِ خَلْقِكَ وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ
یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ۔

کشائش رزق۔ جو شخص صبح کے وقت ہر روز سو دفعہ کلمہ توحید پڑھیگا۔ وہ بے اسباب خوش
گذران کرے گا۔

برائے عشق الٰہی جو سالک عصر کی نماز کے بعد پانچ دفعہ سورہ نبا پڑھے عشق الٰہی میں مبتلا ہو

برائے بخشش۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بازار میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ
عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پڑھتا رہے اللہ تبارک وتعالےٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے۔ اور
نامہ اعمال میں ہزار نیکیاں لکھتا ہے۔

برائے مغفرت۔ حضرت رسالت مآب علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص

Marfat.com

[illegible] گناہ سے نہ لا الٰہ الا اللہ کثرت سے پڑھے۔ اور اگر کوئی شخص چاہے کہ وہ شامت سے محفوظ رہے۔ تو وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کا ورد رکھے۔ انشاء اللہ گناہوں سے محفوظ رہیگا

**اللہ حاضری۔** اگر کوئی شخص اللہ حاضری کو اس فہم کے ساتھ ورد میں رکھے کہ میں اللہ کے حضور میں حاضر ہوں۔ یا میں موجود ہوں اللہ کے وجود کیساتھ اور نہ حاضر ہے میرے حضور میں یعنی میرے وجود میں ظاہر ہے تو اپنے وجود میں جلوہ ذات کا مشاہدہ کرے۔

**شغل جاروب۔** مربع بیٹھکر پوری قوت کے ساتھ اگر ناک کے بائیں نتھنے سے لا الٰہ کہتا ہوا سانس کو کھینچے اور اسی نتھنے سے الا اللہ کہتا ہوا سانس کو چھوڑے۔ یا الا اللہ کہتا ہوا سانس کو کھینچے اور الا اللہ کہتا ہوا چھوڑے۔ یا اللہ کہتا ہوا کھینچے اور اللہ کہتا ہوا چھوڑے۔ تو ماسوائے اللہ کے خیالات کی بالکل صفائی ہو جائے گی۔ اور اگر ناک کے سیدھے نتھنے سے یہ ذکر کیا جائے گا۔ تو بہت زیادہ مضرت ہوگی۔ اور دماغ اس قدر خراب ہو جائے گا کہ لاعلاج ہو جائیگا۔

## بیخودی

درحقیقت تمام عبادتوں کی اصل۔ اور تمام ریاضتوں کا جوہر بیخودی ہے۔ اور خود بینی بہت بڑا حجاب ہے۔ کیونکہ کوئی گناہ خود بینی سے بدتر نہیں ہے جس نے اپنی خودی کو فنا کر دیا وہ تمام حجاب ہائے ظاہری و باطنی سے خلاص ہو گیا۔ **مثنوی**

چوں روی راہ خدا بے خود برو — دوست خواہی از خودی بیگانہ شو
پردۂ خود از میاں بردار زود — تا عیاں بینی تو روئے یار زود
سد راہ تو توئی آمد بداں — ورنہ حق پیداست در کون و مکاں
تا تو پیدائی خدا باشد نہاں — تو نہاں شو تا کہ حق گردد عیاں
چوں نماند از توئی با تو اثر — بے گماں یابی ازیں معنی خبر

**مشاہدۂ ذات۔** جب سالک کو جمال محبوب کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس وقت اس سے

Marfat.com

تفرقہ و تمیز کے مقامات دور ہو جاتے ہیں۔ وہ غایت بیخودی میں یہ نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کر رہا ہے بس اسی کو حالت سُکر کہتے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جلوۂ محبوب کے مشاہدہ کی تجلی جب سالک کے قلب میں وارد ہوتی ہے۔ اور اس کا باطنی ذوق و شوق حد سے بڑھ جاتا ہے تو وہ اس مرتبہ سُکر میں بالکل بیہوش نہیں ہوتا۔ لیکن وہ اپنے اوپر قطعی اختیار نہیں رکھتا شدتِ اضطراب اور غلبۂ شوقِ دید میں بے اختیار ہو کر طالب خدا طلبِ دید میں بیخود ہو کر جو چاہتا ہے کہنے لگتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمت اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک چرواہے کا واقعہ اس طرح نظم فرمایا ہے۔ **مثنوی ؎**

دید موسیٰ یک شبانے را براہ ۔۔۔ کو ہمیں گفت ای کریم وای الٰہ

تو کجائی تا شوم من چاکرت ۔۔۔ چارقت دوزم کنم شانہ سرت

جامہ ات دوزم شپشہایت کشم ۔۔۔ شیر پیشت آورم اے محتشم

اے فدایت تو ہمہ بزہائے من ۔۔۔ ای بیادت ہی وہی ہیہائے من

گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدی ۔۔۔ خود مسلماں نا شدہ کافر شدی

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی ۔۔۔ وز پشیمانی تو جانم سوختی

جامہ را بدرید و آہی کرد تفت ۔۔۔ سر نہاد اندر بیابان و برفت

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا ۔۔۔ بندۂ مارا ز ما کردی جدا

تو برائے وصل کردن آمدی ۔۔۔ یا برائے فصل کردن آمدی

ما زبان را ننگریم وقال را ۔۔۔ ما دروں را بنگریم و حال را

موسیا آدابِ دانا دیگر اند ۔۔۔ سوختہ جان و رواناں دیگر اند

چونکہ موسیٰ ایں عتاب از حق شنید ۔۔۔ در بیاباں جانبِ چوپاں دوید

عاقبت دریافت اورا و بدید ۔۔۔ گفت مژدہ دہ کہ دستوری رسید

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو ۔۔۔ ہرچہ می خواہد دلِ تنگت بگو

Marfat.com

**[illegible] دفع بیماری۔** اگر سالک کو ایسا مرض لاحق ہو جو کسی طرح دفع نہ ہوتا ہو تو جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک صرف ان تین اسماء کے ذکر میں مشغول رہے۔ وہ اسماء الٰہی یہ ہیں یَا اَللّٰہُ۔ یَا رَحْمٰنُ۔ یَا رَحِیْمُ اس دوران میں کسی سے بات چیت نہ کرے۔ اور نہ کسی اور کام میں مصروف ہونا چاہیئے۔ اگر زیادہ بیمار ہو تو لیٹے ہی لیٹے اسماء مذکورہ کا ذکر کر سکتا ہے جس کی موت ہی آئی ہوگی اس کو اس شغل کا اتفاق نہ ہوگا۔ اور جو اس شغل کو کرلیگا تو اس کے مرض میں پہلے ہی دن افاقہ ہونا شروع ہوجائے گا۔ اور انشاء اللہ تیسرے ہی دن بالکل صحت یاب ہوجائے گا۔

**برائے مہمات۔** حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس اللہ سرہ اپنی کتاب "مرقعہ شریف" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر سنت اور فرض کے درمیان ۴۱ دفعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کو الحمد کے لام سے ملا کر پڑھے جس مہم کے لیے پڑھیگا فتح ہوگی۔

**برائے حصول غنا۔** جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد سو دفعہ اَللّٰھُمَّ یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا رَحِیْمُ یَا وَدُوْدُ اَللّٰھُمَّ اَکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِیَتِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پڑھے پھر ہر روز سو دفعہ پڑھا کرے اللہ تعالےٰ اس کو خلقت کا محتاج نہ رکھے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک غنی ہوجائے گا۔

**مقالید السموات والارض۔** حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے۔ کہ (مقالید) کی دس تسبیحیں جب سو دفعہ پڑھی جاتی ہیں تو ہزار ہو جاتی ہیں۔ اور جب دس دفعہ پڑھی جاتی ہیں تو سو ہو جاتی ہیں۔ ۱ کلمہ توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ ۲ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ ۳ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ

Marfat.com

بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ ۴ کلمہ چہارم سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ۔ ۵ کلمہ پنجم اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اَسْئَلُہُ التَّوْبَۃَ۔ ۶ کلمہ ششم اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ ۷ کلمہ ہفتم۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ ۸ ہشتم بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ ۹ کلمہ نہم۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ ۱۰ کلمہ دہم رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ۔ کلمہ ہشتم بچھو کے کاٹے ہوئے کو مجرب ہے۔

**اسم اعظم۔** عربی زبان میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اسم اعظم ہے۔ اور سریانی میں۔ اِھْیًا اِشْرَ اِھْیًا لَہٗ اور فارسی میں اے امید امید داران اے چارہ بیچارگان سو بار پڑھا کرے اور بعضے اس کلمہ کو شرا ھیا پڑھتے ہیں۔ اور بعضے اور وجہ سے۔ الغرض یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کو سو دفعہ روزانہ پڑھنا چاہیئے۔ اس ورد میں برکت عظیم ہے۔ اور اگر پانچسو دفعہ روزانہ پڑھ لیا جائے تو جناب عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی ابتدا شروع ہو جائے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس اسم اعظم کی پیشوا اُن کے طریقے پر زکوٰۃ ادا کرے اور تکمیل زکوٰۃ کا بند و بست کرے یعنی چالیس روز میں سوا لاکھ دفعہ پڑھ کر بطریق بزرگان دین عامل ہو جائے۔ اور اس کے بعد سو دفعہ روزانہ ورد میں رکھے تو انشاء اللہ ایک دفعہ اسم اعظم پڑھ کر جس بیمار پر دم کرے وہ فوراً شفا پاوے۔

**برائے دفع پریشانی دل۔** جو شخص پریشان دل پریشان حال ہو آیت ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِھِمْ وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا۔ ہر روز سات دفعہ پڑھے اور دونہا تھ سے

Marfat.com

**[illegible]ت وقت ورہائی کی** حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں
يَا عِبَادَ اللّٰهِ الصّالِحِيْنَ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ جب کوئی کام کرنا چاہے
اَغِيْثُوْنِيْ یا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُسْلِمِيْنَ بقبلہ کھڑا ہو کر ایک دفعہ پڑھے اور اپنے دل سے آن بندوں سے جو اس طرف ہیں التجا کرے پھر اسی طرح دہنی طرف پھر بائیں طرف پھر پیچھے۔ اور جو آواز سنے اس پر عمل کرے۔ یہ اقسام فال میں سے ہے اور شرعاً جائز ہے۔

**برائے حاجت روائی۔** بعد نوافل مغرب تنہائی میں بیٹھکر اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاکر سو دفعہ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ کہے جو کچھ خدا سے چاہے پائے۔ اور اگر ہزار دفعہ کہے یقیناً اس کی حاجت برآئے۔

**بازیافتن گم شدہ** گم شدہ کے ملنے کے لئے یہ کلمے پورا اثر رکھتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِجْمَعْ عَلَيَّ ضَالَّتِيْ اور ایک روایت میں اُرْدُدْ عَلَيَّ ضَالَّتِيْ آیا ہے۔

**برائے مقہوری اعدا** جو کوئی دشمن کے سامنے جائے یہ دعا پڑھے۔ دشمن مقہور ہوگا یَا سُبُّوْحُ يَا قُدُّوْسُ يَا غَفُوْرُ يَا وَدُوْدُ۔

**برائے دفع شیاطین واجنہ۔** آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسنین رضی اللہ عنہما کے بازو پر باندھنے کو یہ تعویذ فرمایا تھا۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔

**محبت الٰہی** پہلی رات کو یعنی آخری شب کو سو دفعہ پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مُحِبًّا لَّكَ وَاَمِتْنِيْ مُحِبًّا لَّكَ وَابْعَثْنِيْ تَحْتَ اَقْدَامِ كِلَابِ اَحِبَّائِكَ شرف اجابت سے مشرف ہو۔

**دعائے کثیر البرکت** خواجہ علی حکیم ترمذی نے ایک ہزار ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا درخواست کی کہ دنیا میں کونسی دعا پڑھوں ارشاد ہوا۔ یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ یَا [illegible]

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ۔

**برائے زیارت آنحضرت صلعم** آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سوتے وقت یہ کلمہ پڑھے مجھکو خواب میں دیکھے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَالشَّھْرِ الْحَرَامِ وَالرُّکْنِ وَالْمَقَامِ اِقْرَأْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنِّی السَّلَامَ۔

**برائے زیارت آنحضرتؐ**۔ جو کوئی آنحضرت کی زیارت کے لئے وضو کامل کرکے ہر بعد سورۃ کوثر پڑھ کر سو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے۔

**برائے زیارت آنحضرت و مغفرت**۔ شب جمعہ کو دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں آیۃ الکرسی ایک دفعہ اور سورہ اخلاص پندرہ دفعہ پڑھے اور سلام کے بعد اخلاص اور حضور قلب کیساتھ ہزار دفعہ صلی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ کہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے اور مغفور ہو اور عذاب قبر اُس پر سے اُٹھ جائے اور قیامت کی سختی کم ہو۔ سکرات موت آسان ہو اور جنت ملے دعا قبول ہو۔

**برائے قضائے حاجت** حضرت سلطان المشائخ کے سامنے حضرت شیخ زنبیلی نے بیان کیا کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی سے سنا ہے کہ انہوں نے اپنے پیرو مرشد حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی اوشی چشتی رحمت اللہ علیہ کے حوالے سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی حاجت درپیش ہو تو تجدید وضو کے ساتھ دو رکعت نفل پڑھے اور اُن میں جہاں تک قرآن یاد ہو پڑھے۔ اور بعد سلام کے پانچ دفعہ درود شریف پڑھ کر زانو پکڑ کر اپنے دونوں رخسار سے زانو پر رکھے اور زبان سے کچھ نہ کہے۔ چند ساعت اسی طرح بیٹھا رہے۔ اللہ تعالیٰ اُسکی حاجت روا کریگا۔

**برائے حاجت روائی**۔ حاجت براری کے لئے یہ دعا پڑھے روا ہوگی۔ یَا حَیُّ یَا حَلِیْمُ یَا عَزِیْزُ یَا کَرِیْمُ اس سخت کام کو آسان کر بحق اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ خواجہ ... کہتے تھے کہ میں نے ایک حاجت کیلئے تین سو دفعہ پڑھا حکم خدا سے پوری ہوئی۔

Marfat.com

... وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ

... تمام یہ عمل ہر غم اور رنج کے دور ہونے کے لئے ہے۔

برائے بر آمدن حاجت۔ بسم اللہ کے عدد الف الرحمٰن کے اعتبار سے سات سو اٹھاسی ہوتے ہیں اگر اسی قدر تعداد سے سات سو اٹھاسی روز تک پڑھے ہر کام میں نہایت مؤثر ہو۔

مورث الہیبۃ والحافظۃ: ابوبکر سراج قدس سرہ سے بالاتفاق روایت ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو چھ سو چھبیس دفعہ لکھکر اپنے پاس رکھے عالم کی نظروں میں مہیب معلوم ہو اور کوئی اس پر قادر نہو مجرب ہے۔

جلیلہ جو شخص تین سو تیرہ دفعہ آیت الکرسی پڑھے اس کو ایسی چیز ملے جو اسکے قیاس ہی باہر ہو اس عدد میں بڑا اثر ہے پیغمبروں اور نبیوں اور اصحاب طالوت اور اصحاب بدر کا یہی شمار ہے۔

برائے محافظت مال و اولاد جو شخص ہر روز یہ استغفار پچیس دفعہ پڑھے اسکے مال و اولاد کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

برائے خلاصی محبوس قیدی کی رہائی کے لئے سورہ یوسف کا پڑھنا بہت مفید ہے اگر قیدی جلسہ واحد میں ہزار دفعہ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھے بہت جلد رہائی پاوے۔

برائے مقہوری دشمن جو کوئی صبح کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس دفعہ سورہ فیل پڑھے اور اسی قدر یہ اسماء پڑھے اَلْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْقَاهِرُ عَلٰی كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ نَاصِرُ الْحَقِّ حَيْثُ كَانَ بِهِ الْحَوْلُ وَالْقُوَّةُ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَامِدُوْنَ تو دشمن کی ایسی حالت دیکھے کہ بہت خوش ہو۔

برائے بر آمدن حاجات حاجت روائی کے لئے ذخائر مکنونہ اور دفائن مکنزہ میں سے ہے کہ وضو کرکے کسی خالی اور پاک جگہ میں بیٹھے اور آخر سورہ آل عمران اور آیۃ الکرسی اور اخلاص پڑھے اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے ان میں سے جہاں سے قرآن یاد ہو پڑھے اگر

دس دفعہ یہ ذکر کرے یَا قَیُّوْمُ یَا دَائِمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا اَحَدُ یَا فَرْدُ یَا صَمَدُ پھر دعا کرے اور جو حاجت چاہے روا ہوگی۔

**برائے برآمدن حاجات** صبح کی نماز سے فارغ ہوکر کلام کرنے سے پہلے سو دفعہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یَا حَیُّ یَا قَدِیْمُ یَا قَائِمُ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ کہے جو حاجت چاہے روا ہوگی

**برائے گزیدگی مار وکژدم**۔ سانپ اور بچھو کے کاٹے ہوئے پر سات دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچھو کے کاٹے پر پانی اور نمک ملا کرتے تھے اور سورہ کافرون اور معوذتین پڑھا کرتے تھے

**ایضاً**۔ جو کوئی ہر روز سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ کہے اس کو سانپ اور بچھو نہ کاٹے۔

**حافظ العین**۔ حضرت بابا فرید گنج شکر سے منقول ہے کہ ہر روز دونوں انگوٹھوں پر فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ سات دفعہ پڑھکر دم کرے اور ہر دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور دونوں انگوٹھے آنکھوں سے لگائے اللہ تعالےٰ آفات سے محفوظ رکھے۔

**برائے حمل**۔ یہ اسم مبارک عورت کی گردن میں لٹکائے جب اپنے شوہر کے پاس جائیگی حاملہ ہوگی۔ اسی طرح اگر درخت بے پھل پر لٹکائے تو حکم خدا سے بار آور ہو اسم یہ ہے صبا صا مناخ

**برائے دفع عقم وافزونی شیر**۔ اگر اس آیت کو شب جمعہ میں گلاب اور قدرے مشک سے لکھے اس طرح کہ کوئی نہ دیکھے یہ تین دن تک بلاناغہ مرد وعورت علیحدہ علیحدہ لکھکر کھائیں عورت بار آور ہو اور دودھ میں زیادتی ہو آیت یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۔

**آسانی وضع حمل** اس اسم یَا خَشْنِیُوْدُ کو جلی قلم سے لکھکر حاملہ عورت کے سامنے رکھے بچہ بآسانی پیدا ہو۔ اور ایسی ہی اس نقش مثلث کو ران میں باندھے مگر ناپاک نہ ہونے دے۔ نقش یہ ہے

| | | |
|---|---|---|
| ۴ | ۹ | ۲ |
| ۳ | ۵ | ۷ |
| ۸ | ۱ | ۶ |

Marfat.com

[illegible] السموات فالاتما [illegible] ان الفاظ کو اچھے

[illegible] بحالت وضو کالی جعفو قلب ایک مربع نقش میں کسر کرکے پر کریں اور اپنے پاس رکھیں [illegible] خیر و برکت دیکھیں کہ جس کا بیان ممکن نہیں۔ اور اصل تکسیر میں کلمتر کے ہر جز کا یہ ہر ایک ضلع اور طرفہ میں موجود مطلب اور قطر میں بھی ایک سیر ہے۔ واضح ہو کہ تکسیر تین طرح پر ہے۔ اول کلمات کی تکسیر کریں۔ دوئم بجائے کلمات اعداد لکھیں۔ سوئم کسر حروف بیانی کی کریں۔ مثلاً

اول میں

| | | | |
|---|---|---|---|
| کافی | الله | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | کافی | الله |
| [illegible] | [illegible] | الله | کافی |
| الله | کافی | [illegible] | [illegible] |

اور ثانی میں

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۰۳۸ | ۴۴ | ۵۳۸ | ۳۵۴ |
| ۵۳۸ | ۳۵۴ | ۱۰۳۸ | ۴۴ |
| ۳۵۴ | ۵۳۸ | ۴۴ | ۱۰۳۸ |
| ۴۴ | ۱۰۳۸ | ۳۵۴ | ۵۳۸ |

**اصحاب کہف** کے معنے صاحبانِ غار کے ہیں۔ اور وہ سات ہستیاں ہیں۔ جو خداوند عالم کے دوست ہیں اور اس وقت تک بقید حیات ہیں۔ اور دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں وہ اللہ کے ولی اُس شہر میں مصروف بہ عبادت الٰہی تھے۔ لیکن اس ظالم بادشاہ کے ظلم و ستم اور گمراہی کی وہ تاب نہ لا سکے۔ اور اُن ساتوں مقدس ہستیوں نے اس شہر کو ایک دم چھوڑ دیا۔ اور ان کی محبت میں ایک کتا بھی اُن کے ساتھ ساتھ ہو گیا جس کا نام قطمیر ہے۔ چنانچہ اسی کتے کے متعلق حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

**شعر**

سگِ اصحابِ کہف روزے چند ۔۔۔ پائے نیکاں گرفت مردم شد

چنانچہ اصحاب کہف بحکم خدا صدیوں تک سوتے ہیں۔ اور ہر صدی کے بعد بیدار ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کی روحانیت خواب و بیداری دونوں میں یکساں کام کرتی ہے۔ بعض کا مقولہ ہے کہ اصحاب کہف بقید حیات ہیں اُن کی روحانیت تمام عالم میں پرواز کرتی ہے۔ اور وہ بندگان خدا کو

Marfat.com

طرح طرح سے فائدہ پہنچاتی ہے۔ ان کے اسمار گرامی یہ ہیں:۔

۱ یملیخا ۲ مکسلمینا ۳ کشفوطط ۴ تبیونس ۵ اذرفطیونس ۶ کشافطیونس ۷ یوانس یوس۔ و اسم کلبہم قطمیر۔ اگر اصحاب کہف کے نام کسی چیز پر لکھکر جہاں کہیں آگ لگی ہو ڈالدیں۔ تو بحکم خدا وہ آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ یا جب آگ کے شعلے بلند ہونے لگیں۔ تو تکبیر کے ساتھ ان اسمار کے پڑھنے سے آگ بجھ جاتی ہے۔ اگر ان اسمار کو لکھکر دروازہ پر چسپاں کر دیں۔ تو شیاطین جن اور پری کے شر سے وہ مکان محفوظ رہے گا۔ اور اگر سفر و حضر میں پڑھے تو بہت سی بلاؤں سے محفوظ رہے۔ اگر ان کو لکھکر کسی مکان کے اندر لٹکا دے تو وہ مکان آتشزدگی سے محفوظ رہے۔ اور اگر کسی سفید کپڑے پر لکھکر اس کپڑے کو سنگریزے پر لپیٹ کر بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالیں۔ تو انشاء اللہ ٹھنڈی ہوتی چلی جائے گی۔ اور اگر مال یا روپے پیسہ میں ان اسمار کو لکھکر رکھدیں تو چوری ہونے سے محفوظ رہیگا۔

**حفاظت۔** کعب احبار رضہ سے منقول ہے۔ کہ سات آیتیں قرآن کی مجھے ایسی معلوم ہیں کہ اگر آسمان زمین پر گر پڑے قرآن کا پڑھنے والا بچ جائے۔ اول قُل لَّن یُّصِیبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ٥ دوم وَ اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَ اِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ٥ سوم وَ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَ مُسْتَوْدَعَھَا کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ چہارم اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ٥ پنجم وَ کَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَھَا اَللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَ اِیَّاکُمْ وَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ششم مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَ مَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ٥ ہفتم وَ لَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ قُلْ اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ھَلْ

Marfat.com

... الا ما یشاء ... مسکات رحمتہ قل حسبی اللہ علیہ ... اور ... شریف میں آیا ہے کہ جو شخص یہ آیتیں پڑھے۔ یا لکھکر اپنے پاس رکھے ... کو امر کے ہدایت شامل ہو امان اور نجات میں رہے۔

**برائے تالیف قلوب** الفت قلوب کے واسطے جب جمعہ کی آدھی رات ہو تو اٹھے اور تیس بار فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ... ہر بار کہے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَحَسْبِیْ عَلٰی فُلَانِ بْنِ فُلَانَۃَ اَوْ فُلَانَۃَ بِنْتَ فُلَانَۃَ اَعْطِفْ قَلْبَہٗ اَوْ قَلْبَھَا عَلَیَّ وَذَلِّلْہُ اَوْ ذَلِّلْھَا فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْطِفُ قَلْبَہٗ اَوْ قَلْبَھَا عَلَیَّ اَوْ یُذَلِّلْھَا۔

**اتحاد قلوب** دو آدمیوں کے دل ملنے کے لئے ابتدا کرے طالب کے نام سے۔ اور مؤخر کرے مطلوب کا نام۔ اور ان کے درمیان لفظ محبت کا لکھکر تکسیر کرے اور سیسہ کی تختی پر نقش کرائے۔ اور جمعہ کے دن اس تختی کو جس جگہ چاہے دفن کرے۔ مراد حاصل ہوگی اور یہ عمل اسرار میں سے ہے۔

**الفت کیلئے**۔ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْھُمْ مَّوَدَّۃً وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ اپنے نام اور مطلوب کے نام اور ان آیتوں کی تکسیر کرکے اپنے پاس رکھے الفت پیدا ہو۔

**رقعۃ اللہ** شیخ جمال الدین سجاوندی سے منقول ہے کہ لازم ہے کہ رقعۃ اللہ کو لکھے۔ اور آب رواں میں ڈالے۔ انشاء اللہ تعالے ایک ہفتہ کے اندر مطلب برآوے۔ وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْحَقِّ ... مِنَ الْعَبْدِ الذَّلِیْلِ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِیْلِ قَدْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ... استغاثہ کے لئے۔ اِلٰھِیْ اَحْیِنِیْ ... مِنْ عِنْدِکَ

Marfat.com

مَدَدِی پانچ دفعہ پڑھے۔ مترجم بونی کہتے ہیں اِلّا اِلّا اِلّا اَنْتَ اَنْتَ ان کلمات کی خاصیت علوم جلیلہ اور رموز لطیفہ میں عجیب تاثیر ہے ترپن دفعہ لکھے اور اپنے پاس رکھے۔

مُسَبّعاتِ عشر (از امام جعفر صادق ؑ) مُسبعاتِ عشر مشائخ کو ابراہیم تیمی سے پہنچے ہیں۔ اور ان کو حضرت خضر ؑ سے۔ اور ان کو حضرت پیغمبر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسبعات ہمیشہ طلوع و غروب سے پہلے پڑھتے ہیں اور ہر سورۃ کے شروع پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہیں اور مسبعات فتح مہمات کے لئے جدا بھی پڑھتے ہیں۔ اور سلطان المشائخ ؒ سے منقول ہے کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسبعات کے آخر میں چھ چھ دفعہ یہ دعا بھی ضرور پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اَھْدِنِیْ بِرَفْعَتِكَ یَارَافِعُ وَتَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ اور سورہ فاتحہ اور سورہ ناس۔ سورہ فلق۔ سورہ اخلاص۔ سورہ کافرون۔ آیۃ الکرسی اور کلمہ تمجید یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الخ ساتویں مرتبہ کے بعد عَدَدَ مَاعَلِمَ اللّٰهُ وَزِنَةَ مَاعَلِمَ اللّٰهُ وَمِلْاَ مَاعَلِمَ اللّٰهُ اور درود یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ الخ وَاَللّٰھُمَّ یَارَبِّ افْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ لَهٗ اَھْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا یَامَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ اَھْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ۔ حَلِیْمٌ۔ جَوَادٌ۔ کَرِیْمٌ۔ مَلِكٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ہر ایک سات سات بار پڑھے۔ مگر سید محمود گردیزی رحمت اللہ علیہ کلمہ تمجید سے ساتویں مرتبہ کے بعد عَدَدَ مَاعَلِمَ الخ کے بعد تَبَرَّاْتُ مِنَ اللّٰفِ مِنْ حَوْلِیْ وَقُوَّتِیْ وَالْحَاجَاتُ اِلٰی حَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِیْ ایک دفعہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی دروغگو جھوٹ کہے اور کہے کہ میں سچ کہتا ہوں اگر جھوٹ کہتا ہو تو فَتَبَرَّاْتُ مِنْ حَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ وَالْجَاْتُ اِلٰی حَوْلِیْ وَقُوَّتِیْ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِیْ اسی وقت مرجائے۔ یا جلدی ہلاک ہوجائے۔ یہ سیف قاطع ہے۔ ہنسی کھیل میں استعمال کرے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے۔

**برائے وظائف پنجوقتہ** صاحب مرقع فرماتے ہیں حضرت یحیٰی مدنی قدس سرہ نے وظیفہ

Marfat.com

[illegible] یا اللہ الرحمٰن الرحیم یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ہر

[illegible] ایک ہزار ایک دفعہ پڑھنا آیا ہے اور یَا اَللّٰہُ تین ہزار گیارہ دفعہ سوتے وقت

[illegible] وایضاً حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ ہر روز سو دفعہ پڑھے اچھا ہے اور نیز اسی روز فرمایا

کہ طالب کو چاہیئے کہ ہر فریضہ کے بعد دس دس دفعہ درود شریف اور دس دفعہ سورۂ اخلاص

پڑھے [illegible] فرض مغرب کے بعد چھ رکعت اَوّابین تین سلام سے پڑھے۔ اور ہر رکعت میں سورہ

اخلاص تین دفعہ پڑھے اور دو رکعت حفظ الایمان پڑھے، ہر رکعت میں سورہ اخلاص دس دفعہ

پڑھے۔ اور جب سونے لگے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سو بار پڑھے۔ اور اہل شجرہ کی

ارواح پر فاتحہ پڑھے اور اکثر اوقات میں ذکر اَللّٰہُ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں مشغول رہے۔

**ردّ دعوت**۔ رد دعوت دیگر و رجعت داعی و رد سحر کے لئے یہ الفاظ اشراق کے وقت اکیس بار پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یَارَبِّ دَخَلْتُ دَخْلِیْ کُنْتُ وَکِیْلِیْ کَافِیْ یَکْفِیْنِیْ رَبِّیْ یَکْفِیْنِیْ ۔

مَعْبُوْدِیْ یَکْفِیْنِیْ۔ مَقْصُوْدِیْ یَکْفِیْنِیْ۔ مَطْلُوْبِیْ یَکْفِیْنِیْ۔ حَافِظٌ یَکْفِیْنِیْ۔ حَفِیْظٌ یَکْفِیْنِیْ

حَنَّانٌ مَنَّانٌ یَکْفِیْنِیْ۔ غَفُوْرٌ غَفَّارٌ یَکْفِیْنِیْ۔ قَہَّارٌ جَبَّارٌ یَکْفِیْنِیْ۔ حَیٌّ قَیُّوْمٌ یَکْفِیْنِیْ

خَالِقٌ خَلَّاقٌ یَکْفِیْنِیْ۔ عَلِیْمٌ عَلَّامٌ یَکْفِیْنِیْ۔ رَازِقٌ رَزَّاقٌ یَکْفِیْنِیْ۔ شَاہِدٌ نَاظِرٌ یَکْفِیْنِیْ

شَاہِدٌ نَاظِرٌ یَکْفِیْنِیْ۔ اَللّٰہُ یَکْفِیْنِیْ یَکْفِیْنِیْ۔ یَکْفِیْنِیْ۔ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ

الرّٰحِمِیْنَ لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ یَا مُوْسٰی

اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فَارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا

فَارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ

فَارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

**خواص دہ اسم**۔ دس اسم ہیں کہ ان کو خرج بے خرجان کہتے ہیں۔ سیاحان اور متوکل کے لئے

جنگلوں اور [illegible] میں نافع ہیں جب خواب سے بیدار ہوں اسم اَلْبَاسِطُ کو دس بار پڑھکر

[illegible] صبح کی سنت اور فرض کے درمیان یَا اِسْمَ اَفْلَحَ یا

Marfat.com

کہطائیلُ۔ یادردائیلُ بحقِ یا لَا اِلٰہَ الاٰلِھَۃِ الرَّفِیْعُ جَلّٰ لَہٗ پندرہ بار اور مناسب ہے کہ ہو کر سو دفعہ اَلْبَاسِطُ اور اَلْعَزِیْزُ چالیس دفعہ اور سورہ اذا جاء نصر اللہ پچیس دفعہ پڑھے پھر ان اسموں کو ستر دفعہ پڑھے۔ سَرَائِیُوْ۔ کَرَزْعِیْ۔ حُوْسًا۔ زوشًا۔ مَنُوعًا۔ عَالِمًا۔ طَیُوْتُوْمًا۔ بَسْلِیْغًا۔ مَلِیْخًا۔ مَلْخُوْمًا۔ وَیَا قَیُّوْمًا بِحَقِّ کٓھٰیٰعٓصٓ بِحَقِّ حٰمٓ عٓسٓقٓ۔

**دفع شر الانس والجن۔** یہی دس اسم دفع شر جن وانس وبلیات وآفات کے لئے بھی پڑھتے ہیں اور کچھ تغیر کے ساتھ اُس جن کے نکالنے کے لئے بھی عمل میں لاتے ہیں۔ جو کسی کے گھر میں رہتا ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دس دفعہ پڑھیں اور ہر طرف دم کریں۔ سَرَائِیُوْ۔ لَزَبِیْعِیْ۔ حُوْسًا۔ زوشًا۔ مَنُوْعًا۔ عَالِمًا۔ طَیُوْتُوْمًا۔ سَلِیْخًا۔ مَلِیْخًا۔ مَلْخُوْخًا وَیَا قَیُّوْمًا بِحَقِّ کٓھٰیٰعٓصٓ بِحَقِّ حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ بِحَقِّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ اسماء دفع رجعت میں بھی قوی اثر رکھتے ہیں۔ پانی پر دم کرکے پیئے۔

**برائے اجابت دُعا۔** عبد اللہ ابن عباس اور کعب احبار رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو کوئی یہ دُعا حضور قلب سے پڑھے جو کچھ خدا سے مانگے ملے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ یَا مَنْ یَّمْلِکُ حَوَائِجَ السَّآئِلِیْنَ وَیَعْلَمُ ضَمَآئِرَ الصَّامِتِیْنَ وَاِنَّ لَکَ فِیْ کُلِّ مَسْئَلَۃٍ سَمْعًا حَاضِرًا وَّجَوَابًا عَتِیْدًا وَّاِنَّ لَکَ فِیْ کُلِّ صَامِتٍ عِلْمًا نَاطِقًا مُّحِیْطًا مَوَاعِیْدُکَ صَادِقَۃٌ وَّاَیَادِیْکَ فَاضِلَۃٌ وَّرَحْمَتُکَ وَاسِعَۃٌ وَّنِعْمَتُکَ سَابِغَۃٌ اُنْظُرْ اِلَیَّ مِنْکَ بِنَظْرَۃٍ رَحْمَۃٍ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

**مہلک الاعداء۔** دشمن کی ہلاکی کے واسطے سورہ نوح ہزار بار اور اسی طرح تبت ہزار بار پڑھنی چاہئے۔

**برائے کشائش رزق۔** جو کوئی روزانہ سو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے رزق اس کا فراخ ہو۔

**برائے فتوحات۔** فتوحات کے دروازے کھلنے کے واسطے ہر صبح کو تین بار پڑھے اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ ابْتَدَئْتُ وَبِذِکْرِکَ اَقْتَدَیْتُ وَبِجُوْدِکَ قَدْ سَلَکْتُ اِھْتَدَیْتُ وَلِفَضْلِکَ اسْتَغَثْتُ

Marfat.com

**[illegible] موکلات حروف تہجی** جاننا چاہیئے کہ ہر ایک اسم کا ایک موکل ہے [illegible] سے [illegible] کی اس موکل کے حوالے کی ہے جب ارادہ الٰہی اس اسم کی تاثیر ظاہر ہونے کے واسطے ہوتا ہے موکل ہر اسم کا تاثیر اس اسم کی ظاہر کرتا ہے۔ اور چارادہ متعلق توقف کے ساتھ [illegible] اثر پر [illegible] رہتا ہے۔ اور واضح ہو موکل کے متعین ہونے میں ہر اسم کا حرف اصل معتبر ہے پس حروف مبانی اسم کو معلوم کر کے دریافت کرو۔ ہر حرف کون سے موکل کو سپرد ہے اسی طرح ہر اسم کا تعیین کر سکو گے اس واسطے حروف تہجی موکلات کے لکھتا ہوں تاکہ کلیتاً اسماء الٰہی وغیرہ کے موکلات معلوم ہو جائیں وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَھُوَ بِالْاِفَاضَۃِ حَقِیْقٌ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا- اِسْرَافِیْلُ ب جِبْرَائِیْلُ ت عِزْرَائِیْلُ ث مِیْکَائِیْلُ ج کَلْکَائِیْلُ ح مَتَکَفِیْلُ خ مَھْکَائِیْلُ د دَرْدَائِیْلُ ذ آھْرَاطِیْلُ ر اَمْوَاکِیْلُ ز سَرْفَائِیْلُ س ھَمْوَاکِیْلُ ش ھَمْرَائِیْلُ ص اِھْجَائِیْلُ ض عَطْکَائِیْلُ ط اِسْمٰعِیْلُ ظ نُوْرَائِیْلُ ع نُوْمَائِیْلُ غ نُوْخَائِیْلُ ف سَرْھَمَائِیْلُ ق عَطْرَائِیْلُ ک حَرُوْزَائِیْلُ ل طَاطَائِیْلُ م دُرْدَیَائِیْلُ ن حَوَائِیْلُ و تَغْفَائِیْلُ ہ دَرْدِیَائِیْلُ ی سَرْکِیْطَائِیْلُ۔

**برائے حل مشکلات** جس کسی کو کوئی حاجت پیش آئے۔ تو وہ سات روز یہ اسمائے [illegible] پڑھے۔ جمعہ کو یَا اللّٰہُ یَا وَاحِدُ سو بار۔ شنبہ کو یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ سو دفعہ یکشنبہ کو یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ سو دفعہ۔ دوشنبہ کو یَا صَمَدُ یَا فَرْدُ سو دفعہ۔ سہ شنبہ کو یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ سو دفعہ چہارشنبہ کو یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ سو دفعہ۔ پنجشنبہ کو یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

**[illegible] محبوب** کے لئے فجر کی نماز کے بعد یَا سَتَّارُ ساٹھ بار پڑھنا مجرب ہے۔

**سلامتی ایمان** کے لئے ہر روز تین بار سورہ اذا جاء نصر اللہ پڑھنا مناسب ہے۔

[illegible] جو شخص رجب کے مہینے میں یہ استغفار ہزار بار پڑھے انشاء اللہ اس کی

Marfat.com

بخشش ہو۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہُ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ مِنْ جَمِیْعِ الذُّنُوْبِ وَاٰثَامِ

**کثیر البرکات**۔ حضرت شیخ سعدالدین قدس سرہ شرح رسالہ مکیہ میں فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص فجر کی نماز کے بعد بغیر کلام کے اور بغیر زانو بدلے دس بار کلمہ توحید یعنی چہارم کلمہ پڑھے۔ تو کثیر البرکات ہے۔

**مسلمانوں کی سپر**۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم اپنی سپر کو مضبوط پکڑو۔ صحابہ نے التماس کیا کہ یارسول اللہ ہماری سپر کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ کلمہ تمجید کا ورد۔ اس ورد کی بعد نماز فجر کے دس بار مداومت ضروری ہے۔ فجر کی نماز کے بعد دس بار روزانہ پڑھ لینا ضروری ہے۔ یہ کلمہ تمام دشمنوں کے شر سے حفاظت کرنے والا ہے۔

**فتوحات** کے لئے سورہ اذاجاء کو بعد نماز فجر پچاس بار روزانہ پڑھنا مفید ہے۔ اور محبت خداوند تعالےٰ کے لئے ۲۵ بار روزانہ پڑھنا مجرب ہے۔

**جابر بادشاہ یا جابر حاکم کے شر سے محافظت** کے لئے گیارہ بار معوذتین پڑھے یا سات بار سورہ تبت انشاء اللہ اُسکے قہر و شر سے محفوظ رہے گا۔ (لیکن منا رجہ بالاعمل حاکم کے روبرو پہنچکر کرنا ضروری ہے) یہ بھی جاننا چاہیئے۔ کہ ماہ صفر میں بہت سی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ اس ماہ میں صدقہ دینا نہایت مفید ہے۔

**بلاؤں سے محفوظ رہنا**۔ ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو یہ سات سلام زعفران سے چینی کی پلیٹ پر لکھکر اور اُسے دھوکر جو شخص پیئے گا وہ بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ۔ سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰی اِلْ یٰسِیْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

**درد چشم**۔ اگر ۱۱ مرتبہ سورہ فاتحہ کو دم کر کے آنکھ پر پھونکا جائیگا تو درد چشم کو شفا ہوگی۔

Marfat.com

[illegible] بار پڑھے اور ہر حرف پر ہاتھ کی انگلیاں بند کرتا جائے [illegible] کو دونوں آنکھوں پر پھیرے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ درد چشم [illegible] جائے [illegible] بہت ہی [illegible] ہو۔

**جدائی۔** اگر کوئی شخص حرام کاری میں مبتلا ہو گیا ہو یا کوئی عورت کسی ناجائز طریقہ پر مبتلا ہے [illegible] آگ کی لکڑی جلا کر اس پر کچھ چھڑکے۔ اور ۱۱ بار سورہ مزمل پڑھے اسکے بعد ان دونوں اشخاص کا نام لے سکے یا آپ ہی اس کی برکت سے ان دونوں میں جدائی ہو جائے اور وہ روٹی کالے کتے کے سامنے ڈال دے۔ تو ایسی جدائی ہو جائے گی کہ ایک دوسرے کی صورت سے بیزار ہو جائے گا۔

**نظر بندی اور رہزنان و دزدان و عکاسان۔** سورہ تبت کو بلا تسمیہ سات مرتبہ پڑھا جائے تو محافظت تام ہو جائے گی۔ اور انشاء اللہ پڑھنے والا ڈاکوؤں کی نظر سے پوشیدہ ہو جائیگا یعنی انھیں نظر ہی نہ آئیگا۔

**جوشن** اگر جنگل میں شیر نظر آئے۔ تو آہستہ آہستہ ایک بار یا تین بار تکبیر کہے۔ شیر کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔

**جوشن دیگر** یَا دَائِمُ بِلَا فَنَاءٍ۔ یَا قَائِمُ بِلَا زَوَالٍ۔ یَا مُشِیْرُ بِلَا وَزِیْرٍ لکھکر اپنے بازو پر باندھے۔ انشاء اللہ کبھی شیر اس پر حملہ نہ کرنے پائیگا۔ اور اگر گیارہ بار ہر نماز کے بعد ورد میں رکھا جائے تو دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔

**برائے دفع شر اجنہ۔** سَنَ اُیُوْ۔ لِنَہٰ عِیْ۔ جَوَّ سَا۔ مَنُوْ غَا۔ عَالِمًا۔ طَیُوْسُوْنًا سَلِیْثًا۔ مَلِیْخًا۔ مَلْقُوْمًا۔ یَا قَیُوْمًا بِحَقِّ کٓھٰیٰعٓصٓ وَ بِحَقِّ حٰمٓ عٓسٓقٓ وَ بِحَقِّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ان دس اسماء کو واسطے دفع اجنہ و بلیات کے گیارہ مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ اور اگر کسی مکان میں کسی جن کی سکونت ہو یا مقام ہو تو ہر طرف دس دس مرتبہ [illegible] چھوڑ دیں گے۔ اور اگر کسی شخص کو رجعت ہو گئی ہو تو دس مرتبہ

Marfat.com

پانی پر دم کرکے پلائے انشاء اللہ شفا ہوگی۔

**برائے ہلاکی دشمنان۔** اگر سورہ قریش کو ہلاکی دشمن کے واسطے پڑھے تو ۹۹ روز ہر روز ۹۹ بار پڑھنا مناسب ہے۔ یا تو دشمن ہلاک ہوجائیگا۔ یا دشمنی چھوڑ دیگا۔ اور اگر دشمن کا شر دفع کرنے کے لئے پڑھا جائے تو فجر کی نماز کے بعد گیارہ بار۔ یا ایک سو ایک بار پڑھا جائے۔ اور اوّل و آخر پانچ پانچ بار درود شریف بھی پڑھنا ضروری ہے۔ انشاء اللہ دشمن کے شر سے محفوظ رہے گا۔

**برائے مقہوری دشمنان۔** اگر زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھا کر اس پر تین مرتبہ سورہ مجادلہ کو دم کرے اور دشمن کی طرف پھینکے۔ تو انشاء اللہ دشمن مقہور ہوجائے گا۔

**دفع دشمنان کے واسطے۔** اگر ۱۲ بار سورہ بروج پڑھی جائے گی تو انشاء اللہ دشمن دفع ہوجائینگے اور اگر سورہ زلزال ۴۱ مرتبہ دفع دشمن کے لئے پڑھی جائے تو نہایت مجرب ہے۔

**دفع مرض کیواسطے۔** معوذتین یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس کو کہتے ہیں۔ ان کی مداومت کی جائے گی تو انشاء اللہ تعالےٰ بیماری سے شفا حاصل ہوگی۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ معوذتین کو اپنی دونوں ہتھیلیوں پر دم کرکے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے جسم پر ملتے ہیں۔ کیونکہ جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک میں آثار بخار یا اعضاء شکنی ملاحظہ فرماتے تھے تو معوذتین کو دم کرکے اپنے تمام جسم پر اس طرح مالش فرماتے تھے۔

**شفاءِ مریضان۔** اگر ایک ہزار ایک مرتبہ سورہ کافرون کو مریض پر دم کیا جائے گا تو انشاء اللہ مریض فوراً شفا پائے۔

**سینہ کے درد کے کیواسطے۔** اگر تین مرتبہ سورہ الم نشرح سینہ پر دم کیجائیگی تو درد سینہ رفع ہوجائے گا۔

**غشی اور بیہوشی کے واسطے۔** اگر اسم یَا سَمِیْعُ۔ یَا بَصِیْرُ بعدد مجمل یا مفصل سات سو بار پڑھے جائینگے تو انشاء اللہ بیہوش کو ہوش آجائیگا۔

**برائے دفع درد نیم سر** یعنی آدہاسیسی کے درد کے دفع کرنیکا مجرب نسخہ یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن

Marfat.com

[illegible] یا وہاب [illegible]
[illegible] صاحب درد کی پیشانی پر باندھ دیا جائے

[illegible] رات میں بے تعداد [illegible] مِّنْ تُرَابٍ الرَّحِیْم پڑھے اس پر
[illegible] زمین نازل ہونگی ان سے خلاصی پائیگا۔ اور جو کچھ خداوند تعالےٰ سے چاہیگا اسکے
[illegible] رہے گا۔

**بلاؤں کا دفعیہ**- اگر ہر روز تین بار سورہ کافرون پڑھ لیجائیگی تو ہزاروں بلائیں دفع ہوجایا کرینگی۔

**برائے دفع زہر**- اگر کسی کھانے میں زہر کا شبہ ہو- تو بسم اللہ الرحمن الرحیم- بِسْمِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ- بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ- پڑھکر اس کھانے پر دم کریگا اور کھائیگا- اگر اس میں زہر بھی موجود ہوگا تو انشاء اللہ مضرت نہ ہوگی۔

**قدرت کے مشاہدات عجیبہ**- اگر کوئی شخص بعد نماز فجر پانچسو مرتبہ اور بعد نماز عشا چھ سو مرتبہ اول و آخر درود شریف کے بعد یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ پڑھے گا تو قدرت باری کے ان عجائبات کا مشاہدہ کریگا جو لکھنے سے باہر ہیں۔

**بہترین حصار**- تین بار آیۃ الکرسی پڑھے اور تین تین بار چاروں قل پڑھے اور ۴۱ بار یَا حَفِیْظُ الْحِفْظُ بِالْحِفْظِ وَالْحِفْظِ فِیْ حِفْظِهٖ حِفْظُكَ یَا حَفِیْظُ- پڑھکر اپنے دونوں کندھوں پر پھونکے اور دونوں ہتھیلیوں پر دم کرکے تمام اعضاء پر ملے- انشاء اللہ تعالےٰ ہر آفت سے محفوظ رہیگا۔

**[illegible] کی حفاظت**- صحیحین میں یہ حدیث شریف متفق علیہ موجود ہے- کہ حضرت [illegible] نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص تین بار یہ پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ [illegible] وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ- اگر شام کے وقت پڑھے تو صبح

Marfat.com

تک تمام بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔ اگر صبح کے وقت پڑھیگا تو تمام ناگہانی بلاؤں خاتمہ تک محفوظ
برائے دفع بخار۔ اگر کوئی شخص جبس دم کے ساتھ تین بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھکر دم کر کیا
اور بخار کے مریض کو بلائے گا تو وہ مریض انشاء اللہ تعالے صحت یاب ہوگا۔

**برائے دفع جملہ مہمات**۔ نادِ علیاً مظہر العجائب۔ تجدہ عوناً لک فی النوائب۔ کل ہم و غم سینجلی۔ بنبوتک یا محمدؐ۔ بولایتک یا علی یا علی یا علی۔ اگر کسی شخص سے کوئی خطرہ ہو تو سات بار خاک پر پڑھکر اس خاک کو اس کی طرف ہوا میں اڑا دے انشاء اللہ ہر ضرر سے محفوظ رہے گا۔ اور اگر مسحور کو سات بار پڑھکر اور پانی پر دم کر کے پلایا جائے تو سحر کا اثر دفع ہو جائے گا۔ اور اسی پانی سے غسل کرانا بھی دفع سحر کے لئے نہایت مجرب ہے۔ اور اگر ۷ بار بارش کے پانی پر دم کر کے پلایا جائیگا تو بیمار شفا پائیگا۔ اور اگر کوئی شخص ظالم بادشاہ یا جابر حاکم کے جبر سے محفوظ رہنا چاہے تو سات بار پڑھے۔ اور جب وہ حاکم سامنے آئے تو تین مرتبہ آہستہ آہستہ پڑھکر اس کی طرف پھونکدے تو وہ نہایت آشتی سے پیش آئیگا۔ اور اگر اوّل ساعت جمعہ میں ۸۰ بار پڑھے گا۔ تو جس کسی سے بات کریگا۔ وہ اس کا محب ہو جائیگا۔ اور اگر ۷ بار پڑھیگا تو حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے گی۔ اس کے تمام برکات کا لکھنا تحریر سے باہر ہے۔

**برائے اجابت دعا** یا قدیمُ۔ یا دائمُ۔ یا فردُ۔ یا وترُ۔ یا واحدُ۔ یا احدُ۔ یا صمدُ۔ جس دعا میں یہ ہفت اسماء شامل ہوں گے وہ یقیناً مقبول ہوگی۔

**حیات مردگان**۔ معتبر روایات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ورد سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ ورد اُن کو روح القدس نے بذریعہ وحی کے تعلیم دیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان اسماء کی باقاعدہ زکوٰۃ دی تھی۔ لیکن زکوٰۃ کا صحیح طریقہ معلوم کرنیکی کوشش کی گئی مگر اس وقت تک دستیاب نہیں ہوا ہے۔ وہ اسماء یہ ہیں۔ یا حیُّ۔ یا قیومُ۔ یا دائمُ۔ یا قائمُ۔ یا فردُ۔ یا وترُ۔ یا واحدُ یا احدُ۔ یا صمدُ۔ ان کا سو مرتبہ روزانہ پڑھنا بہت سے مردہ دلوں کو زندہ کر سکتا ہے۔

Marfat.com

[illegible] ر اشغال دعائے سیفی۔ دعائے حیدری [illegible]

[illegible] تکبیر عاشقان کے طریقہ زکوٰۃ بھی اس کتاب میں شامل کر دیئے جائیں [illegible] کتاب بہت ضخیم ہو چکی ہے۔ اس وجہ سے صرف تکبیر عاشقان کی ان اوراق میں گنجائش [illegible] تکبیر عاشقان مع زکوٰۃ اس میں شامل کی جاتی ہے۔

# تکبیر عاشقان نمبر اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بسم اللہ خیر الاسماء انبیا را۔ واولیا را۔ زُہّاد را۔ عبّاد را۔ ابدال را۔ اوتاد را۔ سالکان را۔ ناسکان را۔ محبّان را۔ محبوبان را۔ مغلوبان را۔ مجذوبان را۔ مجذوب سالک را۔ سالک مجذوب را۔ اصحاب تمکین را۔ وارباب تلوین را۔ اہل سکر را۔ واہل صحو را۔ کشتگان گنج سلامت را۔ روندگان راہِ ملامت را۔ قلندران سرمست را۔ صوفیان زبردست را۔ سلسلۂ طبقہ حیدریان را۔ غلغلہ موہبان را۔ شاہان عرب را۔ سروطان عجم را۔ بندگان زنگیان را۔ امیران خراسان را۔ سلطانِ ہند را۔ خلفائے سندھ را۔ سراندازان غزنویان را۔ نظریفان تبت را۔ نقاشان چین را۔ چابک سواران بدخشاں را۔ عاشقان غور را۔ معشوقان ماوراء النہر را۔ واصلانِ بر و بحر را۔ شہیدانِ دشتِ کربلا را۔ ہر کہ ازینہا بحیات ظاہر و باطنی است بدرگاہِ خدا شفیع می آرم برائے برآمدن حاجات و مہمات دینی و دنیوی ہر کہ درآید ہر کہ در افتد برافتد۔ ہر کہ دگر کند جگر خورد۔ چوں این تکبیر عاشقاں بگوید اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بحقِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یَا قَدِیْمُ یَا دَائِمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا عَلِیُّ یَا مُنْتَقِمُ۔ یَا قَدِیْرُ۔ یَا اِلٰہَ الْاَوَّلِیْنَ یَا اِلٰہَ الْاٰخِرِیْنَ ہر کہ ما را بد خواہد بد گوید ضربت لا الٰہ الا اللہ بر جان او۔ ذوالفقار علی بر گردن او گرز [illegible] بر جگر او۔ آرہ زکریا بر سر او۔ کرم ایوب در بطن او

Marfat.com

تیغِ رجال الغیب بر قتلِ او۔ قہرِ خدا در مقہوری اُو بحق یا بُدُوحٌ۔ یا بُدُوحٌ۔ یا بُدُوحٌ بُدُوحٌ

گردنش بادا شکستہ ہر کہ بدخواہِ من است | بار چیدہ باد ہر خانہ کہ بدخواہِ من است

رباعی

یا حیدرِ کرار وقتِ مدد است | اے شیرِ ہشت و چار وقتِ مدد است

کارِ مشکل فتادہ مارا | اے صاحبِ ذوالفقار وقتِ مدد است

# تکبیرِ عاشقان نمبر دوم

بسم اللہ خیر الاسمار۔ وسلام علی انبیاء را۔ و اولیاء را۔ زہاد را۔ عبّاد را۔ و غوث را۔ و قطب را۔ و اوتاد را۔ و شہسوارانِ جبروت را۔ و سرہنگانِ لاہوت را۔ و غوث الملکوت را۔ و رجال الغیب را۔ و سالکان را۔ و ناسکان را۔ و محبّان را۔ و محبوبان را۔ و مجذوبان را۔ مجذوب سالک را۔ سالک مجذوب را۔ صاحب تمکین را۔ حاجتِ طلبی را۔ و اہل سکر را۔ و اہل صحو را۔ و نشستگان کنج سلامت را۔ و روندگانِ راہِ ملامت را۔ و قلندرانِ سرمست را۔ و صوفیانِ زبردست را۔ و سلسلہ طبقہ حیدریان را۔ و غلغلہ موہبان را۔ و شاہانِ عرب را۔ و سرورانِ عجم را۔ و بندگانِ زنگبان را۔ و امیرانِ خراسان را۔ و خلفائے سندہ را۔ و خاکسارانِ ہند را۔ و ظریفان تبت را۔ و نقاشانِ چین را۔ و چابکسوارانِ بدخشاں را۔ و تیراندازانِ غزنویان را۔ و عاشقانِ غور را۔ معشوقان ماوراء النہر را۔ و اصلان بر و بحر را۔ و شہیدانِ دشتِ کربلا را۔ ہر کہ ازینہا بحیاتِ ظاہری و باطنیت بدرگاہِ خدا شفیع می آرم۔ برآمدن حاجات و مہمات و مشکلات دینی و دنیوی حصولِ محبت و عشقِ الٰہی ہر کہ در افتد بر افتد ہر کہ دگر کند جگر خورد۔ چوں ایں تکبیرِ عاشقاں برآید باذن اللہ۔ و رسول اللہ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہٖ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تکبیرِ عاشقان نمبر اوّل کی زکوٰۃ کا طریقہ۔ اس کی زکوٰۃ کا طریقہ یہ ہے کہ ... کرے اوّل

[illegible] بار ون سے شروع کرے اور

[illegible] پڑھے۔ بعد پنجشنبہ کے روز سے بعد عشاء اسی مقام

[illegible] کرے۔ ترک حیوانات اور مرغن غذاؤں سے پرہیز لازمی ہے۔ اگر

[illegible] دشمن کا تصور آنکھوں کے سامنے آجائے گا تو فوراً ہی اس کا رشتہ حیات

منقطع ہو جائے گا۔ لہذا اس کی بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس دوران میں کسی شخص کیلئے

[illegible] اپنی زبان سے نکالے۔ زکوٰۃ کے بعد وسطی جملوں سے اگر کام لیا جائے گا۔ تب چشم زدن

میں رجال الغیب اپنا پورا کام کرجائیں گے حضرت سید محمود تستری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اوراد میں یہ بھی تحریر فرمایا

ہے کہ اگر سوا لاکھ مرتبہ چالیس روز میں پورے نہ ہوسکیں تو صرف پچیس ہزار کی تعداد چالیس

روز میں پوری کرنے سے مکمل کاربراری ہو سکتی ہے۔ یعنی چھ سو پچیس مرتبہ روزانہ۔ مگر دوسری

روایت میں پانچ مرتبہ روزانہ ہی پڑھنا کافی ہے۔

**تکبیر عالم لقمان نمبر دوم کی زکوٰۃ کا طریقہ** یہ طریقہ ہے کہ شاغل اپنے اوراد کے ساتھ ایک دفعہ روزانہ پڑھ لیا کرے۔ تو دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ عشق الٰہی میں ترقی ہوگی اور جملہ مشکلات دینی و دنیوی حل ہونگی۔

**نوٹ۔** ان وظائف کے عامل کو چاہیئے کہ پہلے مندرجہ ذیل شرائط اپنے میں پیدا کرے کیونکہ بغیر ان شرائط کے عمل کرنا بیکار اور نتیجہ کی امید رکھنا جہالت ہے۔ امام احمد بونی رح جو کہ رئیس اہل دعوات ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر عامل ان شرائط کے ساتھ عمل پڑھیگا تو تیر بہدف ہوگا۔

**شرائط۔** (۱) اکل حلال۔ (۲) صدق مقال۔ (۳) حضور قلب۔ (۴) خضوع۔ (۵) عجز۔ (۶) [illegible] اخلاص۔ (۷) کسبِ حلال (۹) رعایت اوقات صالح۔ (۱۰) رقتِ قلب ان تمام شرائط کی پابندی لازمی اور ضروری ہے۔

# رموز تصوف

## شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت رموز اول شریعت کے

Marfat.com

لغوی معنے شروع کرنا یعنی حق کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ نبی اکرم صلعم فرماتے ہیں۔ اَلْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسَۃِ اَشْیَاءَ یعنی اسلام پانچ چیزوں پر منقسم ہے۔ اسلام کے یہ پانچ ارکان ہیں۔ اوّل کلمہ طیبہ زبان سے کہنا۔ اور دل سے تصدیق کرنا۔ (صحیح معنوں میں پیر و مرشد ہی طالب صادق کو دل سے کلمہ کی تصدیق کراتے ہیں۔ یعنی ذکر کے ذریعہ سے) دوم۔ پانچ وقت کی نماز ادا کرنا۔ سوم روزہ رکھنا۔ چہارم زکوٰۃ دینا۔ پنجم حج کو جانا۔ جو ان پانچوں ارکان کو بجا لائے وہ مسلمان کہلاتا ہے۔ سنو کلمہ طیّب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ جو طالب صادق ہوتا ہے۔ اس پر لا الٰہ الا اللہ کی اصلیت اور ماہیت کا انکشاف ہوتا ہے۔ شعر۔

فنا اندر فنا بینی فنا است  بقا اندر بقا بینی بقا است

پس جو سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے اس کو فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہتے ہیں۔ دوم نماز ادا کرنے میں ریاکاری نہ چاہیئے کیونکہ نماز ادا کرنا فرض عین ہے۔ اور درحقیقت نماز دل و جان سے گذارنا ہی فرض عین ہے۔ اگر ریا کے ساتھ نماز گذاری جائے گی تو کفر عین کہلائے گی کیونکہ صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی بغیر حضور قلب کے نماز نہیں ہوتی۔ نماز کو اس طرح پڑھے کہ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یعنی اپنے رب کی یہاں تک عبادت کر کہ تجکو یقین ہو جائے۔ یعنی کھلی آنکھوں میں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تجلی نظر آنے لگے بس اُس وقت صحیح معنوں میں مصلی اور مومن کہلا سکتا ہے۔ سوم۔ روزہ رکھنا۔ جاننا چاہیئے کہ روزہ کے معنے راز رکھنے کے ہیں یعنی راز کے ساتھ مُنہ کو اس قدر باندھے۔ کہ زبان سے کچھ ظاہر نہ ہونے پائے۔ پس روزہ رکھنا فرض ہے۔ چہارم۔ زکوٰۃ دینے میں۔ جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ دینا فرض ہے یعنی اس ہستی کو زکوٰۃ میں دینا فرض ہے۔ جس کسی نے آپ کو کھویا خدا کو پایا۔ یا جس کسی نے اپنے آپ کو نہ پایا خدا کو پایا۔ اور جس کسی نے اپنے آپ کو نہ دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ جو عارف اس مقام کی سیر کرتا ہے۔ اس کو صحیح معنوں میں زکوٰۃ کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ پنجم۔ حج کے جانے میں جاننا چاہیئے کہ حج کا جانا فرض ہے۔ یعنی سالک کو اپنی ہستی سے سفر کرنا فرض ہے۔ بس حج [illegible] اصطلاح

Marfat.com

... اس ... کے ... ہے اور جہان ...

... والسلام ... ارشاد فرماتے ہیں :- ع رفتن تماشائے جہان

... بیان میں۔ جاننا چاہیئے کہ طریقت کے اصطلاحی معنے ملاوت الوجود ... سیر کرنے کے ہیں اور اپنے نفس کو سہو کرنے کے ہیں۔ اور طریقت کے لغوی معنے ... باطن کی سیر کرنا ہے اور اس طریقہ سے حقیقتاً اپنے باطن میں خدا کو پانا ہے۔ نہ کہ آسمان زمین میں۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہے۔ اَلْقُلُوْبُ بَیْتُ اللّٰہِ یعنی دل اللہ کا گھر ہے جس نے گھر کو پایا گھر والے کو پایا۔ بس جس نے گھر والے کو پایا اس نے اپنے آپ کو پہچانا۔ لہٰذا جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا۔ اور جس نے خدا کو پہچانا۔ بس اُسی نے کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً کے صحیح معنے سمجھے۔

رموز سوم **حقیقت** کے بیان میں۔ حقیقت کے لغوی معنے حق ہونے کے ہیں اور حق کیطرف اضافت کرنے کے ہیں۔

رموز چہارم **معرفت**۔ اسم ظرف ہے اور اس کے معنے پہچاننے کے ہیں کیسی پہچان؛ یعنی ہر شئے سے ذات مطلق کو پہچاننا۔ اور اسی ذات میں ظہور کونین کو جاننا۔ اس کو معرفت کہتے ہیں۔

رموز پنجم **عشق** اس دنیا میں صرف تین ہی چیزیں ہیں۔ ان کے علاوہ سب ناچیز ہیں۔ یعنی عشق۔ عاشق۔ اور معشوق۔ یہی ظہور ہے یہی بطون۔ ظاہر مخلوق باطن خالق۔ ابیات

جاں ... اندر نہاں و حق بجاں اندر نہاں ۔ اے نہاں اندر نہاں اندر نہاں اندر نہاں

حق جان جہان است و جہان جملہ بدن (دیگر) توحید ہمین است دگر شیوۂ فن

یعنی خالق و مخلوق دونوں ایک ذات ہیں چنانچہ اَحَدْ کے (ا) سے عشق مراد ہے۔ (ح) سے عاشق اور (د) سے معشوق۔ (ا) (ح) (د) کے مجموعہ کا نام اَحَدْ یعنی ایک ہوا۔ لہٰذا عشق ... ایک ذات ہوئے۔ عشق۔ کے تین حرف ہیں۔ (ع) سے عقل و علم کی

Marfat.com

گوئی کہ بعقل و علم گویم — دیوانہ ...

آخر عشق ہی محبوب رہا یعنی موج۔ بس عشق ہی عشق ہے اور کچھ نہیں۔ ابیات

چو آدم را فرستادیم بیرون — جمالِ خویش را صحرا نہادیم

چیست آدم چیست حوا عشق بس (دیگر) گرچہ آید صد ہزاراں بیش و بس

عشق است ہر چہ ہست دگر ہر چہ ہست نیست (دیگر) یک ذات مطلق است دگر ہر چہ ہست نیست

دراصل جب ذات نے اپنے چہرہ کے جمال کی تجلیاں مظاہر میں دیکھنی چاہیں۔ جن کا بغیر آئینہ کے نظر آنا دشوار تھا۔ لہذا عالم اور آدم کو اپنا آئینہ بنایا اور اسطرح صفت عاشقی اور معشوقی کا ظہور ہوا۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیا محبوب پاک غریب نواز اپنے رسالہ توحید میں ارشاد فرماتے ہیں اب میں عشق عاشق و معشوق کا بیان کرتا ہوں "عشق کیا ہے؛ عاشق کون ہے؛ معشوق کسے کہتے ہیں؟ سنو عاشق سے مراد ذات محض ہے۔ عشق سے اعیان ثابتہ کا وجود اور معشوق سے وجود اضافی۔ شعر

تا مرد ز خود فانی و گمنام نہ گردد — واللہ رہِ عشق سر انجام نہ گردد

جب سلطان عشق نے چاہا کہ اپنے چہرہ کے جمال سے پردہ اٹھائے۔ اپنے تمام صفات ظاہر فرمائے اور اپنے ساتھ آپ ہی عشق بازی کرے نہ کسی غیر کے۔ جس کے بعد نورِ ذات میں سے نصف میں جوش آیا اور وہ کثیف ہو کر آگ بن گیا۔ جب آتش میں کثافت پیدا ہوئی۔ تو ہوا ہو گئی جب ہوا میں کثافت پیدا ہوئی تو وہ پانی ہو گئی۔ جب پانی میں کثافت ہوئی تو ایک غلیظ کف پیدا ہو گیا۔ جس سے خاک ظاہر ہوئی اور خاک سے مظاہر پیدا کئے۔ اور بقیہ نصف نور مظاہر کی ذات میں داخل ہو گیا۔

رموز ششم۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ سواء السبیل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ... و مکلف ارواح ہیں نہ کہ جسم۔ کیونکہ جب موت آتی ہے۔ اجسام ہیچ ہو جاتے ہیں ... ترقی ہیں۔ متصرف فقط روح ہی ہے جسم متصرف فیہ ہے۔ پس انسان وہ ...

Marfat.com

دور رہتا ہے جب روح بدن کے متعلق ہوتی ہے۔ تو یہی حیات ہے اور جب بدن سے
جب ہو جاتی ہے تو اسی کو ممات کہتے ہیں۔ اور جو زندگی معتبر ہے وہ روح ہی کی زندگی ہے اور
ممات بھی اسی کی ہیں۔ روح لطیف ہے اور جسم کثیف جن لوگوں کے اندر کثافت لطافت پر
غالب آجاتی ہے وہ ارذل کہلاتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے اندر لطافت کثافت پر غالب آجاتی
ہے وہ اشرف و اعلیٰ کہلاتے ہیں اور جو اوسط درجہ کے لوگ ہیں وہ مجاہدات سے ترقی کر سکتے ہیں
کیونکہ ان کی ذات میں نزہت پائی جاتی ہے۔ مجاہدہ اللہ کی طرف توجہ کرنے کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے
در پر ہمیشہ حاضری رہتی ہے یہ کام قلب کا ہے نفس کا نہیں ہے کیونکہ نفس کا مقام صرف جسمانی توجہ
ہے۔ اور قلب دو طرح سے ہدایت پاتا ہے۔ یعنی بِاٰیٰتِ اَنْفُسِہٖ وَاٰفَاقِہٖ اور وہ اصلی ابدی واحد ہے
وجود اس کا بالذات ہے۔ وجود میں وہ غیر کا محتاج نہیں ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ ایسی ذات
جو صفات مذکورہ سے متّصف ہو وجود ہی میں متحقّق ہو گی۔ پس جزا و سزا کی مکلّف روح ہو گی جسم۔

(۷) رموز ہفتم۔ جو شخص اللہ سے جدائی سمجھتا ہے وہ علم حق سے محروم ہے۔ اور جو کوئی جدائی سے محروم
نہیں اسکے بھید سے محروم ہے۔

(۸) رموز ہشتم۔ خدا غیر نہیں ہے اور جو اُسے غیر سمجھتا ہے وہ مُشرک ہے۔

(۹) رموز نہم۔ جو کوئی سر رکھتا ہے۔ سرِّ توحید سے محروم ہے۔

(۱۰) رموز دہم۔ جو کہ محجوب ہے خدا سے دور ہے۔ اور جو کہ محجوب نہیں ہے سرِ معنی سے دور ہے۔

(۱۱) رموز یازدہم۔ جو کہ بے خدا ہے غافل ہے اور جو خدا بنتا ہے جاہل ہے۔

(۱۲) رموز دوازدہم۔ جو کہ اثبات پر ثابت ہے۔ کافر ہے۔ جب تک اثبات نہ کرے ایمان کی لذت
سے محروم ہے۔

لاہوت بیخ است اے پسر جبروت شاخ آں نگر
ملکوت برگ آں شجر ناسوت جملہ ہمچو بار

اشعار
سرّ لیست دقیقی و نہانی گویمت ترا اگر بدانی

Marfat.com

گنجے بودیم وز آں نہفتہ ۔ دارم بے چون و لامکانی
لاہوت صفت مقام راحت ۔ نے جائے مداں و نے نشانی
جبروت چو کردہ ایم کسوت ۔ گردید زمن بہر عیانی
ملکوت شدیم ما دگر بار ۔ ناسوت مکان نمود ثانی
مومن جہود و گبر و ترسا ۔ مائیم بہر صفت کہ خوانی
بودیم نہفتہ گنج دارم ۔ از خویش بخود شدہ آشکارم

ہوت[۱] ہاہوت[۲] ۔ لاہوت[۳] جبروت[۴] ۔ ملکوت[۵] ۔ ناسوت[۶]
(احدیت[۱]) (وحدت[۲]) (واحدیت[۳]) (عالم ارواح[۴]) (عالم مثال[۵]) (عالم شہادت[۶])

(۱۳) رموز سیزدہم[۱۳] ۔ محققین صوفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ارشاد ہے کہ ذات مطلق کو ہوت[۱] کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں جو معدوم الاشارات ہے ۔ ہاہوت[۲] ۔ ذات بحت کو ہاہوت کہتے ہیں جو مرتبہ شہود اجمالی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے ۔ اس مقام پر نہ اپنی خبر رہتی ہے ۔ نہ خبر کا حس باقی رہتا ہے نہ ہمہ کا نشان نظر آتا ہے اور نہ اوست کی ضرورت ۔ اس کی حقیقت جاننے کو نہ لفظ کام دیتا ہے نہ کوئی فہم ۔ لاہوت[۳] کے معنے ہیں نہیں ہے وہ سوائے تیرے ۔ اس مقام کی سیر مذکورہ سرود مقامات کے تحت میں ہے ۔ لہذا اس طرح شروع ہونی چاہیئے ۔ یعنی ارشاد ہے کہ جِسْمُ الْاِنْسَانِ وَنَفْسُهٗ وَقَلْبُهٗ وَرُوْحُهٗ وَسَمْعُهٗ وَبَصَرُهٗ وَيَدُهٗ وَرِجْلُهٗ ۔ وَكُلُّ ذٰلِكَ اَظْهَرْتُ لَهٗ بِنَفْسِىْ لَا هُوَ اِلَّا اَنَا وَلَا اَنَا غَيْرُهٗ ۔ (ترجمہ) انسان کا جسم اس کا دم ۔ اس کا دل ۔ اس کی روح ۔ اسکے کان ۔ اس کی آنکھ اس کے ہاتھ ۔ اس کے پاؤں اس کی ہر شئے ظاہر کی ہیں نے اس کے واسطے اپنی ذات کے ساتھ اسے کسی نے پیدا نہیں کیا مگر مینے ۔ میں اس کا غیر نہیں ہوں (اور نہ وہ میرا غیر ہے) بس اسی مقام پر پہنچکر ذکر قرب کی صحیح لذت پیدا ہوتی ہے یعنی ۔ اِنِّىْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا ترجمہ ۔ تحقیق میں ہی اللہ ہوں ۔ نہیں ہے کوئی معبود بجز میرے ۔ اس مقام پر اپنی حقیقت اور تعین کا صرف حس باقی رہتا ہے ۔ ورنہ ذات اور صفت کے سب

Marfat.com

... اس مقام پر فرماتے ہیں مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰہَ ... نہیں دیکھی میں نے کسی شے کو لیکن دیکھا اللہ کو اس میں۔ یہ درجہ ملکوت کا باطن ہے ... کی شناخت ہوتی ہے۔ اور ناسوت و ملکوت کے درجہ اس عرفان کے ... ہیں۔

... پاک و صاف ہونا ماسوی اللہ سے۔ اس مقام کا ذکر ھُوْ ھُوْ لَا ھُوَ اِلَّا ھُوْ ہے یہ درجہ عالم ناسوت کے قریب و متصل ہے۔ اس مرتبہ میں انسان اپنی حد ذکر کا بطون مشاہدہ کرتا ہے۔ اور یہ ملکوت ناسوت کا باطن ہے۔

ناسوت: عالم اجسام کو ناسوت کہتے ہیں۔ جو کچھ موجود ہے اور نظر کو محسوس ہو سکتا ہے اور اس عالم ظاہری کی زبان اور اصطلاح میں جو کچھ کہا جائے اسے ناسوت کہتے ہیں۔ پھر ان مراتب کی تشریح کی جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ نہ جاننے کو ناسوت جاننے کو ملکوت۔ دیکھنے کو جبروت کہتے ہیں۔ نہ ہونے کو ہاہوت۔ اور نہ ہونے کا خیال گم ہو جانے کو ہوت یا ہویت کہتے ہیں۔ اور سنئے لاہوت میں کچھ نہ ہونا۔ جبروت میں دیکھنا۔ ملکوت میں سننا۔ اور ناسوت میں عالم محسوسات کا نظر آنا ہر شئے اور سمجھئے۔ ناسوت خواب کے مانند ہے۔ ملکوت بیداری کے مانند جبروت مشاہدہ ذات اور اس کے پہچاننے کو کہتے ہیں۔ لاہوت میں خود ذات ہو جاتا ہے۔ اور ہاہوت میں اپنے آپ اور یار دونوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

(۱۴) رموز ... جو اپنے آپ کو خدا جانے کافر ہے۔ جب تک آپکو خدا نہ جانیگا کفر کی حد سے باہر نہ ہوگا۔

(۱۵) ... جو ... سے گمراہ ہے۔ ہرگز مقام پر نہیں پہنچا۔ جب تک گمراہ نہ ہو مقام پر نہیں پہنچا۔

(۱۶) ... مطلقاً دور ہے۔ جب تک دور نہ ہو۔ حضور نہ ہو۔

(۱۷) رموز ... جو اپنے اندر جانے مشرک ہے۔ اور اگر اپنے باہر جانے مردود ہے۔

... بے مراد ہے ... نامراد ہے۔ جب تک نامراد نہ ہو با مراد نہ ہو۔ جو میں آپ ...

Marfat.com

گیا کفر کیا۔ اور جو آپ میں آیا مشرک کہلایا۔

(۱۹) رموز نوزدہم۔ جب تک بینا بنا میں نابینا تھا۔ اور جب نابینا ہوا تو بینا ہوا۔

(۲۰) رموز بستم۔ جو شخص انا الحق کی خانقاہ میں بیٹھا ہے اسکے لئے اعتکاف نامرادی سنت ہے۔

(۲۱) رموز بست یکم۔ شرک کی تین قسمیں ہیں۔ شرک جلی۔ شرک خفی۔ شرک اخفیٰ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ شرک جلی ہے۔ اور الّا شرک خفی ہے۔ اور اللہ شرکِ اخفیٰ ہے۔ جلی شرک ناسوتی ہے۔ خفی شرک ملکوتی۔ اور اخفیٰ شرک جبروتی۔ مومن حقیقی لاہوت میں ہوتا ہے۔

(۲۲) رموز بست ودم۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَقُوْلُ اللّٰہُ (ترجمہ) جو اللہ کو پہچان جاتا ہے وہ منہ سے اللہ نہیں کہتا۔ شعر

مالا جپوں نہ کر جپوں اور مکھ سے کہوں نہ رام    رام ہمارا ہمیں جپے ہے وہاں کیوں سبرام

(مصرع)    بنزرے کہ منم نام دوست بے ادبیست

(۲۳) رموز بست سویم۔ قرآن شریف میں ارشاد ربی ہے۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (ترجمہ) اے محمدؐ کہدو روح اللہ کا حکم ہے۔ مفسرین نے اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول یہ لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کے آفتاب کو جب یہودیوں نے نصف النہار پر چمکتے دیکھا، تو باہم مشورہ کرکے یہ رائے قائم کی کہ محمد صلعم کو یقیناً روحانیت کا کوئی خاص علم حاصل ہے۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ صادق ہیں۔ کسی شخص نے اِس وقت تک آپ کی زبان مبارک سے کوئی جھوٹا لفظ نہیں سنا ہو۔ لہذا ایک شخص جائے۔ اور آنحضرتؐ سے دریافت کرے کہ روح کیا ہے؟ تو یقیناً آپ کبھی جھوٹ نہ بولیں گے۔ لہذا اُس کافر نے آنحضرت صلعم سے یہ سوال کیا۔ کہ روح کیا ہے؟ پس جواب دینے سے قبل، یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ یعنی اس کافر سے کہدو کہ روح خدا کا حکم ہے، کفار سے علم روح کا پردہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اُن کی روحانیت جسمانی کثافت اور کفر کی ظلمت سے حد سے زیادہ دبی ہوئی تھی مگر آنحضرت صلعم اپنے صحابہ کو یہ تعلیم فرماتے تھے اَلرُّوْحُ ھُوَ اللّٰہُ یعنی روح اللہ ہے۔ اور حضرت صوفیہ کے ہاں روح۔ قلب۔ نفس متفق علیہ اسم ذات مانے جاتے ہیں۔

Marfat.com

[illegible] ...نا کا مستان ہے. بے شریعت کے حقیقت تک پہنچنا
[illegible] ...چاہئیے حقیقت کے لیئے پیر. درخت کے لئے پانی چاہیئے
[illegible] ...آن بھی کام سہل ہے ؎

[illegible] بود ابراہیم در بت خانہ ؛ کار رہ عنایت دارد باقی بہانہ ؛ ابوجہل از کعبہ [illegible] بیگانہ ؛ کار بافضال دارد باقی ہمہ افسانہ ؛ از دیدہ شناخت نہ آید و دیدار بیقدر [illegible] آید ؛ اگر بقا می خواہی در فنا است ؛ از عارف در جہان نشان نیست ؛ زانکہ [illegible] نشان وہ در ہیچ دہان نیست ؛ از طاعت چہ نفع و از معصیت چہ خلل است ؛ چون سعادت و شقاوت از ازل است ؛ گنجے بودم پنہانی ؛ کلید آن بدست خرقانی . ناگاہ رسیدم بر چشمہ زندگانی ؛ چندان خوردم کہ من ماندم نہ خرقانی ؛ ظلم اگر بسیار بود بسر آید ؛ ظالم اگر جبار بود بسر آید ؛ اسرار معرفت فاش کردن دیوانگی است ؛ خود را تن شناختن عطاے است ؛ خورسندی نعمتے است ؛ ناامیدی کافری است ؛ در پیش رفتن جاہ طلبی است ؛ در پس رفتن بوالعجبی است ؛ در برابر رفتن بے ادبی است ؛ بخود مشغول بودن سردی است ؛ از خود رفتن مردی است ؛ سر ہمہ آفت ہا زبان است ؛ توبہ داروئے ہمہ گناہاں است ؛ چندہ آئینہ یا بنظا موش ؛ خاموش خود فراموش ؛ خود فراموش بادوست بہوش ؛ بادوست بیہوش باہمہ باہوش ؛ چناں نمائی کہ باشی ؛ وچناں باشی کہ نمائی ؛ معرفت حق دریائے بیکرانہ است . جان آدم آنجا خانہ است ؛ آنجا شناخت است نہ عرش است و نہ کرسی ؛ سخن را جبابہ نگفتم دیگر چہ پرسی ؛ [illegible] مردم خوار است ؛ بے عشق مردم خوار است ؛ عشق را نہ نام دارد نہ ننگ ؛ عاشق نہ صلح [illegible] بہشت نزد عارف خوار است ؛ بندۂ حق را بہشت چہ کار است ؛ اگر دست [illegible] عمارت معرفت وے شکستہ میشود ؛ زاہد مزد در بہشت است ؛ [illegible] آن [illegible] است ؛ بہشت را بہ بہانے دہند ؛ ولے بہ بہانہ میدہند ؛ [illegible] بہشت [illegible] دوست ؛ من از صوفی چہ گویم کہ صوفی آن او است ؛ مزدور

Marfat.com

به بهشت مغرور است. صوفی در مشاهده نور است، و آنکه او در دنیا بینا کور است
را از دنیا عار است، و آخرت در پاے ایشان خار است، عاشقان را با این و با آن چه کار است
بلا از دوست عطا است، پس از عطا نالیدن خطا است، اگر به غفلت بگذشت دوش
امشب بکوش، مست باش و مخروش. گرم باش و مجوش. خاموش از خود فراموش و از
مشاهده مدهوش، هر که سه چیز را بشناخت از سه چیز برست. یعنی هر که دانست که آفریدگار
در آفرینش تقصیر نه کرد - از عیب برست. هر که دانست که قسام در قسمت میلی نکرد - از حسد
برست. و هر که دانست که او را از چه آفریدند - از کبر برست، اگر داری مفروش. و اگر نداری مخروش
اگر نامرادی مردی و اگر بامرادی نامردی، یکے را صد سال علم آموزد - چراغے نیفروزد - یکے
سخن گوید دل خلق بسوزد، کار ظاهر نماز روزه بود، عارف ازین هر دو برده. روزه دار که
نه از نماز دارد سروکار، طاعت حق را غنیمت دان. عبادت چیزے، سخن از شهادت
گوئے، گذشتن از خود، رسیدن بحق، اگر راحت جوید رنج کش، بر طاعت حریص باش
و تکیه بران مکن، از دوست نما دشمن بسیار حذر کن، راست گو عیب مجو، خود را از همه کمتر دان
مردم را با فراط مستا، در جواب تعجیل مکن، هر که بر خود نه پسندی، بر دیگران مپسند، بنده حرص
مباش، خفته غفلت مشو، نان همه کس مخور، خاموشی شعار خود ساز، سعادت دنیا و آخرت
در صحبت شیخ بشناس، از نادان دهن درکش، یار را در خشم و غضب بیازما، یکے راحت
بهشت و یکے را دوست. اے من فدائے آنکه همتش همه اوست، طالب دنیا رنجور است
و طالب عقبی مزدور است، و طالب مولی مسرور، چون از خود بریدی بدوست رسیدی و
دیدی آنچه دیدی، ذکر زبان عادت است، ذکر دل عبادت است، ذکر جان سعادت
است، یار باش بار مباش، گل باش خار مباش، یکے مست شراب، و یکے مست ساقی
آن فانی است و این باقی، روزگارے او را می جستم خود را می یافتم، اکنون خود را می جستم
او را می یابم، اگر امروز نه ترسی فردا به ترسی، سرشک چشم را مایه سازد تا نوازد تا آن دیده ازان

Marfat.com

[illegible] چون [illegible] دین خود به دنیا مفروش۔ از [illegible] عادتِ معشوق حیلہ فروشی است [illegible] اگر میدانی کہ میدانم پشیمان باشی، و اگر نمیدانی کہ میدانم مسلمان [illegible] غلام است و آنکہ بجان است از زندگانی محروم است، و آنکہ [illegible] است و آن کس کہ بدانست کہ چون است، از دائرہ اسلام بیرون [illegible] عیب پوش باش و نہ عیب ہر کس فاش، و مبتدیان را گفتار است بزبان [illegible] گفتار است نہ بیان، و اصلِ محبت دل است، و باقی آب و گل است، و قالب پوشش است و حقیقت دیدار، چون تو منی حجاب از میان بردار، و لطف می سازد۔ و کرم مینوازد [illegible] دین خود بہ لقمہ مفروش، و پاکیٔ ہر چیزے در شستن است، و یافتن ہر چیزے در جستن است، و پیری بہ عقل است نہ بسال۔ توانگری بہ دل است نہ بمال، و دنیا سرائے عبرت است، قبر منزل حسرت است۔ میانِ عبرت و حسرت چہ مقامِ عشرت است، بس اے جانِ من! از خود رفتن و بیخود شدن مردی است باقی سر دردی است، و اگر بر ہوا پری مگسے باشی، و اگر بر آب روی خسے باشی، و دلے بدست آر تا کسے باشی۔

## توحید

در کون و مکان نیست عیان جز یک نور ظاہر شدہ آن نور بانواعِ ظہور

حق نور و تنوعِ ظہورش عالم (رباعی) توحید ہمین است و دگر وہم و غرور

## توحید

توحید [illegible] ایسا عام ہے۔ کہ عوام کا تکیہ کلام ہے۔ اور یہی مسئلہ کچھ ایسا دقیق و مشکل ہے جس [illegible] عقل حیران ہے۔ توحید کے لغوی معنے شئے واحد ہونے پر حکم کرنے کے ہیں [illegible] واحد ہونے کا علم ہی توحید کہا جا سکتا ہے۔ حضرات صوفیہ کرام نے اس [illegible] وضاحت اور تقسیم کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ذاتِ مطلق نے بہت واحد

اور موجودیت کے باعث وجود نام پایا ہے۔ اور عالمیت اور معلومیت کی قید میں ہو کر علیم کہلاتی ہے۔ ظاہریت اور مظہریت کی قید کے باعث نور ہوئی اور شہادت میں مقید ہو کر شہود کہلائی۔ لیکن ایک عارف اسی مقام پہ متحیر ہو کر کہتا ہے ؎

ایک کہوں تو ہے نہیں دو جا کہوں تو کار　　جیسا تھا ویسا رہا کہیں کبیر بچار

پس ذات صرف لا تعین ہے۔ جو تمام مظاہر میں ظاہر ہے۔ اور شیونات کے نام سے تعبیر کی جاتی ہے۔ لہٰذا اس مرتبہ میں ذات کو وجود مطلق کہتے ہیں۔ جو شش جہت کی قید سے باہر ہے اس مرتبہ کی پوری تشریح تخلیق عالم کے بیان میں کر دی گئی ہے۔ جو اعیان ثابتہ کے پڑھنے سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ سر دست حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا۔ محمد بن احمد بن علی بخاری بدایونی قدس العزیز کے رسالہ توحید کا ترجمہ عام فہم اردو میں بیان کیا جاتا ہے تاکہ ہر شخص کی سمجھ میں آسکے۔

## (رسالہ توحید کا ترجمہ)

توحید کی مثال ایسی ہے جیسے کہ تخم بویا گیا۔ (یعنی لاہوت) اس سے درخت پیدا ہوا۔ (جبروت) اس سے شاخیں۔ پتے۔ پھول۔ اور پھل پیدا ہوئے۔ اب صاف طور پر سمجھ لو تخم سے مراد لاہوت ہے۔ درخت شاخوں اور پتوں سے مراد مقام جبروت ہے۔ پھولوں سے مراد مقام ملکوت ہے۔ اور پھل سے مراد مقام ناسوت ہے) اور جیسا کہ تخم اول تھا اسی جنس اور اسی شکل و صورت کے پھل پیدا ہوئے۔ فرض کیجئے ایک گیہوں بویا گیا۔ اس سے درخت پیدا ہوا۔ اس میں بالیں آئیں۔ ہر ایک بال میں بہت سے گیہوں پھلے۔ اور وہ گیہوں اسی گیہوں کی شکل و صورت اور رنگ کے پیدا ہوئے۔ جس صورت و شکل کا پہلا تخم بویا گیا تھا۔ ؎

آئینہ خانہ میں یکتائی کا دعویٰ نہ رہا　　نظر آنے لگے لاکھوں تری صورت والے

پس اس نے خود بخود ظہور کیا اور اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ یہی وہ موقعہ ہے جہاں وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (ترجمہ) اور اللہ تمام شئے کا احاطہ کئے ہوئے ہے جلوہ گری فرماتا ہے۔ اور اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ

Marfat.com

حضرت سید ... اٹھا ائیں حضرت الحسین علیہ

... کے اسرار بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

... تَنَائِيْ تَهَايُهَا الْبَحْبَةِ فِي النَّوَاةِ یعنی کل اشیاء ذات

... میں طرح تخم میں درخت مندرج رہتا ہے۔ شعر

... صورت شاخ آں شجر | ملکوت برگ آں نگر ناسوت جملہ ہچو بار

(دیگر)

... حقیقت پنہان | گویم بتو من اگر تو دانی

... درون نہفتہ | بیچون و بیچگون و لامکانی

... صفت مقام ما است | نے جائے درآں و نے نشانی

... کردہ ام لباسے | گردید تمثّل عیانی

... صفت شدم دگر بار | صورت دگرے نمودہ ثانی

... کردہ ام جبروت | عاشق کہ شدم شدم نہانی

... و یہود و ترسا | مائیم صفت بہر کہ خوانی

اس مقام ... ہے نہ ابد نہ عبد ہے نہ رب۔ ع

... صفات نہ بینی تو ہیچ چیز | آنجا اگر الٰہ بگوئیم کافریم

... ہمہ چہ ہست او است | ہم خود الست گوید وہم خود بلا کند

... صفات نزول سے عروج کی طرف پھریں اور اپنے اصلی مقام پر پہنچیں

... ضرورت ہے۔ پس ظاہر ہے کہ مجاہدہ و ریاضت و مشقت سے ناسوت کے

... پہنچتے ہیں جو تزکیۂ نفس کہلاتا ہے جیسے کہ غسل نماز روزہ اور

... سے مقام ملکوت سے جبروت میں پہنچتے ہیں جس سے

... دل ہوتا ہے لیکن صفات مذمومہ سے بجز ذکر کے

Marfat.com

اور کسی چیز سے دل پاک نہیں ہو سکتا۔ علیٰ ہذا ما سوا ے اللہ یعنی مال و جاہ و بیوی بچوں کی طرف سے روگردانی کرنے سے۔ تجلیہ روح کا عبادت سے حاصل ہوتا ہے عارف کے لئے ... عظیم ہے۔ جب تک کہ اپنی روح کو سب چیزوں کی محبت سے پاک نہ کریں گے ... ہرگز خدا تعالےٰ تک نہیں پہنچ سکتے جیسے کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ یعنی شعر ؎

ہر چہ داری صرف کن در راہِ او      لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا

پس جب تجلیہ روح حاصل ہو جائے گا۔ تب تجلیات حق سے مستفید ہو گا۔ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بارہ سال تک میں نے لوہار کا کام کیا اور بارہ سال تک آئینہ درست کیا۔ اور بارہ سال تک اُسے صیقل کیا۔ پھر اس کے بعد میں نے اپنے چہرہ کا جمال دیکھا۔ خفی کے ذریعہ سے میں لاہوت میں پہنچا۔ یہاں میں نے قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ کو کامل طور پر دیکھا۔ اور حکایت جوع کی بدایت بھی معلوم کی اور بَدَأَ مِنْہُ وَیَعُوْدُ اِلَیْہِ کے معنے بھی مجھے یہیں معلوم ہوئے۔ کہ جس سے پیدا ہوئے اسی میں لوٹیں گے۔ اس مقام پر دوئی جاتی رہتی ہے۔ اور جب دوئی جاتی رہی۔ تو بندگی اور خدائی بھی جاتی رہی اور جب بندگی جاتی رہی۔ آزادی حاصل ہو گئی۔ آزاد خدا ہو گیا۔

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔ جب دوئی جاتی رہی تو وحدت باقی رہی جب تک کہ بندہ اور خدا اور بندگی اور خدائی رہے گی ہرگز وحدت نہیں حاصل ہو گی۔ البتہ جب بندہ اپنی بندگی سے نکل جاتا ہے۔ تو خدائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خدائی کی بھی نفی کرتا ہے تو وحدت مسلم ہو جاتی ہے اور احدیت کے مقام پر پہنچ کر احد ہو جاتا ہے۔ عارف کیلئے ضرور ہے کہ واحد ہی رہے۔ بلکہ احد ہو رہے۔ جو اپنے آپ کو خدا نہ سمجھے وہ مشرک ہے ... خدا کے وجود کا بھی قائل ہے اور اپنے وجود کا بھی۔ لہٰذا اسی کو شرک عظیم کہتے ہیں پس ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے نہ موحد۔ عشق۔ معشوق۔ عاشق۔ پھر اس مقام کی ایک

Marfat.com

...ن دو تو رفتہ و خدا ماندہ

... امید سے ناامید، خودی سے بیخود۔ ان حالات پر درویشی

... کے عمل سے درویش ہوسکتا ہے۔ نمبر ۱۔ توکل۔ نمبر ۲۔ تسلیم

... علمی (۲) عملی۔ علمی توحید تو عام ہے۔ جیسے کہ لا الہ الا اللہ محمد

... توحید خاص ہے۔ وہ ایسی نہیں ہے جس کا ہر شخص ادراک کرسکے۔ اس

... جو اپنی خودی سے گذر گیا ہو۔ یا اپنے آپ میں پیوست ہو گیا ہو۔ حتیٰ

... حرکات بھی اختیاری نہ رہے ہوں۔ یعنی اپنی خودی سے کامل طور پر نکل

... اس کی ہستی باقی ہوگی۔ تو بھی لاکھوں شرک اس کے ذمہ عاید ہونگے۔

تا تو موئے ماندہ محرم نۂ

اگر عطا ... حاصل ہو جاتی ہے۔ تو وہ کچھ نہیں بول سکتا۔ اور نہ کچھ سوال کرسکتا ہے۔ کیونکہ توحید

میں ... دوئی کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ سوال و جواب میں لاکھوں وجوہ پیدا ہوتے

ہیں۔ سائل ... ملحد۔ دانندہ کافر۔ انجان مبتدی و جاہل۔ پھر بھلا توحید میں کیونکر

گفت و شنید ہوسکتی ہے۔ اس محل میں گفت شنید کرنے والا خود توحید کی تردید کرتا ہے۔ صرف

اس قدر ... ہے کہ جب سلطان عشق نے چاہا کہ اپنے چہرہ کے جمال پر سے پردہ اٹھائے اور اپنے

... صفات ... ظاہر فرمائے اور اپنے ساتھ آپ عشق بازی کرے۔ نہ کسی غیر کے ساتھ پس اس ذات

... کے مختلف اسماء میں ظہور فرمایا اور اس طرح اپنے چہرہ کے جمال کی تجلیات

... آئینہ کے نہیں دکھائی دے سکتی تھیں۔ پس آدم اور عالم کو اپنا

...

... ہا ... آئینہ اسے نہادی خود بہ اظہار آمدی

ہم کو آئینہ بنایا یار نے

لہذا سرِ دست "مخزن تصوف" کو توحید کے مضمون پر ختم کر

کتاب کا آغاز بھی حمد باری سے ہوا، اختتام بھی توحید پر ہوا۔

خدا کا شکر ہے کہ آج ۱۵۔ مارچ ۱۹۳۶ء مطابق یکم محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

کی تصنیف و تالیف سے فراغت حاصل ہوئی۔ مگر کتاب کے بہت زیادہ ضخیم ہو جانے کی وجہ سے

مضامین شامل نہ کر سکا۔ یعنی حقیقت سماع۔ اصول السماع۔ آداب سماع۔ اصطلاحات صوفیہ

وغیرہ وغیرہ۔ اصطلاحات صوفیہ کی فرمائش میرے مشفق مرزا علی رضا صاحب محزون مرادآبادی

نے کی تھی۔ اور سماع کی بابت میرے دوست سید نور الحسن صاحب مودودی سہسوانی نے بذریعہ

محبت نامہ کے تحریر فرمایا تھا۔ لہذا ان دونوں حضرات کے ارشادات کی تعمیل کی گئی۔ اور تقریباً

سات جز اصطلاحات صوفیہ اور چار جز سماع کے بابت مرتب موجود ہیں۔ اگر زندگی بخیر ہے

تو آئندہ ان مقالات کو بھی نذر ناظرین کروں گا۔ باقی باقی۔ سبحان اللہ عما یصفون

وسلام علی المرسلین۔ والحمد للہ رب العالمین

# نیاز کیش

## خادم الفقرا عبد الرحمن حیا۔ بدایونی۔ نظامی چشتی فخری سلیمانی غفر اللہ

ذنوبہم ولد مولانا مولوی احمد حسن شاہ صاحب بدایونی حمیدی۔ قادری سبزواری رحمۃ اللہ علیہ

ذخیرہ کتب

کریم پارک لاہور

Marfat.com

[illegible] پردہ لطف [illegible]

[illegible] کتاب مخزنِ تصوف چھپکر تیار ہوگئی اور
[illegible] کہ اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب ہوتی جو ہر کس و ناکس
[illegible] میں نے اُردو کی ایک مشہور کتاب تذکرہ غوثیہ
[illegible] کے لئے وہ بھی تشفی بخش نہیں ہے۔ اس وجہ سے میں نے
[illegible] میں عرض کیا کہ آپ سلیس اُردو میں ایسی جامع کتاب تالیف فرمائیں تاکہ
[illegible] ہیں۔ اور جو نام نہاد کو صوفی کہلاتے ہیں۔ اُن کو مکمل تعلیم تصوف
[illegible] کو شہرت سے نفرت ہے۔ اس وجہ سے انکار فرما دیا۔ مگر میں نے
[illegible] کہ آپ میری اس عرضداشت پر توجہ فرمائینگے تو بندگانِ خدا کو بہت
[illegible] نے میری اس تحریک کو قبول فرما کر اس کتاب کی تصنیف و تالیف
[illegible] کر اس کی تکمیل فرمائی۔

یہ کتاب [illegible] زندہ کرنے والی ہے۔ خفتہ دلوں کو بیدار کرتی ہے۔ نامحرموں کو محرم
[illegible] بناتی ہے۔ [illegible] کو ہوشیار کرتی ہے۔ اغیار کو یار بناتی ہے۔ اور تمام دنیا کے انسانوں کو
[illegible] کی کوشش کرتی ہے۔ اور انسانی ہمدردی کا سبق پڑھاتی ہے۔ مجھے یقین
[illegible] کے لئے خضر راہِ طریقت ہوگی۔ اردو زبان میں مخزنِ تصوف جیسی کتاب اس وقت
[illegible]! یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ جو بندگانِ خدا کی نفع رسانی کیلئے لکھی گئی
[illegible] خزینۂ اسلام بھی۔ یہ خزینۂ تصوف بھی ہے۔ اور تصوف کی جان
[illegible] اور خدا شناسی بھی۔ اس کی حمد و نعت میں کچھ ایسا
[illegible] ہو۔ حمد میں وحدت الوجود کے مسئلہ کو اس انداز سے
[illegible] ذاتی عقیدہ یہ ہے۔ کہ دورِ حاضرہ کے علماء اور مشائخین

Marfat.com

زمانہ میں کوئی شخص اس مسئلہ وحدت الوجود کو ہندوستان بھر میں ایسے نہیں بیان کر سکتا جیسا کہ حضرت قبلہ نے بیان فرمایا ہے۔ اور میرے اس عقیدہ کی علمائے کرام۔ اور صوفیائے عظام سے بخوبی ہوتی ہے۔ جن کی شہادتیں اس کتاب میں موجود ہیں۔ جو بے کم وکاست تحریر فرمائی گئی ہیں۔ اور علمائے تصوف اور مشائخین کی اس وقت تک برابر چلی آرہی ہیں مگر سخت مجبور ہوں۔ کہ کتاب لکھ لکھا کر اور چھپ کر ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے ان حضرات کا تہ دل سے متشکر ہوں جنھوں نے اس کتاب پر مقدمات تنقیدات اور محققانہ تبصرے لکھکر بھیجے ہیں اُنسے معافی چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ دوسرے اڈیشن میں سب کے سب درج کر دی جائینگی۔ یہ کتاب اپنے انداز میں سرمایہ ناز چمنستان کلام گلستان تاریخ۔ اور پھولا پھلا گلشن تصوف ہے۔

الفاظ ہیں کہ تختہ کاغذ پر پھولے نہیں سماتے۔ جن کو دیکھکر طالبان صادق کی نگاہیں لوٹ پوٹ جاتی ہیں۔ یہ کتاب حسن ازل کی سرمایہ دار ہے۔ اسکی دید سے ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ اسکے مطالعہ سے دوئی کے پردے اٹھہ جاتے ہیں۔ کتاب کی نعت میں بھی ایک مخصوص انداز ہے جو اس وقت تک کہیں نہیں دیکھا اور یوں سمجھ لیجیے کہ مختصر سی ایک سیرت النبی سلیس اردو میں نگارش فرمائی گئی ہے جسمیں تبلیغی جلوے جگمگا رہے ہیں۔ بس اگر میں لکھوں تو کیا لکھوں۔ بقول حضرت مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب "اس کتاب کے تبصرہ لکھنے میں فضول طوالت ہوگی اور اس کتاب میں جو لذت ہے وہ تبصرہ میں نہیں آسکتی" لہذا میں بھی کہتا ہوں کہ اے مخزن تصوف! مصرع۔ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

## مؤلف کے حالات زندگی

حضرت علامہ عبدالرحمن صاحب حیا بدایونی۔ ولد مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب ۱۸۵۸ء ۱۲۷۵ھ بدایوں شریف خاندان بنی حمید میں پیدا ہوئے اور اسی خاندان میں جو بدایوں بھر میں ایک ... جاتا ہے پرورش پائی۔ آپ نجیب الطرفین بنی حمید ہیں۔ میں نے اپنے ... جو کچھ بچپن کے واقعات سنے ہیں وہ یقیناً مافوق البشر ہیں۔ آپ میں ... گئے ہیں۔

[illegible] ان پڑھا [illegible] برس کی

[illegible] ہی تمہارے دادا کو مولانا سید عبدالکریم شاہ صاحب نے

[illegible] سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص خود بخود پڑھکر سنادی تھی

[illegible] یں جو تمہاری دادی نے تمہارے والد کو یاد ......

[illegible] قرآن شریف کی تعلیم میر ولایت حسین صاحب ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی

[illegible] ان [illegible] ایک سال میں ختم کیا اس کے بعد ایک پارہ روزانہ پڑھکر اور یاد

[illegible] ماہ اور ۲۹ روز میں تمام کلام اللہ شریف پڑھکر ختم کردیا اسکے بعد استاد

[illegible] محلہ میرواڑہ سے اپنے ماموں کے مکان پر فارسی شروع کردی۔ سات برس کی

[illegible] ختم کردی تھیں اور اسی عمر میں سب سے پہلی غزل بھی تصنیف کی تھی۔ دیکھو بیٹا!

تمہارے [illegible] کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ لو اپنے باپ کی غزل سنو۔ غزل

یا رب [illegible] وہ کام کر جس میں رضامند خدا ہو ۔ کام آج کا ہو نہ کبھی دوسرے دن پر

معلوم نہیں [illegible] ہوگئے کیا ہو ۔ تہذیب ادب دونوں ہیں انسان کے جوہر ۔ چھوٹوں سے خطا ہو تو بزرگوں سے عطا ہو

جو سخت نصیحت [illegible] ہیں جگمگو ۔ واقع ہو مرض کی وہ بھی جو تلخ دوا ہو ۔ بچوں کو فقط چاہیئے ماں باپ کا آداب

یہ فرض ادا [illegible] رضامند خدا ہو ۔ اللہ میاں ایسا بچہ کو وہ چشم عطا ہو ۔ ہر رنگ میں ہر شکل میں تو جلوہ نما ہو

[illegible] تبوں سے مجھے کیا کام ۔ کعبہ ہی سمجھ لوں در بت خانہ جو وا ہو

[illegible] کوئی تخلص نہیں قرار دیا تھا اس لئے اپنے نام عبدالرحمن کا ترجمہ رحمان کا

[illegible] اس کے بعد عربی کی تعلیم حضرت مولانا سمرقندی شاہ صاحب سے مکمل پائی۔ چونکہ مولانا

[illegible] اور تمام مراتب سلوک طے کئے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے دیوان حافظ شیرازی

[illegible] واحدہ کہا۔ حضرت مولانا سمرقندی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دستار فضیلت

[illegible] تھی۔ اسکے بعد مولانا کا بدایوں میں وصال ہوگیا۔ مولانا

[illegible] صاحب کے مزار کے قریب [illegible] تاریخ [illegible]

Marfat.com

حضرت مولانا سمرقندی شاہ صاحب مجاز کے فرزند تھے جن کی عمر کا [illegible]
قادریہ سلسلہ کے بزرگ اور پیر و مرشد تھے۔ وہ ہمیشہ ایک تنہا مکان [illegible]
رہا کرتے تھے۔ شاہ صاحب بدایوں آکر ۴ سال مقیم رہے اور اس ۴ سال [illegible]
محمد حامد حسن سلمہ کو مرید کیا تھا۔ پس بدایوں آکر صرف انھیں دو ہستیوں کو ان [illegible]
اس کے بعد ۹ برس کی عمر تک تمہارے والد نے چند غزلیں تصنیف کیں جو غالباً [illegible]
والد عزیزم عبدالغنی سلمہ کے ساتھ ایک درویش کی خدمت میں حاضر ہوئے عبدالغنی مرحوم نے [illegible]
کیا کہ یہ میرا پھوپھی زاد بھائی اتنی چھوٹی عمر میں شعر تصنیف کرتا ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا [illegible]
ہم ایک مصرع پڑھتے ہیں اگر اس پر تم ہمارے سامنے کوئی شعر کہدو گے تو ہم تمہیں شاعر تسلیم کر لیں گے۔ [illegible]
"آسماں مجھ میں زمیں مجھ میں ستارا مجھ میں"۔ پس تمہارے والد نے برجستہ یہ شعر کہا۔

جسکے موسیٰ تھے طلبگار سیّحا عاشق
جلوہ فرما ہے وہی شمع دل آرا مجھ میں

یہ شعر سنتے ہی شاہ صاحب نے کھڑے ہو کر رقص فرمایا اور عبدالغنی کہتے تھے کہ ان بزرگ نے تمہارے والد کا [illegible]
اور یہ فرمایا کہ یہ لڑکا جوان ہو کر اپنے زمانہ کے صوفیوں کا مقتدا اور پیشوا ہوگا اور بھی کچھ [illegible] جن کے لکھنے کی مجھے ممانعت
کر دی گئی ہے۔ بالآخر والد صاحب قبلہ کے دل میں مرید ہونے کی خواہش پیدا ہوئی اور بہت سال [illegible]
میں ہندوستان بھر کے مشاہیر درویشوں سے ملتے جلتے رہے۔ آخر اجمیر شریف میں پہنچکر حضرت شیخ العالم خواجہ
اللہ بخش صاحب رحمت اللہ علیہ تونسوی سلیمانی۔ فخری۔ نظامی چشتی سے بیعت حاصل کی اور اپنے شیخ کے
حکم سے اجمیر شریف ہی میں حافظ جمال صاحب کے چلہ پر کئی برس تک خلوت گزیں رہے اسکے بعد حضرت قبلہ و کعبہ خواجہ
حافظ محمد موسیٰ صاحب رحمت اللہ علیہ نے اجمیر شریف میں ایک باطنی اشارے سے شاہجہانی مسجد میں تمہارے والد کے سر
دستار خلافت اپنے ہاتھ سے باندھکر مجاز و خلیفہ کر دیا۔ اس وقت اجمیر شریف کے ایک پیرزادہ [illegible] اکثر بزرگ
اور پیرزادگان منشی عبداللہ کاتب۔ اور یوپی کے چند بزرگ۔ مثلاً [illegible]
عزیز بخش صاحب بدایونی۔ مولوی عبدالجلیل صاحب بدایونی بھی موجود تھے
چنانچہ آجتک یہ فیضان جاری ہے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں طالبان حق حضرت قبلہ [illegible]
حاصل کر رہے ہیں۔ میں اکثر سفر و حضر میں جناب والد صاحب کے ہمراہ رہتا ہوں۔ اور [illegible]
ہیں جن کے بیان کرنے کی مجھے سخت ممانعت ہے۔ لہذا اہلک کے سامنے پیش کرنے [illegible]
عالم قبلہ و کعبہ مؤلف کا سایہ ہمارے سروں پر دام قائم رکھے۔ اور اس کتاب سے تمام آدمی [illegible]
نیاز کیش
انسان کا سچا خیر طلب ابن حسن صبا بدایونی [illegible]

Marfat.com

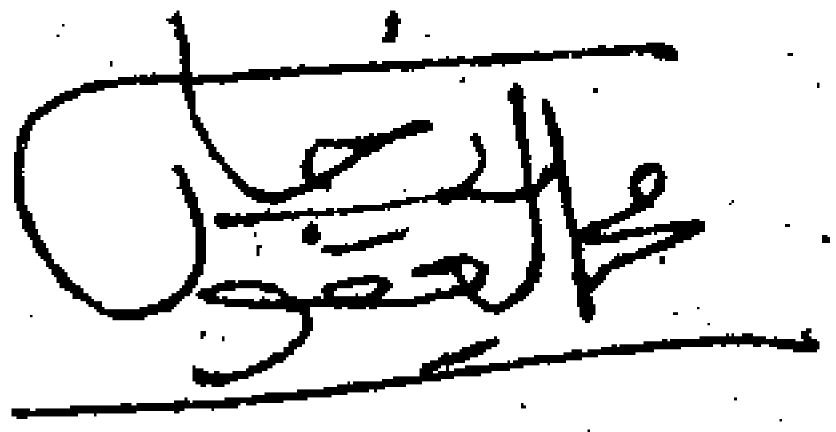

Marfat.com